

جلال الضدور



مفتی اعظم پاکستان محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی



ضمیمہ القرآن سلیکیشنز گنج بخش روڈ

لاہور - ۲

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

خوشخبری

علماء اہلسنت کی کتب PDF میں
حاصل کرنے کیلئے
تحقیقات چینل ٹیلیگرام جوائن
کریں

<https://t.me/tehqiqat>
گوگل سے ڈاؤن لوڈ کرنے لے

<https://>

archive.org/details/

[@zohaibhasanattari](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)

طالب وعازوہیب حسن عطاری

[g/details/@](https://archive.org/details/@zohaibhasanattari)



موت کے بعد حیات اور سلام و کلام کے سننے
اور توسل و استمداد کا بیان

جلال الصُّدُور

فی

سماع اہل القبور

عُمْدَةُ الْأَذْكَیَّاءِ عَلَیْهِ السَّلَامُ مُحَمَّدٌ تَشْرِیفُہٗ بِحَالِہٖ سَیِّدُ
مَکْتَبَہِ یَحْیٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ

مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ، بی بلاک ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ

لاہور - ۲

المجٹو سٹورڈ ایکٹیف فون: 81060

مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ، بی بلاک ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

Click For More Books

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب	جلاء الصدور فی سماع اہل القبور
تالیف	ابوالحسنات محمد اشرف سیالوی مدظلہ العالی شیخ الحدیث سیال شریف
تعداد	پانچ سو
صفحات	472
کتابت	محمد عاشق حسین ہاشمی
مطبع	حامد جمیل پرنٹرز، لاہو
قیمت	

ملنے کا پتہ

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ لاہور۔ فون: 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور۔ فون: 7225085-7247350

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فہرست مضامین و عنوانات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	حرفِ آغاز	۸
۲	تقریرِ دوحی	۳۱
۳	تہیدی مقدمات :	۳۲
	پہلا مقدمہ - روح کا عالم و سامع حقیقی اور غیر فانی ہونا (امام رازی)	۳۲
	دوسرا مقدمہ - مسئلہ سماع حیوۃ قبر و برزخ کی فرع ہے	۳۲
	تیسرا مقدمہ - حیوۃ قبر و برزخ متفق علیہ اور اجماعی مسلک ہے	۳۵
۴	منکرین حیوۃ قبر کے تسکات اور شبہات	۳۹
۵	تنبیہ - منکرین سماع اموات معتزلہ و خوارج کی راہ پر	۴۰
۶	عذاب قبر و برزخ کا معنی و مفہوم	۴۱
۷	(۱) حیوۃ قبر و برزخ پر استدلال آٹھ آیات سے	۴۲
	(۲) حیوۃ قبر و برزخ پر استدلال دس اہادیث سے	۵۱
	(۳) حیوۃ قبر و برزخ پر استدلال اجماع امت و اسلاف سے	۶۲
۸	(پانچ) دلائل امکان سماع اموات و اہل قبور	۶۵
۹	دلائل ثبوت سماع اموات اہل قبور	۶۹
	(۱۱) (چار) آیات کلام مجید اور وجوہ استدلال	۶۹

Click For More Books

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱۰	(۳) دبا ئیس، احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم منکرین سماع کے عقلی شبہات کا ازالہ۔ نفیس ابجاث؛ (۱) شبہ اول۔ بدن میت قبر میں افتراق و انتشار کے درپے ہوتا ہے لہذا سماع ممکن نہیں۔ (۲) شبہ دوم۔ قبر جیسے حجاب کے ہوتے ہوئے دیکھنا سننا ممکن نہیں۔ (۳) شبہ سوم۔ روح علیتین یا سجتین میں ہوتا ہے لہذا اتنی مسافت سراسر کا دیکھنا سننا ممکن نہیں	۹۱ ۱۲۰ ۱۲۰ ۱۳۳
۱۱	منکرین کے نقلی دلائل اور ان کے جوابات؛ دلیل اول ۱۲۸۱ لا تسمع الموتی دلیل دوم ۱۲۸۲ ما انت بسمع من فی القبور { اُنیتس جوابات	۱۵۱ ۱۵۱
(۳)	دلیل سوم ۱۲۸۳ لا یذوقون فیہا الموت الا الموت الاولی، سات جوابات	۱۹۲
(۴)	دلیل چہارم۔ ۱۲۸۴ انما یستجیب الذین یسمعون والموتی یشہم اللہ (الایۃ)	۲۰۶
(۵)	دلیل پنجم۔ والذین تدعون من دونہ ما یملکون من قطعہ (الایۃ) (۱) منکرین کا اعتذار انبیاء و اولیاء کو معبودات باطلہ میں درج کرنے کے متعلق اور اقوال مفسرین کے جواب میں	۲۱۳ ۲۲۲
(۱۲)	منکرین کا دعویٰ کہ تفسیر بالاصنام حقیقی معنی نہیں بلکہ عادت اہل زبان پر مبنی ہے	۲۲۲
(۱۳)	منکرین کے قرآنِ تعفرت عیسیٰ و عزیر وغیرہما کے من دون اللہ ہونے پر ان کا رد	۲۲۶
(۶)	دلیل ششم۔ ومن اضل ممن یدعو من دون اللہ من لا یشہم لہ (الایۃ)	۲۲۹
(۱)	آیات اور اقوال مفسرین کے ساتھ حقیقی معنی کی وضاحت	۲۳۳
(۲)	منکرین کا جواب اور چار وجوہ سے اس کا رد	۲۳۴

Click For More Books

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
(۷)	دلیل ہفتم۔ یوم۔ مجمع اللہ الرسل الایۃ۔ اور اس کا جواب دو وجہ سے	۲۵۴
(۸)	دلیل ہشتم۔ اذکالذی مر علی قبریۃ (الایۃ) اور اس کے آٹھ جوابات	۲۶۷
	خلاصۃ الجوابات اور اہل السنۃ کا ضابطہ وقاعدہ تفسیر قرآن کے متعلق نیز منکرین سماع کو چیلنج۔	۲۷۷
(۹)	دلیل نہم۔ منکرین کا حضرت صدیقہ کے قول سے تمسک اور اس کے پانچ جوابات	۲۸۱
	حضرت صدیقہ کی طرف منسوب قاعدہ، منکرین کی کھل فریب کاری	۳۱۱
(۱۰)	دلیل دہم۔ آئمۃ احناف پر انکار سماع کا افتراء اور اس کا رد۔	
	امادیت سماع کے متعلق تاویلات و توجیہات کا رد۔ (د محقق دہلوی	۳۴۹
	و علی قاری	
۱۲	منکرین سماع کے مغالطے اور فریب کاریاں	۳۶۴
	(۱) مغالطہ اول۔ میت کو نکیرین سلا دیتے ہیں، لہذا اس کا سننا غیر معقول ہے، اس کے سات جوابات۔	۳۶۵
	(۲) مغالطہ دوم۔ عذاب و ثواب کی امادیت میں قبر سے مراد سچیتن و	
	علیتین میں روح کا مستقر ہے نہ کہ مدفن بدن اور اس کے دو جواب	۳۷۰
	فاشدہ۔ منکرین عذاب قبر و شفاعت کے متعلق آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلیبی خبر۔	۳۸۰
	(۳) مغالطہ سوم۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بوقت وصال حضور کی بارگاہ	۳۸۲
	میں سلام پیش کرنے کی درخواست سے آنحضور علیہ السلام کے علم و	
	سماع کی نفی العیاذ باللہ، اس مغالطہ کا رد تین وجوہ سے۔	

صفحہ	عنوان	نمبر شمار
۳۸۸	(۴) مغالطہ چہارم۔ آنحضور علیہ السلام کا حضرت عیسیٰ کو سلام پہنچانے کا حکم اور منکرین کا علم و سماع نبوی کی نفی ثابت کرنا۔ اس کا رد تین وجوہ سے۔	
۴۰۰	(۵) مغالطہ پنجم۔ حالت موت کا نیند فحشی اور سکر وغیرہ پر قیاس فاسد اور اس کا اجمالی و تفصیلی جواب نفیس بحث۔	
۴۱۸	آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند کے علم و ادراک کے منافی نہ ہونے کا بیان	
۴۲۶	لطیفہ غریبہ۔ منکرین سماع اموات کا اضطراب و تذبذب اور عقیدہ سماع کی طرف بازگشت۔ مؤلف و مترجم کا ایک دوسرے کی تکذیب کرنا۔	۱۳
۴۳۲	تتمتہ مبحث (۱) سبیل الرشاد فی جواز الاستمداد	
۴۴۲	(۲) استعانت و استمداد کا جواز محقق شیخ عبدالحق، شاہ عبدالعزیز	۱۴
۴۴۲	(۳) منکرین کے اکابرین و مشائخ کی استمداد اہل قبور و اولیاء اللہ سے	
۴۴۵	(۴) استمداد و استعانت میں عالم دنیا اور عالم برزخ کے فرق کا لغو ہونا از محقق دہلوی قدس سرہ العزیز	
۴۴۶	(۵) منکرین استعانت و توسل کا رد۔ از شیخ عبدالحق	
۴۴۸	(۶) استعانت و توسل کی جائز صورتیں۔ از شیخ عبدالحق	
۴۵۱	(۷) استعانت و توسل کی ناجائز صورتیں۔ از شیخ عبدالحق	
۴۵۲	(۸) اہل السنۃ کو مشرک کہنے والوں کا زمانہ ظہور	
۴۵۶	(۹) نجد اور نجدیت کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا غیبی فرمان	
۴۵۷	(۱۰) خارجوں کی علامت اور امتیازی نشان از عبداللہ بن عمرؓ	
۴۵۸	(۱۱) محمد بن عبدالوہاب اور اس کے اتباع کا خارجی ہونا از علامہ شامی	
۴۶۲	و علمائے دیوبند دعا اور عبادت میں فرق کی تحقیق اور اقوال مخالفین	۱۵

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الانتساب

بندہ اپنی اس حقیر سعی و کوشش اور جدوجہد کو جامع المعقول والمنقول
شمس فلک التحقيق والتدقيق مرجع العلماء والفضلاء فخر الامثال والاُمَاجِد
عطاء جزیل من عطايا النبی الکریم محمد اللہ والخلق اجمعین اعنی الحافظ الحاج
مولانا عطا محمد صاحب نزیل بنیال دارالعلوم مظہریہ امدادیہ کی بارگاہ
والاجاہ میں بطور ہدیہ نیاز و نذرانہ عقیدت پیش کرتا ہے جن کے فیوض
برکات سے دنیاۓ تدریس اور عالم تحقیق و تدقیق میں نبض حیات تپش
آمادہ ہے۔ سوئے ذریعہ تحفہ آرد دم صدق
گر قبول افتد زہے عز و شرف

احقر محمد اشرف سیالوی عفی عنہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حرف آغاز

باسمہ سبحانہ تعالیٰ

حضرت شیخ الحدیث شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے زمانہ دیگر میں
صدی کے آغاز اور دسویں کے آخر میں ہندوستان کے اندر ایک ایسا گرو پیدا ہوا جس
نے دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف منتقل ہونے والے مقربانِ بارگاہِ خداوندی سے استمداد و استعانت
کو شرک و بت پرستی قرار دیا اور ان مقدس ہستیوں کو اصنام و اوثان اور متوسلین و سائلین
کو بت پرست کے لقب سے نوازا۔

حضرت شیخ اجل نے ان کے باطل نظریات کا رد و ابطال بڑی بسط سے کر کے آخر میں
فرمایا: کلامِ دریں مقام بعد اطناب و تطویل کشیدہ بر غم منکراں کہ در قربِ این زماں فرقہ پیدا
شدہ اند کہ منکر اند استمداد و استعانت را از اولیاء خدا کہ نقل کردہ شدہ اند از دارِ فانی بہ دار
بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوشحال اند و مردم را از ازاں شعور نیست و متوجہاں
بجنابِ ایشان را مشرک بخدا و عبدة اصنام می دانند و میگویند آنچه میگویند۔ اشعة اللعانت
جلد سوم ص ۴۳۔

خلاصہ ترجمہ: اشعة اللعانت مشکوٰۃ شریف کا ترجمہ ہے جس میں اطناب و تطویل کی گنجائش
نہیں، لیکن اس مقام میں اثباتِ سماع اور اثباتِ استمداد و جوابِ تسکاتِ منکرین کی
وجہ سے، کلام کافی طویل ہو گئی ان منکرین کی ترغیم و تذلیل کے لئے جو ایک قلیل ترین گروہ کی
صورت میں رونما ہوئے ہیں اور ان اولیاء اللہ اور محبوبانِ خداوندی سے استمداد و استعانت
کے منکر ہیں جو دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف منتقل ہو چکے ہیں۔ اپنے پروردگار کے ہاں زندہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہیں رزق مینے جاتے ہیں اور خوشحال ہیں۔ اگرچہ لوگوں کو ان امور کا احساس و شعور نہیں ہے اور ان مقدس ہستیوں کی طرف متوجہ ہونے والوں اور ان کی بارگاہ میں حاضری دینے والوں کو شرک بخدا اور بُت پرست سمجھتے ہیں اور اور ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں جس کے بیان سے زبان قلم عاجز و قاصر ہے۔

اس کے بعد نجد عرب میں تیرھویں صدی کے آغاز میں محمد بن عبد الوہاب نجدی ظاہر ہوا اور اس نے بھی یہی طوفان بدتمیزی برپا کیا، حتیٰ کہ اہل عربین اہل السنّت پر قیامت طاری ان کو قتل کیا۔ ان کی بیویوں کو اور مال و متاع کو حلال جانا اور اس سے بھی بدتر سلوک کیا جس کا کوئی مشرک و کافر مستحق ہو سکتا تھا (مولانا حسین احمد مدنی کی زبانی شہاب ثاقب کے حوالہ سے اس کے مظالم کی کچھ داستان رسالہ کے آخر میں قارئین ملاحظہ فرمائیں گے)۔

بدقسمتی سے ہندوستان میں مولانا محمد اسماعیل دہلوی غیر مقلد نے نجدی نظریات و اعتقادات سے متاثر ہو کر ”تقویۃ الایمان“ کے نام سے ایک کتاب تصنیف کر ڈالی، جو شیخ نجدی کی کتاب التوحید کا تقریباً دو ترجمہ تھا (جیسا کہ سیف الجبار میں حضرت مولانا امام فضل رسول علیہ السلام نے اس پر تفصیلی بحث فرمائی ہے) اور اس کتاب کے منظر عام پر آتے ہی ہندوستان میں بہت بڑا فتنہ پیدا ہو گیا اور اہل السنّت میں انتہائی غم و غصہ۔

مگر اس کو اہل السنّت کی شوقی قسمت سمجھا جائیگا کہ دارالعلوم دیوبند کی مرکزی شخصیت مولانا رشید احمد سے دونوں صاحبوں یعنی محمد بن عبد الوہاب نجدی اور مولانا محمد اسماعیل دہلوی کو بڑی فراخ دلانہ پذیرائی حاصل ہوئی۔ دونوں کے متعلق جناب کارِ عمل فتاویٰ رشیدیہ سے مدینہ ناظرین سب سے

۱) مولوی محمد اسماعیل صاحب عالم متقی بدعت کے اکھاڑنے والے اور سنّت کے جاری کرنے والے اور قرآن و حدیث پر پورا پورا عمل کرنے والے اور خلق کو ہدایت کرنے والے تھے اور تمام عمر اسی حال میں رہے (تا)، ایسے شخص کو مردود کہنا خود مردود ہونا ہے اور ایسے مقبول

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کو کافر کہنا خود کافر ہونا ہے دتا، بہر حال یہ لوگ مولوی اسماعیل کے طعن کرنے والے ملعون ہیں (تا)، اور کتاب "تقویۃ الایمان" نہایت عمدہ کتاب ہے اور وہ ردِ بدعت و شرک میں لا جواب ہے۔ استدلال اس کے بالکل کتاب اور احادیث سے ہیں اس کا رکھنا، پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے اور موجب اجر کا ہے۔ اس کے رکھنے کو جو کفر کہتا ہے یا خود کافر ہے یا فاسق بیعتی ہے۔ اگر کوئی اپنے جہل سے اس کتاب کی خوبی کو نہ سمجھے تو اس کا قصورِ فہم ہے، مؤلف کتاب کا کیا قصور۔ بڑے بڑے عالم اہل حق اس کو پسند کرتے ہیں۔ اگر کسی گمراہ نے اس کو بڑا کہا تو وہ خود ضال و مفسل ہے۔

(۲) محمد بن عبدالوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں، ان کے عقائد عمدہ تھے اور مذہب ان کا منبلی تھا دتا، عقائد سب کے متحد ہیں۔ اعمال میں فرق خفی، شافعی اور مالکی و منبلی کا ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ کامل ص ۲۳۵

ان دونوں عیارتوں سے ناظرین نے اندازہ فرمالیا کہ مولانا رشید احمد صاحب کو ان دونوں سے کس قدر حسن ظن تھا اور ان کے مخالفین سے کس قدر عداوت و دشمنی۔ مناسب ہو گا کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب کی اس کتاب سے بطور نمونہ مقبولانِ بارگاہِ خداوندی کے خدا داد اختیارات اور قدرت تدبیر و تصرف کے متعلق کچھ عبارتیں ناظرین کی خدمت میں پیش کر دی جائیں تاکہ اس ظالم مظلوم نما کی حقیقتِ حال واضح ہو جائے۔

(۱) پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کافر بھی اسی بات کے قائل تھے کہ کوئی اللہ کے برابر نہیں اور کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا، مگر اپنے بتوں کو اس کی جناب میں اپنا وکیل سمجھ کر مانتے تھے اسی سے کافر ہو گئے۔ سوا ب بھی جو کوئی کسی مخلوق کو عالم میں تصرف ثابت کرے اور اپنا وکیل سمجھ کر اس کو مانے سوا ب اس پر شرک ثابت ہو جاتا ہے گو کہ اللہ کے برابر نہ سمجھے اور اس کے مقابلہ کی طاقت اس کو نہ ثابت کرے۔ تقویۃ الایمان الفصل الثالث فی ذکر رد الاشراک فی التقرن ص ۱۹

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ بقول شیخ محقق یہ فرقہ اولیاء اللہ سے استمداد و استعانت کو شرک اور بت پرستی اعتقاد کرتا ہے۔

قوٹ: خاندان ولی اللہ کے چشم و چراغ اور خاتم المفسرین والمحدثین مولانا الشاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کی زبانی استعانت کی بحث میں اہل اسلام کے اولیاء اللہ کو شفیع و وکیل مانتے اور بت پرستوں کے اوثان و اصنام کو وکیل ماننے کا فرق بیان کیا جائے گا جو انہوں نے ایک برہمن کے سوال کا جواب دیتے ہوئے ذکر فرمایا کہ ہمارے اور اولیاء اللہ کی قبور سے استعانت و استمداد کرنے والوں میں کوئی فرق نہیں، پھر وہ مومن ہم مشرک یہ کتنی بڑی زیادتی ہے۔

(۲) جو ان کاموں کا مختار ہے، اس کا نام اللہ ہے محمد یا علی نہیں اور جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ ص ۲۸

مقصود یہاں اس تفصیل کا بیان نہیں، وزنہ کلام طویل ہو جائے گی۔ صرف بطور نمونہ دو عبارتیں درج کر دی ہیں۔ "کوثر الخسیرات لستی السادات علیہ افضل الصلوات والتحمیات" میں چند عبارات درج کی گئی ہیں اور کچھ ان پر تبصرہ بھی کیا گیا ہے اور اس کتاب میں مندرجہ فاسد نظریات، غلط اعتقادات، گستاخانہ عبارات، اس کے زہریلے اثرات اور غلط نتائج پر مولانا نعیم الدین مراد آبادی نے "طیب البیان" میں اور مولانا فضل رسول بیہونی نے "سیف الجبۃ" میں بڑی بسط سے بحث فرمائی ہے، وہاں ملاحظہ فرماتیں۔ بہر حال علمائے دیوبند نے مولانا صاحب کی طرف سے مکمل دفاع کیا اور آج تک جاری ہے۔

البتہ محمد بن عبدالوہاب نجدی کا فتنہ جب لشکر اسلام کے غلبہ و فتح مندی سے دب گیا اور اہل سنت کو عربین طیبین میں سکھ کا سانس لینے کا ایک دفعہ پھر موقع مل گیا تو وہاں کے علمائے اکابرین کے استفسار پر ایک عربی رسالہ تالیف ہوا اس میں البتہ اس کو علامہ شامی کی طرح خارجی واجب القتل وغیرہ قرار دیا گیا، مگر آج کل پھر اس کی پذیرائی شروع

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہے۔ ملاحظہ ہو شفاء الصدور مترجم ص ۱۱۱

واما ابن عابدین فقد کان خلافاً لمحمد بن عبد الوہاب النجدی ولم یردہ و
انما قال ما قال فی شانہ کما سمع من اخوانہ الناس۔

ترجمہ: لیکن علامہ ابن عابدین شامی محمد بن عبد الوہاب کے خلاف تھا اور نہ اس کو
دیکھا۔ انہوں نے نجدی کے متعلق جو کچھ (خارجی، باغی وغیرہ) لکھا وہ محض سُنی سنائی باتوں پر
مبنی ہے اور حقیقت کے خلاف۔

دوسری طرف پیرزادہ بہاؤ الحق قاسمی دیوبندی ایکسپلٹ (نجدی تحریک پر ایک نظر میں
فرماتے ہیں۔ مولانا رشید احمد صاحب نے شیخ نجدی کے حق میں جو توصیفی کلمات کہے ہیں،
وہ سُنی سنائی باتوں پر مبنی تھے اور اصل مسلک ان کا وہ ہے جو المہند میں مندرج ہے
جس کو جناب سرفراز گکھڑوی صاحب علمائے دیوبند کی اجماعی کتاب قرار دیتے ہیں۔
تسکین الصدور ص ۲۲۱ گویا۔

ادھر ٹانگا ادھر ادھر اُدھر ٹانکا ادھر ادھر

الغرض مولانا رشید احمد صاحب کی اتباع میں دوسرے علماء دیوبند بھی خاموش
ہی رہے اور اس گروہ کو پھیلنے پھولنے کا خوب موقع مل گیا۔

اس کے بعد مولانا رشید احمد صاحب کے شاگرد رشید مولوی حسین علی صاحب ہاں پھری
اور ان کے تلامذہ علی الخصوص مولانا غلام خان صاحب اس مسلک کے داعی بنے اور
اور باقی علمائے دیوبند کی روایتی خاموشی کے بجائے کھلی حمایت سے اس جماعت کو
اپنے جملہ نظریات علی الخصوص توسل و استعانت کے شرک و بت پرستی ہونے اور توسلین
کے شرک و بت پرست ہونے کی ترویج و اشاعت میں بڑی مدد ملی۔ علماء دیوبند کی نئی پود دورہ
قرآن کے ذریعے ان نظریات و اعتقادات کا استفادہ کرنے لگی اور بزم خویش مولانا غلام
صاحب کی اسرار توحید اور مقام الوہیت سے شناسائی کا اعتقاد ان پر اس قدر باد و اثر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بن گیا کہ جملہ مفاسد سے آنکھیں بند کر لیں اور ان کے مسلک اہل السنّت کی علانیہ مخالفت حق سے عدول و انحراف بلکہ راہ اعتزال و خروج پر گامزنی کو صوف اس خوش فہمی میں نظر انداز کر دیا کہ مولانا بریلویوں کی خوب خبر لے رہے ہیں۔ ان کی بدعات کا رد اور شرک و بت پرستی کا قلع قمع کر رہے ہیں اور اس طرح مداہنت فی الدین اور حق سے چشم پوشی جیسا گھناؤنا کردار ادا کیا۔

سماع موتی کے انکار کی ضرورت

یہ بات ہر ادنیٰ سمجھ والے سے بھی مخفی نہیں رہ سکتی کہ استمداد و استعانت اور توسل و تطفیل و ارفنا سے دار بقا کی طرف منتقل ہونے والے حضرات سے اسی صورت میں متصور ہو سکتا تھا، جبکہ ان میں زائرین اور حاضرین بارگاہ کی معرفت تسلیم کی جاتی اور ان کے سلام و کلام کا سماع و شعور مانا جاتا۔ جب تک یہ بنیاد قائم تھی عوام اہل السنّت کو اس راہ سے بٹانا اور مقربانِ بارگاہ خداوندی کی بارگاہ سے دور رکھنا ممکن نہ تھا لہذا اس بنیاد و اساس کو گرانالازی سمجھتے ہوئے سماع کا انکار کر دیا، حتیٰ کہ عوام مومنین یا اولیاء اللہ فہدائے نفی کو ناکافی سمجھتے ہوئے حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام علی الخصوص سید المرسل امام الکمل جناب محمد مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء کے متعلق بھی لاعلمی اور بے خبری ثابت کرنے کی ٹھان لی گئی۔ مولانا غلام خان صاحب اپنے مزعومہ جواہر القرآن میں حضرت عزیر علیہ السلام والے قصہ میں اس طرح تحریر کرتے ہیں۔

۱۔ سو سال کا عرصہ انہیں یک روزہ خواب کی طرح معلوم ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ حالت موت میں یہ جلیل القدر پیغمبر علیہ السلام اختلاف لیل و نہار اور انقلابات زمانہ سے بے خبر تھے (تا، اس واقعہ سے سماع موتی کی نفی ہوتی ہے، کیونکہ حضرت عزیر علیہ السلام دنیا میں ہونے والے تمام انقلابات سے بے خبر تھے اور نہ انہیں بیرونی آوازیں سنائی دیں۔ نیز

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ وفات کے بعد انبیاء علیہم السلام کی ارواح طیبہ ان کے ابدان میں موجود نہیں رہتیں اور ان کی حیات دنیوی ناسوتی نہیں ہوتی، بلکہ برزخی ہوتی ہے۔

جواہر القرآن - جلد اول - ص ۱۲۷

جلالہ القدور کے اوراق میں منکرین کے مغالطات پر بحث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ان حضرات کی ذہنیت واضح ہو جاتے گی، لیکن بطور نمونہ انداز فکر اور بالغ نظری کے ساتھ ساتھ بارگاہ مصطفوی سے مذاق و استہزاء ملاحظہ فرمائیے شفاء القدور مترجم ص ۹۱،

۲۔ لم یکن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یسمع قول امراءة واقفة علی باب

الحجرة الشریفة حین کان فی الاحیاء فکیف بعد الموت۔

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم زندگی میں اس عورت کی کلام کو نہیں سن سکتے تھے جو حجرہ مبارکہ کے دروازہ پر کھڑی ہوتی تھی، تو وفات کے بعد سن سکنے کا کیا امکان؟ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حالانکہ بقول مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع سلام و کلم اور زائرین کے علم و شعور میں اختلاف ہی نہیں اور نہ دو رائیں ہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۷۱
مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو خلاف نہیں، اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے۔ انتہی

ذمہ دار کون ہے؟

میں بڑی دلسوزی سے عرض کروں گا کہ اس تحکم اور صیغہ زدوری میں اکابرین دیوبند کا بھی حصہ ضرور ہے اور ان کی تشکیک و توہیم اور شک و تردید والی پالیسی نے اس جماعت کو تقویت پہنچائی۔ سماع موتی کے منکرین اور سماع موتی کے قائلین کو ہم پلہ قرار دینے انکار سماع والی شق کو قابل اختیار و اعتبار سمجھنے سے اس بے لگام جماعت کے لئے اچھا خاصا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کھلا میل ہوتا ہو گیا۔

(۱) مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ ص ۹۷ و ص ۹۸ و ص ۹۹ پر فرماتے ہیں،

مسئلہ سماع موتی عہد صحابہ سے مختلف فیہ ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ بندہ مختلف فیہ مسائل میں فیصلہ نہیں کرتا۔

(۲) مولانا اشرف علی تھانوی،

دونوں طرف اکابر ہیں اور دلائل ایسے اختلافی مسئلہ میں فیصلہ کون کر سکتا ہے؛

امداد الفتاویٰ جلد ۵ ص ۲۷۷

(۳) مولانا محمد قاسم نانوتوی جہاں قاسمی ص ۷ پر رقمطراز ہیں،

سماع اموات کے قصہ میں اول تو یہ معروض ہے کہ یہ امر قدیم سے مختلف فیہ ہے۔

دوسرے ضروریات دینی اور عقائد ضروریہ میں سے نہیں رہتا، علاوہ بریں طرفین میں بڑے بڑے اکابر ہیں۔ اگر ایک طرف میں بالکل ہو رہی ہے تو کسی نہ کسی طرف والوں کو جبراً سمجھنا پڑے گا۔ اس لئے اہل اسلام کو یہ ضروری ہے کہ ایسے مسائل میں خواہ مخواہ ایسے پکے نہ ہو بیٹھیں کہ دوسری طرف کو بالکل باطل سمجھ لیں۔

یہاں تک شک و تردد اور گونگو کی پالیسی ملاحظہ کی۔ اب ہر طرف کے اختیار کی تجویز و تصحیح ملاحظہ فرمائیں:

(۱) مولانا اشرف علی صاحب تھانوی فرماتے ہیں،

غرض اس طرح جابین میں کلام طویل ہے اور دونوں شقوں میں وسعت ہے۔
التکشف ص ۲۲

(۲) مولانا گنگوہی صاحب، یہ مسئلہ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم سے مختلف فیہ ہے اس کا فیصلہ کوئی نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعد دفن کے اس پر ہی مبنی ہے جس پر عمل کرے درست

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہے۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۷۷

عقیدہ سماع امولت جمہور صحابہ تابعین و تبع تابعین اور جمہور اہل سنت کا مسلک و مذہب ہے اور

جس پر احادیث صحیحہ مسریحہ الدلالة شاہد صادق اور دلیل ناظر اور وہ بھی ایسی جو کہ درجہ تواتر تک پہنچی ہوئی ہیں، جیسا کہ مولانا النذر شاہ صاحب فرماتے ہیں:

والاحادیث فی سماع الاموات قد بلغت مبلغ التواتر۔ فیض الباری جلد ثانی ص ۷۷
مگر اس کو جب اس قدر مختلف فیہ ناقابل فیصلہ، غیر ممکن التحقیق قرار دے دیا جائے اور
خلاف جمہور کو غلط کہنے سے منع کر دیا جائے اور ہر دو شقوں کے اختیار کی گنجائش نکال
لی جائے، تو انکار سماع سے ضلالت و گمراہی اور الحاد و بے دینی کے لزوم اور حق و صواب
سے انحراف و اختلاف والے مفسدہ کا اندیشہ ختم ہوا۔ البتہ ایک عظیم فائدہ میسر آ گیا اور
وہ یہ کہ جب اہل قبور سنتے ہی نہیں، تو ان سے استعانت و استمداد لغو و باطل ٹھہری۔

بلکہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے تو کسی ابہام و اخفاء کو ناکافی سمجھتے ہوئے صراحت فرمادیا،

البتہ عوام کا سا اعتقاد اثبات کہ ان کو حاضر و ناظر متصرف مستقل فی الامور سمجھتے ہیں
یہ صریح ضلالت ہے اگر اس کی اصلاح بدون انکار سماع نہ ہو سکے تو انکار سماع واجب
ہے۔ التکشف ص ۴۷

صرف یہ نہیں کہ عوام میں اندیشہ کج روی کے پیش نظر اس مسئلہ کی تشہیر نہ کی جائے،
بلکہ صاف صاف انکار کر دینے کا حکم اور بھی اولویت و استجاب تک محدود نہیں رکھا
بلکہ درجہ وجوب و فرضیت تک پہنچا دیا۔ حیرانی کی بات ہے کہ اصلاح امت کے لئے اس
اس نسخہ کو تجویز کرنے میں کون سی حکمت کار فرما ہو سکتی ہے۔ اگر زندہ اولیاء اللہ کے متعلق کوئی
عامی ہی عقیدہ اختیار کر لے تو حکیم الامت صاحب کا تجویز کردہ یہ نسخہ کیونکر قابل عمل ہوگا
کوئی یہ کہہ سکے گا کہ وہ تو قریب سے بھی نہ دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی سن سکتا ہے، دُور سے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کیسے دیکھ سکتا ہے۔ اگر یہاں اپنا مشاہدہ اس جرأت سے مانع ہے یا لوگوں کے مشاہدات و اخبار تو اہل قبور کے متعلق الثدرب العزت اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات موجود، آنسور اور اولیاء اللہ کے مشاہدات موجود ہیں پھر انکار کی جرأت کیونکر ہو گئی۔ لہذا جو صورت اس شخص کے راہِ راست پر لسنے کے لئے کارآمد ہو سکتی تھی، اس کو اہل قبور میں زائرین کی معرفت اور سماعِ سلام وغیرہ تسلیم کر کے بھی بروئے کار لایا جاسکتا تھا۔ انکارِ سماع اور وجوبِ انکار کی گنجائش کیوں نکالی گئی۔ پھر اس انکار کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ اہل اللہ پر اصنام و اوثان والی آیات چسپاں کرنے کا راستہ ہموار ہو گیا اور شرعی لحاظ سے جائز طریقوں پر استعانت و استمداد کرنے والوں کے لئے مشرک اور بت پرست جیسے فتوے مل کے لئے میدان صاف ہو گیا۔ اگر یہ مصلحت مد نظر رکھ کر سماع کا انکار کیا جاسکتا ہے، تو قیامت کے دن شفاعت کا بھی انکار لازم، کیونکہ اس سے لوگ گناہوں پر دلیر ہو جائیں گے پھر زندہ لوگوں کے صدقات اور دعوات سے اموات کے انتفاع کا انکار بھی لازم کیونکہ اس اعتقاد سے عملی کوتاہی پیدا ہوتی ہے اور اختیار کی امداد پر بھروسہ کر کے لوگ خود سعی عمل سے گریز کرنے لگتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس بے شمار مفاسد لازم آتیں گے جن کا لزوم و فساد منصف مزاج ارباب علم و عقل پر بخفی نہیں ہو سکتا۔

بہر کیف جب حکیم الامت نے اس ضرورت سے مشروط انکار کو واجب قرار دے دیا اور یہ شرط ضرورت بالتفاق اکابر و اصاغر دیوبند اس وقت موجود ہے تو انکارِ سماع واجب و فرض ہو گیا۔ اس لحاظ سے حکیم الامت کے اس نیاز مند اور مخلص کا حوصلہ قابلِ داد ہے کہ بلا خوف و مہملہ لائم اس ارشاد گرامی پر عمل کر دکھایا اور متواترہ المعنی احادیث کو بلکہ آیات کلام مجید کو خوفِ خدا اور پاس فرمانِ مصطفیٰ سے عاری ہو کر اپنے مرشد روحانی کے اس ارشاد گرامی پر پیش کر دیا اور بقول حافظ شیرازیؒ

بے سجادہ رنگیں کُن گزرت پیر مغال گوید

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کا عملی نمونہ پیش کر دیا۔ لہذا ہم یہ عرض کرنے میں حق بجانب ہیں۔
اسے بادِ صبا میں ہمہ آوردہ تست

بہر حال کسی کی غلط فہمی کی بناء پر کتاب و سنت، آثارِ صحابہ اور اقوال اکابرینِ ملت و مقتدیانِ
انام کے ساتھ ثابت عقیدہ و نظریہ کے انکار کا کوئی جواز نہیں ہو سکتا، جبکہ وہ بھی فرضی ہو کیونکہ
اس اعتقاد والا کوئی شخص ہمیں دیکھنے سننے کا آج تک اتفاق نہیں ہوا۔ جاہل سے جاہلِ سلمان
بھی متصرف حقیقی اور مستقل فی الامور صرف المذرب العزت کو جانتے مانتے ہیں اور لطف
یہ کہ غالباً ہی ماحول میں ہم رہتے ہیں، مگر تسلی عوام کے اس اعتقاد کی گھر پیٹے بٹھائے ان
حضرات کو ہو گئی۔

عقیدہ سماع اموات اکابرینِ ملت کی نظر میں مولانا رشید احمد، مولانا فتویٰ

اور مولانا اشرف علی تھانوی؛ حضرت مولانا شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور خاتم الفسّرین
والمحدثین شاہ عبدالعزیز صاحب سے زیادہ محتاط اور پاسبانِ عقیدہ تو حید نہیں ہو سکتے،
انہوں نے اس مسئلہ کی جو اہمیت بیان فرمائی ہے، اسے ملاحظہ فرمائیے اور تفاوتِ راہ کا
مشاہدہ کیجئے۔

ۛ، شیخ اہل شیخ المحدثین شاہ عبدالحق علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں،

بالجملہ کتاب و سنت مملو و مشحون اندکہ دلالت میکند بر وجود علم موتی را بدنیہ و اہل دنیا
پس منکر نشود آل را، مگر جاہل باخبار و منکر دین۔ اشعة اللمعات جلد سوم ص ۱۴۳
ترجمہ: مختصر یہ کہ کتاب و سنت ایسے دلائل سے بھرپور ہیں جو اموات میں دنیا و اہل دنیا
کے علم و معرفت اور احساس و شعور پر دلالت کرتے ہیں؛ لہذا سماع اموات کا انکار صرف
وہ شخص کر سکتا ہے جو اخبار و روایات سے بے خبر ہے یا پھر دین و ایمان سے بیگانہ اور
تہی دامن ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

(۳) حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، اس سوال کا کہ آیا انسان کو بعد از موت ہوراک و علم حاصل ہوتا ہے یا نہیں؟ اور زیارت کرنے والوں کو پہچانتا ہے یا نہیں ان کے سلام و کلام کو سنتا ہے یا نہیں؟ مفصل جواب تحریر فرما کر خلاصہ یہ بیان کرتے ہیں:-
بالجملہ انکار شعور و ادراک اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن او شبہ نیست۔
فتاویٰ عزیزہ۔ جلد اول۔ ص ۹۲ و ۹۱

خلاصہ کلام یہ کہ اموات و اہل قبور سے شعور و ادراک کا انکار کرنا بالفرض کفر نہ ہو تو اس کے الحاد و بے دینی ہونے میں شبہ نہیں ہو سکتا۔ چونکہ تفصیلاً ان عبارات کا ذکر آئندہ صفحات میں ہدیہ ناظرین ہوگا۔ لہذا اختصاراً صرف اتنا قدر معروض خدمت ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کا علم و فضل اور شریعات پر عبور اور غموض فکر و وقت نظر علمائے بریلی و دیوبند سب کے نزدیک مسلم ہے۔ ان کے ارشادات کو مد نظر رکھتے ہوئے اور پھر سماع موتی پر احادیث صحیحہ مشہورہ بلکہ متواترہ سرچتہ الدلالت کے ہوتے ہوئے انکار سماع کی کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی؛ اس سے امت میں اصلاح کی بجائے عظیم فساد کا دروازہ کھل گیا ہے اور اہل سنت کو معتزلیوں اور خارجیوں کی راہ پر ڈال کر گمراہ اور بیدین بنایا جا رہا ہے۔

انکار سماع کے لازمی تقاضے

جب انکار سماع کا فیصلہ ہی کر لیا گیا تو منکرین کا محض زبانی دعویٰ قابل قبول نہ تھا نہ ساری دنیا میں بالعموم اور برصغیر ہند و پاک میں بالخصوص ہر باشندہ ان کا ایسا معتقد اور مقلد تھا کہ ان کی زبان کو ہی شریعت کا معیار سمجھتا جس کا اقرار فرماتے وہ عین دین اسلام بن جاتا اور جس کا انکار فرما دیتے، وہ خلاف حدیث و قرآن بن جاتا۔ پھر بقول منکرین وہ مبتدعین بھی یہاں بستے تھے، جن کی بدعات کے قلع قمع کے لئے انکار سماع کی ضرورت تھی اور وہ اپنے معتقدات پر کتاب و سنت، آثارِ صحابہ اور اقوال اکابرین سے تمسک اور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

استدلال کرتے تھے، تو یہ امر ناگزیر ہو گیا کہ انکارِ سماع اموات اور عدمِ علم اہل قبور پر دلائل پیش کئے جائیں۔

۱۱، چنانچہ کلام مجید سے وہ آیات جن میں زندہ کفار کا اپنے حواس و مشاعر، عقل و دانش اور حیات و زیست سے فائدہ نہ اٹھا سکتا۔ مذکور تھا اور اس بنا پر ان کی قوتِ سامعہ کئے جود و عدم قوتِ باصرہ کے تحقق و عدم تحقق عقل کے ثبوت و عدم ثبوت اور حیات کے حصول و عدم حصول کو یکساں قرار دے کر ان سے سماعِ نافع، رویتِ نافعہ نتیجہ خیز نظر و فکر کی نفی کر دی گئی تھی، اپنا مطلب کشید کرنے کے لیے پیش کی گئیں۔

یاد رہے وہ آیات جو اصنام و اوثان اور انصاف و احبار کی لاعلمی و بے خبری پر دلالت کرتی تھیں اور جن میں ان کے اپنے عابدین کی حاجات پوری کرنے سے عاجز و ناتوانی وغیرہ کا بیان تھا، ان کو اہل قبور اولیاء اللہ و شہداء و صدیقین بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام پر منطبق کر دیا گیا۔ اکابرین و یوہنہ نے اگرچہ ذواتِ انبیاء علیہم السلام کو مستثنیٰ قرار دیا تھا، مگر جو ضرورت دوسری جگہ انکار کے لئے بنیاد و اساس تھی، وہ یہاں بدرجہ اتم و اکمل موجود تھی، اس لئے اصغر نے یہ کمی بھی پوری کر دی۔ مولانا غلام خان کی عبارت منقولہ از جواہر القرآن میں سماعِ انبیاء کی نفی اور ان کے ابدان سے ارواح کی بے تعلقی جو علم و ادراک کے لئے بنیاد و اساس ہے، ہدیہ ناظرین ہو چکی یا پھر وہ آیات جن میں کسی حکمتِ الہیہ کے تحت اولیاء و انبیاء سے حالتِ نیند میں یا موت غیر معتاد میں بے توجہی و بے التفاتی طاری کر دینے کا بیان تھا جس سے فقط ذاتِ خداوندی کا شانِ اعجازی بیان کرنا اور حواس و مدارک کا ادراک کے لئے محض سببِ عادی ہونے کا بیان مقصود تھا، جبکہ اہل اسلام میں سے کوئی بھی اس کا قائل نہ تھا نہ ہے کہ اولیاء و صالحین، شہداء و صدیقین اور رسل و نبیین اپنے ادراک و علوم اور احساسات و شعور میں ایسے مستقل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کے حواس و عقول کو احساس و علم سے روک نہیں سکتا اور ان کی توجہ و التفات کو دوسری جانب نہیں پھیر سکتا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

۲۰، ذخیرۃ احادیث سے دیگر تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی روایات کو نظر انداز کر کے دراصل صرف حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ایک ذاتی رائے اور استنباط واجتہاد کو سہارا بنایا گیا، وہ بھی ان کی دوسری مرفوعہ احادیث کے برعکس جبکہ اس ذاتی رائے اور استنباط واجتہاد سے بھی ان کا رجوع منقول ہے اور رجوع سے قطع نظر عبد محمد ثنی کے نزدیک ان کی وہ روایت بھی اہل قبور سے علم و ادراک کی نفی نہیں کرتی، مکمل تحقیق آپ آئندہ صفحات پر ملاحظہ فرمائیں گے۔ باقی جو کچھ ذکر کیا گیا ہے محض مشاغبات و معاطلات ہیں اور تاویلات و تسویلات جن سے اپنے مطالب کشید کرنے کی سعی لا حاصل کی گئی ہے۔

(۳۰) امام صاحب علیہ الرحمۃ سے ظاہر الروایۃ متواترۃ السند کتب میں کوئی قول دستیاب نہیں ہو سکا؛ البتہ شاذہ روایت مل گئی جیسا کہ فتاویٰ رشیدیہ میں اس گروہ کے مقتدا و پیشوا جناب گنگوہی صاحب نے تصریح کی ہے۔

مسئلہ سماع موتی میں امام صاحب علیہ الرحمۃ سے کچھ منصوص نہیں ہے اور جو روایت آئی ہیں وہ شاذ ہیں، حالانکہ ملا علی القاری نے مطلقاً ایسی کوئی روایت ماننے سے انکار کیا ہے، مگر اسی کو غنیمت بار دہ اور نعمت غیر مترقبہ سمجھا گیا اور اس میں تقویت اس طرح پیدا کر لی گئی کہ انکار سماع میں تو شاذ روایت موجود ہے، مگر اثبات سماع میں تو شاذ روایت بھی نہیں ہے، حالانکہ ایک طالب العلم سے بھی یہ حقیقت مخفی نہیں کہ احادیث مرفوعہ صحیحہ صریحہ کے مقابل خود نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب شاذ روایت کا اعتبار نہیں۔ امام صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف منسوب روایت کا اعتبار کیونکر ہو سکتا ہے؟ مزید تحقیق بعد میں ذکر کی جائیگی۔

قابلین سماع اموات کے دلائل سے مجرمانہ سلوک

محض اپنے دلائل کا بیان کافی نہ تھا؛ لہذا مخالفین کے دلائل کا جواب بھی دینا تھا، اور ان کی حجیت پر بھی کاری ضرب لگاتے بغیر بات بنتی نظر نہ آتی تو اس طرح گلو خلاصی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کرائی کہ آیاتِ کلامِ مجید کو ویسے ہی ہضم کر گئے۔ احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جو بخاری و مسلم اور دیگر صحاح میں نظر آئیں، جن پر سند کے لحاظ سے تضعیف و تشکیک کا احتمال نہ تھا۔ ان پر اس طرح ہاتھ صاف کئے کہ یہ کلامِ مجید کے لصوصِ قطعیہ کے خلاف ہیں لہذا ناقابلِ اعتبار ہیں۔

حالانکہ محض قرآن پاک میں موجود ہونا آیات کو قطعی الدلالت نہیں بنا دیتا، اور قطعی الثبوت ہونا اور بات ہے۔ قطعی الدلالت ہونا اور بات ہے۔ مثلاً حروفِ مقطعات ثبوت کے لحاظ سے قطعی ہیں، مگر باعتبار لغت کسی معنی پر دلالت ہی نہیں کرتے اور الرحمن علی العرش استوی یوم یکشف عن ساق وغیرہ متشابہات باعتبار لغت جس معنی پر دال ہیں، اس کا اعتقاد کفر بن جاتا ہے۔ چہ جائیکہ اس پر دلالتِ قطعیہ تسلیم کی جائے۔ عام مخصوص البعض بھی ثبوت کے لحاظ سے قطعی ہوگا، مگر دلالت کے لحاظ سے ظنی حتیٰ کہ خبر واحد سے اس میں تخصیص کرنا اور اس کے عموم کو کم کرنا بالاتفاق جائز ہے اور مخصوص قوت میں مخصوص سے زائد نہ مانا جائے تو مخصوص کے برابر خود ہی ماننا پڑے گا اور منکرینِ سماع نے جتنی آیات انکار کے ضمن میں پیش کی ہیں۔ ان کے مدعا پر ان میں سے کوئی بھی قطعی الدلالت نہیں، بلکہ صحیح معنوں میں فسخ الدلالت بھی نہیں، بلکہ جمہور علماء کے نزدیک مؤول اور مصروف عن الظاہر ہیں۔ ایسی صورت میں ان آیاتِ مبارکہ سے احادیثِ مرفوعہ صحیحہ مشہورہ بلکہ متواترہ المعنی کو رد کرنے کا کون سا امکان ہو سکتا ہے؟

جن روایاتِ مرفوعہ میں سند کے لحاظ سے کچھ گنجائش ملی۔ اس میں بے رحمانہ جرح و قدح سے کام لیا گیا۔ (۱)، حالانکہ جب ضعیف روایت مختلف طریقوں سے ثابت ہو تو درجہ حسن تک پہنچ جاتی ہیں۔ چہ جائیکہ احادیثِ صحیحہ علی الخصوص بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایات ان کی تائید کریں، بلکہ آیاتِ کلامِ مجید ان میں تقویت پیدا کر دیں۔ (۲)، نیز سند کے لحاظ سے ضعیف متن اور مفہوم احادیث کے ضعف کو مطلقاً اور دائماً مستکرم نہیں ہوتا جیسا کہ قوت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سند بہ مقام پر قوت مضمون متن کو مستلزم نہیں ہوتی۔ صحیح السند حدیث معلول ہو کر متن کے لحاظ سے ناقابل اعتبار ہو جاتی ہے جیسا کہ بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ما انتصر باسبع لما اقول منہم و لکن لا یجیبون دے صحابہ تم ان مردار کفار سے زیادہ تو میری باتوں کو نہیں سُن رہے، مگر وہ جواب نہیں دیتے، سند کے لحاظ قوی ہے، مگر منکرین نے مضمون متن کو تسلیم کرنے سے بزمِ خویش اسی علت کے پیش نظر انکار کیا کہ یہ خلاف قرآن ہے۔ کبھی سند کے لحاظ سے ضعف کے باوجود مضمون کے اعتبار سے صحت و قوت موجود ہوتی ہے۔ ترمذی شریف میں کتنے ایسے مقام ہیں کہ روایت بحسب السند ضعیف مگر سب صحابہ تابعین و تبع تابعین اور دیگر اہل علم کا وہی مذہب ہے (۲) پھر ہر کاذب ہر بات میں کاذب نہیں ہوتا۔ شیطان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو آیت الکہرسی پڑھ کر سونے کی برکت بیان کی تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اما انہ صدق و لکنہ کذب۔ شیطان ہے تو بڑا جھوٹا لیکن تمہارے ساتھ سچی بات کر گیا ہے (۴) نیز علمائے امت کا کسی بھی روایت کو قبول کر لینا بجائے خود دلیل صحت ہوتا ہے۔ کما تقرر فی موضعہ۔

لہذا ضعیف روایات جب آیات قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے تقویت حاصل کر لیں اور ان کے معنی و مفہوم پر جمہور اہل اسلام کا اتفاق ہو، ان میں جرح و قدح کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

بعض روایات کو کشف و الہام اور رُویا و منامات ہونے کی بناء پر رد کر دیا حالانکہ کشف و الہام بذاتِ خود قطعی ذریعہ علم و یقین کا نہ بھی، کیونکہ انبیاء و رسل علیہم السلام کے ماسوا میں کشف و الہام کے اندر غلطی کا احتمال ہوتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس روایات میں بھی انبیاء علیہم السلام کے قلوب مقدسہ بیدار ہوتے ہیں۔ ان کا خواب بھی وحی الہی ہوتا ہے، مگر دوسرے حضرات کے دلوں پر حالت نوم کے غلبہ کی وجہ سے سمجھنے میں یا یاد رکھنے میں غلطی لگ سکتی ہے، لیکن

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ان کو کلیتہً نظر انداز کرنا بھی ممکن نہیں، بلکہ ان میں معیارِ صحت یہ ہے کہ ان کو ظاہرِ شرع کے مطابق پائیں تو حجت ہوں گے، ورنہ نہیں۔ کشفِ صالحین اور ان کی فراستِ صادقہ کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اتقوا فُرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَإِنَّهُ يَنْظُرُ سُرُورًا لِلَّهِ۔ رواہ الترمذی وغیرہ (مومن کی فراستِ قلبیہ سے ہوشیار اور خائف رہو، کیونکہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے)، بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے:

كُنْتُ سَمِعَهُ الَّذِي يَسْمَعُ بِهِ وَبَصَرَهُ الَّذِي يَبْصُرُ بِهِ - الْحَدِيثُ (مقامِ محبوبیت پر فائز ہو جانے والے بندہ مومن کے کالوں، آنکھوں اور قلوبِ مبارکہ کے انوارِ الہیہ سے منور ہونے اور عوام سے دیکھنے، سننے اور سوچنے سمجھنے میں ان کے امتیازی مقام پر ادلِ دلیل اور واضح بُرہان ہے)

علیٰ ہذا القیاس خواب کے متعلق سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد:

الدُّوْيَا الصَّالِحَةُ جُزْءٌ مِنْ سِتَّةٍ وَارْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبُوَّةِ - بخاری شریف
کتاب الدُّوْيَا ص۔ (سچا خواب نبوت کے چھپالیس شعبہ جات میں سے ایک شعبہ ہے)
نیز حدیث نبوی لم یبق من النبوة الا المبشرات (یعنی نبوت ختم ہو گئی، اب صرف نبوت کے عکس و پرتو اور انوار و برکات کے طور پر سچے خواب باقی رہ گئے ہیں، صالحین و مقربین کے خوابوں کے اعتداد و اعتبار کی واضح دلیل ہے اور رُویا و منامات کے صدق یا کشف و الہام کے صدق کے لئے معیارِ ظاہرِ شرع ہے؛ لہذا جب کتابِ سنت کشف و الہام اور رُویا و منام کی تائید کر دیں، تو ان کو رد کرنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟
کلام مجید نے کفار کے خوابوں کو ناقابلِ اعتبار نہیں فرمایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا اپنے قیدی ساتھیوں کے خوابوں کی تعبیر کرنا اور فرمانا جو میں نے تعبیر کی ہے، ایسے ہی ہوگا۔ نیز شاہِ مصر کے خواب کی تعبیر بیان فرمانا جیسے اس کا محلِ بیان فرمایا اس طرح ہونا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ کفار کے خواب بھی باطل محض نہیں ہوتے۔

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علمائے اہل السنۃ شافعیہ، مالکیہ اور حنبلیہ مثل ابن کثیر، قاضی میاض، علاء الدین
علامہ ابن حجر، امام سیوطی، ابن تیمیہ اور ابن قیم وغیرہ کے اقوال کو یہ کہہ کر رد کر دیا کہ مقلدین
کے لئے امام مذہب کا قول محبت ہو تا ہے نہ کہ دوسرے علماء مذاہب کا حالانکہ مذہب اربعہ میں
اختلاف ہے تو اعمال کے اندر نہ کہ اعتقادات کے اندر کہیں محمد بن عبد الوہاب کے عقائد
سے اتفاق اور دوسرے غیر مقلدین سے بھی اس بناء پر کہ اعمال میں اختلاف کے باوجود
عقائد سب کے ایک ہیں اور کہیں ایسے مقتدائے انام محدثین و مفسرین کرام کے اقوال
کو اس بہانے رد کر دینا کہ یہ حنفی نہیں ہیں اور یہ بات کسی ادنیٰ دانش و فہم رکھنے والے
سے بھی مخفی نہیں کہ سماع اموات کا مسئلہ عقائد سے ہے نہ کہ اعمال سے اور عقائد میں
اہل السنۃ کے مقابل معتزلہ، خوارج اور روافض وغیرہ ہیں نہ کہ مذاہب اربعہ میں
سے کوئی فرق۔ جب علمائے احناف شوافع اور مالکیہ و حنبلیہ کا عقیدہ سماع موتی
پر متفق ہونا ثابت ہو جائے اور یقیناً ثابت ہے تو پھر بمطابق فرمان مصطفوی اتبعوا
السواد الاعظم اسی راہ کو اپنانا ضروری ہے اور اس مسلک سے عدول و انحراف قطعاً
ناجائز اور باطل ہے، لیکن ان کے نزدیک ان باتوں کا کیا وزن ہے۔ یہ امور کب قابل
پذیرائی ہیں۔ انہوں نے ایک واجب پر عمل کرنا تھا اور اس راہ کی ہر رکاوٹ کو دور کرنا
تھا، تو جیسے بھی ہو سکا کر دیا اور حکیم الامت جناب اشرف علی صاحب کے فرمان واجب
الاذعان پر عمل پیرا ہو کر اس فریضہ سے سبکدوش ہو گئے، مگر کتاب و سنت، آثار صحابہ
اقوال اولیاء و علمائے محدثین و مفسرین کے ساتھ انتہائی مجرمانہ سلوک کے مرتکب
ہو گئے اور اہل السنۃ کے مسلک و مذہب سے اعتزال و خروج کے مرتکب ہو گئے۔
اور شاہ عبدالحق و شاہ عبدالعزیز کے ارشاد کے مطابق انکار دین اور الحاد و بے دینی کی
گماٹی میں جا پڑے۔ نفوذ باللہ من ذالک۔

انکار سماع اموات سے انکار حیات قبر تک

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سماع اموات و اہل القبور کا عقیدہ دراصل حیاتِ قبر اور عذاب و ثواب اہل قبر پر ہی مبنی و موقوف تھا۔ حیاتِ ثابت ہو تو سماع کا قول بھی ممکن، ورنہ جب قبر میں حیات و زیست ہی ہو تو اہل قبر کے سماع کا قائل کون ہو سکتا تھا تو یار لوگوں نے آیاتِ مقدسہ احادیثِ متواترہ اور اجماعِ امت کی پروا کئے بغیر اموات و اہل قبر کی حیات کا انکار کر کے اس بنیاد و اساس کو بھی ختم کر نیکی ٹھانی اور جو عقلی شبہات بعض معتزلہ و خوارج اور روافض نے انکارِ حیات میں پیش کئے تھے، یعنی میت کا جماد ہونا اور اس کے اجزاء و اعضاء کا بکھر جانا، حواس و مشاعر کا گل سڑ جانا اور پھر بعض اموات کا غرق ہونا، بعض کا جل مرنا بعض کا لقمہ و نرگان بن جانا وغیرہ وہی ان لوگوں نے پیش کرنے شروع کر دیئے اور آیات و احادیث کے ساتھ مذاق یہ کیا کہ اس قبر کی بجائے علیین و سجدین میں قبر تسلیم کر لی گئی اور اس مدفون و مقبور بدن کی بجائے مثالی ابدان تسلیم کر لئے گئے یا محض ارواح کے عذاب و ثواب پر قناعت کر لی گئی اور آیات و احادیث کے جو معانی و مطالب صحابہ کرام تابعین و تبع تابعین نے سمجھے اور جن پر فرق مبتدعہ یعنی معتزلہ و خوارج اور روافض وغیرہ کے ظہور سے پہلے تمام اہل اسلام کا اجماع تھا وہ ان کے ظہور کے بعد بھی جمہور اہل اسلام کا اتفاق ان کا انکار کر کے دین اسلام میں عظیم فتنہ پیدا کر دیا گیا۔

حالانکہ کتب اہل السنۃ جملہ کلام و عقائد میں تالیف و تصنیف کی گئی ہیں، ان میں معتزلہ وغیرہ کے اعتراضات کی مدار انہی ابدان و اجساد کے جماد ہونے پر ہے اور اہل السنۃ نے انہی ابدان میں حیات و زیست تسلیم کی ہے اور انہیں مقبور جثوں کی طرف اعادۂ روح اور اس کے تعلق کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر ان ابدان میں حیات و زیست ہی نہ ہوتی تو ان مبتدعین کے ساتھ صدیوں تک محاذ آرائی، بحث و مباحثے اور ان کی تفصیل و تفسیق بلکہ تکفیر کا کیا جواز تھا یا ان فرقہ سالہ کے لئے اہل السنۃ پر جل جانے والوں غرق ہو کر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پھیلیوں وغیرہ کا لقمہ بن جانے والوں یا درندوں کے شکموں میں پہنچ جانے والوں سے اعتراض کرنے کا کیا جواز تھا۔ سولی پر لٹکے اشخاص میں آثارِ حیات وغیرہ کے عدم احساس سے تقصیر کرنے کا کیا جواز تھا؟ گویا اس گروہ سے قبل نہ اہل سنت نے ان فرق مخالفہ کا مقصد سمجھا اور نہ انہوں نے اہل سنت کا مذہب و مسلک اور صدیوں سے یہ جنگ بلا وجہ جاری ہے۔

نیز روح کی زندگی، اس کے رنج و الم یا راحت و سکون کا تو فلاسفہ نے بھی انکار نہیں کیا اور نہ ہی معتزلہ نے، تو اہل سنت کیسے انکار کر سکتے ہیں۔ نیز روح کا ابدانِ مثالیہ سے ربط و تعلق، ابدانِ اصلیت کے ساتھ ربط و تعلق میں کسی کے نزدیک مانع نہیں۔ علامہ آلوسی روح المعانی جلد ۲۳ ص ۱۳ پر فرماتے ہیں کہ ارواح قدسیہ اصل ابدان سے متعلق ہونے کے باوجود مختلف صور و اشکال اور متعدد ابدانِ مثالیہ میں جلوہ فرما ہو کر مختلف کارہائے نمایاں سرانجام دیتے ہیں۔ یہ امر سادات صوفیہ کے نزدیک مشہور و معروف اور محقق و مسلم ہے اور اس کا منکر یا جاہل ہے یا معاند اور ہٹ دھرم ہے۔

الأنفس الانسانية اذا كانت قدسية قد تنسلخ عن الابدان و تذهب مشكلة ظاهرة بصورا اخرى دالی، مع بقا نوع تعلق لها بالابدان يتاتي معه صدور الاضال متبادالی، هذا امر مقرر عند السادة الصوفية مشهور فيما بينهم والكار من ينكره مكابرة لا تصدر الا من جاهل او معاند۔ وكذا في فتح الملهم جلد اول ص ۳۰۵ نقلا عن الآلوسی۔

الغرض جب متعدد مثالی ابدان دنیوی زندگی میں حاصل ہونا اصلی بدن کے ساتھ تعلق و ربط کے معنی نہیں، جبکہ یہاں روح کا تعلق بالبدن حلولی ہے اور بعد از وفات حلول بھی ضروری نہیں ہے، تو پھر بدن اصلی کے ساتھ ربط و تعلق میں کونسا امر مانع ہو سکتا ہے۔ جبریل امین جس وقت وحیہ کلبی یا اعرابی کے روپ میں بارگاہِ مصطفوی میں

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بیٹھے ہوتے تھے، اسی لمحے سدرۃ المنتہی پر اپنی اصل شکل و صورت میں بھی جلوہ فرما ہوتے تھے قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلاً۔

الغرض یہ یہودہ لوجہات آیات و احادیث کے ساتھ لعیل اور مذاق سے مختلف نہیں، مگر منکرین نے بزعم خویش اپنے ان قطعی دلائل کو اس بے رحمی کے ساتھ استعمال کیا کہ حیات شہداء اور حیات انبیاء اور ان کے ابدان سے بھی ارواح کے ربط و تعلق کا کلیۃً انکار کر دیا اور خدا و رسول سے خوف و شرم کی ضرورت نہ سمجھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ۔

اب پچھتائے کیا ہوت

علماء اہل السنۃ بریلی و بدایون و غیر آباد و غیرہ کے ساتھ تعصب و فحاشمانہ رویہ نے علماء دیوبند کو اپنے اندر پرورش پانے والے اس شرذمہ قلیلہ کے خلاف آواز بلند نہ کرنے دی اور عمدۃً مصلحتاً حق سے عدول و انحراف کو قابلِ برداشت سمجھ لیا گیا اور سالہاساں تک یہی تغافل و تساہل برتا گیا۔ جب پانی سر سے گذرتا دیکھا اور سب دیوبندیوں کو معتزلی و خارجی بننے دیکھا تو بعض حضرات نے بزبانِ قلم ہدایۃ الحیران کی سعی فرمائی اور تسکینِ صدور کے لئے کمر ہمت باندھی، کہیں مقامِ حیات سے پردہ اٹھایا تو کہیں حیات الاموات کی صدا بلند ہوئی مبلغین و مناظرین ان کتابوں کو لغلوں میں دبائے عوام کے سامنے علماء دیوبند کے مذہب و مسلک میں بطورِ سندان کتابوں کو پیش کرنے لگے اور یوں ادھر سے برسرِ عام قبر میں حیات اور عذاب و ثواب کے چرچے ہونے لگے اور اموات کے سلام زائرین و غیرہ سننے کی باتیں ہونے لگیں، مگر مقررین کے منہ سے ایسے کلمات سن کر اور علماء دیوبند کی تازہ تصنیفات میں یہ مضامین دیکھ کر سامعین و قارئین حیرت و استعجاب میں ڈوب جاتے ہیں کہ کل تک علمائے اہل السنۃ بریلوی یہ مسائل بیان کرتے تھے تو متحد و بے دین اور کافر و مشرک قرار پاتے تھے۔ آج یہی مذہب علمائے دیوبند کا بن گیا ہے اور واقعی یہی مذہب ان کا تھا، تو پہلے کیوں نہ بیان کیا گیا؟

Click For More Books

پھر ان کو سبق ہی یہی دیا گیا تھا کہ کسی کے محسن سے عقیدہ ثابت نہیں کیا جاسکتا یہ تو شرک ہے۔ اتخذوا حبارہم و رهبانہم ادبا با من دون اللہ۔ مشرکین اہل کتاب نے اپنے علماء اور صوفیاء کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بنالیا تھا اور احادیث صرف وہ معتبر ہوں گی، جو ان کے بیان کردہ قرآنی مفہومات کے مطابق ہوں اور جو اس کے خلاف ہوں وہ مردود اور باطل ہیں اور سابقہ مفسرین نے جو کچھ بیان کیا، شرک و بت پرستی کی وہ تعبیر ان کے زمانہ کے لحاظ سے تھی۔ آج شرک و بت پرستی وہ ہے جس کی وضاحت و صراحت ہم کر رہے ہیں۔ اس ذہن کو راہِ راست پر لانا کا رے وارد بعض علمائے دیوبند کا مذہب بیان کر دینے سے ان کی تسلی کیونکر ہو سکتی ہے؟ اگر مولانا غلام خان صاحب کو مسلکِ دیوبند کا ترجمان سمجھ کر لوگ ان کی روش پر چل نکلے ہیں اور مذہبِ اہل سنت سے برگشتہ ہو گئے ہیں، تو اس کا سبب صرف مجرمانہ غفلت اور اظہارِ حق پر وقتی مصلحتوں کو ترجیح دینا فیالمفسدان لترك العمل بقوله تعالى كنتم خیرامة اخرجت للناس تا مرون بالمعروف وتنہون عن المنکر۔

ترتیب کتاب

چونکہ عقیدہ سماع اور ادراک و شعور اہل قبور اور ان سے توسل و استعانت کی بنیاد حیاتِ قبر اور اس کا عذاب و ثواب ہے۔ لہذا اسے مختصراً بیان کر کے سماعِ اموات کی بحث ذکر کی جائیگی اور آخر میں نذر و پکار اور استعانت و استمداد کی بحث ذکر کی جائیگی۔ ہو سکتا ہے بنظر انصاف ان اوراق کو شرفِ مطالعہ بخشنے والا مسلکِ اہل سنت کی طرف رجوع کر لے اور اہل سنت حضرات راسخ الاعتقاد بن جائیں اور کسی کو اہل سنت کے متعلق غلط فہمی ہے تو وہ دور ہو جائے۔ وما ذالك على الله بعزیز وما توفیقی الا بالله عليه توكلت والیہ انیب و صلی اللہ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ و اولیاء امتہ اجمعین۔ والحمد لله رب العالمین۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الاستفاء

ما قولکم رحمکم اللہ تعالیٰ اس مسئلہ میں کہ اہل قبور زائرین کو جانتے ہیں یا نہیں اور ان کے سلام و کلام کو سنتے سمجھتے ہیں یا نہیں؟

نیز اگر انہیں علم و شعور اور ادراک و سماع حاصل ہے تو کسی مخصوص وقت میں یا ہمیشہ کے لئے یعنی وقت دفن سے نفخہ اولیٰ تک جبکہ بعض علماء اموات اور اہل قبور کے علم و سماع کا انکار کرتے ہیں اور عقیدہ سماع کو قرآن کریم کے خلاف سمجھتے ہیں اور اپنے دعویٰ پر یہ آیات کریمہ بطور دلیل پیش کرتے ہیں: اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتِ (یقیناً تم دائیخت صلی اللہ علیہ وسلم) اموات کو نہیں سنا تے، وَمَا اَنْتَ بِمَسْمُوعٍ مِّنْ فِی الْقُبُورِ (اور تم ان لوگوں کو سنانے والے نہیں جو قبروں میں مدفون ہیں)، لَا یَذْقُونَ فِیْهَا الْمَوْتَ الْاُولٰٓئِیْ (اہل جنت نہیں مرے گے ماسوائے دنیوی موت کے)

نیز حبیبہ حبیب خدام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی سماع کا انکار کیا ہے اور اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتِ اور وَمَا اَنْتَ بِمَسْمُوعٍ مِّنْ فِی الْقُبُورِ سے استدلال کیا ہے؛ حالانکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وہ علم، اعلیٰ ذکات و فطانت اور قوت استدلال و تقاطب سب کے ہاں مسلم ہے، لہذا کسی بھی مسئلہ میں محض ان کا قول حرفِ آخر و قطعی حکم کا درجہ رکھتا ہے، خصوصاً جبکہ وہ قرآن کریم سے اس نظریہ و عقیدہ یعنی انکار سماع کو ثابت فرمائیں۔

علاوہ ازیں منکرین سماع عقلی طور پر یہ دلیل بھی دیتے ہیں کہ اہل قبور اموات مٹی کے ساتھ مل جاتے ہیں اور مٹی بن جاتے ہیں، ان کی ہڈیاں بھی گل ہرجاتی ہیں۔ جب قبروں میں کوئی شے ہوتی ہے تو ان کا سنا سمجھنا اور زائرین کو پہچاننا کیسے تصور کیا جاسکتا ہے؟

لہذا عقیدہ سماع اموات و اہل قبور اگر حق ہے تو اس پر دلائل قائم کر کے اس کی وضاحت کی جائے۔ مخالفین جو آیات اپنے استدلال میں پیش کرتے ہیں، ان کی صحیح تفسیر و تاویل بیان کی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جائے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے فرمان کا محمل اور صحیح مفہوم بیان کیا جائے اور عقلی دلیل یا شبہ کا ازالہ کیا جائے تاکہ عقیدۂ سماع اموات و اہل قبور کی حقانیت و صداقت واضح ہو جائے اور اطمینان و تسلی حاصل ہو جائے۔ یتنو فتوجروا۔ (مولوی ابوالفضل اللہ دہلوی از جہاں)

الْجَوَابُ وَهُوَ الْمَوْفِقُ لِلصِّدْقِ وَالصَّوَابِ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - الحمد لله رب العالمين المتفرد في الاسماء والهداية للاحياء المستدين بارسال الرسل والنبیین المبشرين المنذرين المستقل في اضلال الاموات الصم العمى اليكم الكفار الضالين باغواء الشيطان الرجيم - والصلوة والسلام على حبيبہ ومحبوبہ محمد المبعوث رحمة للعالمين الفائق لثق آذان الامة الایميتين - المزيل وقراسماء المسترشدين المستمعين للحق المبين بالآيات الواضعات البينات المحي القلوب الاموات المقبورين في قبور صدور المستدين بالمعجزات القاهرة الباهرات بتوفيق الله الملك الحق الحكيم وعلى آله واصحابه الطيبين الطاهرين والتابعين لهم بالاحسان الى يوم الدين -

تقریر دعویٰ: بعد حمد محمود کل الوری وثنائے محمد خلق وخالق ہر دوسرا جواباً گذارش ہے کہ تمام اہل السنۃ علماء و محققین کا مذہب یہ ہے کہ اموات اور اہل قبور اپنے زائرین کو جانتے پہچانتے ہیں۔ ان کے سلام و کلام کو سنتے سمجھتے ہیں اور جواب بھی دیتے ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا: ہذا کہ تمامہ اہل السنۃ و الجماعت اعتقاد و ازندہ ثبوت ادراکات مثل علم و سمع مرسان اموات را از احاد بشر خصوصاً انبیاء را علیم السلام (جذب القلوب) اس دعویٰ کو دلائل کے ساتھ مدلل و مبرہن اور واضح و مبین کرنے سے پہلے چند امور بطور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

(۱) مقدمہ اولیٰ - حقیقی عالم و مدرک اور سامع و فہم صرف روح اور نفس انسانی ہے، خواہ حالت حیات ظاہرہ و نیویہ ہو، خواہ برزخیہ یا حیاتِ اخرویہ۔ وہی روح مکلف اور مخاطب احکام ہے، اس کے لئے جزاء و ثواب ہے اور اسی پر عذاب و عتاب ہے۔ بدن ان تمام امور میں اس کے تابع ہے۔ روح دائمی ابدی ہے نہ اس پر فنا ہے اور نہ اس میں افتراق و انتشار کا امکان۔ فنا و ہلاکت اور افتراق و انتشار صرف بدن اور اس کے اجزاء و اعضا کے لئے ہے۔ بدن میں علم و ادراک اور دیگر صفات روح کے تعلق کی مرہون منت ہیں اور وہ تعلق موت کے بعد اور قبر میں مدفون ہونے کے بعد بھی قائم رہتا ہے لہذا بدن میں ان صفات کا تحقق بھی ضروری ہے۔ خواہ بدن کی ہیئت باقی رہے یا بدل جائے، کیونکہ صحتہ حیات وغیرہ کے لئے بنیاد جسمانی کا برقرار رہنا ضروری نہیں جیسا کہ عنقریب دلائل سے واضح ہو جائے گا۔

امام رازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: نوی جمیع فرق الدنیا من المہند والروم و العرب والعجم و جمیع ارباب الملل والنحل من الیہود والنصارى والمجوس والمسلمین و سائر فرق العالم و طوائفہم یتصدقون عن موتاہم و یدعون لہم بالخیر و یدہبون الی قبورہم ولولہ انہم بعد موت الجسد بقوا حیاء لکان التصدق عنہم عبثا والدعاء لہم عبثا والدعاء لہم عبثا و لکان الذہاب الی زیارۃ قبورہم عبثا فالاطباق علی ہذہ الصدقة و علی ہذا الدعاء و علی ہذہ الوریۃ بدل علی ان فطرتہم الاصلیۃ السلیمۃ مشاہدۃ بان الانسان شیء غیر ہذا الجسد و ذلک الشیء لا یموت بل یموت ہذا الجسد (تفسیر کبیر جلد پنجم ص ۳۸)

ترجمہ: ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کے اطراف و اکناف جہی سند و روم اور عرب و عجم میں پھیلے ہوئے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس کے بعد فخر المفسرین والمکملین نے قرآن وحدیث سے اس دعویٰ پردلائل قائم کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **وَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَنَ اللَّهُ الْمُتَكِبِينَ** لیکن لا تشعرون (جو لوگ اللہ کی راہ میں شہید کئے گئے ہیں، انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں)، نیز فرمایا: **وَلَا تَحْسِبَنَّ الَّذِينَ قَتَلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا** بل احياء عند ربهم يؤذقون۔ (ان لوگوں کو مردہ گمان نہ کرو جنہوں نے اپنی جانیں اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کی ہیں، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں) ارشاد خداوندی سبہ النادر یعرضون علیہما عند او عشیا (دوزخی لوگ صبح وشام دوزخ کی آگ پر پیش کئے جاتے ہیں، اغترقوا فادخلونا را (فرعون غرق کر دیئے گئے اور نورا دوزخ کی آگ میں داخل کر دیئے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انبیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار اللہ کے نبی فوت نہیں ہوتے، بلکہ وہ ایک مکان (دار دنیا) سے دوسرے مکان (دار برزخ) کی طرف منتقل ہوتے ہیں، فرمایا القبر موضنة من دیاض الجنة او حضرة من حضرة الجنان۔

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قبرِ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا،
اَقول، امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات و احادیث سے مومنین و کفار ہر دو فرق
کی موت جسمانی کے باوجود حیات روحانی اور بقائے نفسانی کو ثابت کر دیا ہے، جیسا کہ ہر صاحب
عقل و دانش پر ظاہر ہے۔ انشاء اللہ العزیز بعد میں اس کی تفصیلی بحث ذکر کی جائے گی۔

ایک اور مقام پر امام رازی علیہ الرحمۃ نے فرمایا الموجد اما ان يكون اذليا و ابديا
هو الله سبحانه و تعالیٰ۔ و اما ان يكون لا اذليا و لا ابديا هو عالم الدنيا مع كل فيها
من المعاون و النباتات و الحيوانات و هذا اخس الاقسام و اما ان يكون اذليا لا ابديا
و هو متمتع الوجود لان ما ثبت قدمه، امتنع عدمه و اما لا يكون اذليا ولكن يكون
ابديا و هو الانسان و الملك۔ تفسیر کبیر جلد پنجم ص ۳۱

خلاصہ ترجمہ: موجودات کی چار قسمیں ہیں (۱) ازل و ابدی، یہ اللہ رب العزت کے ساتھ
مختص ہے۔ (۲) نہ ازل نہ ابدی جیسا کہ عالم دنیا مع جمیع معدنیات، نباتات اور حیوانات کے
(۳) ازل ہوں ابدی نہ ہوں۔ یہ متمتع الوجود ہے، کیونکہ جوشی ازل اور قدیم ہو، اس پر عدم طاری
ہونا محال و ناممکن ہے۔ (۴) وہ موجودات ازل نہ ہوں یعنی حادث ہوں قدیم نہ ہوں، مگر ابدی اور
غیر فانی ہوں، ان کو عدم لاحق نہ ہو جیسا کہ انسان اور ملائکہ۔

امام کے کلام سے واضح ہو گیا کہ روح انسانی ابدی اور غیر فانی ہے۔ یہی مذہب محقق و منقول
ہے۔ قرآن کریم اور احادیث نبویہ اس پر شاہد ہیں اور یہی قول صحیح ہے۔ اس مسئلہ کی وضاحت حیات
برزخیہ کے اثبات میں اور دیگر مقامات پر کی جائے گی، یہاں صرف اختصاراً بطور تہید بیان کرنا
مقصود ہے۔

مقدمہ ثانیہ: سماع موتی کا مسئلہ عذاب و ثواب قبر والے عقیدہ پر متفرع ہے۔
اگر قبر اور عالم برزخ میں اموات کے اجسام و اعضاء گل سڑ جائے اور اجزاء پر آگندہ ہونے کے
باوجود حیات برزخیہ ثابت ہو جائے تو سماع کا اثبات بھی ممکن ہے، ورنہ یہ بھی ممکن نہیں، کیونکہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اسلام و کلام کا سننا اور سمجھنا بغیر حیوۃ کے ممکن نہیں ہے اور اگر اس بوسیدگی اور پراگندگی اور لغت و تبدل کے باوجود عذاب و ثواب کا احساس و ادراک، الم عذاب اور راحتِ ثواب کا شعور و ادراک ہو سکتا ہے، تو زائرین کی معرفت اور ان کے سلام و کلام کا سماع و فہم بھی ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عذابِ قبر کے منکرین، سماعِ اموات کے بھی منکر ہیں اور عذاب و ثوابِ قبر کے قائل یعنی اہل السنۃ و الجماعت سماعِ اموات و اہل قبور کے بھی قائل ہیں۔ نیز ان دونوں عقیدوں کا اصل و فرع ہونا اور باہم متلازم ہونا معتزلہ کے پیش کردہ وجہ استدلال سے روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا۔

مقدمۃ ثالثہ: حیاتِ برزخ اور کفار و مشرکین اور بعض عاصی و گنہگار مومنین کے لئے عذاب اور اہل طاعت و مغفور مومنین کے لئے ثواب تمام اہل السنۃ و الجماعت کے نزدیک متفق علیہ اور مسلم ہے، بلکہ اس نظریہ پر تمام مسلمانانِ خیر القرون متفق و مجتمع ہیں اور تمام ترمذیہ و منکرین بعد میں پیدا ہوئے جنہوں نے مومنین کے اجماعی عقیدہ کی مخالفت کی۔ نیز مخالفین صرف معتزلہ اور خوارج و روافض ہیں اور وہ بھی سب مخالفت میں متفق نہیں ہیں، بلکہ ان میں سے بعض اہل السنۃ کے گمراہ ہیں۔ چند تصریحات ملاحظہ ہوں:

۱۔ علامہ نسفی عقائد میں فرماتے ہیں عذاب القبر للکافرین و لبعض عصاة المومنین و استنیم لاهل الطاعة فی القبر بما علمہ اللہ تعالیٰ و یزید و سوال منکر و نکیر ثابت بالادلة السمعیۃ۔ (عذابِ قبر تمام کفار اور بعض گنہگار مومنین کے لئے اور انعام و ثواب اہل طاعت مومنین کے لئے جس طرح کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور چاہتا ہے اور منکر و نکیر کا قبر میں میت سے سوال کرنا دلائل سمعیہ سے ثابت ہے۔)

۲۔ علامہ تفتازانی نے اس کی شرح میں فرمایا و انکو ذالک بعض المعتزلہ والروافض لان المیت جماد لا حیوۃ لہ ولا ادراک فتعذیبہ محال۔ شرح عقائد نسفی ص ۷۔
(اور بعض معتزلہ اور رافضیوں نے ان امور کا اس بنا پر انکار کر دیا ہے کہ میت بے جان جماد ہے نہ اس میں حیوۃ ہے نہ ادراک، لہذا اسے عذاب دینا محال ہے۔)

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

۳۔ علامہ بن حجر فتح الباری شرح البخاری میں امام بخاری علیہ الرحمۃ کے قول: باب ما جاء فی عذاب القبر کے تحت فرماتے ہیں، واكتفى با ثبات وجوده خلافا لمن نفاه مطلقا من الخوارج وبعض المعتزلة كضداد بن عمرو وبشر المروسي ومن وافقهما وخالف في ذلك اكثر المعتزلة وجميع اهل السنة وغيرهم۔ فتح الباری جلد خامس۔ ص ۷۳

امام بخاری نے صرف اثبات عذاب قبر پر اکتفا کیا ہے تاکہ ان خارجیوں اور بعض معتزلہ کا رد کریں جنہوں نے مطلقاً عذاب قبر کی نفی کی ہے جیسے کہ مزار بن عمرو و بشر مرسی اور ان دونوں کے ہم مشرکوں نے، لیکن اکثر معتزلہ اور تمام اہل السنۃ وغیرہم نے اس مسئلہ میں ان کی مخالفت کی ہے۔

۴۔ علامہ قسطلانی ارشاد الساری شرح بخاری میں فرماتے ہیں، قد تظاهرت الدلائل من الكتاب والسنة على ثبوتها واجمع عليه اهل السنة. جلد ثانی ص ۲۷

کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلائل و براہین ثبوت عذاب قبر متفق ہیں اور اس پر اہل السنۃ کا اجماع ہے۔

۵۔ علامہ عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں رقمطراز ہیں، اثبات عذاب القبر وهو مذهب اهل السنة والجماعة وانكر ذلك ضداد بن عمرو وبشر المروسي واكثر المتأخرين من المعتزلة۔ عینی شرح بخاری جلد رابع ص ۱۶

(عذاب قبر کا اثبات اہل السنۃ کا مذہب ہے۔ مزار بن عمرو، بشر مرسی اور اکثر متاخرین نے اس کا انکار کیا ہے۔)

۶۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز لمعات شرح مشکوٰۃ میں باب عذاب القبر کے تحت فرماتے ہیں، لما انكر بعض البدعة من المعتزلة وبعض الروافض عذاب القبر وكان ثابتاً بالاهاديث المشهورة التي يبلغ الحد المشترك منها عند التواتر وكان سلف الصالحين متفقين على ذلك قبل ظهور المخالفين اهتم المؤلف لاثباته وعقده باباً علیحدہ۔ لمعات جلد اول ص ۱۰۱

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دجکبہ بعض مبتدعین معتزلہ اور رافضیوں نے عذاب قبر کا انکار کیا، حالانکہ عذاب قبر مشہور روایات سے ثابت ہے جن کا قدر مشترک حدیث ترکوبہنچا ہوا ہے اور تمام سلف صالحین کا مخالفین کے پیدا ہونے سے پہلے اس امر پر اتفاق و اجماع تھا، اس لئے مؤلف مشکوٰۃ نے عذاب قبر کے ثبات کو اہم سمجھا اور اس کے لئے الگ باب اور عنوان قائم کیا۔

۷۔ ملا علی القاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: قال النووی مذهب اہل السنۃ ثبات عذاب القبر وقد تظاهرت علیہ الأدلۃ من الکتاب والسنۃ۔ مرقاۃ جلد ۱۹۔

(امام نووی نے فرمایا اہل السنۃ کا مذہب یہ ہے کہ عذاب قبر ثابت ہے اور آیات لام مجید اور احادیث رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم اس پر متفق ہیں)۔

۸۔ امام سیوطی شرح الصدور میں فرماتے ہیں: عذاب القبر هو عذاب البرزخ (الی ان قال) ومحلہ الروح والبدن جمیعا باتفاق اہل السنۃ وكذا القول فی النعیم۔ شرح الصدور ص ۷۷

د عذاب قبر، عذاب برزخ ہی ہے اور اس کا محل و متعلق باتفاق اہل السنۃ روح و بدن دونوں ہیں۔ نیز تنعیم اور ثواب قبر میں بھی اہل السنۃ کا یہی قول ہے)

ان علماء اسلام اور مقتدایان انام کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ قبر اور عالم برزخ میں آیات اور عذاب و ثواب اہل السنۃ کے نزدیک بلکہ ظہور مبتدعین اور خروج مخالفین سے قبل عام امت مسلمہ کے نزدیک متفق علیہ اور اجماعی نظریہ ہے اور اس میں صرف بعض معتزلہ و وارج اور چند رافضیوں نے مخالفت کی ہے۔

تنبیہ: سماع موتی کے لئے تمہیدی مقدمہ کے طور پر تو اتنا قدر کافی تھا، مگر چونکہ عذاب برزخیات خود ایک مقصودی بحث ہے اور اس کا ثبوت گویا بعینہ ثبوت سماع ہے، اس لئے اس مقدمہ کو اجمال کی بجائے تفصیل کے ساتھ بیان کرنا ضروری ہے اور عذاب قبر وغیرہ کے منکرین

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

”نے جو دلائل یا عقلی شبہات پیش کئے ہیں، ان کا جواب بھی ضروری ہے اور چونکہ ان مانعین عذاب
قبر اور مخالفین اجماع امت نے اپنے دعویٰ باطل اور زعم فاسد پر جو عقلی اور نقلی دلائل قائم کئے
ہیں۔ وہی دلائل منکرین سماع اموات نے اپنے زعم فاسد پر پیش کئے ہیں، گویا ان اخلاف نے
اپنے اسلاف کی اتباع کی ہے۔ صرف عنوان و تعبیر میں اختلاف ہے۔ مقصد اور استدلال میں
پوری یکسانیت پائی گئی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ ان شبہات کا تفصیلی تحقیقی جواب دیا جائے
جو معتزلہ وغیرہ نے پیش کئے ہیں اور جن کی وجہ سے انہوں نے عذاب قبر کی نفی کی ہے تاکہ انہیں
شبہات کا سماع موتی والے نظریہ پر سے بھی ازالہ ہو جائے اور ان فاسد بنیادوں پر تعمیر کردہ محل
پوری طرح مسمار ہو جائے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ماتعین حیوة برزخیه و منکرین عذاب و ثواب قبر تحت سما

علامہ عینی فرماتے ہیں: واحتجوا فی ذلک بقوله تعالى لا یدزقون فیہا الموت
الاولی الموت الاولی ای لا یدزقون فی الجنة موتا سوى الموت الاولی ولو صاروا
احیاء فی القبور لذا قال الموت مرتین لا موتة واحدة - وبقوله تعالى وما انت
بسمیع من فی القبور فان الغرض من سیاق الآیة تشبیه الکفار باهل القبور فی
عدم الاسماع - وقالوا اما من جهة العقل فانما یدعی شخصا یصلب ویبقى الی ان
تذهب اجزاؤه ولا تشاهد فیہا حیاء ولا مسألة والقول بجماع المشاهدة
مفسطرة ظاهرة وایبلغ منه من الكلمة السباع والطيور وتفرقت اجزاء فی حواصلها
وایبلغ منه من احرق حتی تفتت وذدی اجزاء المغتة فی الریاح العاصفة شمالاً و
جنوباً وقبولا ودبوا فانما تعلم عدم حیاته ومسألته وعذابه ضرورة - عمدة القادی
جلد رابع - ص ۱۶۲

خلاصہ ترجمہ: مخالفین نے اس قول فاسد پر دو نقلی اور ایک عقلی دلیل پیش کی ہے۔ پہلی
دلیل ارشاد باری تعالیٰ ہے لا یدزقون فیہا الموت الاولی، یعنی اہل جنت
جنت میں سوائے پہلی موت کے اور کوئی موت نہیں چکھیں گے اور اگر قبر میں عذاب و ثواب کے لئے
زندہ ہو جائیں تو ان پر موت دو دفعہ وارد ہوگی نہ ایک مرتبہ۔ دلیل ثانی، فرمان خداوندی وما انت
بسمیع من فی القبور (یعنی اے حبیب خدا سلی اللہ علیہ وسلم آپ اہل قبور کو سنانے والے نہیں ہیں)
اس آیت کریمہ میں کفار کو اہل قبور کے ساتھ عدم سماع میں تشبیہ دینا مقصود ہے یعنی جس طرح اہل
قبر نہیں سنتے، اسی طرح یہ کافر بھی نہیں سنتے۔ اگر قبر میں حیوة ہو تو ادراک

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وسماع بھی ہوگا۔ لہذا کفار کو ان سے تشبیہ دینا درست نہ رہے گا۔ تیسری عقلی دلیل یہ ہے کہ ہم ایک ایسے شخص کو دیکھتے ہیں جو کہ سولی پر چڑھایا گیا اور اتنے عرصہ تک اسے سولی پر لٹکایا گیا کہ اس کے تمام اجزاء و اعضاء بکھر گئے اس میں اس تمام عرصہ کے اندر کبھی بھی زندگی کی کوئی علامت ہمیں نظر نہیں آتی اور نہ ہی سوال و جواب سننے میں آتا ہے لہذا اس قسم کے مشاہدوں کے بعد بھی حیۃ برزخ اور سوال منکر نکیر کا قول کھلی کھلی فریب کاری یا واضح مغالطہ ہے اور یہ قول اس شخص کے حق میں اور بھی زیادہ بعید ہے جس کو درندے کھا جائیں اور اس کے اجزاء ان کے پیٹوں اور معدوں میں پراگندہ ہو جائیں اور اس سے بھی بعید تر اس شخص کے حق میں ہے جس کو جلا دیا جائے، حتیٰ کہ ریزہ ریزہ ہو جائے اور پھر اس کے ذرات متفرقہ کو شمال و جنوب اور مشرق و مغرب میں چلنے والی آندھیلوں کے اندر اڑا دیا جائے تو ایسی حالت میں اس شخص کا زندہ نہ کیا جانا اور اس سے سوال و جواب نہ ہونا اور اسے عذاب نہ دیا جانا ہمیں قطعی طور پر بداہتہ معلوم ہے۔

معتزلہ وغیرہ کے دلائل اور ان منکرین سماع کے دلائل سے صاف ظاہر ہے کہ دونوں کی راہ ایک ہے اور منزل بھی ایک۔ لہذا ضروری ہے کہ ہم اولاً مذہب اہل السنۃ والجماعت اور مسلک سلف صالحین کو اولہ قاطعہ قرآن و سنت سے ثابت کریں اور بعد ازاں مخالفین و منکرین کے شبہات کا جواب ذکر کریں تاکہ منکرین سماع موتی کے منہی فاسد کو باطل کرنے کے بعد ان کے زعم باطل کا بطلان خود بخود واضح ہو جائے، لیکن اس سے قبل عذاب القبر کے مفہوم و معنی کی تحقیق ضروری ہے کیونکہ مخالفین کو یہاں سخت دھوکہ ہوا ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قبر کے ثواب و عذاب کا مفہوم

عذاب قبر سے مراد عذاب عالم برزخ ہے یعنی عالم دنیا سے رخصت ہونے کے بعد اور قیام قیامت سے پہلے جو جہان ہے اس کا نام برزخ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ومن وراثتهم بوزخ الی یوم یبعثون اور ان کی وفات سے یوم بعثت اور قیامت تک عالم برزخ ہے۔ :-

۱۔ امام سیوطی نے فرمایا: عذاب القبر هو عذاب المبعوث اذ صیف الی القبر لانه الغالب والافکل میت اذا اراد الله تعذیبه ناله ما اراد به قبره ولم یقبر ولو صلب او غرق فی البعوا واکتة الدواب او حرق حتی صار رمادا و ذری فی المویح و محله الروح والبدن جمیعا باتفاق اهل السنۃ وکذا القول فی النعیم شرح الصدور للامام السیوطی ص ۵۷۔

ترجمہ عذاب قبر سے مراد عذاب برزخ ہے اور اسے قبر کی طرف مضاف و منسوب اس لئے کیا گیا ہے کہ اموات کا قبروں میں مدفون ہونا غلب و اکثر ہے ورنہ ہر میت قبر میں مدفون ہو یا نہ ہو جبکہ اللہ تعالیٰ اسے عذاب دینا چاہے گا اسے وہ عذاب جس کا اللہ نے اس کے حق میں اراد فرمایا فرود کھج جائیگا اگرچہ اسے سولی پر چڑھا دیا جائے یا سمندر میں غرق کر دیا جائے، خواہ اسے درندے کھا جائیں یا اسے جلا کے راکھ بنا دیا جائے یا آندھیوں میں اڑا دیا جائے اور اس عذاب اور جزا و سزا کا تعلق میت کے روح و بدن دونوں کے ساتھ ہے۔ باتفاق اہل السنۃ اور یہی مذہب و مسلک ثواب قبر میں بھی ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

۲۔ علامہ تفسازی تارح عقائد نسفیہ فرماتے ہیں اِنَّ الْغُرُقَ فِي الْمَاءِ وَالْمَاكُولِ

فِي بَطْنِ الْحَيَوَانَاتِ وَالْمَصْلُوبِ فِي الْهَوَا يَعْذِبُ دَانَ لَمْ يَطْلُعْ عَلَيْهِ ۔

(پانی میں غرق ہونے والے، میت، حیوانات کی خوراک بن کر ان کے بطون میں پہنچنے والے اور کھلی فضا میں سولی پر لٹکائے جانے والے مردے عذاب دیئے جاتے ہیں، اگرچہ ہم اس پر مطلع نہ بھی ہوں)

۳۔ علامہ خیالی ماشیہ شرح عقائد میں فرماتے ہیں: دَامَا تَعْذِيبُ الْمَاكُولِ بِمَجْلَقِ نَوْعِ

مِنَ الْحَيَوَاتِ فِي بَطْنِ الْاَكْلِ فَوَاضِعِ الْاِمْكَانِ كِدَوْدَةٍ فِي الْجُوفِ اَوْ فِي خِلَالِ الْبَدَنِ فَانْتِهَاتِ الْمَوْتِ تَلْذِذٌ بِالشَّعْوَرِ مَنَّا۔ خیالی ص ۱۱۰۔

(جانوروں کی غذا بننے والوں کو ایک طرح کی زندگی عطا کر کے جانوروں کے پیٹ میں عذاب

دیئے جانے کا امکان واضح ہے، جیسا کہ جراثیم اور کیڑے جو کہ پیٹ یا بدن کے خلا میں پائے جاتے

ہیں، ان میں بعض ریج و الم سے دوچار ہوتے ہیں اور بعض لذت و راحت میں وقت گزارتے ہیں

حالانکہ ہمیں شعور نہیں ہوتا کہ وہ ریج و الم میں ہیں یا لذت و راحت میں، حالانکہ وہ ہمارے بدن میں موجود ہوتے ہیں۔

۴۔ علامہ ابن قیم کتاب الروح میں فرماتے ہیں: وَمِمَّا يَنْبَغِي أَنْ يَعْلَمَ عَذَابُ الْقَبْرِ هُوَ

عَذَابُ الْبُزْخِ فَكُلٌ مِّنْ مَّاتٍ وَهُوَ مُسْتَحَقٌّ لِلْعَذَابِ نَالَهُ نَصِيبُهُ مِنْهُ قَبْرًا وَلَمْ

يَقْبُرْ فَلَوْ اَكَلَتْهُ السَّبَاعُ اَوْ اَحْرَقَتْهُ مَادًّا وَلَنْسَفَتْ فِي الْهَوَا اَوْ صَلَبَ اَوْ غُرِقَ

فِي الْبَحْرِ وَصَلَ اِلَى رُوحِهِ وَبَدَنِهِ مِنَ الْعَذَابِ مَا يَصِلُ اِلَى الْقَبْرِ۔ کتاب الروح ص ۹

(یہ جان لینا مناسب ہے کہ مذاب قبر عذاب بزخ کا نام ہے؛ لہذا ہر وہ شخص

جو فوت ہو جائے اور وہ مستحق عذاب ہو، اسے عذاب میں سے اپنا مقدر حصہ مل جائے گا خواہ

دفن کیا جائے یا نہ، پس اگر اسے دردے کھا جائیں یا اسے جلادیا جائے حتیٰ کہ راکھ بن جائے

اور ہوا میں اڑا دیا جائے یا سولی پر چڑھا دیا جائے یا سمندر میں غرق کر دیا جائے۔ اس کے روح و

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بدن کو اسی طرح عذاب پہنچ جائے گا جس طرح کہ قبروں میں عذاب اہل قبور کو پہنچتا ہے۔
ان تصویحات سے واضح ہو گیا کہ عالم البرزخ اہل قبور کو اور ان سب لوگوں کو جو غرق ہوتے
یا درندوں کا لقمہ بن گئے یا جلا کر راکھ بنا دیئے گئے شامل ہے اور ان کے عذاب و ثواب پر مشتمل ہے
اور یہ عذاب و ثواب صرف روح کو نہیں بلکہ بدن کو بھی پہنچتا ہے اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ عذاب برزخ
کو عذاب قبر سے تعبیر اس لئے کیا جاتا ہے کہ عام طور پر میت قبروں میں دفن کئے جاتے ہیں۔ لہذا
ان عبارات اور اس قسم کی دوسری عبارات میں اس توہم کی ہرگز گنجائش نہیں کہ سرے سے قبر میں عذاب
ہی نہیں، کیونکہ قبر بھی عالم برزخ کا فرد یا قسم ہے اور برزخ کا عذاب و ثواب اہل قبور کو اپنی اپنی
قبروں میں پہنچتا ہے، اور غرق وغیرہ کو اپنے اپنے مستقر میں۔
قبر اور عالم برزخ کا معنی و مفہوم واضح ہو جانے کے بعد اب قبر اور برزخ کے عذاب و ثواب
اور حیوۃ برزخیہ کے دلائل ملاحظہ ہوں:

حیوة برزخیہ اور عذاب و ثواب عالم برزخ پر لائل

آیات قرآنیہ :

دلیل اول : قال اللہ تعالیٰ **مَا خَطِيئَاتِهِمْ اغْرَقُوا فَاَدْخَلُوْهُنَّ اُولٰٓئِکَ**
دخالیفین نوح علیہ السلام، اپنے گناہوں کی وجہ سے غرق کئے گئے اور فوراً آگ میں داخل
کئے گئے۔

وجہ استدلال، (۱) دخول نار کو فرق پر مرتب کیا گیا ہے اور لفظ فار سے اسے تعبیر کیا
گیا جو کہ فوری ترتب پر دلالت کرتی ہے اور قیام قیامت کے بعد جہنم میں داخل ہونا تو بہت دور ہے
لہذا یہاں دخول نار سے مراد عذاب برزخ ہے۔

(۲) **اُدْخِلُوْهُنَّ اُولٰٓئِکَ** جملہ ماضویہ ہے جو کہ نزول آیت سے قبل عذاب نار میں مبتلا ہونے کی حکایت
ہے جیسا کہ **اُغْرِقُوْا** بھی نزول آیت سے قبل ماضی بعید میں ان لوگوں کے طوفانِ بلا میں غرق ہونے
کی حکایت ہے لہذا معطوف علیہ اور معطوف دونوں کا ماضی سے حکایت ہونا ضروری ہے تاکہ
ان میں توافق و تناسب پیدا ہو جائے؛ لہذا معطوف کا تحقق ماضی میں ثابت ہو گیا اور یہی عذاب
برزخ ہے، کیونکہ عذاب دوزخ قیامت کے بعد ہوگا۔

(۳) **اَفْرَاقٍ** معطوف علیہ کا تعلق ابدان سے ہے؛ لہذا ادخال نار کا تعلق بھی ابدان سے ہوگا
یعنی جس طرح کہ فرق ان ابدان کو کیا گیا جن کے ساتھ روح کا تعلق تھا، اسی طرح آگ میں عذاب بھی
ان ابدان کو ہوگا جن سے ارواح کا تعلق ہوگا، اگرچہ تعلق کی نوعیت و کیفیت مختلف ہوگی۔

دلیل دوم : **وَهُنَّ اَفْرَاقٍ** سے مراد العذاب النار یعرضون علیہا عندوا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وعشیا و یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب -

دفعون اور اس کے متبعین کا سخت ترین عذاب نے احاطہ کر لیا، وہ صبح و شام آگ پر پیش کئے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، اللہ رب العزت ملائکہ کو حکم فرمائے گا کہ فرعونوں کو شدید ترین عذاب میں داخل کر دو۔

علامہ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں: قال القرطبی الجمہود علی ان هذا العرض يكون في البرزخ وهذا حجة في تثبيت عذاب القبور وقال غيره وقع ذكر عذاب السعير في هذه الآية مبينا مفسرا۔ فتح الباری، جلد خامس ص ۳۱۷ مطبع الفارسی دہلی۔
(علامہ قرطبی نے کہا جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ النار یعرضون علیہا سے عالم برزخ میں آگ پر پیش کیا جاتا مراد ہے اور یہ آیت کریمہ اثبات عذاب قبر میں حجت و دلیل ہے۔ علامہ قرطبی کے علاوہ دوسرے علماء حضرات نے فرمایا کہ اس میں دار آخرت اور عالم برزخ دونوں کے عذاب کا واضح اور تفصیلی بیان ہے،

امام رازی نے فرمایا: احتج اصحابنا بهذه الآية على اثبات عذاب القبور قالوا الآية تقتضي عرض النار عليهم غدوة وعشياً وليس المراد منه يوم القيامة لانه قال و یوم تقوم الساعة ادخلوا آل فرعون اشد العذاب۔ وليس المراد منه الدنيا لان عرض النار عليهم غد وادعشياً ما كان حاصلًا لهم في الدنيا فثبت ان هذا العرض انما حصل بعد الموت وقبل يوم القيامة وذلك يدل على اثبات عذاب القبور في حق هؤلاء واذا ثبت في حقهم ثبت في حق غيرهم اذ لا قائل بالفصل والفرق۔ تفسیر کبیر۔ جلد سابع ص ۳۱۷۔

خلاصہ ترجمہ: ہمارے علماء متکلمین نے اس آیت شریفہ سے عذاب قبر کے اثبات پر استدلال کیا۔ انہوں نے فرمایا اس آیت کریمہ سے فرعونوں پر صبح و شام آگ کا پیش کیا جانا معلوم ہوتا ہے۔ آگ پران کی پیشگی تین حال سے خالی نہیں یا قیامت کے دن ہوگی یا دنیا کے اندر اور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یا عالم برزخ میں۔ بشرق اول اس لئے صحیح نہیں کہ عذاب اخروی کا بیان و فیوم تقوم الساعة
ادخلوا ل فرعون اشد العذاب میں موجود ہے اور دنیوی عذاب مراد لینا اس لئے غلط ہے
کہ دنیا میں صبح و شام آگ پریش کیا جاتا ان کے حق میں قطعاً ثابت نہیں؛ لہذا یہ عذاب موت کے بعد
اور قیامت سے پہلے عالم برزخ میں ہے؛ لہذا یہاں سے فرعونوں کے حق میں عذاب قبر و برزخ ثابت
ہو گیا اور جو نہ فرعونوں اور دیگر کفار و مشرکین کے انجام و عاقبت میں فرق و فصل کا کوئی بھی قائل
نہیں، تاکہ ان کے لئے عذاب برزخ ثابت ہو اور دوسروں کے لئے نہ ہو؛ لہذا سب کے لئے
عذاب قبر و برزخ اس آیت کریمہ سے ثابت ہو گیا۔

(نوٹ، اس آیت کریمہ کی تفسیر و تحقیق عینی جلد رابع ص ۲۲۲ و قسط لانی جلد ثانی ص ۳۷۷
نول کشور اور کتاب الروح لابن القيم ص ۱۲۰ پر بھی ملاحظہ فرمائیں۔)

دلیل ثالث؛ قال الله تعالى سنعذبهم مرة تین شر يردون الى عذاب
عظیم۔ رہم عنقریب ان منافقین، کو دوبار عذاب دیں گے، پھر انہیں عذاب عظیم کی طرف
لوٹایا جائے گا،

نَدَى الطبرانی و ابن ابی حاتم من طریق السدی عن ابی مالک عن ابن عباس
قال خطب رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم الجمعة فقال اخرج يا فلان فانك
منافق اخرج يا فلان فانك منافق اخرج من المسجد ناسا منهم فضعهم فجاء عمرو
بن الخطاب رضي الله عنه وهم يخرجون من المسجد فاخبا منهم حياء انه لم يشهد
الجمعة وقلن الناس قد انصرفوا واخباهم عن عمرو رضي الله عنه ظنوا انه قد
علم بهم فجاء عمرو فدخل المسجد فاذا الناس لم يصترو فقال له رجل من المسلمين
ايثريا عمر فقد فضح الله المنافقين فقال ابن عباس فصد العذاب الاول حين
اخرجهم من المسجد والعذاب الثاني عذاب القبر وكذا قال الثوري عن السدي
عن ابی مالک نحوه۔ تفسیر ابن کثیر جلد ثانی ص ۳۸۴۔ عمدة القاری جلد رابع ص ۲۲۱ و فتح الباری

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ص ۳۰۰ . جلد خامس ۔

توجہ: طبرانی اور ابن ابی عاتم نے ہر سند صدی عن ابی مالک حضرت بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے دن خطبہ دیا اور فرمایا اے فلاں نکل جا، کیونکہ تو منافق ہے، اے فلاں مسجد سے نکل جا کیونکہ تو منافق ہے۔ پس مسجد شریف سے منافقین کے چند آدمیوں کو نکال دیا اور انہیں رسوا کیا۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ عین اس وقت آئے جبکہ یہ لوگ مسجد سے نکل رہے تھے۔ آپ ان لوگوں سے چھپ گئے۔ اس شرم سے کہ میں جمعہ میں حاضر نہ ہو سکا اور مسلمان جمعہ سے فارغ ہو کر گھروں کو لوٹ رہے ہیں۔ ادھر منافق یہ سمجھتے ہوئے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہماری رسوائی کا علم ہو چکا ہے، ان سے روپوش ہو گئے۔ جب حضرت عمرؓ مسجد میں داخل ہوئے تو حضرات صحابہ ابھی اسی طرح بیٹھے تھے نماز جمعہ ادا نہیں کی تھی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک صحابی نے کہا، تمہارے لئے مژدہ ہو اللہ تعالیٰ نے منافقین کو رسوا کر دیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ یہ ہے منافقین کے لئے پہلا عذاب جبکہ انہیں ذلت و رسوائی کے ساتھ مسجد نبوی سے نکالا گیا اور دوسرا عذاب، عذاب قبر ہے۔

عن الحسن سنن بہم مرتین عذاب الدنیا و عذاب القبر و قال الطبری والاعلب ان احدی المتین عذاب القبر والاخری تحتل احد ما تقدم من الجوع او السبی او القتل او الاذلال۔ فتح الباری۔ جلد خامس ص ۳۰۰ و کذا فی ارشاد الساری للقطاد جلد ثانی ص ۲۰۰۔

حضرت حسنؓ سے سنن بہم مرتین کی تفسیر میں منقول ہے کہ مراد عذاب دنیا اور عذاب قبر ہے۔ علامہ طبری نے فرمایا اُغلب یہ ہے کہ دوبار میں سے ایک بار کا عذاب۔ عذاب قبر اور دوسری بار کے عذاب سے پہلے ذکر کردہ عذابوں یعنی سبوک۔ قید۔ قتل یا ذلت و رسوائی میں سے کوئی ایک عذاب مراد ہے۔

الغرض اس آیت کریمہ سے قطعی طور پر عذاب برزخ و قبر ثابت ہو گیا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دلیل رابع: قال الله تعالى ربنا امتنا اثنتين واجبتنا اثنتين
فاعترفنا بذنوبنا فمنهل الى خروج من سبيل۔

اللہ تعالیٰ نے نارِ جہنم میں جلنے سڑنے والے کفار کی طرف سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا۔
اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو بار موت سے دوچار کیا اور دو بار زندگی عطا کی۔ پس ہم نے اپنے
گناہوں کا اعتراف کر لیا۔ کیا ہمارے لئے عذابِ جہنم سے بچ نکلنے کا کوئی راستہ ہے۔

(۲) امام رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں: احتج اکثر العلماء

بہذه الآية في اثبات عذاب القبر وتقرير الدليل انهم اثبتوا لا نفسهم موتين
حيث قالوا ربنا امتنا اثنتين فاحدى الموتين مشاهد في الدنيا فلا بد من اثبات حياة
اخرى في القبر حتى يصير الموت الذي يحصل عقبها موتا ثانيا وذاك يدل على
حصول الحياة في القبر الى، وبیانہ ان المذكور في الآية ان الله اما تم ونفط
الاماتة مشروط بسبق حصول الحياة اذ لو كان الموت حاصل قبل هذه الحالة امتنع
كون هذه الاماتة والا لزم تعميل الحاصل وهو محال وهذا بخلاف قوله تعالى كنتم
امواتا فاحيا كم فان المذكور في هذه الآية انهم كانوا امواتا وليس فيها ان الله اما تم
بخلاف الآية التي نحن في تفسيرها لانها تدل على ان الله اما تم مرتين وقد بينا ان
لفظ الاماتة لا يصدق الا عند سبق الحياة فظهر الفرق۔ انتهى بقدر ما
يقتضيه المقام ولياتي بعض المباحث المذكورة في التفسير الكبير ههنا في جواب
الشبهة الثانية۔ تفسير كبير جلد سابع ص ۲۹

ترجمہ و مضمون: اکثر علماء کرام نے اس آیت کریمہ سے عذابِ قبر اور حیاتِ برزخ کے ثبوت
پر استدلال کیا ہے بتقریرِ دلیل یوں ہے کہ ان لوگوں نے اپنے لئے دو عدد موتیں ذکر کی ہیں جبکہ
انہوں نے کہا اے ہمارے رب تو نے ہم کو دو دفعہ موت سے ہمکنار کیا۔ ان دو میں سے ایک موت
تو دنیا کے اندر مشاہدہ سے معلوم ہو چکی؛ لہذا دوسری توحید قبر کے بعد تسلیم کرنی لازم ہوئی تاکہ اس

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

زندگی کے بعد حاصل ہونے والی موت، موت ثانی بن سکے اور موت ثانی کا بغیر سبقت حیوۃ کے تحقق ممکن نہیں؛ لہذا قبر میں حیوۃ ثابت ہو جائے گی اور حیوۃ قبر کے ثبوت کا بیان یہ ہے کہ آیت میں وضاحت سے فرمایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فوت کیا اور فوت کرنا یا موت طاری کرنا داماتت، مشروط ہے۔ سبق حیوۃ کے ساتھ بغیر تقدم حیوۃ کے داماتت متصور نہیں ہو سکتی، کیونکہ اگر حالت داماتت (موت طاری کرنے) سے پہلے موت حاصل ہو تو بعد میں وارد ہونے والی حالت کو داماتت کہنا ممتنع ہو گا اور تحصیل حاصل لازم آئے گی، کیونکہ داماتت پر وہی موت مترتب ہونی ہے جو کہ پہلے حاصل ہے، تو اب دوبارہ موت طاری کرنے کا کیا مطلب؟

ہو سکتا تھا کہ کوئی یہ گمان کرے کہ یہاں دنیا میں پیدا ہونے سے پہلی حالت کو داماتت و خلق موت، سے تعبیر کر دیا گیا ہے جس طرح کہ کنتم امواتا فاحیاء کم میں یعنی تم پہلے مردہ تھے، پھر ہم نے تم کو زندگی بخشی تو امام رازی نے اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ آیت کنتم امواتا فاحیاء کم سے مختلف ہے، کیونکہ اس آیت میں فرمایا ”تم مردہ تھے“ ہم نے تم کو زندگی عطا فرمائی“ یہ نہیں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم میں موت کو پیدا فرمایا بخلاف اس آیت کریمہ کے جس کی تفسیر میں ہم کلام کر رہے ہیں یہاں ان پر دو دفعہ موت طاری کرنے کا بیان ہے اور ہم واضح کر چکے ہیں کہ داماتت بغیر تقدم حیوۃ کے متصور نہیں ہو سکتی؛ لہذا دونوں آیتوں میں فرق ظاہر ہو گیا اور یہی تقریر علامہ عینی نے بھی عمدة القاری جلد ۱ ص ۱۱۱ پر بیان فرمائی ہے۔

علامہ عینی اور امام رازی کی تقریروں سے اس آیت کریمہ سے حیوۃ برزخیہ پر استدلال کی حقیقت و حقانیت روز روشن کی طرح واضح ہو گئی۔ اس استدلال پر کچھ شبہات ہیں، ان کا جواب امام رازی ہی کے بیان سے شبہ ثانیہ کے جواب میں ذکر کیا جائے گا۔

دلیل خامس: قال الله تعالى يثبت الله الذين آمنوا بالقول الثابت

في الحياة الدنيا وفي الآخرة۔

ترجمہ: ثابت قدم رکھتا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ ایمان والوں کو قولِ ثابت اور کلامِ حق

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے ذریعے حیوۃ دنیا اور حیوۃ آخرت میں۔

وجہ استدلال : اس آیت کریمہ میں احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور تصریح محدثین و مفسرین کے مطابق مومن کو قبر کے اندر ثابت قدم رکھنے اور اسے صحیح جوابات دینے کی توفیق عطا فرمانے کا بیان ہے تاکہ فرشتوں کی غیر مانوس اور اجنبی ڈراؤنی شکلیں اور قبر کی تنہائی اور وحشت اسے صحیح جواب دینے میں مانع نہ ہو سکیں۔

لہذا اس آیت کریمہ سے بھی حیوۃ قبر کا ثبوت واضح ہو گیا اور مزید تفصیل اور تحقیق اس استدلال کا حدیث نبویہ کے ضمن میں آجائے گی۔

دلیل سادس : وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أحيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ۔

وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں قتل کئے گئے ہیں، انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں ان کی زندگی کا شعور نہیں،

دلیل سابع : وَلَا تَحْسِبِ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أحيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَمِنْهُمْ مِمَّا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَيَسْتَبْشِرُونَ بِالَّذِينَ لَمْ يَلْحَقُوا بِهِمْ مِنْ خَلْفِهِمْ أَتَاخُوفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ہ
ترجمہ : اور نہ گمان کرو مردہ ان لوگوں کو جو کہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل کئے گئے، بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے ہاں رزق دیئے جاتے ہیں۔ خوش ہیں انعامات پر جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے عطا فرمائے ہیں اور وہ شہداء اپنے پچھلوں کی وجہ سے خوشیاں مناتے ہیں جو ابھی ان سے نہیں ملے کہ ان پر کچھ خوف اور حزن نہیں ہے۔

وجہ استدلال۔ ان دونوں آیات کریمہ سے بھی حیوۃ قبر اور ثواب عالم برزخ ظاہر ہے کیونکہ میدان جہاد میں کفار کی تیغ جفا سے جن لوگوں کا رشتہ جان منقطع ہو گیا اور وہ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے۔ دنیوی حیوۃ کا فقدان ان میں ظاہر ہے اور باخروی حیات سب کو حاصل ہوگی لہذا شہداء

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے لئے جو حیات اس مقام پر ثابت کی گئی ہے، وہ حیات برزخ و قبر ہے۔ نیز جو لوگ ابھی ان کے ساتھ لاحق نہیں ہوئے۔ ان کے انجام اور حسن عاقبت یعنی خوف و ہراس اور غم و اندوہ سے محفوظ ہونے کی وجہ سے خوش ہونا بھی ہمارے دعویٰ کی روشن دلیل ہے، کیونکہ میدانِ محشر میں، تو بھی اکٹھے ہوں گے، وہاں اذین لہر یلحقوا بہم کیسے متصور ہو سکتا ہے۔ نیز یزدقون اور بما آتاهم اللہ سے ثواب قبر واضح ہے۔ نیز محض دوعانی زندگی ہر ایک کی سمجھ میں آ سکتی ہے جیسا کہ ملائکہ کی زندگی اگر ہمیں شعور نہیں تو صرف اس زندگی کا جو روح کے انفصال اور بدن کے اجزاء منتشر ہونے کے باوجود ایک نامعلوم اور غیر محسوس ربط و تعلق کی بنا پر پائی گئی ہے لہذا لیکن لا تشعرون روح و جسم دونوں کی زندگی پر مطلق دلیل ہے اور شاید صادق تفسیر منظریٰ اور فتاویٰ عزیزیہ کے حوالے سے مزید تشریح آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل ثامن: واسئل من ارسلنا من قبلك من رسلنا اُجعلنا من دون

الرحمن آلہما یعدون
ترجمہ: اور آپ ان رسولوں سے دریافت کر لیں جو ہم نے آپ سے پہلے مبعوث

فرمائے، کیا ہم نے رب رحمن کے علاوہ ایسے معبود بنائے ہیں جو قابلِ عبادت ہوں۔

وجہ استدلال: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ پہلے رسولوں سے

استفسار فرمائیں اور ان سے استفسار اور سوال بغیر ان کی حیوۃ کے ممکن نہیں۔ نیز یہ سوال و تکلیف

یعنی دار دنیا میں تحقیقی توحید اور نفی شرک کے لئے ہے؛ لہذا اخروی زندگی پر اس کا محمول کرنا بھی باطل

ہے تو عالم برزخ میں انبیاء و رسل علیہم السلام کے لئے حیوۃ ثابت ہو گئی و هو المطلوب فی هذا المقام۔

(نوٹ: اس کے علاوہ بہت سی آیات مذاب قبر، حیوۃ برزخ پر صراحۃً ولالت

کرنے والی قرآن کریم میں موجود ہیں۔ خوف، طوالت سے انہیں اور ان کے وجوہ استدلال کو

یہاں درج نہیں کیا گیا؛ البتہ عربی رسالہ میں قدر معتد بہ زائد ذکر کیا گیا ہے۔

احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام

۱۱، اخرج البخاری عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وسلم۔ عذاب القبر حق۔ شرح صدور ص ۶۶۔ مشکوٰۃ باب اثبات عذاب القبر ص ۶۶
ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں، رسول خدا صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا عذاب قبر حق ہے۔

(۲) اخرج الشیخان و ابن ابی شیبہ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان
اہل القبور یعذبون فی قبورہم عذاباً یسمعون البہائم و کذا عن ام مبشر قالت
یا رسول اللہ وانہم لیعذبون فی قبورہم قال نعم عذاباً یسمعون البہائم۔ کتاب الروح
لابن القیم ص ۸۲۔

ترجمہ: بخاری، مسلم اور ابن ابی شیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا کہ نبی
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اہل قبور کو قبروں میں عذاب دیا جاتا ہے جسے چار پائے سنتے ہیں اور
ایسے ہی حضرت ام مبشر رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ کیا
اہل قبور عذاب دیئے جاتے ہیں، تو آپ نے فرمایا، ہاں انہیں ایسا عذاب دیا جاتا ہے جس کو چار پائے
سنتے ہیں۔

(۳) اخرج من ابی شیبۃ والشیخان عن بن عباس رضی اللہ عنہما ان رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مر علی قبرین فقال انہما لیعذبان وما یعذبان فی کبر
اما احدهما فكان لا یستترۃ من البول واما الآخر فكان یمشی بالنمیمۃ ثم اخذ
جریڈۃ رطبۃ فشقھا باثنین فجعل علی کل قبر واحدۃ فقالوا یا رسول اللہ
لم فعلت هذا قال لعلہ یخفف عنہما ما لم یسبأ۔ کتاب الروح ص ۸۳۔ بخاری
شریف۔ باب عذاب القبر۔ مشکوٰۃ شریف۔

ترجمہ: ابن ابی شیبہ اور امام بخاری و امام مسلم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما
سے روایت کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے اور فرمایا کہ ان دو قبروں والوں کو
عذاب دیا جا رہا ہے اور کسی ایسے جرم میں عذاب نہیں دیئے جا رہے جس سے بچنا ان کے لئے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مشکل تھا ان میں سے ایک پیشاب کے پھینٹوں سے اپنے آپ کو نہیں بچاتا تھا اور دوسرا چغلیا کھایا کرتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی ایک شاخ لے کر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور ہر ایک قبر پر ایک حصہ رکھ دیا۔ صحابہ نے عرض کی جناب نے اس طرح کیوں کیا، تو آپ نے فرمایا جب تک یہ دونوں حصے خشک نہیں ہوں گے، امید ہے کہ ان کے عذاب میں تخفیف کر دی جائے گی۔

(۴) قال عليه الصلوة والسلام القبر موضة من رياض الجنة او حضرة من من حضر البزان - رواة الترمذی عن ابی سعید والطبرانی عن ابی هريرة - فبراس ص۲۲ وشرح عقائد - مشکوة شریف باب البكاء والخوف -

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبر جنت کے باغات اور سبزہ زاروں میں سے ایک باغ و سبزہ زار ہے اور یا آگ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔

(۵) قال عليه الصلوة والسلام اذا قبر الميت اناه ملكان اسودان اذرقان يقال لاحدهما النكود والاخر النكير فيقولان ما كنت تقول في هذا الرجل فيقول هو عبد الله ورسوله اشهد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله فيقولان قد كنا نعلم انك تقول هذا يفسح له في قبره سبعون ذراعاً في سبعين ثم ينور له فيه فيقال له نعم فيقول ارجع الى اهلي فاخبرهم فيقولان له نعم كنومة العروس الذي لا يوقظ الا احب اهله اليه حتى يبعثه الله من مضجع ذلك وان كان منافقاً قال سمعت الناس يقولون قولا قلت مثله لا ادرى فيقولان كنا نعلم انك تقول ذلك فيقال للارض التمي عليه فيلتم عليه حتى تختلف اضلاعاً فلا يزال فيها معذباً حتى يبعث الله من مضجع ذلك - رواة الترمذی ابن ابی الدنيا والبيهقي مراراً مشكوة برواية الترمذی ص ۲۵

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب میت قبر میں رکھا جاتا ہے، تو اس کے پاس دو فرشتے سیاہ رنگ نیلگوں آنکھوں والے آتے ہیں، ان میں سے ایک کو منکر اور دوسرے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کو نیکر کہتے ہیں۔ پس وہ دونوں میت کو کہتے ہیں کہ تو اس ذاتِ اقدس درسا التاب صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا نظریہ اور عقیدہ رکھتا تھا، وہ جواب میں کہتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے عبد خاص اور رسول ہیں، اشہد ان لا اله الا الله وان محمدا عبده ورسوله پس وہ دونوں فرشتے کہتے ہیں ہم پہلے ہی جانتے تھے کہ تو اس طرح کہے گا۔ اس بندہ مومن کی قبر میں چاروں طرف ستر ستر باتھ تو سیر کر دی جائے گی، پھر اس میں نورانیت اور روشنی پیدا کر دی جائے گی اور اسے کہا جائے گا، آرام کرو پس وہ کہے گا میں اپنے اہل و عیال کی طرف جاتا ہوں اور انہیں اپنی کامیابی اور حسن انجام کی خبر دیتا ہوں، پس وہ فرشتے کہیں گے تو اس لہن نوبیا ہتا کی طرح اپنے مسکن میں آرام کر جسے سوائے اپنے محبوب ترین اہل کے کوئی اٹھا نہیں سکتا۔ پس وہ شخص اس طرح آرام میں رہے گا، حتیٰ کہ اسے اللہ تعالیٰ اس آرامگاہ سے قیامت کو اٹھائے گا۔ اگر میت منافق ہوگا تو فرشتوں کو جواب میں کہے گا میں نے لوگوں کو کچھ کہتے سنا، تو میں نے ویسے ہی کہہ دیا، میں حقیقتِ حال سے بے خبر ہوں۔ فرشتے کہیں گے ہم پہلے سے جانتے تھے کہ تو اس طرح کہے گا۔ پس زمین قبر کو محکم دیا جائے گا کہ اس پر حکم کیا اور اسے دلوچ لے۔ پس زمین اس پر اس طرح مل جائے گی کہ اس کی ہڈیاں ایک دوسری میں دھنس جائیں گی اور وہ ہمیشہ قبر میں فذاب دیا جاتا رہے گا، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اسے قبر سے قیامت کے دن اٹھائے گا۔

(۶) عن البراء بن عازب رضی اللہ عنہ، عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال یا تیہ ملک فیجلسانہ فیقولان لہ من ربک فیقول ربی اللہ فیقولان یتینک فیقول دینی الاسلام فیقولان ما ہذا الرجل اذ ی بعث فیکم فیقول هو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیقولان لہ وما یدریک فیقول قرأت کتاب اللہ فأمنت بہ وصدقت فذالك قوله یثبت اللہ المذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا و فی الآخرة قال فینادی مناد من السماء ان صدق عبدی فاخرجوه من الجنة والبسوه من الجنة وافتحوالہ، بابا الی الجنة فیفتح

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قال فيأتيه من روحها وطيبها و يفسح له فيها مد بصره والها لكافر فذكر
موته قال و يعاد روحه في جسده و يأتيه ملكان فيجلسانه فيقولان من
ربك فيقول هاه هاه لا ادرى فيقولان ما دينك فيقول هاه هاه لا ادرى
فيقولان ما هذا الرجل الذي بعث فيكم فيقول هاه هاه لا ادرى فينادى مناد
من السماء ان كذب فافرشوه من النار والبسوه من النار وفتحوا له باباً
الى النار قال فيأتيه من حرها وسمومها قال و يضيق عليه قبره حتى تختلف
فيه اضلاعه ثم يقبض له اعلى و اصم معه مرزبة من حديد لو ضرب بها جبل
لصار تراباً فيضربه بها ضربة يسما ما بين المشرق والمغرب الا الثقلين
فيصير تراباً ثم يعاد فيه الروح - رواه احمد والبوداؤد - مشكوة باب عذاب القبر -
ترجمہ: برابر بن عازبؓ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میت کو قبر
میں دفن کرویا جاتا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس کو بٹھا دیتے ہیں کہتے ہیں کہ تیرا رب کون
ہے، وہ کہتا ہے میرا رب اللہ ہے، وہ پوچھتے ہیں تیرا دین کیا ہے، وہ کہتا ہے میرا دین اسلام ہے۔
وہ دریافت کرتے ہیں کہ تو اس ذات کے متعلق کیا عقیدہ رکھتا ہے جو تمہاری طرف سے دعوت فرمائے گئے
پس وہ کہتا ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ فرشتے پوچھتے ہیں کہ تجھے کس طرح معلوم ہوا۔ وہ کہتا ہے میں
نے کتاب اللہ کو پڑھا، اس پر ایمان لایا اور تصدیق کی۔ پس یہ ہے وعدہ اللہ تعالیٰ کا یثبت اللہ
الذین آمنوا، یعنی اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھتا ہے ایمان والوں کو حیات دنیا اور آخرت میں۔
قول حق اور کلام ثابت کے ذریعے۔ حضور نے ارشاد فرمایا پس آسمان سے ندا دینے والا ندا دیتا
ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا ہے، اس کے لئے قبر میں جنتی فرش بچھاؤ، اس کو جنتی لباس پہناؤ اور
اس کے لئے جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو، پھر اس کو جنت کی خوشبوئیں اور پاکیزہ
ہوائیں پہنچتی ہیں اور اس کی قبر میں حدنگاہ تک وسعت پیدا کر دی جاتی ہے۔

بعد ازاں آپ نے کافر کی موت کا ذکر کیا اور فرمایا کہ قبر میں اس کی روح کو اس کے جسم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا دیتے ہیں اور کہتے ہیں تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے افسوس افسوس میں نہیں جانتا۔ پھر وہ استفسار کرتے ہیں کہ تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے افسوس افسوس میں نہیں جانتا۔ وہ پھر سوال کرتے ہیں یہ شخص جو تم میں مبعوث ہو یہ کون ہیں؟ وہ کہتا ہے افسوس افسوس میں نہیں جانتا۔ پس آسمان سے آواز دینے والا آواز دیتا ہے اور اعلان فرماتا ہے کہ اس نے تکذیب کی اور غلط بیانی کی ہے، اس کو دوزخی بچھونا اور دوزخی لباس دے دو اور اس کے لئے آگ کی طرف ایک دروازہ کھول دو۔ پس اسے دوزخ کی گرمی اور زہریلا ہوا پہنچتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس پر قبر کو تنگ کر دیا جاتا ہے، حتیٰ کہ اس کی پسلیاں باہم ایک دوسری میں داخل ہو جاتی ہیں۔ پھر اس پر ایک اندھا اور بہرا فرشتہ مقرر کیا جاتا ہے جس کے پاس لوہے کا ایک گرز ہوتا ہے جس کے ساتھ اگر پہاڑ پر بھی ایک ضرب لگائی جائے تو وہ خاک بن جائے، وہ فرشتہ اس گرز کے ساتھ اسے مارتا ہے حتیٰ کہ وہ ضرب مشرق و مغرب تک کی تمام اشیاء کو سناں دیتی ہے، سو اسے جن اور انسان کے، پس وہ کافر خاک کی طرح ہو جاتا ہے، پھر اس کا بدن مکمل کر کے اور بکھرے اجزاء کو جمع کر کے روح کو اس کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔

(۷) عن زید بن ثابتؓ قال بینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حائط لبنی النجار علی بقلۃ لہ ونحن معہ اذ ہادت بہ فکادت تلقیہ واذا اقبر ستۃ او خمسۃ فقال من یعرف اصحاب ہذہ القبور قال رجل انا قال فمتی ماتوا قال فی الشرک فقال ان ہذہ الامۃ تبطل فی قبورہا فلولا ان لاتدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر الذی اسمع۔ رواہ مسلم۔ جلد ثانی ص ۳۳ و کتاب الروح ص ۳۳ و فی المصححین عنہ صلی اللہ علیہ وسلم لولا ان لاتدافنوا لدعوت اللہ ان یسمعکم من عذاب القبر ما اسمع۔ کتاب الروح ص ۳۳

توجہ: زید بن ثابتؓ فرماتے ہیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بنی نجر کے باغ میں اپنے دراز گوش پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے، جبکہ آپ کی سواری بد

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کر ایک جانب مٹی اور قریب تھا کہ آپ کو زمین پر پہنچا دے اور ناگاہ چھ یا پانچ قبریں دکھائی دیں، آپ نے پوچھا ان قبروں والوں کو کون جانتا ہے، تو ایک آدمی نے عرض کیا میں ان سے واقف ہوں۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ کب مرے؟ اس نے عرض کی زمانہ شرک میں۔ آپ نے فرمایا یہ لوگ اپنی قبروں میں عذاب دیئے جا رہے ہیں۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم اس عذاب قبر کو سننے کے بعد اپنے میتوں کو دفن کرنا ترک کر دو، تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنوا دے جیسا کہ میں سن رہا ہوں۔ (۸) بخاری شریف کتاب الروایا اور مسنن بیہقی میں سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک طویل حدیث منقول ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم روایا میں دو شخصوں کی معیت میں مختلف مناظر دیکھے اور عالم برزخ کے متنوع احوال کا مشاہدہ فرمایا اور مختلف لوگوں کو مختلف مناظروں میں مبتلا پایا، پھر ان سے ساری رات کے دیکھے ہوئے مناظر کی تفصیل دریافت فرمائی اور عذاب کے وجوہ دریافت فرمائے۔

اتی رأیت منذ الليلة عجباً فما هذا الذي رأيت قال لا إله إلا الله الرجل الأول الذي أتيت عليه يبلغ رأسه بالعجوفات الرجل الذي يأخذ القرآن فيرفضه وينام عن الصلوة المكتوبة يفعل به ذلك إلى يوم القيامة وأما الرجل الذي أتيت عليه ليشره شره شدة إلى قضاء ومنخره إلى قفاه وعينه إلى قفاه فانه الرجل يغدو من بيته فيكذب الكذبة تبلغ الافاق فيصنع به ذلك إلى يوم القيامة وأما الرجال والنساء العرة الذين في مثل التور فانهم الزناة والزواني وأما الرجل الذي أتيت عليه يسبح في النهر ويلقم حجارة فانه آكل الربوا الحديث وفي بعض طرق الحديث عند الدارقطني ذاك صاحب الربا ذاك طعامه في القبر إلى يوم القيامة۔ شرح الصدور ص ۶۸ و ۶۹

خلاصہ: آنجناب نے ان دو شخصوں کو جو کہ جبرائیل و میکائیل تھے، فرمایا میں نے آج ساری رات عجب مناظر دیکھے، ذرا بتلائیے تو سہی میں نے جو کچھ دیکھا یہ کیا ہے، انہوں نے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عرض کی وہ پہلا آدمی جس کو آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کا سر پتھر کے ساتھ پھوڑا جا رہا ہے، وہ ایسا شخص ہے جس نے قرآن یاد کیا، پھر اسے ترک کر دیا اور فرمن نماز ادا نہیں کرتا تھا اور سو جاتا تھا اس کے ساتھ قیامت تک یہی سلوک کیا جاتا رہے گا، وہ دوسرا آدمی جس پر آپ تشریف لائے جبکہ اس کی باچھیں گدی تک چیری جا رہی تھیں اور نچنے اور آنکھیں بھی گدی تک چیری جا رہی تھیں یہ وہ شخص تھا جو صبح گھر سے نکلتا تھا اور ایسا جھوٹ بولتا جو کہ تمام اطراف عالم میں پھیل جاتا تھا اس کے ساتھ بھی قیامت تک یہ معاملہ جاری رہے گا۔ لیکن وہ نیٹے مرد اور نیٹے عورتیں جنہیں آگ کے تنور میں جلایا جا رہا تھا، یہ ترنا کار لوگ ہیں جن کو یہ سزا دی جا رہی ہے اور وہ آدمی جو آپ نے مشاہدہ فرمایا کہ خون کی نہریں تیر رہا ہے اور جب کنارے کے قریب آتا ہے تو کنارے پر موجود آدمی جس کے ہاتھ میں بہت سارے پتھر تھے، وہ ایک پتھر اس کے منہ میں دے دیتا ہے تو وہ سوخوار شخص ہے۔ دارقطنی کی ایک روایت میں ہے، وہ سود خوار ہے اور وہ ہے اس کا کھانا قبر میں، قیامت ہونے تک۔

قال العلماء هذا النص في عذاب البرزخ فان روي الانبياء وحی مطابق لما في نفس الامر وقد قال يفعل بهم الى يوم القيامة - شرح الصدور ص ۶۹ امام سیوطی نے فرمایا اعلیٰ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث غلب برزخ میں نفس مرتجح ہے، کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام کے خواب وحی الہی ہوتے ہیں اور واقع کے مطابق اور اس روایا میں آپ نے فرمایا کہ ان مجرمین کے ساتھ یہ سلوک قیامت تک ہوتا رہے گا۔

اور یہ فرمان حضرت جبرائیل اور میکائیل سے آپ نے روایت فرمایا۔ فرشتے بھی معصوم اور آپ بھی معصوم، لہذا تین معصوموں کی شہادت سے عذاب برزخ کا ثبوت واضح ہو گیا، کیونکہ یہ عذاب نہ قیامت کے بعد والا ہے اور نہ ہی دنیا میں اس کا وقوع ہوا، لہذا یہ عذاب برزخ میں ہی ہے۔ بالجملة احادیث صحاح ہو کہ عذاب و ثواب قبر اور حیوۃ عالم برزخ پر دلالت کرتی ہیں، وہ پیشا ہیں اور مشہور و معروف ہیں ان کا قدر مشترک تو اترا معنوی کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے اور متواتر معنوی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پرایمان لانا اسی طرح لازم ہے جس طرح کہ متواتر لفظی پر۔

قال فی مصابیح الجامع وقد كثرت الاحادیث فی عذاب القبر حتی قال غیر واحد انها متواترة لا یصح علیها التواطی وان لم یصح مثلها لم یصح شیء من امر السدین - قسطلا فی جلد ۱ ص ۲۷۱ -

ترجمہ: مصابیح الجامع میں فرمایا کہ احادیث عذاب قبر کے متعلق بکثرت وارد ہیں حتیٰ کہ بے شمار علماء نے ان کے تواتر کا قول کیا، جس میں راویوں کا جھوٹ پر اتفاق متصور نہیں ہو سکتا اور اگر ایسے مسائل اور روایات صحیح نہ ہوں، تو امور دین میں سے کوئی امر بھی ثابت و صحیح نہیں ہوگا۔ تمام احادیث کو درج کریں تو رسالہ مبسوط کتاب کی شکل اختیار کر لے گا؛ لہذا انہیں روایات کے اندراج پر اکتفا کرتا ہوں۔

خلاصہ استدلال اور فوائد آیات و احادیث

۱، ان آیات اور احادیث سے میت مقبور اور غیر مقبور یعنی غریقی و حرقی وغیرہ کے لئے عذاب و ثواب کا حصول واضح طور پر ثابت ہے اور ثواب و عذاب کا تحقق بغیر تحقق حیوۃ نامکن اور ناقابل تجویز و تصور ہے اور حیوۃ مستلزم ہے محنت و ادراک و شعور کو ورنہ ادراک و شعور نہ ہونے کی صورت میں تعذیب میت بمنزلہ تعذیب جماد کے ہے؛ لہذا اموات میں حیوۃ اور عذاب و ثواب کا علم و ادراک تسلیم کرنا ضروری ہے، ورنہ قبر کو تنگ کرنا، ہڈیوں کا باہم ایک دوسرے میں دھنس جانا اور اندھے بہرے فرشتہ کو گرز کے ساتھ میت کو مارنے کا حکم اور دوزخ کی طرف سے دروازہ کھول کر حرارت اور زہریلی گرم ہوا میت تک پہنچانے کا کیا مقصد ہوگا یا قبر کو میت کی حد نگاہ تک وسیع کرنے، اس میں انوار و تجلیات پیدا کرنے اور جنت کی طرف سے دروازہ کھول کر خوشبوؤں اور پاکیزہ ہواؤں کو میت کی حد نگاہ تک وسیع کرنے، اس انوار و تجلیات پیدا کرنے اور جنت کی طرف سے دروازہ کو میت تک پہنچانے کا کیا فائدہ؛ لہذا حیات برزخیہ اور عذاب یا احساس و شعور تسلیم کرنا واجب و

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لازم ہے، ورنہ آیات اور احادیث نبویہ کی تکذیب و انکار لازم آئے گا۔

(۲) نیز ان اولہ قاطعہ اور براہین باہرہ سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ تعذیب و تنعیم، عذاب و ثواب صرف روح ہی کو نہیں، بلکہ بدن اور روح دونوں کو ہے، کیونکہ قبر میں مدفون انسان میں غرق ہونے والے ابدان ہیں؛ لہذا وہ بھی عذاب و ثواب میں روح کے ساتھ شریک ہیں۔ قبر میں توسیع و تنویر اور جنتی دروازہ کھولنا، اسی طرح قبر میں تضییق اور تنگی اور میت کی ہڈیوں کا ایک دوسری میں دھنس جانا اور گرز سے ضرب ہمارے اس دعویٰ کی یقین دہانی ہیں اور ارشاد نبوی فتعاد روحہ فی جسدہ (میت کے روح کو اس کے جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے)، ہمارے قول پر روشن برہان ہے۔

لہذا بدن میت کے لئے نوع حیوۃ تسلیم کرنا اور اس میں احساس و شعور تسلیم کرنا لازم و ضروری ہے۔

(۳) علاوہ ازیں ان احادیث طبیقات سے تعذیب و تنعیم کا قیامت تک مستمر رہنا بھی ثابت ہو گیا۔ تعذیب کے قیامت تک مستمر ہونے کی دلیل۔ تیسری حدیث ہے جس میں تخفیف عذاب کو ان دو حصہ شاخ کے خشک ہونے تک محدود فرمایا گیا تو معلوم ہوا کہ ان کے خشک ہو جانے کے بعد عذاب میں تخفیف بھی نہیں ہوگی چہ جائیکہ عذاب منقطع ہو جائے۔ اسی طرح چوتھی حدیث جس میں فرمایا کہ قبر جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا۔ اور ظاہر ہے کہ دوزخ کا گڑھا ہمیشہ کے لئے دوزخ کا گڑھا ہے، لہذا استمرار عذاب ثابت ہو گیا، اور

جنت کا باغ ہمیشہ کے لئے جنت کا باغ ہے لہذا قبر میں استمرار ثواب بھی ثابت ہو گیا۔ پانچویں حدیث میں کافر کے متعلق فلا ینال معدن یا حتی ینبعثہ اللہ من مضجعه ذالک۔ اٹھویں حدیث

میں یفعل بہ ذالک الی یوم القیامۃ اور ذالک طعامہ فی القبر الی یوم القیامۃ،

ہمارے دعوے کی ناقابل تشکیک دلیلیں ہیں اور ناقابل تردید شہادتیں۔ اور جب عذاب برزخ کا

دوام و استمرار ثابت ہو گیا، تو ثواب کا دوام تسلیم کرنا بھی لازم ہے، کیونکہ عذاب حق باری تعالیٰ اور ثواب

حق عبد ہے، جب اللہ تعالیٰ نے فنی اور بے نیاز ہونے کے باوجود اپنے حق کو بالکل ساقط نہیں فرمایا تو

حق عبد باوجود اس کے احتیاج و افتقار کے کیسے ساقط کیا جاسکتا ہے؟ بلکہ حق عبد یعنی ثواب و جزا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بھی بطریق اولیٰ قیامت تک ستم و دائم ہوگا۔ عذاب و ثواب کا دوام اموات اور اہل قبور میں قیام قیامت تک علم و ادراک اور احساس و شعور کا دوام و استمرار تسلیم کئے بغیر ممکن نہیں؛ لہذا معلوم ہوا کہ تمام اموات میں قیامت تک حیوۃ اور ادراک و شعور کا تحقق ہونا واجب و ضروری ہے۔

(۴) قول باری تعالیٰ یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت (الآیۃ) سے باعتبار اپنے شان نزول کے اور پانچویں اور چھٹی حدیث پاک قبر میں میت سے فرشتوں کے سوال اور میت کے جواب پر فیض قطعی ہیں جس سے میت میں قوت سماع کا تحقق اور قوت گویائی کا ثبوت و وجود روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا اور ثابت ہو گیا کہ فرشتوں کی کلام کو میت سنتا ہے اور اس کا جواب بھی دیتا ہے اور میت مطلقاً قوت سماع اور قوت گویائی سے عاری و محروم نہیں ہوتا۔

(۵) احادیث مبارکہ سے یہ بھی راجح ہو گیا کہ میت مقبورہ وغیرہ کی چیخ و پکار اور اس کو دیئے جانے والے عذاب کی آواز تمام جائز سنتے ہیں جیسا کہ حدیث ثانی میں عذاباً تسمعون لہم اس پر شاید ہے اور حدیث سادہ میں فیضوبہ بہا منورۃ لیسعصا ما بین المشرق والمغرب الا الثقلین اس پر گواہ ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دراز گوش کا عذاب کو مشاہدہ کرنا اور اموات کی چیخ و پکار سن کر بدکنا جیسا کہ حدیث مابیع میں درج ہے ”بھی ہمارے اس دعویٰ پر دلیل ناطق ہے۔ الغرض قبر کے اندر سے آواز کا باہر سنائی دینا اور مشرق و مغرب کی تمام چیزوں کا ماسوائے جنوں اور انسانوں کے اسے سنا روز روشن کی طرح عیاں ہو گیا۔

۶۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب قبر کو ملاحظہ فرمایا اور اس کے اسباب کو مشاہدہ فرمایا جیسا کہ تیسری اور ناویں حدیث سے ظاہر ہے اور اگر صحابہ کرام کے متعلق وہ حکمت پیش نظر نہ ہوتی تو آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے انہیں بھی وہ آہ و بکا اور چیخ و پکار اور گرزوں کی ضربات سنوا دیتے جو کہ آپ خود سن رہے تھے۔

(نوٹ) چوتھا، پانچواں اور چھٹا فائدہ بحث سماع میں نہایت مفید و کارآمد ہے؛ لہذا انہیں اچھی طرح ذہن نشین کر لیا جائے۔ یہاں پہلا دوسرا اور تیسرا فائدہ اس بحث سے مقصود مطلوب تھا بوجہ اللہ صراحت اور وضاحت کے ساتھ حاصل ہو گیا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تیسری دلیل اجماع امت و سلف صالحین

تیسری دلیل اجماع امت و سلف صالحین

اگرچہ کتاب و سنت سے دلائل پیش کرنے کے بعد اس دلیل کی اتنی ضرورت نہیں تھی، علی الخصوص جبکہ ابتداءً مقدمہ ثالثہ میں آئمہ اعلام کی تصریحات ذکر کی جا چکی ہیں، لیکن تقسیم فائدہ اور تکمیل ادلہ کے لئے چند اور تصریحات پیش خدمت ہیں، کیونکہ عقائد میں دلیل کتاب، سنت اور اجماع ہے۔ قیاس کو اس میں دخل نہیں؛ لہذا اجماع و اتفاق کی تصریحات سے ادلہ ثالثہ کی تکمیل مقصود ہے۔

علامہ سبکی شفاء استقام میں فرماتے ہیں، قد اجمع اهل السنة على اثبات الحياة في القبور قال امام الحرمين في الشامل، اتفق سلف الامة على اثبات عذاب القبر و احياء الموتي في قبورهم و ردّ الارواح الى اجسادهم۔ وقال الفقيه ابو بكر بن العربي ان احياء المكلفين في القبور و سوء لهم جميعاً لا خلاف فيه بين اهل السنة و وقال سيف الدين الآمدي اتفق سلف الامت قبل ظهور المغالط و اكثرهم بعد ظهوره على اثبات احياء الموتي في قبورهم و مسائله الملكين لهم و اثبات عذاب القبر للمجرمين و الكافرين و قال القرطبي ان الايمان به مذهب اصل السنة و الذي عليه الجماعة من اهل الملت و لم يفهم الصحابة ائذ ذين نزل القرآن بلسانهم و لغتهم من نبيهم غير ذلك و كذلك التابعون بعدهم و ذهب بعض المعتزلة الى موافقة اهل السنة على ذلك - شفاء السقام، للامام السبكي ص ۲۳۔

ترجمہ: اہل سنت کا حیوۃ قبور کے اثبات پر اجماع اور اتفاق ہے۔ امام الحرمین نے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

غذا یا سلف امت اثبات عذاب قبر اور قبروں میں مردوں کو زندہ کئے جانے اور ارواح کے اجسام کی طرف لوٹائے جانے پر متفق و مجتمع ہیں۔ فقہ ابو بکر بن العربی فرماتے ہیں۔ مکلفین اموات کا قبروں میں زندہ کیا جانا اور ملائکہ کا ان سے سوال کرنا ایسے مسائل ہیں جن میں اہل سنت کے درمیان کوئی اختلاف نہیں۔ علامہ سیف الدین آمدی فرماتے ہیں۔ سلف امت ظہور مخالفین سے قبل اس امر پر متفق اور ان کی اکثریت مخالفین کے ظہور کے بعد بھی اس کی قائل کہ مردے قبروں میں زندہ کئے جاتے ہیں۔ دو فرشتے ان سے سوال کرتے ہیں اور مجربین و کافرین کا عذاب دیا جاتا ہے۔ امام قرطبی فرماتے ہیں ان امور پر ایمان اہل سنت کا۔ اور اہل ملت کی جماعت کا مذہب و مسلک ہے۔ صحابہ کرام نے جن کی لسان و لغت میں قرآن نازل ہوا، انہوں نے اپنے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے سوا اور کچھ معنی سے آیات کا نہیں سمجھا اور نہ ہی ان کے بعد تابعین نے اور بعض معتزلہ اس نظریہ و عقیدہ سے اہل سنت کے موافق ہیں۔

الحاصل مبتدع فرقوں یعنی خوارج و معتزلہ کے ظہور سے پہلے تمام اہل اسلام حیوۃ برزخ و قبر پر اجماع و اتفاق ثابت ہو گیا اور ان کے ظہور کے بعد جمہور اہل اسلام عقیدہ واضح ہو گیا۔

تنبیہ : جب اولہ ثلاثہ یعنی کتاب و سنت اور اجماع سے حیوۃ عالم برزخ اور ثواب عذاب قبر اور میت کا عذاب و ثواب کو محسوس کرنا ثابت ہو گیا اور ملائکہ و ملائکات کو سمجھنا اور ان کے جوابات دینا واضح ہو گیا، تو زائرین کا علم و شعور اور ان کے سلام و کلام اور انہیں جواب دینے کا امکان بھی واضح ہو گیا، کیونکہ جس طرح تعذیب و تنعیم امر ممکن ہے اور صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے، لہذا اس کا تسلیم کرنا واجب و لازم ہے۔ اسی طرح اہل قبور کا زائرین کو پہچاننا۔ ان کے سلام و کلام کو سننا اور اس کا جواب دینا بھی امر ممکن ہے اور خبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔ لہذا اس پر بھی ایمان لانا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

واجب و لازم ہے اور جس طرح تعذیب و تنعیم میں نصوص کتاب و سنت کو ظاہر پر محمول ضروری ہے، اسی طرح مسئلہ سماع اموات میں بھی ظاہر و متبادر معنی پر نصوص کا اجراء ضروری ہے اور حسیلات ظاہر کا ارتکاب قطعاً روا نہیں اور میں پھر عرض کر دوں کہ حیوۃ برزخیہ ملزوم و متبوع ہے اور ادراک و شعور اور احساس و سماع اور فہم سلام و کلام توابع ہیں اور جعل ملزوم و متبوع جعل لوازم و توابع ہے؛ لہذا حیوۃ برزخیہ بالفعل مان لینے کے بعد لوازم و توابع کو ناممکن اور محال کہنا قطعاً لغو اور باطل ہے، بلکہ عذاب قبر پر دلالت کرنے والی آیات و احادیث اور اس نظریہ پر اجماع امت اور اکابرین کی تصریحات و قطع نظر سماع موتی پر پیش کی جانے والی آیات و احادیث اور اکابرین امت کی تصریحات کے بجائے خود ثبوت سماع پر بھی واضح دلیل اور بین برہان ہیں، لیکن ہم اس مسئلہ کو صریح الدلالت آیات اور واضح الدلالت احادیث کے ساتھ روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح کر دیتے ہیں تاکہ منکرین کے لئے کوئی حیلہ و بہانہ باقی نہ رہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دلائل امکان سماع الاموات اہل القبور

تمہید: اعتقادات اور مسائل کلامیہ میں کسی بھی دعویٰ پر نقلی دلائل قائم کرنے سے پہلے عقلاً اس کا امکان و جواز ثابت کرنا ضروری ہوتا ہے، ورنہ اولہ نقلیہ کی تاویل لازم ہو جاتی ہے جس طرح کہ الرحمن علی العرش استویٰ میں تاویل متعین ہے اور ظاہری معانی پر حمل کرنا درست نہیں۔ لہذا اس مسئلہ پر بھی دلائل قائم کرنے سے پہلے اس کا امکان و جواز ثابت کرنا ضروری ہے۔ اس کے بعد نصوص سے اس کے ثبوت و تحقق پر استدلال کیا جاسکے گا لہذا سب سے پہلے ہم امکان سماع کو ثابت کرتے ہیں۔

(۱) دلیل اولی: مسئلہ سماع اہل قبور حیوۃ اہل قبور پر مبنی اور متفزع ہے اور حقیقی مدرک سامع فایم اور متکلم روح ہے جس کا ابدان کے ساتھ تعلق موت کے بعد بھی قائم رہتا ہے اور روح و جسم دونوں کے لئے عذاب و ثواب قبر ثابت ہے؛ لہذا قبر کے اوپر جو شخص بھی زیارت کے لئے آئے، اس کی معرفت اور اس کے سلام و کلام کا سماع اور فہم بالفعل نہیں تو کم از کم ممکن و جائز ضرور ہوگا و قد مر تقریر ہذا الوجه و تحریرہ بعنوان التنبیہ۔

(۲) دلیل ثانی: جب ملائکہ کے سوالات سننے سمجھنے کی اہلیت میت میں ثابت ہوگئی تو انسانوں کی کلام سُننا سمجھنا بھی ممکن ہوگا۔

(۳) دلیل ثالثی: جب قبر کے اندر سے باہر آواز سنا جاسکتا ہے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور آپ کی سواری نے سنا اور آپ کے فرمان کے مطابق تمام جانوروں کو عذاب سنائی دیتا ہے، تو باہر سے قبر کے اندر آواز کا سنائی دینا بھی ممکن ہوگا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

(۴) دَلِيلُ رَاحٍ : قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَى
قَالَ أَوَلَمْ تَوْمَن قَال بَلَى وَلَكِنْ لِيَطْمَئِنَّ قَلْبِي قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ
إِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلَى كُلِّ جَبَلٍ مِنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا وَاعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ
عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

ترجمہ: اے حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کو یاد کرو جبکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام
نے عرض کی اے میرے رب مجھے دکھلا کہ تو کس طرح مُردے زندہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا
تیرا اس پر ایمان نہیں ہے۔ عرض کی ہاں کیوں نہیں، لیکن سوال اس لئے کیا ہے تاکہ مشاہدہ کے بعد یقیناً
قلب ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا چار پرندے پکڑ کر انہیں اپنے قریب کر دو اور انہیں اچھی طرح
پہچان لو، پھر انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہر ایک کا ایک ایک ٹکڑا آس پاس کے پہاڑوں پر رکھ
دو پھر انہیں بلاؤ، وہ اپنے پاؤں پر دوڑتے ہوئے تمہارے پاس آجائیں گے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ
ہر شے پر قدرت رکھنے والا ہے۔

مفسرین کرام فرماتے ہیں کہ حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حسبِ ارشاد خداوندی
چار پرندے لئے، انہیں ذبح کیا اور ان کے اجزاء کو آپس میں ملا دیا۔ ان کے سروں کو اپنے ہاتھ میں
رک لیا اور باقی اجزاء کو اطراف و جوانب کے پہاڑوں پر رکھ دیا۔ ثُمَّ نَادَى وَصَلَحَ تَعَالَيْنِ
بِإِذْنِ اللَّهِ فَأَخَذَ كُلُّ جُزْءٍ لَطِيفًا إِلَى الْآخِرِ حَتَّى تَكْمُلَتْ الْجُمُثُ ثُمَّ أَقْبَلَتْ جِثَّةٌ إِلَى
رَأْسِهَا وَالنَّظْمُ كُلُّ رَأْسٍ إِلَى جِثَّةٍ وَصَارَ الْكُلُّ أَحْيَاءً بِإِذْنِ اللَّهِ تَعَالَى۔ بیضاوی
و تفہیم کبیر وغیرہ۔

پھر آپ نے آواز دیا کہ اے پرندو اللہ کے امر سے آجاؤ۔ پس ہر جز اپنے جثہ والے دوسرے
اجزاء کی طرف اڑنے لگی، حتیٰ کہ جثے اور اجسام مکمل ہو گئے۔ پھر ہر جسم اپنے سر کی طرف متوجہ ہوا اور
برسر اپنے جسم کے ساتھ منضم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ کے امر سے زندہ ہو گئے۔

وجہ استدلال، امام رازیؒ نے ارشاد فرمایا قد اجمع اصحابنا بهذا الآية

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

على ان البنية ليست شرطاً في صحة الحياة وذلك لانه تعالى جعل كل واحد من تلك الابعاض والاجزاء حياً فافهما للسنداء قادراً على السعي والعدو فدل ذلك على ان البنية ليست شرطاً في صحة الحياة وقال ايضا - لما دلت الآية على حصول فهم السنداء والقدره على السعي تلك الاجزاء حال تفرقها كان وليداً قطعاً على ان البنية ليست شرطاً في الحياة - تفسير كبير جلد ثانی ص ۲۲۹

ترجمہ: ہمارے علمائے متکلمین نے اس آیت کو اپنے اس دعویٰ پر حجت بنایا ہے کہ بنیاد جسمانی اور اس کی ہیئت کذا ئیہ کا محفوظ رہنا تحقق حیوۃ کے لئے شرط نہیں بلکہ ہیئت و صورت بدل جانے، اجزاء و الابعاض متفرق ہو جانے کے باوجود بھی حیوۃ و زندگانی متحقق ہو سکتی ہے اور جوہر اس کی یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان الابعاض و اجزاء کو زندگی بخشی، انہیں سماع خطاب کے قابل اور اہل فہم بنایا اور انہیں دوڑنے پر قدرت عطا فرمادی تو معلوم ہوا کہ کسی جسم کی ہیئت و شکل کا تحفظ اس کی حیوۃ کے لئے شرط نہیں۔ نیز جب آیت کریمہ سے ان اجزاء میں افتراق و انتشار کے باوجود آواز سننے اور دوڑنے پر قدرت ثابت ہو گئی، تو اس سے قطعاً ثابت ہو گیا کہ جسم حیوانی کا محفوظ رہنا زندہ ہونے کے لئے ضروری نہیں۔

الحاصل اس آیت کریمہ سے ان اجزاء متفرقہ اور الابعاض منتشرہ میں حیوۃ، سماع خطاب، فہم ندر اور قدرت سعی و طیران کا ثبوت بالفعل نص قطعی سے ثابت ہو گیا اور دیگر اجسام کے اجزاء متفرقہ میں ان امور کا امکان واضح ہو گیا اور مجتمع اجزاء اور سالم اجسام میں ان امور کا امکان بطریق اولیٰ علی الوجه الاثم ثابت ہو گیا۔ و هذا هو المقصود في هذا المقام۔

(۵) دلیل خامس: قال الله تعالى: واذن في الناس بالهجرة ياتوك رجلاً وعلی کل ضامر یا تین من کل فج عمیق۔

ترجمہ: اللہ رب العزت نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو فرمایا لوگوں میں حج کا اعلان کرو و تمہارے پاس حانفہ ہوں گے پیدل چل کر اور ہر دہلی اونٹنی پر سوار ہو کر جو کہ دور دراز کی مسافت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

طے کر کے آتی ہیں۔

وجہ استدلال: مفسرین کرام کی تصریحات کے مطابق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کوہ البقیس پر کھڑے ہو کر اعلان فرمایا اور آواز دی یا ایہا الناس حجوا بیت ربکم (اے لوگو اپنے رب کے گھر کی حج زیارت کرو) تو انہیں تمام انسانوں نے "جن کے مقدر میں حج تھا" لیتک التعم لیتک کے پیارے کلمات کے ساتھ جواب دیا، حتیٰ کہ وہ انسان جو ابھی اپنے آباؤ اجداد کی پشتوں میں موجود تھے اور ابھی "لطفوں وغیرہ کی شکل میں تھے، انہوں نے بھی اس اعلان کو سنا اور لیتک التعم لیتک کا جواب دیا۔ جب انسانی اجسام میں مکمل ہونے سے پہلے اور آباؤ اجداد کی پشتوں میں موجود ہونے کے باوجود سماع خطاب اور فہم نذر اور تعمیل حکم کے لئے آمادگی کا اظہار نص قرآنی کے ساتھ ثابت ہو گیا، تو قبروں میں موجود اجساد و اجسام کے لئے سماع، فہم اور جواب کا امکان بطریق اولیٰ ثابت ہو جائے گا۔

جب ان اولیٰ قاطعہ واضحہ اور سریحہ سے امکان سماع و فہم وغیرہ ثابت ہو گیا، تو اب ان آیات و احادیث کو جو کہ ثبوت سماع پر دلالت کرتی ہیں، اپنے ظاہر و مقبدر معنی پر محمول کرنا واجب و لازم ہو گا اور اس کا خلاف لغو اور باطل ہو گا لہذا امور ممکنہ أخبر بها الصادق صلی اللہ علیہ وسلم کما قال العلامة التفٹازانی وان النصوص تحمل علی ظواہرہا ما لم تکن من قبیل المتشابہات کما قال العلی القاری فی شرح الفقہ الاکبر۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دلائل ثبوت سماع اموات اہل قبور

ثبوت از قرآن کریم را، قال اللہ تعالیٰ واسئل من ارسلنا من قبلك من دسلنا
أجعلنا من دون الرحمن آلهة يعبدون۔

ترجمہ: وہ رسول و نبی جو ہم نے آپ سے پہلے مبعوث فرمائے ہیں، ان سے پوچھ لیجئے
کیا ہم نے ذاتِ رحمن جل و علیٰ کے بغیر کئی معبود مقرر کئے ہیں، جن کی عبادت و پرستش کی جائے؟
یقیناً ایسا نہیں ہے۔

و جب استدلال ہے: اگر انبیاء کرام، رسل عظام میں حیوۃ نہ ہوتی، وہ خطاب و ندا کو نہ سمجھتے
ہوتے اور جواب کی قدرت ان میں متحقق نہ ہوتی، تو اللہ تعالیٰ اپنے محبوب و مطلوب سید الرسل
صلی اللہ علیہ وسلم کو انبیاء و رسل سے دریافت و استفسار کا حکم نہ فرماتا، ورنہ یہ امر و حکم اللہ تعالیٰ
کے لحاظ سے مستلزم عبت ہوگا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے امتناع امثال کو مستلزم
ہوگا۔ جب دونوں لوازم کا بطلان ظاہر ہے تو بطلان ملزوم بھی واضح ہوگا اور انبیاء کرام و رسل میں
حیوۃ، قدرۃ سماع و فہم اور استطاعت جواب قطعی طور پر ثابت ہوگئی۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما لما اسری بہ صلی اللہ علیہ وسلم الی المسجد
الاقصی بعث اللہ لہ آدم علیہ السلام و جمیع المرسلین من و سدة فاذا جبرائیل
علیہ السلام ثم اقام فقال یا محمد تقدم فصل بهم فلما فرغ صلی اللہ علیہ وسلم
من الصلوة قال لہ جبرائیل علیہ السلام واسئال من ارسلنا من قبلك من دسلنا
الایة فقال صلی اللہ علیہ وسلم لا اسئال لانی لست مشاکا فیه۔ تفسیر کبیر جلد سابع

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترجمہ: عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے جب شبِ اسری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجدِ اقصیٰ پہنچایا گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اور ان کی اولاد میں سے تمام رسولوں کو آپ کے لئے مسجدِ اقصیٰ میں جمع فرمایا۔ جبرائیل علیہ السلام نے اذان دی اور قنات کی اور عرض کیا اے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھیے اور انہیں نماز پڑھائیے۔ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے، تو حضرت جبرائیل نے عرض کیا ان رسولوں سے جو ہم نے آپ سے پہلے بھیجے ہیں دریافت کر لیجئے، تو آپ نے فرمایا لا اسئل لانی لسئ شاکافیہ دین نہیں پوچھتا، کیونکہ مجھے اس میں کوئی شک نہیں ہے، وکذا فی روح المعانی، جلد ۲۵ ص ۷۹

نیز اسرار و معراج میں باہم تسلیم و دعا اور موسیٰ علیہ السلام کا نمازوں کے متعلق مکالمہ اس استدلال کی واضح تائید ہیں۔

(۲) قال اللہ تعالیٰ۔ وقالوا یا صالح ائتنا بما تعدنا ان کنت من المرسلین فاخذتمہم الرجفۃ فاصبحوا فی دارہم جاثمین فتوتی عنہم وقال یقوم لقد ابغضکم رسالۃ ربی ونصحت لکم وکنن لا تحبون الناصحین۔

ترجمہ: قوم صالح علیہ السلام نے ان سے کہا اے صالح جس عذاب کا تو ہمیں وعدہ دیتا ہے وہ ہمارے پاس لے آ، اگر تو درحقیقت مرسلین میں سے ہے، تو زلزلہ نے انہیں اپنے گھرے میں لے لیا۔ پس وہ لوگ اپنے گھروں میں تباہی و بربادی سے دوچار ہو گئے۔ پھر فوراً حضرت صالح علیہ السلام ان سے الگ ہو گئے اور علیمدہ ہوتے وقت ان سے مخاطب ہو کر کہا اے میری قوم میں نے تمہیں رب کے پیغام پہنچاتے اور نصیحت کی، لیکن تم تو نصیحت کرنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔

اب ذرا تصریحات مفسرین ملاحظہ فرمائیے:

(۱) امام رازی نے فرمایا، القول الاول انه تولى عنهم بعد ما ماتوا والدليل

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عليه ان الفاء قد دل على التعقيب فدل على انه حصل هذا التولي بعد جثومهم
رالى، وهو ان صالحاً عليه السلام خاطبهم بعد كونهم جاثمين كما ان نبينا عليه
السلام خاطب قتلى بدر فقتل تتكلم مع هؤلاء الجيف فقال ما انتم با سميع
منهم ولكن لا يقتدرون على الجواب جلد رابع ص ٢٥٥

ترجمہ: پہلا قول یہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کی علیحدگی ان کی ہلاکت کے بعد پائی
گئی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ لفظ فاء تعقيب اور فوری ترتیب پر دلالت کرتا ہے، اس سے معلوم
ہوا کہ ان کا اعراض قوم کی ہلاکت کے بعد متحقق ہوا اور انہوں نے قوم کے ہلاک ہونے کے بعد انہیں
خطاب فرمایا جیسا کہ ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے مقتول کفار کو خطاب فرمایا۔ آپ
سے عرض کیا گیا کہ آپ ان مرداروں کے ساتھ کلام فرما رہے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا تم ان سے
زیادہ سننے والے نہیں، لیکن وہ لوگ ایسے جواب پر قدرت نہیں رکھتے جو تم سن سکو۔

(۲) قال ابو السعد خاطبهم عليه الصلوة والسلام بهذا الخطاب رسول
الله صلى الله عليه وسلم اهل قليب بدر حيث قال انا وجدنا ما وعدنا ربنا
فهل وجدتم ما وعدكم ربكم حقاً۔ جلد رابع ص ٢١٨

ترجمہ: ابو السعد حنفی فرماتے ہیں حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی ہلاک شدہ قوم کو ایسے
ہی خطاب فرمایا جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے کنوئیں میں پھینکے ہوئے کفار کو
خطاب فرمایا جبکہ فرمایا ہمارے ساتھ ہمارے رب نے جو وعدہ فرمایا تھا، ہم نے اسے پایا، کیا تم
نے بھی اس وعدہ کو سچ پایا جو رب تبارک و تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔

(۳) قال في الخازن في وقت هذا التولي قولان - احدهما ان التولي بعد ما ماتوا و
يدل عليه قوله فاصبحوا في داهم جاثمين فتولي عنهم والفاء للتعقيب رالى،
خاطبهم بعد هلاكهم وموتهم تو بينا وتقرى بما خاطب النبي صلى الله عليه وسلم
الكفار من قتلى بدر حين القوا في القليب فجعل يناديهم باسمائهم الحدِيث

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فی الصبیح وفيه فقال دجل يا رسول الله تكلم اقواما قد جيفوا فقال ما انتم باسبع
لما اقول منهم ولكن لا يعيبن - تفسیر خازن و معالم التنزیل جلد ثانی - ص ۱۰۰

ترجمہ: خازن اور معالم تنزیل میں ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے اس قوم سے اللہ
ہونے کے وقت میں دو قول ہیں۔ اول یہ ہے کہ آپ اس قوم کی ہلاکت اور موت کے بعد ان سے
علیحدہ ہوئے اور اس کی دلیل ارشاد خداوندی ہے فاصبحوا فی دار ہم جاثمین فتولیٰ عنہم پہلے
ان کا ہلاک ہونا بیان فرمایا پھر لفظ فاء کے ساتھ حضرت صالح علیہ السلام کے اعراض و قتل کو بیان
فرمایا اور لفظ فاء تاخر و ترتب بیان کرنے کے لئے ہوتا ہے، تو اس دلیل کے پیش نظر آپ نے
اپنی قوم کی ہلاکت اور موت کے بعد توبہ و توبیخ کے لئے انہیں خطاب فرمایا جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے میدان بدر میں قتل ہونے والے کفار کو خطاب فرمایا، جبکہ انہیں کنوئیں میں پھینک دیا گیا تھا۔
آپ نے ان میں سے ہر ایک کا نام لے کر نداء اور خطاب فرمایا شروع کیا پوری حدیث صحیح بخاری
میں ہے اور اس میں یہ بھی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ آپ ایسے لوگوں سے خطاب
فرما رہے ہیں جو کہ مردار بن چکے ہیں، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں جو کچھ کہ رہا ہوں تم ان
کی نسبت زیادہ سننے والے نہیں ہو، لیکن وہ ایسا جواب نہیں دیتے جو تم بھی سن سکو۔

ان تفاسیر اور دیگر مفسرین کی تصریحات اور خود قرآن و کریم کے انداز و اسلوب اور عربی
قواعد و ضوابط کی رو سے واضح ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کی ہلاکت و بربادی کے
بعد ان سے خطاب فرمایا اور ان میں حیوۃ، علم و ادراک اور اہمیت سماع اور قدرت فہم نہ ہوتی تو
یہ خطاب فہم اور بے مقصد ہو جاتا اور ایسی کلام کسی عقلمند کو بھی زیب نہیں دیتی، چہ جائیکہ ایسی
ہستی سے سرزد ہو جو کہ سرچشمہ رشد و ہدایت ہیں اور جن کا قول و فعل محبت و دلیل شرعی ہوتا ہے۔
علاوہ ازیں مفسرین کرام کا اس خطاب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب سے تشبیہ دینا اور
اور اس خطاب کو سرزنش اور زجر و توبیخ پر حمل کرنا بھی ان میں علم و ادراک کے وجود کی واضح دلیل ہے
کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو واضح طور پر فرمایا تھا کہ تم ان لوگوں سے زیادہ نہیں سن

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رہے۔ نیز کلام و خطاب سے زبرد توینح مخاطب کے لئے بغیر کیسے ہو سکتی ہے؟
سوال: مفسرین کرام نے بیشک یہ تقریر کی ہے، مگر دوسرا قول بھی ذکر کیا ہے کہ
پہلے انہیں خطاب فرمایا اور پھر بار انہیں متنبہ کیا اور بعد میں ان پر عذاب نازل ہوا اور وہ تباہ و
برباد ہو گئے؛ لہذا جب دونوں قول موجود ہیں تو استدلال درست نہ ہوا۔ اذاجاء الاحتمال
بطل الاستدلال۔

جواب: مفسرین کا جو قول ہم نے ذکر کیا ہے، وہی ظاہر و متبادر۔ نظم قرآن کے مطابق
اور قواعد عربیہ کے موافق ہے۔ دوسرا قول خلاف ظاہر اسلوب عبارت اور قواعد کے خلاف ہے
اور نصوص کو ظاہر معنی پر محمول کرنا واجب و لازم ہے۔ نیز متعدد تفاسیر میں سے ایک تفسیر کے ساتھ
استدلال میں اور متعدد وجوہ مجملہ میں سے ایک وجہ کے ساتھ استدلال میں فرق بتن ہے جیسا کہ
فاضل سیالکوٹی مولانا عبدالحکیم صاحب ماشیہ بیضاوی میں تحریر فرماتے ہیں (عاشیہ بیضاوی
للمولای سیالکوٹی مشاع) استدلال باحد وجهی التفسیر و لیس استدلالاً بالمعتمل۔
علاوہ ازیں اگر مفسرین کرام کے نقل کردہ متعدد اقوال میں سائل کے اس قاعدہ ۱ اذاجاء
الاحتمال بطل الاستدلال کو جاری کر دیا جائے تو کسی بھی آیت کریمہ سے استدلال درست
نہ ہوگا۔ الا ماشاء اللہ کیونکہ ہر آیت میں حضرات مفسرین متعدد وجوہ اور معانی بیان فرماتے
ہیں؛ لہذا یہ شبہ ناقابل التفات و اعتبار ہے۔ نیز اکابرین امت کے یہ اقوال تفسیر قرآن ہونے سے
قطع نظر سماع موتی کے متعلق ان کے مذہب و مسلک کو واضح کرتے ہیں۔ اگر ان مفسرین کرام اور
علمائے اعلام کے نزدیک سماع موتی کا عقیدہ حق نہ ہوتا، تو اس آیت کو اس معنی پر محمول نہ کرتے
اور ہلاکت قوم کے بعد انہیں خطاب کرنے والا قول سرے سے ذکر ہی نہ کرتے، حالانکہ انہوں نے
سب سے پہلے اسی قول کو ذکر کیا ہے۔

(۳) قال الله تعالى وقال الملاء الذين كفروا من قومه لنن اقبعم شعيباً
انكم اذا تحاسرون فاخذ قهم الرجفة فاصبوا فؤادهم جاثمين (الحی) فتوتی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عنہم وقال یقوم لقد ابغضتکم وملت ربی ونصحت لکم فکیف آتسی علی قوم الکفرین۔

ترجمہ: حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کافر گروہ نے دوسروں کو کہا اگر تم شعیب کی اتباع کرو گے تو خسارہ پانے والوں میں سے ہو جاؤ گے، تو انہیں زلزلہ نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، تو فوراً حضرت شعیب علیہ السلام ان سے الگ ہوئے اور فرمایا اے میری قوم میں نے تمہیں اپنے رب تبارک و تعالیٰ کے احکامات پر نچا دیتے اور تمہیں نصیحت کی تو اب کفر اختیار کر کے دہاک ہوئے والوں پر کیونکر افسوس کروں۔

وجہ استدلال: پہلی آیت کریمہ کی طرح یہاں بھی قوم شعیب علیہ السلام کی سرکشی و طرد اور اُن کا عذابِ خداوندی میں مبتلا ہونا۔ — پہلے بیان فرمایا پھر حضرت شعیب علیہ السلام کے اعراض و بُدگردانی اور تدار و خطاب کو بیان فرمایا اور خطاب بغیر اسماع و فہم مخاطب کے عبث ہے اور فعل عبث کا معنی بے نفع و ہونا قطعاً بعید ہے؛ لہذا قوم شعیب علیہ السلام کے ان مرداروں میں سماع و فہم اور ادراک و شعور ثابت ہو گیا۔ نیز ان اموات اور دوسرے اہل قبور میں وجہ فرق موجود نہیں؛ لہذا سب اموات اور اہل قبور میں اہلیت خطاب و تدار اور قدرت فہم و ادراک اور استطاعت سماع ثابت ہو گئی۔

ملاوہ ازیں اس آیت کریمہ میں فکیف آتسی علی قوم کا فہم ہمارے استدلال پر واضح دلیل ہے اور وجہ دلالت یہ ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کفار پر افسوس و تاسف کی نفی فرمادی ہے اور غم و حزن کرنے سے انکار فرمایا ہے؛ حالانکہ جب تک کوئی سرکش و کافر زندہ ہے اس کی توبہ کا احتمال و امکان موجود ہے اور اخروی نجات کی امید ہے؛ لہذا اتنی ناامیدی و مایوسی اسی صورت میں ہو سکتی ہے، جبکہ وہ حالت کفر و عناد میں دارِ بوار کو جا پہنچیں اور ان کے لئے عذابِ خداوندی سے خلاصی کا کوئی ذریعہ باقی نہ رہے۔ اگرچہ ان کا نسب تعلق اور قومی رشتہ ان پر اظہارِ بیخ کا متقاضی تھا، مگر ان کے کفر و عناد اور مجرور و استکبار کی انتہا اور آخری دم تک اسی پر اصرار کرنے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رحمت کے ان جذبات کو بھی ختم کر دیا اور آپ کے دل میں ان کے لئے ہمدردی کا کوئی پہلو نہ چھوڑا، اسی لئے فرمایا کہ میں ان پر افسوس کیسے کروں۔

تفسیر: مفسرین کرام نے حضرت شعیب علیہ السلام کے خطاب کو بھی حضرت صالح علیہ السلام اور عبید خدا علیہ التحیۃ والثناء کے خطابوں سے مماثل و مشابہ قرار دیا ہے؛ لہذا ان دونوں آیتوں سے جس طرح دونوں پیغمبروں کا اپنے ہلک شدہ مخالفین کو زبردستی بچ کرنا اور نجات دہانہ خطاب فرمانا ثابت ہو گیا، اسی طرح مفسرین کرام کی رائے سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کا مفہوم و معنی واضح ہو گیا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کو واقعہ حال اور جزوی صورت پر حمل کر کے عموم سے انکار کرنے والوں کا بھی رد ہو گیا، کیونکہ اموات کو خطاب صرف ایک جزوی واقعہ نہیں، بلکہ ازمنہ قدیم سے رسل و انبیاء کی سنت جاریہ ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ اموات کے لئے علم و شعور اور فہم و سماع تسلیم کرنا پیغمبران کرام کا نظریہ و عقیدہ ہے اور ان کے اس نظریہ و عقیدہ کو قرآن کریم نے واضح فرمایا ہے؛ لہذا اس میں شک و تردد کی بھی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی، چہ جائیکہ نفی و انکار کی۔ واللہ الباقی۔

۴۳، قال اللہ تعالیٰ: وَالْمَازِعَتِ عَنَّا وَالْمَاضِيَاتِ لَشَيْءٌ

مَا تَلْقَانِ فِيهَا الْمَذَبَاتِ امْرَاً -

توجہ: قسم ان نفوس قدسیہ کی سختی سے جان کھینچیں اور نرمی سے بند کھولیں اور

آسانی سے تیریں، پھر آگے بڑھ کر جلد پہنچیں، پھر کام کی تدبیر کریں۔

وجہ استدلال: مفسرین کرام نے صفات مذکورہ کو ملائکتہ کے علاوہ نفوس کاملہ اور ارجح فاضلہ

پر بھی منطبق فرمایا ہے اور ان کے لئے موت و حیات ہر دو حالت میں نزع و نشط، سجم و سلب اور

تدبیر امور خلق کا منصب تسلیم فرمایا ہے اور یہ امر بدیہی ہے کہ وفات و وصال کے بعد اگر علم و

ادراک اور سماع و رؤیت ہی ثابت نہ ہو تو تدبیر و تصرف اور انتظام و انصرام کائنات متصور

نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ نفوس قدسیہ کو عزرائیل، جبرائیل، میکائیل و اسرافیل علیہم

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اسلام کی مانند کائنات پر المانع بھی ہے اور ان میں باذن الہاری تدبیر و تصرف کی قدرت بھی لہذا عقیدہ سماع کی حقانیت واضح ہو گئی۔

تصریحات اکابرین ملاحظہ فرمائیں اور ان کا عقیدہ و نظریہ معلوم کریں۔

۱۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز میں فرماتے ہیں:

حضرات صوفیہ قدس اللہ اسرارہم گویند کہ مراد از المنازعات غوفاً قلوب اہل سلوک است کہ نفوس امارہ خود را کہ در اتباع شہوات خرق شداند بزور می کشند (تا) از مدبرات امر اقلوب کاملین کہ بعد از وصول برائے دعوت خلق بحق نزول می فرمایند وہ صفات الہیہ متصف شدہ رجوع میکنند ص ۲۳ تفسیر فتح العزیز، پارہ ۴م۔

ترجمہ: حضرات صوفیہ قدس اسرارہم فرماتے ہیں کہ المنازعات عرفاً سے مراد

اہل سلوک کے دل ہیں جو اپنے امارہ و سرکش نفوس کو جو کہ اتباع خواہشات میں مستغرق رہتے ہیں، زبردستی کھینچ کر اتباع شرع اور راہ سلوک و وصول پر گامزن کرتے ہیں اور

الناشطات نشاط سے مراد بھی بارگاہ خداوندی کے وصول و حصول کی خواہش و آرزو

رکھنے والے مقدس دل ہیں جن کے نفوس میں منازعت و محاصرت قائم ہو گئی ہے

اور عبادت خداوندی میں کوئی امر مانع نہیں رہا اور وہ کمال نشاط سے اپنے اوقات کو

فرائض و نوافل کی ادائیگی میں مصروف و مشغول رکھتے ہیں اور اسبابات سبھا سے مراد

بھی دریائے معرفت میں شناوری کرنے والے دل ہیں، کیونکہ عرفان کے دریائے

ناپید اکنار میں داخل ہونا مجاہد نفس کا انعام ہے اور احوال و مقامات مالیہ تک سہائی

اس پہلا کی کا نتیجہ ہے۔ السابقات سبقاً سے مراد بھی کاملین کے دل ہیں جو سلوک

کی منزلوں کو طے کر کے قرب و وصول کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہوتے ہیں اور قرب و

وصول کے میدانوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے درپے ہوتے ہیں اور

المدبرات امر سے مراد کامل و مکمل دل ہیں جو مرتبہ وصول تک رسائی حاصل کرنے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے بعد اور فنا فی اللہ کے بعد بقا باللہ سے مشرف ہو کر مخلوق کو خالق سے ملانے اور انہیں پستی سے بلندی کی طرف لے جانے کے درپے ہوتے ہیں اور صفات الہیہ سے متصف ہو کر مخلوق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

یہی تقریر علامہ اسماعیل حقی نے علامہ قاشانی سے اسی آیت کے تحت روح البیان جلد ۱۰ ص ۳۱۶ پر نقل کی ہے اور علامہ آلوسی نے روح المعانی جلد ۳ ص ۲۸۱ پر نقل کی ہے۔ اور یہ امر بدیہی ہے کہ صفات الہیہ سے موصوف نفوس موت کے بعد بھی متصف رہتے ہیں۔ موت کی وجہ سے زندگی میں حاصل کئے ہوئے کمالات ضائع نہیں ہوتے بلکہ بقا روح کی وجہ سے وہ باقی رہتے ہیں۔ لہذا صفات باری تعالیٰ میں سمع بھی ہے اور بصر بھی علم بھی ہے اور قدرت بھی۔ لہذا یہ نفوس ان تمام کمالات میں مظہر صفات الہیہ بن جاتے ہیں۔

(۲) علامہ سید محمود آلوسی روح المعانی میں اس آیت کریمہ کے تحت فرماتے ہیں:

قيل اقسام بالنفوس الفاضلة حالة المفارقة لا بد انهما بالموت فانها تنزع عن الابدان غرقا اى نزعاً شديداً لصومفارقتهما اياها حيث الفند وكان وكان مطية لها لاكتساب الخير ومنفعة لزيادة فتشيط شوقا الى عالم الملكوت وتسبح به فتسبق الى حظائر القدس فتصير لشرفها وقوتها من المدبرات اى ملحقه بالملائكة او تصلح لان تكون مدبرة كما قال الامام انها بعد المفارقة قد تظهر لها آثارها حوال في هذا العالم دالى، ولذا قيل وليس بمحدث كما توهم اذا تحيرتم في الامور فاستعينوا من اهل القبور اى اصحاب النفوس الفاضلة المتوفين ولا شك في انه يحصل لزارهم مدد روحاني ببركتهم وكثيرا ما تنحل عقد الامور بانامل التوسل الى الله بجرمتهم وحمله بعضهم على الاحياء منهم الممثلين امر موقوف قبل ان تموتوا۔ روح المعانی جلد ۳ ص ۲۸۱ مطبوعہ تہران ایران۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

آیت مذکورہ میں ان نفوس فاضلہ کے ساتھ قسمیں ذکر کی گئی ہیں جو موت کی وجہ سے ابد ان بزرگ کئے جاتے ہیں، کیونکہ بد سے الفت و محبت کی وجہ سے اُن کی جدائی بہت مشکل ہوتی ہے، جبکہ بدن اعمال خیر میں ان کے لئے بمنزلہ سواری کے ہوتا ہے اور بدن میں رہنا مزید خیر و برکت حاصل کرنے کا ذریعہ ہوتا ہے اس لئے اس جدائی کو نزع سے تعبیر کیا گیا، تب وہ بدنوں سے جدائی کے بعد عالم ملکوت کی طرف بعد شوق گامزن ہوتے ہیں اور عالم ملکوت میں پرواز کرتے ہوئے بارگاہ قدس میں سبقت لے جاتے ہیں، تب اپنے مرتبہ و درجہ اور قدرت و طاقت کی وجہ سے کارکنان قضا و قدر میں سے ہو جاتے ہیں یعنی یاد حقیقت اس جماعت میں داخل ہو جاتے ہیں بلکہ میں صلاحیت تدبیر و تصرف کی آجاتی ہے دگوا چاہیں تو تصرف کر سکتے ہیں اور نہ کریں تو جواب دہ نہیں ہوتے، جیسا کہ امام رازی فرماتے ہیں کہ نفوس کاملہ انسانی کے بعد از وفات اس جہان میں مختلف آثار و افعال ظاہر ہوتے ہیں جیسا کہ کبھی ایک شخص اپنے شیخ کو وصال کے بعد دیکھتا ہے کہ وہ اس کی اہم امور میں رہنمائی فرما رہے ہیں، اور جالینوس سے منقول ہے کہ اسے ایسا مرض لاحق ہو گیا جس سے سب حکما ر عاجز آ گئے تو اسے خواب میں علاج بتلا دیا گیا۔ جب بیدار ہوا تو اس نے وہ علاج کر کے صحت پائی، جیسا کہ امام غزالی نے ذکر فرمایا اور اسی لئے کہا گیا ہے اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اهل القبور۔ بعض نے اس کو حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم گمان کیا ہے، لیکن یہ درست نہیں۔ بہر کیف مقصد یہ ہے کہ جب تم مشکلات میں گھر جاؤ اور راہ نجات نہ پاؤ، تو اہل قبور یعنی فوت شدہ بزرگان دین، کے پاس جاؤ اور ان سے مدد چاہو اور اس میں شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں ہے کہ ان کی بارگاہ میں حاضری دینے والوں کو اُن کی روحانی امداد نصیب ہوتی ہے اور بسا اوقات بارگاہ خداوندی میں ان کی حرمت و عزت کا واسطہ دینا مشکل کشائی کا موجب بن جاتا ہے اور بعض مفسرین کے نزدیک ان صفات

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کاملہ کے موصوف وہ زندہ نفوس قدسیہ ہیں جنہوں نے موقوفات قبل ان تموتوا پر عمل کر کے اپنے آپ کو ارادی اور اختیاری موت سے مار کر ابدی اور غیر فانی حیات حاصل کر لی ہے۔

لا ینبغی التوقف فی ان اللہ قد یکرم من شاء من اولیاءہ بعد الموت
کما یکرمہ قبلہ بما شاء یتبرئ سبحانہ المولین و ینقذ الغریق و ینصر علی
العدو و ینزل الغیث و کیت و کیت کوامۃ لہ۔ دمع المعانی جلد ۳ ص ۲۵
اس امر میں توقف و تردد کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ اللہ رب العزت اپنے اولیاء
کو دصال کے بعد بھی کرامتوں سے نوازتا ہے، جیسا کہ حالت حیات میں پس کبھی مرخص
کو ان کے ہاتھ پر بطور کرامت شفا بخشا ہے، کبھی کسی کو غرق ہونے سے بچاتا ہے، کبھی
و دشمنوں پر غلبہ دیتا ہے، تو کبھی ان کے عرض کرنے پر بارش برساتا ہے وغیرہ وغیرہ
۳۔ علامہ اسماعیل حقی صاحب روح البیان اس آیت کریمہ کے تحت علامہ قاشانی
کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

ثم ان النفوس الشریفة لا یبعد ان یظهر منها آثار فی هذا العالم
سواء كانت مفارقة عن الابدان او لا فتكون مدبرات روح البیان۔
جلد ۱۰ ص ۳۱۶

پھر تحقیق نفوس شریفہ سے یہ امر بعید نہیں ہے کہ ان سے اس عالم میں مختلف
آثار و افعال ظاہریوں، خواہ وہ اپنے ابدان سے جدا ہوں یا ابدان کے اندر محبوس و مقید
اموات کی مختلف صورتوں میں امداد و اعانت کا ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں،
قد یدخل بعض الاحیاء من جدار و نحوہ علی بعض من لہ حاجۃ
فیقضیہا و ذلک علی خرق العادة فاذا کان التدبیر بید الروح و هو فی هذا
الموطن فکذا اذا انتقل الی المبرز بل هو بعد المفارقة اشد تاثیرا و

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تدبیر لان الجسد حجاب فی الجملة الا ترى ان الشمس اشد احراقا اذا
لم یحجبها غمام او نحوه - ص ۳۱۶ جلد ۱۰

کبھی بعض زندہ دلی دیواروں پہاڑوں وغیرہ کے حجابات کو عبور کر کے عاجزوں
کے پاس پہنچتے ہیں اور ان کی حجابات کو ہلاتے ہیں اور یہ غرق عادت و کرامت سے ہے
اور جبکہ تدبیر و تصرف روح کے ہاتھ میں ہے اور وہ اس وطن میں ہوتے ہوئے اس
قدرت کا مالک ہے تو اسی طرح مفارقت بدن کے بعد بھی اور دار برزخ میں بھی اس کو
تدبیر و تصرف کی یہ طاقت رہے گی، بلکہ اس سے بھی زیادہ کیونکہ دنیوی زندگی میں بدن
تمام تر مجاہدات و ریاضات اور انوار محبوبیت کے ساتھ متور ہونے اور نور غلوذی
کے سمع و بصر اور دست و بازو بن جانے کے باوجود، مہر حال کچھ نہ کچھ حجاب و نقاب
بنارہتا ہے۔ دیکھتے نہیں سورج بادل وغیرہ نہ ہوں تو کتنی روشنی و حرارت کا موجب
ہوتا ہے، مگر معمولی بادل کے ہوتے ہوئے یہ حالت حاصل نہیں ہوتی۔

۴۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے قاضی بیضاوی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا
تفسیر کردہ است بیضاوی آیت کریمہ والنازعات غرقا الایہ رابصات
لفوس فاضلہ در حالت مفارقت از بدن کہ کشیدہ میشوند از ابدان و نشاط میکنند
بسوئے عالم ملکوت و سیاحت می کنند بخاطر تقدس پس میگردند بشرف و قوت از دبر
امر۔ اشعة المعات جلد سوم ص ۱۱۶

بعینہ یہی مفہوم عربی عبارت میں علامہ آلوسی کے کلام میں موجود ہے اور عبارت
جمع ترجمہ گزر چکی ہے اور واضح ہو گیا کہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی بھی علامہ بیضاوی
کے ساتھ متفق ہیں جیسا کہ دوسرے اکابر۔

اب آخر میں ہم امام رازی کا کلام نقل کر کے اس تقریر کا اختتام کرتے ہیں۔

والحق کلام الامام امام الکلام - والوجه الثالث فی تفسیر هذه الکلمات الخمس

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

انہا ہی الارواح دالی، ثم ان هذه الارواح الشريفة العالية لا يبعدان
يكون فيها ما يكون لقوتها وشرفها يظهر منها آثار في احوال هذا العالم
فهي المدبوات امرًا دالی، أليس ان الغزالی قال ان الارواح الشريفة اذا
فارقت ابدانها ثم اتفق النان شابهة للناس الاقل في الروح والبدن فانه
لا يبعد ان يحصل للنفس المفارقة تعلق بهذا البدن حتى يصير كاللعاونة
للنفس المتعلقة بذلك البدن على اعمال الخیر فتسمى تلك المعافاة الهاما
ونظيرة في جانب النفوس الشريفة وسوسة وهذه العانی وان لم تكن منقولة
عن المفسرين الا ان اللفظ محتمل لها جدًا۔

ان پانچوں کلمات یعنی نازعات، ناشطات، ساجات، سابقات اور مدبرات
کی تفسیر میں تیسری صورت یہ ہے کہ ان سے مراد ارواح النسانی ہیں (ان ارواح کے
ان پانچ اقسام پر منقسم ہونے کی وجہ بیان کرنے کے بعد فرمایا، پھر یہ ارواح شریفہ بلند
مرتبہ بعید نہیں کہ ان میں ایسے روح بھی ہوں جو اپنے شرف و قوت کے لحاظ سے اس
جہان کے احوال میں اثر انداز ہوں اور مدبرات امر کے مرتبہ پر فائز ہوں جیسا کہ کبھی
شاگرد کو مشکل درپیش ہوتی ہے تو خواب میں استاد اس کی رہبری فرماتا ہے کبھی باپ
فوت ہونے کے بعد بیٹے کو مدفون خزانہ کی خبر دیتا ہے۔ جالینوس اپنے مرض کے
علاج میں ناکام ہوا، تو خواب میں اس کی دوا بتلائی گئی جس کو استعمال کر کے وہ اس مرض
سے نجات پا گیا، کیا امام غزالی نے یہ نہیں فرمایا کہ جب ارواح شریفہ اپنے ابدان سے
جدا ہو جاتے ہیں۔ پھر کوئی ایسا انسان پیدا ہو جو روح اور بدن میں اس انسان کا مل
کے مشابہ ہو تو بعید نہیں کہ وہ پہلا کامل انسان اس پچھلے انسان کے لئے اعمال خیر
میں معاون ثابت ہو اور اس معاونت کا نام الہام رکھا جاتا ہے جیسا کہ نفوس شریرہ میں
اس تعاون کی نظیر شیطان و وساوس اور یحانی اگرچہ مفسرین سے منقول نہیں مگر لفظ قرآن میں ان کا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

احتمال قوی موجود ہے۔

الوجه السادس انه يمكن تفسير هذه الكلمات بالمراتب الواقعة في رجوع القلب من غير الله الى الله دالاً، فالمدبرات امرأ اشاراً الى ان آخر مراتب البشرية متصلة بأول درجات الملكية فلما انتهت الارواح البشرية الى اقصى غاياتها وهي مراتب السبق اقتصت بعالم الملائكة وهو المراد من قوله فالمدبرات امرأ فالاربعة الاول هي المرادة من قوله يكاد ذبيتها يضيئ والخامسة هي النار في قوله ولولم تمسك نارا

چمٹی وجہ ان کلمات کی تفسیر میں یہ ہے کہ یہاں قلب و روح کے غیر اللہ سے اعراض و روگردانی کر کے وصول الی اللہ کے منصب پر ہونے کے دوران پیش آنے والے پانچ مراتب مراد ہیں دامام کی تقریر ان مراتب خمسہ کے متعلق وہی ہے جس کا ترجمہ شاہ عبدالعزیز نے تفسیر عزیزی میں نقل کیا ہے اور ہم نے ابتدا میں اس کو ذکر کر دیا ہے، پس مدبرات امرأ میں اس طرف اشارہ ہے کہ بشریت کا آخری مرتبہ ملکیت کے پہلے مرتبہ سے متصل ہے پس جب ارواح بشریہ اپنے مراتب کی آخری حد یعنی مراتب سبقت تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں، تو عالم ملائکہ سے متصل ہو جاتے ہیں اور یہی مراد ہے فالمدبرات امرأ سے پس چار پہلے استعدادی مراتب ہیں، جن کو کلام مجید نے یکاد ذبیہا یضیئ (یعنی قریب ہے کہ ان کی مخفی صلاحیتیں اور استعدادیں بطون سے ظہور کی طرف آئیں) سے تعبیر فرمایا ہے اور پانچواں مرتبہ وہ ہے جس کو اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک میں ولولم تمسک نارا کے اندر بیان فرمایا ہے، یعنی لفظ نار سے تعبیر فرمایا جس سے مراد مرتبہ تاثیر و تدبیر ہے اور قوت تصرف جو استحکال کے بعد تکمیل و ارشاد کے مرتبہ پر فائز ہونے سے عبارت ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سوال: مفسرین کرام نے ان صفات کا محمل و مصداق ان ملائکہ کو قرار دیا ہے جو اللہ رب العزت کی طرف سے مختلف امور میں تدبیر و تصرف پر مامور ہیں اور یہی معنی بالا جماع مراد ہے جیسا کہ مختلف کتب تفسیر میں تصریح موجود ہے لہذا دوسرے معانی کا کوئی جواز نہیں۔

جواب: امام رازی کی کلام سے اس سوال کا جواب پہلے بھی آچکا ہے۔ مزید توضیح کے لئے انہی کی عبارت ملاحظہ ہو:

واعلم ان الوجوه المنقولة عن المفسرين غير منقولة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم نصاحتها لا يمكن الزيادة عليها بل انما ذكروها لكون اللفظ محتملا لها فاذا كان احتمال اللفظ لما ذكرناه ليس دون احتمال الوجوه التي ذكروها لم يكن ما ذكرناه اولي مما ذكرناه - تفسير كبير جلد ۸ ص ۳۱۸

خیال رکھنا چاہیئے کہ جو وجوہ مفسرین نے بیان فرمائے ہیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور نص ثابت نہیں تاکہ ان پر زیادتی جائز نہ ہو، بلکہ مفسرین نے محض لفظ کو اس کے محتمل معنی پر حمل کیا ہے۔ پس وہ معانی جو ہم نے بیان کئے ہیں، وہ جب محتمل الفاظ ہونے میں مفسرین کے بیان کردہ معانی سے مرتبہ میں کم نہیں ہیں، تو ہم سے مقدم، مفسرین کے بیان کردہ معانی ہمارے بیان کئے ہوئے معانی سے عمدہ و اولیٰ نہیں ہیں۔

اقول: مفسرین کرام کا اجماع اس پر ہے کہ ملائکہ مراد ہیں نہ کہ ماسوا مراد نہیں اور خاص کا بالا جملہ ہونا عام کے ارادہ سے مانع نہیں بشرطیکہ لفظ محتمل ہو اور لفظ کا محتمل ہونا متعدد مفسرین کرام کی کلام سے واضح کر چکا ہوں۔ لہذا یہ سوال مندرجہ ذیل۔

سوال: نفوس انسانی اور ارواح بشری مراد لینا درست نہیں ہے، کیونکہ اس طرح عوام مومنین کے اس فاسد عقیدہ کی تائید و تقویت لازم آتی ہے کہ اللہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رب العزت نے امور کائنات کو اولیاء کی تدبیر و تصرف میں دے دیا ہے اور خود معطل ہو گیا اس کا کسی امر میں دخل نہیں رہا۔

علامہ آلوسی روح المعانی میں فرماتے ہیں: وكذا في حملها على النفوس الفاضلة المفارقة ايهاام صحة ما يزعمه كثير من سخفة العقول من ان الاولياء يتصرفون بعد وفاتهم رآي، على معنى ان الله فوض اليهم ذلك الموضع المعاني جلد ۲ ص ۱۱۰

جواب: عوام کے عقیدہ فاسدہ کی اصلاح ضروری ہے اور ان کو حقیقتِ حال سے آگاہ کرنا نہ کہ صحیح معنی کا انکار کر دینا۔ نیز تفویض اور تعطیل کے ابطال و بطلان سے تصرفاتِ اولیاء کا زندگی میں یا بعد از وصال ابطال و بطلان لازم نہیں آسکتا، ورنہ مطلقاً کرامات کا انکار کرنا پڑے گا جو قرآن و حدیث اور اجماع اہل سنت کی رُسے باطل ہے اور خود علامہ آلوسی نے چند سطر بعد تصریح فرمائی ہے کہ بطور کرامت اور بعد از وصال کسی کو اولیاء کرام کے طفیل مشکلات سے نجات ملنا محل توقف و تردد نہیں (مبارک پہلے گندہ چکی ہے، نیز علامہ آلوسی خود اولیاء کرام کے باذن اللہ تدبیر و تصرف ہونے کی روح المعانی جلد ۱۱ ص ۹۵ پر بھی تصریح فرما رہے ہیں۔

قد يعتذر عنهم بان مرادهم انه المدبر باذن الله وجاء اطلاق المدبر بهذا المعنى على غيره تعالى في قوله فالمدبرات امراً۔

(یعنی جو لوگ قطب وقت کو آسمانوں زمینوں میں متصرف مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر وہ نہ ہو تو آسمان زمین پر گر جائیں، ان کا مطلب یہ ہے کہ قطب وقت باذن اللہ امور کائنات میں متصرف ہے۔ ورنہ یہ کہ اللہ تعالیٰ معطل ہے یا قطب وقت اس پر غالب نعوذ باللہ، اور اس لحاظ سے غیر اللہ کو مدبر و متصرف خود قرآن کریم میں کہا گیا ہے فالمدبرات امراً۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نیز اگر اولیاء کرام میں تدبیر و تصرف کی قدرت ماننے سے عقیدہ تقویٰ و تعظیم کی تائید و تقویت لازم آتی ہے تو ملائکہ مقربین میں بھی تدبیر و تصرف ماننے سے یہ تائید و تقویت لازم آئے گی، پھر اس کا بھی انکار کر دینا چاہیے حالانکہ وہ بالاجماع درست ہے، بلکہ ان کو بھی مدبر نہ مانا جائے تو سرے سے ان کلمات خمسہ کا محمل و مصداق ہی کوئی شئی نہ بن سکے گی اور العیاذ باللہ یہ کلمات بے معنی ہو کر رہ جائیں گے۔ نیز فوت شدہ بزرگان دین اور اولیاء کرام کی تعیین بھی بے سود ہے، کیونکہ مدبر باذن اللہ ماننا: زندہ ہوں یا فوت شدہ دونوں میں درست ہے اور خود بخود متصرف ماننا یا اللہ تعالیٰ کا انہیں اختیار سونپ کر خود فارغ ہو جانے کا اعتقاد رکھ کر مدبر و متصرف ماننا زندہ اولیاء اور فوت شدہ ہر دو میں باطل بلکہ کفر ہے لہذا یہ وسوسے باطل ہیں اور مدبرات امرا میں ارواح کا ملین بھی حاصل ہیں اور علامہ آلوسی کا وہ مقصد نہیں جو ان کی کلام سے کشید کیا گیا ہے۔

قاضی ثناء اللہ تفسیر مظہری میں قول باری تعالیٰ وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَمْوَاتٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ کے تحت فرماتے ہیں:

یعنی ان اللہ يعطى لأرواحهم قوة الأجساد فيذهبون من الأرض والسماء واللجنة حيث يشاءون وينصرون أولياءهم ويدعون أعداءهم انشاء الله تعالى، فذهب جماعة من العلماء إلى أن هذه الحيوة تختص بالشهداء والحق عندى عدم اختصاصها بهم بل حياة الأنبياء أقوى منهم واشد ظهور آثارها في الخارج حتى لا يجوز النكاح بازواجهم النبى صلى الله عليه وسلم بعد وفاته بخلاف الشهيد والصديقون أيضا على درجة من الشهداء والصالحون يعنى الأولياء ملحقون بهم كما يدل عليه الترتيب فى قوله تعالى من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين ولذا لك قالت الصوفية العلية ارواحنا اجسادنا واجسادنا ارواحنا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قد تواتر عن كثير من الاولياء انهم ينصرون اولياءهم ويذرون
اعداءهم ويهدون الى الله من يشاء الله الخ - تفسير مظهری جلد اول ص ۱۵۲
بے شک اللہ تعالیٰ ارواح شہداء کو اجساد و اجسام والی قوت عطا فرماتا ہے۔
پس وہ زمین و آسمان اور جنت میں سے جہاں بھی چاہتے ہیں تشریف لے جاتے ہیں،
اپنے متعلقین کی مدد فرماتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو نیست و نابود فرماتے ہیں،
انشار اللہ (تا)، ایک جماعت علماء کی اس طرف مائل ہے کہ یہ زندگی صرف شہداء کو
حاصل ہے۔ لیکن میرے نزدیک حق یہ ہے کہ یہ زندگی صرف ان سے مختص
نہیں، بلکہ انبیاء کرام علیہم السلام کی زندگی ان سے بھی قوی ہے اور اس حیات طیبہ کے
آثار و مخارج میں زیادہ ظاہر و باہر ہیں، حتیٰ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات
کے ساتھ آپ کے وصال شریف کے باوجود نکاح جائز نہیں رکھا گیا، جبکہ شہیدوں
کی بیویوں سے نکاح درست ہے۔ نیز صدیقین بھی حیات برزخی میں شہداء سے اعلیٰ
مرتبہ کے مالک ہیں اور صالحین یعنی اولیاء کرام بھی انہیں شہداء کے ساتھ لا حق ہیں۔
جیسا کہ کلام مجید میں ان مقدس ہستیوں کا اسی ترتیب کے ساتھ (من النبیین
والصدیقین والشهداء والصالحین) مذکور ہوتا ہے اس پر واضح دلیل ہے۔ اسی بنا
پر صوفیائے کرام نے فرمایا ہمارے روح ہمارے جسم ہیں اور ہمارے جسم ہمارے
روح ہیں اور بے شمار اولیاء کرام سے بطریق تواتر ثابت ہے کہ وہ اپنے دوستوں کی
مدد فرماتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو تباہ فرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مشیت و
اذن سے جسے چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف رہنمائی فرماتے ہیں اور اس کی ذات
تک واصل فرماتے ہیں۔

قاضی صاحب کی اس تفسیر سے شہداء کرام اور اولیائے کرام کا اپنے متعلقین و
متوسلین کی مدد فرمانا، ان کے دشمنوں کو تباہ کرنا اور زمین و آسمان اور جنات میں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جہاں جانا چاہیں جاسکنا واضح ہو گیا اور صدیقین و انبیاء کی حیاتِ مقدسہ کا ان سے اقویٰ ہونا بھی واضح ہو گیا، تو ان کے لئے بھی نصرتِ اولیاء اور اہلک اعداء اور اطرافِ عالم میں ہر جگہ رسائی کی قوت بھی علی الوہیہ الا تم ثابت ہو گئی اور علم و ادراک، سماع و البصائر کا ثبوت بھی واضح ہو گیا۔ نیز سائل کے توہم کا بھی ازالہ ہو گیا، کیونکہ تواتر کے انکار کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی اور اولیاء کرام کے لئے بعد از وصال تدبیر و تصرف تواتر کے ساتھ ثابت ہے ایسی صورت میں ان کے مدبراتِ امر ہونے کا انکار گویا دو پہر کے اُجالے میں اندھے کا سورج سے انکار کر دینے کا ہم معنی ہے۔

الغرض جب اکابرِ مفسرین کی تصریحات سے اولیاء کا ملین کا حیاتِ ظاہرہ اور حیاتِ برزخیہ میں مدبر و متصرف ہونا ثابت ہو گیا اور قرآن کریم کی دلالت بھی اس معنی پر واضح ہو گئی اور یہ امر بدیہی ہے کہ علم و ادراک اور سماع و البصائر کے بغیر تدبیر و تصرف اور حاجات و مشکلات میں خلق کی مدد گاری و اعانت متصور نہیں ہو سکتی۔ لہذا اس آیتِ کریمہ سے کا ملین اولیاء کا سماع اور علم و ادراک ثابت ہو گیا نیز انبیاء کرام علیہم السلام کا بطریقِ اولیٰ اور علی الخصوص سید الخلق امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا لہذا نفی سماع علی الاطلاق باطل ہو گئی۔ فافہم و تدبر۔

۵۰ قال اللہ تعالیٰ، ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور

ان انت الامذیرہ

ترجمہ: بیشک اللہ تبارک و تعالیٰ سنو اتا ہے اور قوتِ سماع عطا فرماتا ہے جس کو چاہے اور آپ ان کو سنانے والے نہیں ہیں جو کہ قبروں میں موجود ہیں۔ آپ صرف عذابِ خداوندی سے ڈرانے والے ہیں۔

وجہ استدلال: الثبوتِ العزیز نے اسماع کو اپنے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نفی فرمادی ہے، لہذا قاعدہ حصر و قصر کی رو سے جس

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اسماع کی نفی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے، اسی کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی اہل قبور کو سنانے کی ہے تو لا محالہ ان اللہ یسمع من یشاء میں اس کا ثبوت اللہ تعالیٰ کے لئے ہوگا اور اسماع مستتر سماع کو ہے؛ لہذا اللہ تعالیٰ کے سنوانے سے اہل قبور کے لئے سماع کا تحقق لازم آگیا۔ اگر اللہ تعالیٰ کے سنوانے کے باوجود اہل قبور نہ سُن سکیں تو باری تعالیٰ کا عجز لازم آجائے گا اور عجز محال ہے؛ لہذا ملزوم یعنی عدم سماع نہ سننا اہل قبور کا بھی محال ہوگا۔ لہذا ہمارا دعویٰ یعنی سماع اہل قبور اہل برزخ قطعی طور پر ثابت ہو گیا۔ اس آیت کریمہ سے سماع اموات کا ثبوت امام رازی کی تقریر سے انشاء اللہ مزید واضح ہو جائے گا جیسا کہ اس آیت کریمہ کی تحقیق مفسرین کی زبانی عرض کی جائے گی (دیکھئے منکرین کی دوسری نقلی دلیل کا جواب)

سوال: اس آیت سے تو صرف اتنا ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ جن کو سنانا ہے وہ مرے سُن لیتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے فلاں کے حق میں یا سب کے حق میں سنانے کا ارادہ فرمایا یہ کس طرح معلوم ہوگا اور جب یہ معلوم نہیں ہو سکتا تو اموات اور اہل قبور کا بالفعل سننا کیسے ثابت ہوگا۔ جواب: آپ حضرات نفی کرتے ہیں اور سماع کا انکار تو آپ فرمائیے تمہیں کیسے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے فلاں فلاں مخصوص اہل قبر یا کسی بھی میت کے اسماع کا ارادہ نہیں فرمایا۔

فما هو جوابکم فنھو جوابنا۔ نیز حضرت صالح علیہ السلام، حضرت شعیب علیہ السلام بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب اہل بدر کفار سے ان کی ہلاکت کے بعد مسلمان اہل قبور پر سلام بطور خطاب سنون ہونا اور قبر میں دفن کے فوراً بعد مومن و کافر سے ملائکہ کا سوال اور اہل قبر کا جواب اور اس کے علاوہ دوسری احادیث صحیحہ جن کا ذکر عنقریب آ رہا ہے۔ یہ سب امور واضح دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ارادہ و مشیت کا بالفعل تعلق اسماع اہل قبور کے ساتھ ہوتا تھا، ہوتا ہے اور ہوتا رہے گا؛ لہذا اہل قبور سنتے تھے، سنتے ہیں اور سنتے رہیں گے۔ وہو المود۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نکتہ لطیف و لطیف عجیب: اللہ تعالیٰ نے اموات اور اہل قبور کے سننے

اور سنوانے کو اپنے لئے مختص فرمایا اور اس کے سنوانے کو سننا لازم ہے، لیکن موحّدین نے اس کو ماننے سے انکار کر دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسماع کی نفی کرتے ہوئے فرمایا وَمَا أَنْتَ بِمَسْمُوعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ وَأَنْتَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْعَىٰ تَوَيَّارُ لَوْ كُنْتَ تَسْمَعُ لَكُنَّ سَمْعًا كَلِمَةً كَلِمَةً خَدَّوْنَدِي أَفْتَوَمُنُونِ بَبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ دَكَيْتُمْ كِتَابَ اللَّهِ كَيْفَ حَقَّتْ پَرِ اِيْمَانِ لَاتے ہو اور دوسرے سے انکار کرتے ہو، تو سچا آتا ہی ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ ان کی توحید اور حق پرستی کا بھانڈا بھی بیچ چورا ہے کے پھوٹ گیا، کیونکہ ان کے زعم باطل کے مطابق لازم یہ آیا کہ اللہ تعالیٰ کے سنوانے کے باوجود ایک میت بھی نہ سن سکا اور نہ ہی سن سکتا ہے، لیکن نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اگر سنواتے سناتے تو پھر میت اور اہل قبور سن لیتے، تو ان کے عقیدہ کے مطابق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت و طاقت (نَعُوْذُ بِاللّٰهِ اللّٰهُ تَعَالٰی سے زیادہ ہو گئی، کیونکہ ان کے عدم اسماع نہ سننے، سے عدم سماع اہل قبور کا نہ سننا) لازم آگیا، مگر اللہ تعالیٰ کے اسماع (سننے) کے باوجود اہل قبور کا سماع (سننا) لازم نہ آیا، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ سے زیادہ با اختیار و با اقتدار ماننے کے ساتھ ساتھ انہیں باری تعالیٰ کی خالقیت کا انکار بھی لازم آئے گا اور یہ لزوم اتنا واضح ہے کہ ادنیٰ سمجھ رکھنے والا بھی اس سے بے خبر نہیں رہ سکتا چہ جائیکہ عالم و فاضل یا کوئی شیخ القرآن اور ایسے لازم بین کا اعتراف و اقرار بمنزلہ التزام ہے جب انکارِ اُخْلُق باری تعالیٰ کفر ہے تو یہاں التزام کفر متحقق ہو جاتے گا، نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الْوَكْثِ - اور بالفرض انکارِ سماع کفر نہ بھی ہو تو الحاد و بیدینی ضرور ہے کما قال الشاہ عبدالعزیز۔

تنبیہ نبیہ

خلاصۃ المرام یہ کہ ان آیاتِ کریمہ سے بدن حیوانی اور جسم انسانی کے متفرق اور بکھرے ہونے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اجزاء و حصص میں سننے اور سمجھنے کا امکان اور فی الواقع سننا اور سمجھنا ثابت ہو گیا۔ نیز مجتمع اور یکجا اجزاء و حصص میں سننے سمجھنے کا امکان بطریقِ اولیٰ ثابت ہو گیا اور اس کے بعد ثبوت سماع پر دلائل کا بیان آگیا اور سننے سمجھنے کی توفیق کا فقط اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہونا نہ کسی غیر سے حتیٰ کہ نہ اُس کے پاک محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے لہذا عقیدہ سماعِ قرآنِ پاک سے واضح ہو جانے کے بعد احادیثِ نبویہ کو اپنے ظاہری معانی پر محمول کرنا اور ان میں تاویل اور خلاف ظاہر کے ارتکاب سے گریز واجب و لازم ہو گیا اور ان احادیث کے متبادر و واضح معانی یعنی اموات کا سننا اور جواب دینا کو خلافِ قرآن سمجھ کر مَن مانے مفہوم و معنی کا جو انہیں پیدا کرنا بالکل لغو اور باطل ہو گیا۔

نیز یہ تو ہم بھی مندرج ہو گیا کہ عقائد کو احادیث اور اخبارِ آحاد سے ثابت نہیں کیا جاسکتا بلکہ قرآن سے ثابت کرنا ضروری ہے اور جب قرآن سے یہ عقیدہ ثابت نہیں بلکہ اس کی نفی اور ابطال ثابت ہے تو احادیث سے استدلال لغو اور باطل ہوگا، کیونکہ عقیدہ سماعِ قرآنِ کریم سے ثابت ہے اور احادیث اس کی تفصیل و تشریح کے لئے بیان کی جاتی ہیں اور تو منہج و تلویح کے لئے نہ کہ بطورِ مستقل دلیل کے۔

ملاوہ ازیں احادیثِ نبویہ جو سماعِ اہل قبور پر دلالت کرتی ہیں، وہ تو از معنوی کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہیں لہذا ان سے قطعی عقیدہ پر استدلال ابتداء بھی صحیح ہے اور اگر اس عقیدہ کو ہی ظنی تسلیم کر لیا جائے تو صحت استدلال بھی زیادہ واضح ہو جائے گی اور عقائد جس طرح قطعی ہیں، اسی طرح ظنی بھی ہیں جیسا کہ علمِ کلام کی اباحت سے واضح ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ثبوت سماع از احادیث رسول اللہ علیہ وسلم

(۱) عن صالح قال حدثني نافع ان عمرا رضى الله عنهما اخبره قال اطلع النبي صلى الله عليه وسلم على اهل القليب فقال وجدتم ما وعدكم ربكم حقاً فقليل له تدعوا امواتا قال ما انتم باسمع منهم ولكن لا يجيبون - بخاری مع فتح المباری جلد خامس ص ۱۰۰ باب ما جاء في عذاب القبر

ترجمہ: عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کے کنوئیں میں پھینکے ہوئے مقتولین کفار پر جا کر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کیا تم نے اپنے رب کے وعدہ کو صحیح اور سچ پایا ہے؟ تو آپ سے عرض کیا گیا آپ مُردوں کو پکار رہے ہیں؟ (یعنی وہ سن نہیں سکتے، انہیں خطاب و نذر لایا مقصد) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو، لیکن وہ جواب نہیں دیتے۔ ایسا جواب جو تمہیں سنائی دے سکے،

(۲) عن انس بن مالك رضى الله عنه قال كنا مع عمر بن مكة والمدينة (الی)، ثم انشاء يحدثنا عن اهل بدر فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يرينا مصارع اهل بدر بالامس يقول هذا مصراع فلان هذا انشاء الله قال فقال عمرو اتذكري بعثه بالحق ما اخطأ والمحدث والحقى حد رسول الله صلى الله عليه وسلم قال فاجعلوني بئربعضهم على بعض فالتقى رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى انتهى اليهم فقال يا فلان بن فلان ويا فلان بن فلان هل وجدتم ما وعدكم الله ورسوله حقاً فاني قد وجدت ما وعدني الله حقاً قال عمرو يا رسول الله كيف تكلم اجساد الابرار فيها قال ما انتم باسمع لما اقول منهم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

غیر انہم لایستطیعون ان یرددو علی ضیاً - مسلم شریف جلد ثانی صفحہ ۳۷
ترجمہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ
عنہ کے ہمراہ تھے مکہ اور مدینہ کے درمیان (تا) پھر آپ نے ہمیں اہل بدر کے متعلق حدیث بیان
فرمائی، تو فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں کفار کے ساتھ لڑائی شروع ہونے سے پہلے روز
قتل ہونے والے کفار کی جاسے، ہلاکت کی نشان دہی فرما رہے تھے، آپ فرماتے جاتے تھے، یہ
انشار اللہ کل فلاں کافر کا قتل ہوگا اور یہ فلاں کا۔ حضرت عمر فرماتے ہیں اس ذات اقدس کی
قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ ان کفار کے متعلق جو حدود آپ نے متعین فرمائی
تھیں، وہ ان حدود سے ذرہ بھر اُدھر اُدھر نہ گرے، پھر انہیں یکے بعد دیگرے ایک دوسرے
کے اوپر بدر والے کنوئیں میں پھینک دیا گیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم چلے حتیٰ کہ ان کے
پاس پہنچ گئے اور فرمایا اے فلاں بن فلاں اور اے فلاں بن فلاں کیا تم نے اس وعدہ کو
صحیح پایا جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے تمہارے ساتھ کیا تھا۔ تحقیق میں نے اس وعدہ کو
درست پایا جو اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ کیا۔ حضرت عمر نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ ان اہم
کے ساتھ کیسے کلام فرما رہے ہو جن میں روح نہیں ہیں۔ محبوب خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا
میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، تم اسے ان کفار مرداروں سے زیادہ نہیں سُن رہے، مگر یہ کہ وہ مجھے
جواب دینے کی استطاعت نہیں رکھتے۔

(۳) عن قتادہ قال لنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ عن ابی طلحۃ رضی اللہ عنہ
قال لما کان یوم بدر وظهر علیہم بنی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امر ببضعۃ وعشرین
رجلاً وفی حدیث دوح بأربعۃ وعشرین رجلاً من صنادید قریش فالقوائی طوی
من اطرا وبدو ساق الحدیث بمعنی حدیث ثابت عن انس۔ مسلم شریف جلد
ثانی۔ صفحہ ۳۷

ترجمہ، قتادہ سے مروی ہے کہ ہمیں انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو طلحہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رضی اللہ عنہ سے بیان کیا کہ جب کارزار بدر کا دن تھا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کفار پر غالب آگئے تو آپ نے بیس سے زیادہ اور حدیث روح میں ہے کہ چوبیس آدمی جو کہ قریش کے سرداروں میں سے تھے۔ بدر کے کنوؤں میں سے ایک کنوئیں کے اندر پھینک دینے کا حکم فرمایا اور اس کے بعد اسی طرح حدیث بیان کی، جیسا کہ پہلی روایت ہے، معنی میں اتحاد و اتفاق ہے اگرچہ لفظوں میں اختلاف ہے۔

بخاری و مسلم کی متفق علیہ صحیح حدیث کے ساتھ اور میدان بدر میں موجود چشم دید گواہوں حضرت عمرؓ اور حضرت ابوطالبؓ کی شہادت سے واضح ہو گیا کہ بدر کے کنوئیں میں پھینکے جانے والے کافر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب و ارشاد کو اسی طرح سن رہے تھے جیسا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ جب ان کفار میں سماع ثابت ہو گیا، تو دیگر کفار میں بھی سماع ثابت ہو جائے گا، کیونکہ کوئی امر فارق یہاں موجود نہیں۔ جب کافر کی موت ادراک و شعور اور فہم و سماع سے مانع نہیں ہے تو مومنین اور علی الخصوص اولیاء کرام اور رسول عظام میں کیونکر مانع ہو سکتی ہے۔

نیز یہاں رعایت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا کہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے زندہ فرمایا ہے۔ دوسرے اموات اور اہل قبور کو زندگی عطا نہیں فرماتا یا انہیں میرا کلام سنوایا ہے اور کسی کا کلام نہیں سن سکتے بلکہ یہ فرمایا کہ اے میرے صحابہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو بلکہ جس طرح تم سن رہے ہو اسی طرح یہ بھی سن رہے ہیں؛ لہذا یہاں کسی قسم کی تخصیص کا وہم و گمان درست نہیں اور تاویل وغیرہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

نوٹ: اس حدیث پاک کی تحقیق علامہ محمود آلوسی صاحب روح المعانی اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی۔ محقق حنفیہ ملا علی قاری کی زبانی بعد میں ذکر کی جائے گی۔

۴، عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ، اذ حدّثنا ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان العبد اذا وضع في قبره وتولى وذهب اصحابه حتى انه يسمع قرع نعالهم تا مملكان فاقعداه فيقولان له ما كنت تقبل في هذا الرجل۔ رواه

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

البغادی وردی مسلم عن قتادة عن انس و البوداؤد فی سننہ عن البعراء و بن عازب و فیہ انتہ یسمع خفق لعالہم اذا اولوا ممد برین۔

ترجمہ: انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا کہ جب میت کو اپنے مدفن و قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے مصاحب و ہمراہی اس کو دفن کر کے لوٹتے ہیں حتیٰ کہ وہ ان کی جوتیوں کی آہٹ تک سُننا ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آجاتے ہیں، پس اسے بٹھامیتے ہیں اور کہتے ہیں تو اس ذات اقدس کے متعلق کیا کہا کرتا تھا یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق "رواہ البخاری۔ اسی روایت کو مسلم نے بھی روایت کیا ہے۔ بسند قتادہ عن انس اور البوداؤد نے اسے برابر بن عازب رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور اس میں یہ ہے کہ میت دفن کر کے لوٹتے والوں کے جوتوں کی گرٹا آواز سنا ہے، جبکہ وہ وہاں سے لوٹتے ہیں۔

(۵) عن قتادة قال حدثنا انس بن مالك قال قال نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان العبد اذا وضع فی قبره وتولى عنه اصحابہ انتہ یسمع قرع نعالہم۔ وعن قتادة عن انس بن مالك قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الميت اذا وضع فی قبره انتہ یسمع خفق لعالہم اذا انصرفو۔ صحیح مسلم شریف جلد ثانی ص ۳۸۶

ترجمہ: قتادہ سے مروی ہے کہ ہمیں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا فوت شدہ آدمی جب قبر کے اندر رکھا جاتا ہے اور اس کے مصاحب اور الوداع کئے والے جب لوٹتے ہیں، بیشک وہ میت ان کی جوتیوں سے پیدا ہونے والے خفیف آواز کو سُننا ہے۔ بخاری شریف، مسلم شریف اور البوداؤد شریف اور دیگر کتب حدیث کی صحیح روایت حضرت انس بن مالک اور برابر بن عازب رضی اللہ عنہ سے منقول یہ حدیث پاک میت کے مہل میں قطعی نص ہے اور اباب برزخ کے حواس کی قوت پر واضح دلیل ہے۔ زندہ آدمی بسا اوقات

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

توجہ کے باوجود اتنے حجاب اور حائل پردوں کے بعد اتنا خفیف آواز تو کجا اچھا خاصہ شدید اور سخت آواز بھی نہیں سُن پاتا مگر روح انسانی کا تعلق بدن کے ساتھ جب بدل گیا اور پہلے کی طرح مجبوس و مقید نہ رہا تو اس کے احساسات و ادراکات میں بھی واضح فرق آگیا اور پہلے کی نسبت زیادہ سُننے پر قادر ہو گیا۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ احوال برزخ تمام تردنیوی امور کے لحاظ سے خوارقِ عادات ہیں اور بمنزلہ کرامت و معجزہ کے ہیں۔ الغرض اس حدیث کو تمام محدثین و فقہانے ظاہری معنی پر حمل کیا ہے، حتیٰ کہ امام بن ہمام نے فتح القدیر میں اسی حدیث سے منکحین سماع کا رد کیا ہے؛ لہذا یہاں تاویل و تحریف کی کوئی گنجائش نہیں۔

نیز یہاں جو سماع ذکر فرمایا گیا ہے، وہ مومن و کافر سب کے لئے ہے، اس میں مومنین کی تخصیص نہیں؛ لہذا یہ حدیث پاک عموم و استغراق میں بھی نفی صحیح و مرتجح ہے۔

(۶) روی ابن عبد البر بسند صحیح ما من احد یسرق بقبرا خیر المومن کان یعرفہ فی الدنیا فیسلم علیہ الا عرفہ ورد علیہ السلام صحیح عبد الحق و رواہ ابن عبد البر فی الاستذکار و التمهید عن ابن عباس رضی اللہ عنہما شرح صدقہ ۸۴۔ مواہب مع الزرقانی جلد ہشتم ص ۳۰۸ طحطاوی ص ۳۷

ترجمہ: ابن عبد البر نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔ کوئی شخص بھی جب اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرتا ہے جسے کہ صاحب قبر دنیا کے اندر جانتا تھا، پس سلام دیتا ہے و صاحب قبر اسے پہچان لیتا ہے اور اس کے سلام کا جواب بھی دیتا ہے۔ اس روایت کو محدث عبد الحق نے صحیح قرار دیا ہے اور اسے ابن عبد البر نے استذکار و تمہید میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

(۷) اخرج من ابی الدنیا فی کتاب القبور عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من رجل یزور قبر اخیه ویجلس عنده الا تانس به ورویہ حتی یقوم۔ شرح المستدرک ص ۸۴

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

توجہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں کوئی بھی ایسا شخص جو کہ اپنے بھائی کی قبر کی زیارت کرتا ہے اور اس کے پاس بیٹھتا ہے، مگر اسے اس کے ذریعہ اس اور راحت و سکون میسر آتا ہے اور وہ سلام کا جواب بھی دیتا ہے اور اس سکون اس وقت تک حاصل رہتا ہے، جب تک کہ بیٹھا رہے جب وہاں سے رخصت ہوگا تو وہ حالت ختم ہو جائے گی۔

(۸) عن ابن ابی ملیکہ قال لما قونی عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما بالحبشی فحمل الی مکة فدفن بها فلما قدمت عائشة رضی اللہ عنہا انت قبر من ابی بکر فقالت ۛ وکنا کئنا ما فی جذیمة حقبة۔ من الدهر حتی قیل لن یتصدعا۔ فلما تفرقنا کافی وما سکًا۔ بطول اجتماع لمریبت لیلة معاً ثم قالت واللہ لو حضرتک ما دفنت الا حیث مت ولو شهدک ما ذرتک۔ رواہ الترمذی، مشکوٰۃ شریف ص ۱۲۹

ترجمہ: ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ جب عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما مقام حبشی میں فوت ہو گئے، تو انہیں وہاں سے مکہ شریف کی طرف منتقل کر کے وہاں دفن کر دیا گیا جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا مکہ شریف تشریف لائیں تو اپنے بھائی عبد الرحمن کی قبر پر تشریف لائیں اور دوشعر پڑھے جن کا ترجمہ یہ ہے: ہم جذیمہ کے دو مصاحبوں کی طرح زمانہ کا ایک طویل حصہ اکٹھے رہے، حتیٰ کہ کہا گیا کہ یہ ہرگز جدا نہ ہوں گے اور جب ہم جدا ہو گئے تو گویا میں اور مالک باوجود عرصہ دراز تک اکٹھے رہنے کے یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے تھے۔ پھر اپنے بھائی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا بخدا اگر میں اس وقت موجود ہوتی جبکہ آپ کا انتقال ہوا تھا، تو آپ وہیں دفن کئے جاتے جہاں آپ کا انتقال ہوا تھا اور اگر اس وقت مانسہ ہوتی تو اب تیری زیارت نہ کرتی۔

اقول: حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا چونکہ بھائی کے انتقال کے وقت انہیں مل نہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سکی تھیں اور الوداع نہ کہہ سکیں لہذا قبر پر تشریف لے جا کر اس حق کو ادا فرمایا اور چونکہ ازواج
مطہرات کو بغیر کسی ضرورت و مجبوری کے اپنے گھروں سے نکلنا روا نہیں تھا، اس لئے فرمایا
کہ میں اگر اس وقت آپ کو الوداع کر لیتی، تو اب زیارت نہ کرتی، لہذا قال الشيخ فی اشعة اللمعۃ۔
حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا خطاب اور الوداع کہنے کے لئے قبر پر تشریف لے جانا اس
بات پر واضح دلیل ہے کہ صاحب قبر کو زائر کا علم ہوتا ہے اور وہ زائرین سے انس حاصل کرتا ہے
اور ان کی کلام کو سنتا ہے۔ یہ روایت ابن ابی الدنیا والی روایت کی مؤید ہے اور جب امام ترمذی
کی روایت سے اس روایت کی تصدیق و تائید ہو گئی تو یہ عذر لنگ ختم ہو جائے گا کہ ابن ابی الدنیا
ضعیف محدث ہے اس کی روایت کا کیا اعتبار۔ ویسے جب یتیم ہی فاسد ہو اور عقیدہ کی بنیاد
یہی غلط مفروضہ پر قائم کر لی گئی ہو تو پھر کوئی بھی روایت اس کے خلاف ہو وہ ضعیف ہی ہوتی چلی
جائے گی، کیونکہ عقیدہ کو روایت اور حدیث کے تابع کرنا تو فطرتی ہٹ دھرمی اور ضد کے
خلاف ہے، اس لئے روایات اور احادیث کو ہی اپنے نظریہ کے تابع کرنا ہے، لہذا اگر ابن ابی الدنیا
یا امام سیوطی اس عقیدہ فاسدہ کے خلاف کتابیں تصنیف کر کے مستقل باب منعقد کر کے ایسی
روایات کو جمع فرمائیں جو مزاج اقدس پر گراں گزریں تو ظاہر ہے یہ محدثین قوی کیسے ہو سکتے ہیں
بہر حال مقصود یہ ہے کہ ترمذی شریف کی صحیح روایت ابن ابی الدنیا کی روایت کے لئے جو انہوں
نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے مؤید قوی ہے اور اسی طرح احمد و عالم کی روایت
متعلق بہ زیارت روضہ اقدس بھی اس کی تصدیق کرتی ہے، لہذا اس روایت میں کسی قسم کے
منع کا دعویٰ لغو اور باطل ہے۔

(۹) اخرج احمد والحاکم عن عائشہ رضی اللہ عنہا قالت کنت ادخل البیت
ضع ثوبی واقول انما زوجی وابی فلما دفن عمر معهما ما دخلتہ الا وانا مشدودة
علی ثیابی حیاء من هم۔ شرح الصدور ص ۱۵۴ و مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اپنے اس حجرہ اقدس

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

میں داخل ہوتی تھی جس میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مدفون اور آرام فرما ہیں، تو پردہ کا اہتمام نہ کرتی تھی اور دل میں کہتی تھی کہ یہ تو میرے خاوند ہیں اور دوسرے میرے باپ ہیں پردہ کی کیا ضرورت، اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس حجرۃ اقدس میں مدفون ہوئے تو بخدا میں بغیر اچھی طرح پردہ و حجاب کرنے کے ہرگز داخل نہ ہوتی حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حیا کرتے ہوئے۔
اقول: اس روایت سے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ و نظریہ اہل قبور اور عالم برزخ والوں کے متعلق واضح و ظاہر ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مجھے بوقت زیارت دیکھتے ہیں، لیکن ان سے پردہ کی کیا ضرورت ہے جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ دفن ہوئے، تو اب زیارت کرتے وقت اچھی طرح پردہ و حجاب کا اہتمام کرتی ہیں اگر ان کے عقیدہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بوقت زیارت انہیں دیکھتے نہیں تھے تو اس اہتمام کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

ذرا شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی زبانی شرم و حیا اور اہتمام حجاب کی وجہ گئی:

قولہا حیاء من عمر اوضع دلیل علی حیوۃ المیت و علی امنہ ینبغی احترام المیت عند زیارتہ مہما ممکن لاسیما الصالحین بان یکون فی غایۃ الحیاء والتادب بظاہرہ و باطنہ فان للصالحین مدد ظاہر بالغالز وارہم بحسب ادبہم و یتعہم و قبولہم۔ لغات، حاشیہ مشکوٰۃ ص ۱۵۴

ترجمہ: حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد حیاء من عمر حیوۃ میت کی واضح دلیل ہے اور اس امر کی بھی واضح ترین دلیل ہے کہ میت کی زیارت کے وقت اس کا حتی الامکان احترام کرنا لازم ہے، خصوصاً صالحین بزرگان دین کا بایں طور کہ ظاہر و باطن کے ساتھ انتہائی با شرم و حیا اور با ادب ہو کر کیونکہ مسلمانہ کرام کی طرف سے مدد ظاہر اور حد نہایت تکمیل بالغ تعاون حاصل ہوتا ہے۔ ان تمام لوگوں کے لئے جو ادب و نیاز مندی اور خلوص کے ساتھ ان کی زیارت کرتے ہیں جتنا قدر ادب و نیاز اور انکسار و عجز اور خلوص قلب زیاد ہوگا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اتنی مدد و اعانت اور فیض و برکت ان کی طرف سے زیادہ ہوگی۔

سوال ہے: جن کی نگاہ منوں مٹی کے اندر سے باہر دیکھ سکتی ہے، کیا وہ حجاب و ستر کے اندر نہیں دیکھ سکتی، پھر اس اہتمام کا مقصد کیا ہوگا۔

جواب ہے: جتنا قدر بندے کے بس میں ہے، اس قدر اس کے مطابق اہتمام و انتظام لازم ہے اور شیخ نے مہما ممکن سے اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے، مثلاً خلوة اور تنہائی میں بھی بندہ پر لازم ہے کہ وہ اپنی شرمگاہ کو ڈھانپے، انسانوں وغیرہ سے نہ سہی، اللہ رب العزت سے چھپاتے ہوئے اس پر لازم ہے جو جواب اللہ علیم وخبیر کی طرف سے یہاں دیا جائے گا، وہی جواب اہل قبول سے بھی سمجھ لیا جائے، حدیث پاک ملاحظہ ہو:

وَعَنْ يَعْلَى قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَأَى رَجُلًا يَغْتَسِلُ بِالْبِرَازِ فَصَعَدَ الْمِنْبَرَ فَمَحَّدَ اللَّهُ وَاشْتَى عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَ إِنَّ اللَّهَ حَيٌّ سَتِيرٌ يَحِبُّ الْحَيَاءَ وَالْقِسْرَ فَإِذَا غَتَسَ أَحَدُكُمْ فَلْيَسْتَتِرْ بِرِوَاةِ الْيُودِ وَالنِّسَاءِ۔

ترجمہ: حضرت یعلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دی کو کھلی جگہ میں بغیر پردہ کے غسل کرتے دیکھا تو آپ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ شرمیلا، پردہ پوش حیا اور پردہ کو پسند فرماتے والا ہے، مناتم میں سے کوئی شخص جب بھی غسل کرے، تو ستر و پردہ کے اندر کرے۔

علامہ قاری حنفی نے ابن حجر سے نقل کرتے ہوئے فرمایا من ثم قال ائمتنا یحرم کشف لعورة فی الخلوة بغیر الحاجة لان فیہ ترک الحیاء من اللہ تعالیٰ۔ اسی وجہ سے ہمارے ائمہ نے فرمایا کہ تنہائی اور علیحدگی میں بھی بلا دھبہ ستر و حجاب کا ترک حرام ہے، کیونکہ اس میں بارگاہِ خداوندی کے لائق شرم و حیا کو ترک کرنا لازم آتا ہے۔

ائمہ پر وارد ہونے والے اس سوال کا کہ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے مستور غیر مستور کو بحال جانتا ہے لہذا اس سے شرم و حیا کرتے ہوئے پردہ و حجاب اس کے علم محیط کے مقابل

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کیا معنی رکھتا ہے، جواب دیتے ہوئے فرمایا و ردودہ بانہ تعالیٰ وان احاط علمہ

بہما الا یدری المستور علی حالة تقتضی الادب و شان ما بینہما۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ

آئمہ نے اس سوال کو یوں رد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اگر پرستور و غیر مستور دونوں کو محیط ہے، لیکن شرم و حیا والے مستور کو ایسی حالت میں دیکھتا ہے جس کا ادب تقاضا کرتا ہے بخلاف غیر مستور کے اور دونوں طرح کے دیکھنے میں بڑا فرق ہے۔

لہذا جس طرح علم باری تعالیٰ کے محیط ہونے کے باوجود ستر کا حکم دیا گیا ہے اور شرم و حیا والی حالت کو اختیار کرنا لازم کیا گیا ہے۔ اسی طرح ائمہ المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی ادب اور شرم و حیا والی ہئیت کو اختیار فرمایا اور جس طرح اللہ تعالیٰ مستور کے ساتھ تقاضائے لب کے مطابق سلوک فرماتا ہے، یہی حالت اہل قبور کی بھی سمجھنی چاہیے۔

جواب سے دوم: حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وانکم بما تاكلون وما قد خدون فی بیوتکم (میں تمہیں ان چیزوں پر مطلع کر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو کچھ گھروں میں ذخیرہ کر کے رکھتے ہو) اس آیت کریمہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نگاہ اقدس کی تیزی اور ان کا معدہ میں موجودہ اشیاء پر مطلع ہونا نفس قطعی سے ثابت ہے اور جس کی نگاہ پیٹ کے پڑوں کے اندر دیکھ سکتی ہے کیا کپڑوں کے اندر نہیں دیکھ سکتی ہوگی۔ مگر آپ کی خدمت میں حاضر ہونے والوں کو کبھی یہ خیال بھی آیا کہ یہاں کپڑوں میں ملبوس ہو کر آنے کا کیا فائدہ؟

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اقیسوا صفو فکم و تراصو فان اراکم من وراء ظہری۔ (اپنی صفیں درست کر کے ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کھڑے ہوا کرو۔ کیونکہ میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہوں) اور بعض روایات میں ہے انی اراکم من خلفی کما اراکم من بین یدئ میں تمہیں پیٹھ کے پیچھے سے اسی طرح دیکھتا ہوں جس طرح سامنے سے دیکھتا ہوں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تو جس ذات اقدس سے پھلی جانب میں موجود لوگ حتیٰ کہ آخری صف والے بھی پوشیدہ نہیں رہتے تھے اور نہ ان کے رکوع و سجود وغیرہ، تو لباس والا خفیف سا حجاب ان کی نگاہوں کو اور اک سے کیسے مانع ہو سکتا تھا، مگر کیا کسی صحابی کو یہ خیال گزرا کہ ان کے سامنے شرم و حیا کی حالت اور ادب و نیاز مندی والے طریقہ کو اپنانے کی ضرورت نہیں اور ستر کی حاجت نہیں۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اس اعتراض سے ان لوگوں کی ذمیت اور آیات و احادیث کے متعلق اور ارشادات صحابہ کے متعلق ان کی یادہ گوئی اور ہرزہ سرائی کا اندازہ کر لیجئے اور اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ ان کے نزدیک اصلی دلیل ان کا اپنا عقل ہے نہ کہ قرآن و حدیث اور اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

جواب سوم: نیز مخلوق میں اور اکات محض خلق باری تعالیٰ سے ہیں، سو اس ان اور اکات میں مستقل نہیں؛ لہذا جو ذات اقدس قبر کے اندر سے اتنے کثیف حجاب و مانع کے باوجود انہیں دکھلانے قادر ہے، وہ کپڑے جیسے خفیف مانع کے ہوتے ہوئے نہ دکھلانے پر بھی قادر ہے۔ ولیس ذالک علی اللہ بعزیز و هو علی کل شیء قدير۔

نوٹ: عقلی شبہات کے ضمن میں اس کی مزید تحقیق و تفصیل بیان کی جائے گی۔

(۱۰) روی مسلم عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ قال لابنہ وهو فی سیاق الموت ذالامات فلا تمہینی نا تحت ولا نار فاذا دفنتمونی فشنو علی التراب شنائم اقیما حول قبری قدر ما ینحر جزور ویقسم لحدی حتی استانس بکم و اعلم ما ذا اراجع به رسل ربی۔ مشکوٰۃ شریف۔ ص ۱۴۹ باب دفن المیت۔ مسلم شریف۔ جلد اول ص ۷۷

ترجمہ: مسلم شریف میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مروی ہے کہ جب وہ قریب گئے تھے، انہوں نے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔ جب میں فوت ہو جاؤں تو کوئی نوہ کر لے دال ثورت میرے ساتھ نہ چلے اور نہ آگ میرے ہمراہ لاتی جائے۔ جیسا کہ رسم جاہلیت تھی، جب مجھے دفن کر چکو تو مجھ پر آہستہ آہستہ مٹی ڈالنا پھر میری قبر کے پاس اتنی دیر کھڑے رہنا جتنا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اونٹ ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاسکتا ہے تاکہ میں تم سے انس حاصل کروں اور پورے
دُلوک کے ساتھ اپنے رب کے بھیجے ہوئے ملائکہ کو ان کے سوالوں کا جواب دے سکوں۔

اس روایت کی صحت میں تو کلام نہیں ہو سکتا؛ البتہ مانعین یہ کہہ سکتے ہیں، یہ صحابی کا قول ہے
اور ان کا نظریہ ہم اس کے پابند نہیں ہیں کہ ان کے اقوال و اعمال کی بھی پابندی کریں، تو ان سے اتنی
گنہگار شش ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصحابی کالنجوم ہایہم اقتدایتم اہتدیتم
(میرے صحابہ رضی اللہ عنہم ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے جس کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پابند
کے)، لہذا جب صحابہ کرام میں سے کسی کی بھی اتباع موجب ہدایت ہے، تو حضرت عمرو بن العاص
کی اتباع بھی عین ہدایت ہے۔ نیز صحابہ کرام کے اجتہاد و قیاس کا جہاں دخل نہ ہو، اُن کا وہ قول
حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہوتا ہے اور یہاں بھی قیاس و اجتہاد کو دخل نہیں۔ عقل احوال برزخ کا
ادراک نہیں کر سکتا؛ لہذا یہ فرمان بھی حدیث مرفوعہ کے حکم میں ہے جیسا کہ کتب اصول میں اس اصل و قاعدہ کو ملحوظ
کیا گیا ہے، پھر ان کا یہ ارشاد اپنے بیٹے حضرت عبداللہ بن عمرو کے لئے ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور
وہ بھی جلیل القدر صحابی ہیں، ان کا اس وصیت پر انکار نہ کرنا اور اسے قرآن و سنت کے خلاف
نہ سمجھنا بھی ہمارے لئے واضح دلیل ہے کہ صحابہ کرام کے نزدیک اہل قبور کے لئے زائرین کو پہچانا
اور ان سے آرام و سکون حاصل کرنا مشہور و معروف تھا اور اسی بنا پر حضرت عمرو بن العاص
رضی اللہ عنہ نے وصیت فرمائی۔ اگر اہل قبور زائرین کو جان پہچان نہ سکیں تو قبر پر لاکھوں افراد کی
موجودگی بھی ان کے لئے قبر کی وحشت و ہولناکی اور فرشتوں کی عصب دار آواز غیر مانوس ڈراؤنی
اور دل کو لرزادینے والی شکلوں کے مقابل کیا فائدہ پہنچا سکتی ہے؛ لہذا یہ روایت علم میت اور
اس کے شعور و ادراک کی واضح دلیل ہے۔ نیز ابن ابی الدنیا والی روایت کی توثیق و مصدق ہے۔

امام نووی نے شرح مسلم میں اسی روایت کے تحت فرمایا وَفِيهِ اِنَّ الْمَيِّتَ حِينَ يُسْمَعُ
مِنْ حَوْلِ الْقَبْرِ۔ اس حدیث پاک کے جملہ فوائد میں سے ایک یہ فائدہ بھی ہے کہ میت اس
وقت قبر کے ارد گرد کی آوازیں سن سکتا ہے مسلم شریف جلد اول ص ۷۷ یعنی جہاں میت قوت بصر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ان اشخاص کی ذاتوں کو پہچانتا ہے اور انس حاصل کرتا ہے، ایسے ہی قوتِ سامعہ سے ان کی آوازوں کو پہچانتا اور انس حاصل کرتا ہے۔

(۱۱) صحیح عن عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ قال ما من میت يموت الا وهو يعلم ما يكون في اهله بعده وانهم يغسلونه ويكفونونه وانهم لينظروا اليهم وقد اخرج احمد والمطبرقي وابن ابى الدنيا والمروزي وابن منده عن ابى سعيد الخدري رضي الله عنه ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ان الميت يعرف من يغسله ومن يكفنه ومن يدليه في حفرة الحديث مرقاة جلد رابع (۴) ص ۲۷ باب المشي بالجنازة وصح عن مجاهد انه قال ان الرجل يستبشر في قبره بصلاح ولده من بعده۔ کتاب الروح ص ۱۷۔

ترجمہ: عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ ثابت ہے کہ جو آدمی بھی فوت ہو جاتا ہے، وہ ان تمام امور کو جانتا ہے جو اس کے بعد ہوتے ہیں اور تحقیق لوگ اسے غسل دے رہے ہوتے ہیں اور کفن پہنا رہے ہوتے ہیں اور وہ میت ان کی طرف دیکھ رہا ہوتا ہے۔ احمد، طبرانی۔ ابن ابی الدنيا اور مروزی ابن منده نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیشک میت اپنے غسل دینے والوں اٹھانے والوں کفن پہنانے والوں اور قبر میں لٹکانے والوں کو جانتا ہے۔ مجاہد سے بسند صحیح ثابت ہے کہ میت اپنی قبر میں اولاد کی نیکی کی وجہ سے خوش ہوتا ہے۔

(۱۲) عن عائشة رضي الله عنها أم المؤمنين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال كسر عظم الميت كسره حيا۔ رواه مالك والبخاري وابن ماجه مشكوة ص ۱۴۹۔ ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ روایت فرماتی ہیں کہ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میت کی ہڈی کو توڑنا ایسے ہی ہے جیسا کہ زندہ کی ہڈی کو توڑنا۔

شیخ عبدالحق قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں: ابن عبد البر گفتمہ است ازین بامستفاد

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

میگرد کہ میت متالم میگرد و جمیع آل چه متالم میگرد و بیاں می ولایم این است کہ متلذذ گردد
بتمام آنچه متلذذ میگرد و بآں زندہ - اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۱

ابن عبد البر فرماتے ہیں کہ اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ میت کو براس چیز سے
رنج و درد پہنچتا ہے جس سے زندہ آدمی کو دکھ درد پہنچتا ہے اور اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ اسے
ان تمام امور سے لذت و راحت حاصل ہوتی ہے جن سے زندہ آدمی کو آرام و سکون حاصل ہوتا ہے۔
ملا علی القاری حنفی مرقاة شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں: قال الطیبتی اشارۃ الی انہ
لا یمہن حیاً قال بن الملک والی ان المیت یتالم قال بن حجر ومن لازمہ انہ یتلذذ
بما یتلذذ بہ الحی وقد اخرج ابن ابی شیبۃ عن بن مسعود رضی اللہ عنہ قال
اذی المؤمن فی موتہ کاذاء فی حیواتہ - مرقاة - جلد رابع ص ۹

ترجمہ: علامہ طیبی شارح مصابیح نے فرمایا۔ اس حدیث پاک میں اشارہ ہے کہ جیسے
زندہ آدمی کی عزت و عظمت کے خلاف کوئی کام نہیں کیا جاتا، اسی طرح میت کی عزت و حرمت
کے منافی کوئی فعل نہیں کرنا چاہیے۔ ابن الملک نے فرمایا کہ اس حدیث پاک میں اس طرف اشارہ ہے
کہ میت کو ایسے افعال سے رنج و الم لاحق ہوتا ہے۔ علامہ بن حجر شارح بخاری شریف نے فرمایا کہ
یہاں سے لازم یہ آتا ہے کہ میت ہر اس شے سے لذت اندوز ہوتا ہے جو کہ زندہ آدمی کے لئے
موجب لذت ہوتی ہے اور امام مسلم صاحب صحیح کے استاد ابو بکر بن ابی شیبہ نے نقل کیا ہے
کہ عبد اللہ بن مسعود صحابی رضی اللہ عنہ نے فرمایا مومن کو حالت موت میں تکلیف دینا یوں ہے
جیسے کہ اسے حالت حیات میں تکلیف دینا دونوں حالتوں میں فرق نہیں ہے۔

حدیث پاک کا معنی و مفہوم واضح تھا، مگر بایں ہمہ ہم نے ان اکابر کی تصریحات نقل کر کے
مزید وضاحت اس لئے کر دی ہے کہ مخالفین و منکرین کے لئے ہمیر بھیر اور ایچ پیج کی گنجائش نہ رہے
اور روز روشن سے بھی زیادہ عیاں ہو جائے کہ محدثین کرام اور شارحین عظام نے اس حدیث پاک
سے یہی معنی سمجھا کہ میت میں علم و ادراک اور فہم و شعور موجود ہے اور اسے تکلیف دہ امور سے تکلیف

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پہنچتی ہے اور موجبات فرحت و سرور سے لذت و راحت حاصل ہوتی ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ، جیسے مقرب بارگاہ نبوی کا بھی یہی ارشاد ہے۔

نوٹ: حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ان صحیح روایات پر خصوصی توجہ رہے کیونکہ مخالفین نے بھی انہیں کی ایک روایت سے استدلال کر کے سماع اموات کی نفی کی ہے۔

(۱۳) اخراج بن ابی الدنیا عن عقبہ بن عامر الصحابی قال لان الہاء علی جمرة او علی حد سیف حتی تخطف رجلی احب الی من ان امشی علی قبر رجل وما ابالی انی القبور قضیت حاجتی ام فی السوق بلین ظموانیہ والناس یمنظرون - شرح الصدوق و مرقاۃ شرح مشکوٰۃ۔

ترجمہ: بن ابی الدنیا عقبہ بن عامر صحابی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے نزدیک انگاروں پر پاؤں رکھنا یا تلوار کی دھار پر حتیٰ کہ وہ پاؤں کو جلا ڈالے یا قطع کر دے زیادہ پسندیدہ ہے، اس سے کہ کسی آدمی کی قبر پر پاؤں رکھوں اور مجھے اس بات میں کوئی فرق نظر نہیں آتا ہے کہ میں قبرستان کے اندر قضا حاجت کروں یا بازار کے درمیان جبکہ لوگ دیکھ رہے ہوں۔

(۱۴) اخراج من ابی الدنیا عن سلیم بن غفرانہ انہ 'مر علی مقبرۃ وهو حاقن قد غلبہ البول فقیل لہ لو نزلت فبیت قال سبحان اللہ واللہ انی لاستحی من الاموات کما استحی من الاحیاء۔ شرح الصدوق۔ مرقاۃ باب زیارۃ القبور ص ۱۱۱ قال ابن القیم لولا ان المیت یشعر بذالک لما استحی منہ۔

ترجمہ: سلیم بن غفرانہ سے ابن ابی الدنیا نے نقل کیا ہے کہ وہ ایک قبرستان سے گزر رہے تھے اور پیشاب نے ان پر غلبہ کیا ہوا تھا، ان سے عرض کیا گیا کاش کہ آپ اتر کر پیشاب کر لیتے (قبرستان میں)، انہوں نے کہا سبحان اللہ بخدا میں اموات سے اسی طرح شرم کرتا ہوں جس طرح کہ زندہ لوگوں سے علامہ بن قیم نے کہا اگر ان کے نزدیک میت میں شعور و ادراک نہ ہوتا، تو

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قبرستان میں قضااً حاجت کرنے سے شرم نہ کرتے۔

(۱۵) اخرج العقيلي عن ابي هريرة قال ابودزين يارسول الله ان طريقي على المعق
فعل من كلام اتكلم به اذا مررت عليهم قال قل السلام عليكم يا اهل القبور من
المسلمين والمؤمنين انتم لنا سلف ونحن لكم تبع وانا انشاء الله بكم لاحقون قال
ابودزين يسمعون قال يسمعون ولكن لا يستطيعون ان يجيبوا قال يا ابودزين لا ترضى
ان يرد عليك بعدد هم من الملائكة - شرح الصدور ص ۱۱۶ ورقاة باب زيارة
القبور ص ۱۱۶

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے عقیلی نے نقل کیا کہ حضرت ابو زین نے عرض کی
یا رسول اللہ میرا آنے جانے کا راستہ قبرستان میں سے ہے ایسی کلام آپ مجھے بتلائیں جسے میں وہاں
سے گزرتے وقت پڑھوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم یوں کہا کرو، تم پر سلام ہو اے
اہل قبور! سلام ہو اور یونہی تم ہمارے اسلاف اور پیش رو ہو اور ہم تمہارے اخلاف اور تابع اور ہم
انشار اللہ تمہیں آئیں گے۔ حضرت ابو زین صحابی نے دیر دیکھتے ہوئے کہ ایسی کلام خطاب اور ندا
پر مشتمل تو ان لوگوں سے کی جاتی ہے جو سنتے سمجھتے ہیں، حالانکہ وہ تو مردہ ہیں، کیونکر سن سکتے ہیں،
عرض کیا یا رسول اللہ کیا وہ اموات اور اہل قبور سنتے ہیں، آپ نے فرمایا، ہاں سنتے ہیں، لیکن جواب
کی استطاعت نہیں رکھتے اور فرمایا اے ابو زین کیا تو اسے پسند نہیں کرتا کہ اہل قبور کی گنتی
خمد کے مطابق ملائکہ تجھے جواب دیں۔ وکذا فی شرح الصدور ص ۱۱۶۔

اس حدیث کی تائید و تقویت بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ما ائتم باسمع لہما
اقول منہم وکن لا یجیبون سے حاصل ہو جانے کے بعد اس پر سند کے لحاظ سے جرح لغو
و باطل ہے۔ علی الخصوص جبکہ تمام محدثین نے احادیث بیلاہم میں اہل قبور کے سماع کی
تصریح کی ہے اور عدم سماع کی صورت میں سلام کو فعل عبث اور غیر معقول قرار دیا ہے۔
ملا علی قاری نے فرمایا اتی جوابا یسمعہ النبی والافہم یردون حیث لا ینسج یعنی انہی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سلام کا جواب دیتے ہیں مگر ایسے نہیں کہ زندہ جن و انسان اس کو سُن سکیں۔

(۱۶) عن الصدّیقة عائشة رضی اللہ عنہا قالت کیف اقول تعنی فی زیارة القبور قال قولى السلام على اهل الدیاد من المؤمنین والمسلمین ورحم اللہ المتقدّمین والمتأخّرین وانا انشاء اللہ بکم للاحقون۔ رواه مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۳۳۳ باب زیارة القبور۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں زیارت قبور کے وقت کیا کہوں۔ آپ نے فرمایا اس طرح کہو، سلام ہو اہل دیار (اہل قبور) مسلمانوں اور مومنوں پر اللہ تعالیٰ رحمت فرماتے ہمارے پہلے گزرنے والوں اور اور پیچھے آنے والوں پر اور ہم انشاء اللہ تمہارے ساتھ ملنے والے ہیں۔

(۱۷) عن ابن عباس مرّ الہی صلی اللہ علیہ وسلم بقبور بالمدينة فاقبل علیہم بوجہ فقال السلام علیکم یا اهل القبور الحدیث۔ رواه الترمذی۔

ترجمہ: حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں چند قبروں کے پاس سے گزرے تو ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا سلام ہو تم پر اے اہل قبور!

(۱۸) عن عائشة قالت کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کلما کانت لیلتھا من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخرج من آخر اللیل الی البقیع فیقول السلام علیکم وار قوم مومنین واناکم ما تعدون غدا مؤجلون وانا انشاء اللہ بکم لاحقون اللہم اغفر لاهل البقیع الغرقہ۔ رواه مسلم۔ مشکوٰۃ ص ۳۳۳

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی میری باری آتی ہر اس رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع کی طرف تشریف لے جاتے اور فرماتے، سلام ہو تم پر اے قوم مومنین آگیا تمہارے پاس جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ فردائے قیامت تک تمہیں ہلکتی دی گئی ہے اور ہم بے شک انشاء اللہ تمہارے ساتھ آملنے والے ہیں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

۱۰۸
لئے اللہ بقیع غرقہ والوں کے لئے مغفرت فرما۔

حضرت البوزین، حضرت عائشہ صدیقہ اور تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جو طریقہ اہل قبور کو سلام دینے کا آپ نے سکھلایا، اس میں اہل قبور کو زندہ اور خطاب ہے جیسا کہ زندہ لوگوں کو سلام دیتے وقت خطاب کا صیغہ اختیار کیا جاتا ہے۔ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب اہل قبور کو سلام دیتے تو خطاب و نداء والی صورت کو اختیار فرماتے، بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف متوجہ ہو کر سلام فرماتے جیسا کہ زندہ شخص کی طرف متوجہ ہو کر اسے سلام دیا جاتا ہے۔ اگر وہ سنتے سمجھتے نہیں اور انہیں علم و شعور نہیں تو سلام میں یہ طریقہ اختیار کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔ یہی محدثین کرام اور دیگر علمائے کرام نے تصریح فرمائی ہے اور امت مسلمہ نے بھی کچھ اس سے سمجھا ہے۔ اگر اموات و احياء میں سلام و کلام سننے سمجھنے میں تفاوت ہوتا تو لازماً وہ طریقہ اموات اور اہل قبور کے حق میں ترک کر دیا جاتا جو زندہ اہل اسلام کے لئے شریعت میں جاری فرمایا گیا، تاکہ مسلمانوں کو اندازِ تنہا طب اور کیفیت سلام میں یکسانیت و موافقت سے سماع اموات کا وہم نہ پیدا ہو جائے۔

نیز اس سلام و خطاب کے لئے وقت کی بھی کوئی تخصیص نہیں فرمائی گئی، بلکہ جب کبھی اور جس وقت کوئی شخص قبرستان میں داخل ہوا، اسے سلام کہنا چاہیے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اہل قبور ہر وقت اپنے زائرین کو جانتے ہیں اور ان کے سلام و کلام کو سننے سمجھتے ہیں۔

علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں وهو الظاهر المختار الذي تقتضيه احاديث السلام على القبور۔ تمام اموات کا سماع و شعور ظاہر ہے اور یہی مختار ہے جیسا کہ احادیث سلام اس کی مقتضی ہیں۔ شرح مسلم جلد ثانی ص ۳۸۷

قال بن القيم قد شفع النبي صلى الله عليه وسلم لامته اذا سلموا على اهل القبور ان يسلموا عليهم سلام من يحاط بوفد فيقولوا السلام عليكم دار قوم مؤمنين وهذا خطاب لمن يعقل ويسمع ولولا ذلك لكان هذا الخطاب بمنزلة خطاب

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

المعدوم والجماد والسلف مجمعون على هذا وقد قوامت الآثار عنهم بان الميت يعرف زيارة الحی ویستشربه - کتاب الروح - ص ۵

علامہ بن القیم تلمیذ بن قیم نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے جب بھی وہ اہل قبور کو سلام دیں، ایسا طریقہ سلام کا مستنون فرمایا جیسا کہ وہ سامنے موجود مخاطب لوگوں کو سلام دے رہے ہوں۔ پس وہ یوں کہیں السلام علیکم وارقوم مومنین اور یہ انداز و اسلوب اس شخص کے لئے ہوتا ہے جو کلام کو سنتا اور سمجھتا ہو اور اگر اہل قبور میں علم و شعور اور ادراک و احساس اور فہم و سماع موجود نہ ہو تو یہ خطاب بمنزلہ خطاب معدوم و جمادات کے ہو جائے گا جو کہ غیر معقول ہے، حالانکہ اسلاف کا اس پر اجماع ہے اور ان سے تواتر کے ساتھ آثار و روایات ثابت ہیں کہ میت زندہ لوگوں کی زیارت کو جانتا ہے اور ان کی وجہ سے خوش ہوتا ہے۔ کتاب الروح ص ۵ المسئلة الادلی وھی هل تعرف الاموات زیارة الاحیاء و سلا مهم ام لا

امام سیوطی نے بشری الکلب میں فرمایا قال بن القیم الاحادیث والآثار تدل علی ان الزائر متی اجاء علم به الميت ویسمع سلامه والنس به ورد علیہ وهذا عام فی حق الشهداء وغیرهم فانه لا یوقت وهو اصح من اثر الضحاک المدال علی التوقیت قال قد شرع النبی صلی اللہ علیہ وسلم لامتنا ان یسلموا علی اهل القبور سلام من یخاطبونه ممن یسمع ویعقل ص ۱۱ بشری الکلب علی حاشیة شرح الصدور ترجمہ، امام جلال الدین سیوطی نے فرمایا کہ بن قیم نے فرمایا ہے کہ احادیث و آثار اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ جب بھی میت کی قبر میں زیارت کرنے والا آتا ہے میت اسے جان لیتا ہے اور اس کے سلام کو سنتا ہے۔ اس کے ساتھ انس و جان بھی اسے سلام کا جواب دیتا ہے اور شہداء اور غیر شہداء میں اتنا شعور و ادراک برابر کیسا ہے کیونکہ ان احادیث و آثار میں ان کی معرفت اور علم و شعور کے لئے تعیین و تخصیص نہیں کی گئی اور یہ قول ضحاک واسے اثر و روایت سے زیادہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

صحیح ہے جس میں تعیین و توقیت پائی گئی ہے، پہلے قول کے اصح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے اہل قبور پر سلام دینے کا جو طریقہ معنون فرمایا، وہ ایسے لوگوں کو سلام دینے والا انداز و اسلوب ہے جو کہ سلتے اور سمجھتے ہوں۔

علامہ طحاوی حنفی نے مراقی الفلاح شرح نور الایضاع کے حاشیہ میں علامہ ابن القیم کے اسی قول کو نقل کیا اور اختیار فرمایا ہے۔ یہی مختار شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور علامہ ملا علی قاری اور علامہ نووی وغیرہم اکابرین ملت کا ہے۔ ان کی عبارات بعد میں ذکر کی جائیں گی۔ فانتظر مفتشا۔ صاحب روح المعانی فرماتے ہیں: ولا يختص السماع في السلام عند الزيارة ليلة الجمعة اذ يومها (الى) بل يكون ذلك في اسلام مطلقا عند الزيارة فالميت يسمع الله روحه اسلام عليه من زائره في اي وقت كان - روح المعاني جلد ۲ ص ۵۱ و ۵۲

ترجمہ: میت کا زیارت کرنے والے کے سلام کو سنا جمعہ کی رات اور جمعہ کے دن سے خاص نہیں ہے بلکہ سلام کا سنا بوقت زیارت کسی وقت سے مخصوص نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ میت کی روح کو زندہ کا سلام سنوا تا ہے، جب بھی زیارت کرے اور سلام دے۔

(۱۹) اخراج الطبرانی فی الاوسط عن ابن عمر و داخرج الحاكم وصححه والبيهقي عن ابی هريرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انه وقف علی مصعب بن عمیر حين رجع من احد فوقف عليه وعلى اصحابه فقال اشهد انكم احياء عند الله فوزروهم وسلموا عليهم فوالذي نفسي بيده لا يسلم عليهم احد الا اردوا عليه الى يوم القيامة - شرح الصدوق ص ۵۵

ترجمہ: الطبرانی نے اوسط میں عبد اللہ بن عمر و رضی اللہ عنہ سے نقل کیا اور حاکم و بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ احد سے مراجعت فرما ہوئے تو حضرت مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کے مزارات پر تشریف لے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مگئے اور فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ تم اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے پھر اپنے امتیوں صحابہ کرام اور بعد میں آنے والوں کو حکم فرمایا کہ ان شہداء کرام کی زیارت کرو اور ان پر سلام بھیجو۔ مجھے اس بات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو شخص بھی قیامت تک انہیں سلام دے گا یہ شہداء کرام اس کا جواب دیں گے۔

اس روایت سے شہداء کرام کا زائرین کو جاننا ان کے سلام کو سنا اور انہیں جواب دینا اور اس علم و معرفت اور صلاحیت سماع و فہم اور قدرت جواب کا قیامت تک ان کے لئے ثابت ہونا واضح و ظاہر ہے۔ جب شہداء کرام میں یہ صلاحیت ثابت ہو گئی تو اولیاء کا طین صدیقین اور انبیاء و مرسلین علیہم السلام میں بطریق اولیٰ یہ قدرت ثابت ہو جائے گی، کیونکہ شہداء نفیلت کے مراتب میں سے تیسرے درجہ میں ہیں اور صالحین میں بھی کیونکہ وہ ملحق بالشہداء ہیں۔ کما قال صاحب السیاسة

(۲۰) عن عطاء الخراسانی قال حدثتني ابنة ثابت بن قيس بن شماس قالت لما كان يوم اليمامة خرج مع خالد بن الوليد الى مسيلمة فلما التقوا وانكثفوا قال ثابت وسالم مولیٰ ابی حذيفة ما هكذا كنا نقاتل مع رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم حضر كل واحد له حضرة فقتلوا قتلا حتى قتلوا وعلى ثابت يومئذ درع له نسيه فمربه رجل من المسلمين فاخذها بيما رجل من المسلمين فائم اذ اتاه ثابت في مامه فقال له اوصيك بوصية فايالك ان تقول هذا حلم فتضيعة اني لما قتلت بالاسس مر بي رجل من المسلمين فاخذ درعي ومنزله في اقصى الناس وعند خيلاء فرس يستن في طوله وقد كفا على الدرع برممة وفوق البرمة رجل فأت خالد فمره ان يبعث الى درعي فياخذها واذا قدمت المدينة على خليفة رسول الله صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم يعني ابا بكر الصديق رضي الله عنه فقل له ان علي من الذين كذا وكذا وفلان من رقيق عتيق

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وفلان فاتی الرحیل خالد رضی اللہ عنہ فاخبرہ فبعث الی الدر ع فاتی
بہا وحدث ابابکر بسویاہ فاحاز وصیۃ۔ کتاب الروح لابن النقیم۔ ص ۲۱
قال ملک بن انس لا علم وصیۃ اجیزت بعد موت صاحبہا الا هذه۔ خازن جبل
ترجمہ: عطار خراسانی سے منقول ہے کہ مجھے حضرت ثابت بن قیس بن شماس کی بیٹی
نے بیان کیا کہ جنگ یمامہ رجبہ مسلمہ کذاب کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے موہجلا
میں لڑی گئی تھی، کادن تھا۔ میرے والد حضرت خالد بن الولید رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمہ کذاب
کی طرف نکلے، جب دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوئے ثابت بن قیس بن شماس اور
سالم مولیٰ ابی حذیفہ رضی اللہ عنہما نے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں اس طرح جنگ
نہیں لڑا کرتے تھے۔ پھر ہر ایک نے اپنے لئے ایک گڑھا کھود لیا اور اس میں کھڑے ہو کر دونوں
نے ثابت قدمی کے ساتھ جہاد کیا، حتیٰ کہ دونوں شہید ہو گئے اور اس دن حضرت ثابت کے بدن
پر ایک نفیس زرہ تھی۔ مسلمانوں میں سے ایک آدمی ان کے پاس سے گزرا، تو اس نے زرہ کو
اتار لیا۔

حضرت ثابت رضی اللہ عنہ، خواب میں ایک مسلمان کو جبکہ وہ سویا ہوا تھا، ملے اور فرمایا
میں تجھے وصیت کرتا ہوں اور تو اس خیال سے دور رہنا کہ اسے خواب و خیال سمجھ کر ضائع کر دے۔
فرمایا، میں جب گزشتہ دن شہید ہو گیا تو میرے پاس سے ایک مسلمان گزرا، تو اس نے زرہ کو
اتار لیا۔ زرہ اتارنے والے کی نشان دہی کرتے ہوئے فرمایا اس کا ٹھکانا سب لوگوں کے ٹھکانوں
کے آخر میں ہے اور اس کے خیمہ کے پاس ایک گھوڑا اپنی لمبی رسی کے ساتھ بندھا ہوا چڑھا ہے۔
اس شخص نے زرہ کے اوپر مہڈیا کو الٹا رکھا ہوا ہے اور ہنڈیا کے اوپر پالان رکھا ہوا ہے۔ حضرت
خالد رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیجئے کہ میری زرہ کے لئے آدمی بھیج کر اسے
وصول فرمائیے۔ نیز جب تو مدینہ شریف میں خلیفہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ کی خدمت میں حاضر ہو تو ان سے عرض کرنا کہ مجھ پر اتنا قرض ہے، اسے بھی اتارا جائے اور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و ادراک اور احوال امت کے مشاہد و اطلاع پر نص قطعی ہیں اور مفسرین کرام اور ارباب سیر کی تصریحات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم اور حالت حیات و ممات کے یکساں ہونے پر شاہد و صادق اور دلیل ناقل ہیں۔ یہاں صرف دو عبارتوں پر اکتفا کرتا ہوں۔ تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں اور امت کے عوام مومنین اور شہداء و کرام وغیرہ کے اندر علم و ادراک اور احساس و شعور کے ثابت ہو جانے کے بعد سیدالانبیاء حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں حاضرین کی معرفت اور ان کے سلام اور دیگر معروضات کے سماع و فہم وغیرہ میں کون سا خفا ہو سکتا ہے اور حق تو یہ ہے کہ اس روایت کے یہاں رج کرنے کی بھی کوئی ضرورت نہیں تھی، مگر امتی کملانے والوں میں ایک بد بخت ترین فرقہ ایسا بھی ہے جنہوں نے ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اپنی بد باطنی کے باعث اپنی پیرو دستیوں کا نشانہ بناتے ہوئے لاعلم و بے خبر ثابت کرنے کی سعی ناپاک کی ہے، اس لئے کچھ اشارہ ان کے زعم فاسد اور قول باطل کے رد و البطلال کی طرف کر دیا۔ نیز امت کے حق میں اس خوش خبری کا اظہار بھی مقصود ہے کہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب اقدس میں ہدیہ سلام اور نذرانہ حقیت پیش کرنے والوں کے لئے کتنا بڑا انعام و اکرام ہے اور فضل و احسان ہے کہ حبیب خدا فخر انبیاء سرور ہر دوسرا صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس امتیوں کے سلام کا جواب فرماتے ہیں۔

شیخ عبدالحق فرماتے ہیں اور کیا ہی خوب فرماتے ہیں، ازیں جامی تو اس دانست کہ سلام بر آنحضرت چہ فضیلت دارد و سلام گویندہ بر آنحضرت را خصوصاً بسیار گویندہ را چہ شرف است اگر سلام تمام عمر را یک جواب آید سعادت است چہ جائے آنکہ ہر سلام را جواب شلوزد

بہر سلام مکن رنجہ در جواب آل لب

کہ صد سلام مرا بس یکے جواب از تو اشعۃ جلال و دل ص ۴۹

۱۱، شاہ عبدالعزیز قدس سرہ تفسیر عزیزی زیر آیت و یكون الرسول علیکم شہیدا

فرماتے ہیں ازیں کہ او مطلع است بنور نبوت بر رتبہ ہر متدین بدین خود کہ در کدام درجہ از دین من

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رسیدہ و حقیقتِ ایمان اور پست و حجابے کہ بدل از ترقی بحسب ماندہ است کدام است پس
اویشناسد گناہان شمارا و درجاتِ ایمان شمارا و اعمالِ نیک و بد شمارا و اخلاص و نفاق شمارا۔
تفسیر عزیزی سورۃ بقرہ ص ۵۱۔

کیونکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے نورِ نبوت کے ساتھ دینی بذاتِ خود نہ کہ
محض اطلاع ملائکہ کی وجہ سے ورنہ شاہِ صاحب کے او مطلع است نورِ نبوت کہنے کا کوئی فائدہ
نہ ہوگا، بلکہ یوں کہتے بہ اطلاع ملائکہ، اپنے دین میں داخل ہونے والے ہر شخص پر مطلع ہیں کہ
وہ میرے دین میں کون سے درجہ تک پہنچا ہوا ہے اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے اور جس
حجاب کی وجہ سے وہ ترقی سے محروم ہو گیا وہ کون سا ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے
گناہوں کو جانتے ہیں، تمہارے ایمان کے مراتب و درجات کو جانتے ہیں، تمہارے اچھے بُرے
اعمال کو جانتے ہیں اور تمہارے اخلاص و نفاق سے باخبر ہیں۔

(۲) علامہ قسطلانی شارح بخاری مؤاہب لدنیہ میں فرماتے ہیں، لا فرق بین موتہ و
حیاتہ صلی اللہ علیہ وسلم فی مشاہدۃ لامتہ و معرفتہ باحوالہم و نیاتہم و
عزائمہم و خواطرہم و ذالک جلی عندہ لا خفاء بہ۔ مواہب لدنیہ مع ذرقانی
جلد ثامن ص ۳۵

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیوۃ طیبہ اور عالمِ برزخ کی زندگی مبارک
میں اپنی امت کے مشاہدہ اور ان کے احوال و کیفیات، قلبی ارادوں اور نیات، عزائم و خواطر
کی معرفت میں کوئی فرق نہیں اور امت کے سب امور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر واضح و منکشف
ہیں۔ ان میں کسی قسم کا خفاء اور پوشیدگی نہیں، انتہی۔

تقریباً یہی معنوں حضرت عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن المسیب
رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے۔ وہی صاحب مواہب لدنیہ نقل فرماتے ہیں،

عن عبد اللہ بن المبارک عن سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ لیس من

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یوم الاو یعرض علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعمال امتہ غدوۃ وعشیۃ فیرفعہم
بسمائہم و اعمالہم فلذلک یشہد علیہم - مواہب لدنیہ - جلد خامس - ص ۲۲
ترجمہ: حضرت سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں ہے
جس میں صبح و شام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں امت کے اعمال پیش نہ ہوتے ہوں۔
پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے امتیوں کو ان کے اشکال و صور کے ساتھ اور اعمال کے ساتھ جانتے
ہیں، اسی لئے قیامت کے دن ان پر گواہی دیں گے۔ وکذا فی الملہم جلد اول - ص ۱۳۵
خلاصہ مرام یہ کہ جب قرآن کریم کی نص قطعی اور احادیث صحیحہ اور اقوال مفسرین جو اس
آیت مقدسہ کی تفسیر و تعبیر ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم محیط اور امت کے احوال و
اعمال عزائم و مقاصد خیالات و خواطر کے مشاہدہ تام پر شاہد صادق ہیں تو آنجناب کی امت
کے سلام و نیاز اور معروضات و گزارشات پر اطلاع بھی ثابت ہو گئی۔ لاندراج الافص

(۲۲) عن ابی امامۃ قال قال رسول اللہ علیہ وسلم اذا مات احدکم فسویتم
علیہ التراب فلیقم احدکم علی راس قبرہ ثم یقول یا فلان بن فلانہ فانہ یسمع
ولا یجیب ثم لیقل یا فلان بن فلانہ الثانیۃ فانہ یشہد قاعدۃ ثم لیقل یا فلان
بن فلانہ فانہ یقول ارشدنا رحمک اللہ ولکنکم لا تسمعون فیسئل اذکرم ما خرجت
علیہ من الدنیا شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ وانک رضیت
باللہ رباً وبالاسلام دیناً و محمد نبیاً وبالقرآن اماماً فان منکرًا و نکیرًا یتاخر کل
واحد منہما ویقول اطلق بنا ما یقعدنا عندہذا وقد لقن حجتہ و یكون اللہ ورسولہ
حججہ دونہما فقال رجل یا رسول اللہ فان لم یعرف امہ قال ینسبہ الی امہ
حواء رضی اللہ عنہا۔ کتاب الروح ص ۱۰۰ فتح الملہم جلد دوم ص ۶۶ - شامی جلد اول
ص ۶۶ و طحاوی ص ۳۴

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے ایک مسلمان فوت ہو جائے اور تم اسے دفن کر کے اس پر مٹی درست کر لو دو چاہیے کہ تم میں سے ایک آدمی اس شخص کی قبر کے سرہانے کھڑا ہو جائے اور کہے اے فلاں فلاں کے بیٹے، وہ یقیناً اس آواز کو سنے گا، مگر جواب نہیں دے گا۔ پھر کہے اے فلاں فلاں کے بیٹے اس وقت وہ میت اٹھ کر بیٹھ جائے گا۔ پھر کہے اے فلاں فلاں کے بیٹے وہ میت کے اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔ ہماری رہنمائی کر لیکن تم اس کے جواب کو نہیں سُن سکو گے۔ اس وہ تلقین کرنے والا شخص کہہ اے صاحب قبر، جس اعتقاد پر تو دنیا سے نکلا ہے، اسے یاد دینی شہادۃ اس امر کی کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی مستحق عبادت نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور یہ کہ تو اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہے اور اسلام پر یقین دین ہونے کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بحیثیت نبی ہونے کے اور قرآن مجید کے ساتھ

ت رہنا ہونے کے تو یقیناً منکر و غیر میت سے سوال کرنے والے فرشتے، پیچھے ہٹ جائیں گے اور ایک دوسرے کو کہیں گے چلو ہم اس شخص کے پاس کیوں بیٹھیں جبکہ اسے اس کی حجت ایمان و دلیل اسلام سکھلا دی گئی رہم اس کا امتحان کیسے لیں، اور اللہ رب العزت اس بندہ کی طرف سے دونوں فرشتوں کے آگے اس کے ایمان و اسلام میں کفیل و ضامن ہو جائے گا ایک آدمی نے عرض کی یا رسول اللہ اگر اس مدفون کی والدہ کا نام معلوم نہ ہو (تو پھر حالت تلقین میں نداء کیسے کرے) آپ نے فرمایا اس کو اس کی والدہ حضرت خوار رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کر کے ندا کرے۔

کتاب الروح ص ۱۰۸۔ وکذا فی لمعات جلد اول ص ۲۰۸ و مرقاۃ جلد اول ص ۲۰۸

علامہ ابن القیم نے فرمایا: فہذا الحدیث وان لم یثبت فاتصال العمل بہ فی سائر الامصار والا عصار سن غیر انکار کاف فی العمل بہ وما اجرئ اللہ العاصۃ بان امة طبقت مشارق الارض ومغاربہا وہی اکمل الاعم عقولا وادفہا معارف تطبق علی مآطیہ من لا یسمع ولا یعقل ولست یحسن ذالک لا ینکر منها منکر بل سنہ الاول للاخر ولیقن

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فیه الآخر بالاول فلولاً ان الخطاب لسمع والا. كان ذاك بمنزلة الخطاب للتو
وامتثاب والحبر والمعدوم وهذا وان استحسنه واحد فالعلماء قاطبة على
استقباحه واستهجانہ۔ کتاب الروح ص ۱۸

ترجمہ: یہ حدیث بالفرض سند کے لحاظ سے یقینی نہ ہو تو بھی تمام علاقوں اور زمانوں میں
امت مسلمہ کا اس پر عمل بغیر خلاف و انکار کے اس پر عمل کے لئے کافی ہے اور اللہ رب العزت
کی عادت کریمہ اس طرح جاری نہیں ہے کہ ایسی امت میں نے اپنی کثرت کی وجہ سے زمین کے
اطراف و اکناف کو بھرا ہوا ہو۔ در آل حالیکہ وہ سب امتوں سے مقول میں اکمل ہو اور معارف و
علوم میں فائق ہو وہ ایسے لوگوں کو خطاب کرنے پر متفق ہو جائے جو نہ سنتے ہوں اور نہ سمجھتے ہوں
بلکہ اس خطاب و نداء کو مستحسن سمجھیں اور ان میں سے کوئی بھی اس پر انکار نہ کرے بلکہ اوائل اسے
متاخرین کے لئے سنت قرار دیں اور متاخرین اس میں متقدمین کی اتباع و اقتدا کریں۔ لہذا اگر
میت نہ سنتے ہوتے (تو کبھی بھی اس تلقین اور خطاب و نداء کو جائز نہ سمجھا جاتا اور نہ ہی سلام و
خطاب اور تلقین کو مشروع کیا جاتا، ورنہ خطاب مقبور و تلقین میت مٹی کے ڈھیروں اور لکڑیوں
پتھروں اور معدوم اشیاء کو خطاب کرنے کے مترادف ہو گا اور ایسے خطابات کو ہو سکتا ہے
کسی ایک شخص نے مستحسن اور جائز سمجھا ہو، مگر تمام علماء اس کی قباحت و ناپسندیدگی پر
متفق ہیں۔

الحمد للہ کہ یہاں تک نفوس قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے سماع موتی کا امکان اور اس
کا تحقق و ثبوت تمام اموات و مقبورین اور جمیع اہل برزخ کے لئے علی الخصوص مومنین و مسلمین
کے لئے واضح و ظاہر ہو گیا اور جب عوام مومنین کو یہ قدرت و طاقت حاصل ہے تو شہداء کرام و
اولیاء صدیقین کو بطریق اولیٰ حاصل ہوگی اور انبیاء کرام و رسل عظام کو بدرجہ اتم و اکمل۔
تنبیہ نبیہ اور فائدہ عظیمہ: ہم نے متعدد صحیح احادیث و روایات رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات و ارشادات نقل کئے ہیں اور سینکڑوں اس کے علاوہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

احادیث صحیحہ اور آثار و روایات صادقہ موجود ہیں جو کہ اہل قبور کی حیوۃ، قبور میں عبادت مثلاً تلاوت کلام پاک اور دیگر اذکار پر دلالت کرتی ہیں۔ سماع کلام و سلام اور نغمہ و نداء و خطاب پر صریح الدلالت ہیں۔ ہم منکرین سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ صحیح نہیں، بلکہ ضعیف روایت سے ہی یہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع موتی کی نفی و انکار کسی بھی صریح حدیث کے ساتھ ثابت کر دیں، مگر انشاء اللہ العزیز ایک حدیث صریح بھی پیش نہیں کر سکیں گے فہماذا بعد الحق الا الضلال۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

منکرین کے عقلی شبہات کا ازالہ

منکرین سماع نے اپنے عقیدہ کی بناءً بظاہر قرآن کریم کی آیات اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ایک قول پر رکھی ہے، مگر دراصل ان کے نزدیک ان کا عقل ہی اصل دلیل ہے اور اسی کا فیصلہ ہی شرعی حکم ہے اور عین اسلام و دین جو کچھ اس کا خلاف ہے وہ مردود و باطل ہے۔

شبہ اولیٰ : ان کا عقل یہ فرماتا ہے کہ اہل قبور اپنی قبروں میں مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاتے ہیں۔ ان کے اجزاء و اعضاء پر لگندہ ہو جاتے ہیں، جسم کا کوئی جز صحیح و سالم نہیں رہتا، جو اس و عقل کے ذریعے ادراک اور سلام و کلام کا سُنا ہمارے عقل تسلیم نہیں کرتی، لہذا یہ عقیدہ و نظریہ باطل ہے۔

تنبیہ : یہ عقلی استدلال یا توہم و تخیل ان حضرات کا ذاتی نہیں ہے بلکہ معتزلہ کی طرف سے بطور وراثت حاصل ہوا ہے جس کی تقریر بحوالہ عینی گزر چکی ہے۔ انہوں نے اسی شبہ کی بناءً پر عذاب قبر اور اس کے ثواب کا انکار کر دیا۔

اور ان حضرات نے اسی شبہ کی بناءً پر سماع موقی کا انکار کر دیا۔ دلیل ایک ہے، انداز استدلال ایک ہے، صرف عنوان تعبیر کا فرق ہے۔ انہوں نے بنیاد کو گرانا شروع کیا اور انہوں نے منڈیرے۔ انہوں نے ملزوم و متبوع کی نفی کی اور انہوں نے لازم و تابع کی (اور لازم کی نفی ملزوم کی نفی کو مستلزم ہے اسی بناءً پر معتزلہ نے ما انت جمیع من فی القبور سے برزخی حیات کی نفی پر استدلال کیا ہے، مقصود صرف یہ ہے کہ اس عقلی اور تعبیری فرق سے لوگوں کی آنکھوں میں دھول جھونٹی جاسکے اور جب علماء کرام معتزلہ ہونے کا طعنہ دیں تو یوں دامن بچانے کی سعی لا حاصل کی جاسکے کہ ہمارے اسلاف تو حیوۃ برزخ عذاب و ثواب کے قابل نہیں۔ ہم سماع اموات کے منکر ہیں ہم میں اور ان میں بہت بڑا فرق ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بہر حال چونکہ یہ شبہ دراصل معتزلہ کی طرف سے عذاب و ثواب قبر اور ملائکہ کے سوال و جواب میں وارد ہے اور وہی عقیدہ - سماع اموات والے نظریہ و عقیدہ کے لئے بنیاد و مدار اور موقوف علیہ و مبنی ہے؛ لہذا جب یہ اعتراض اس عقیدہ سے مندرج ہو جائے گا تو لازماً اس نظریہ سے بھی رفع ہو جائے گا۔ اس لئے ہم ائمہ ملت اور اکابرین اہل سنت کے جوابات کو یہاں نقل کر کے اس مغالطہ اور وہم کا ازالہ کرتے ہیں۔

میت و مقبور کے اجزاء کا افتراق مانع ادراک نہیں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لمعات شرح مشکوات جلد اول ص ۸۹ پر فرماتے ہیں۔

واختلف فی ان الميت یعذب باحیاء فی القبرا و یجعل الروح فی مقابله او بنوع آخر مما یعلمہ اللہ تعالیٰ ولا نعلمہ؛ والا ظہر الا صواب انه بالاحیاء و عادة الروح و هو ظاہر الاحادیث ثم اختلف فی کیفیت الاحیاء فقیل انه یعاد فی جملته و قیل فی اقل جزء یحمل الحیوة والعقل قال الحلیمی فان صح فلا جزء اولیٰ به من القلب الذی هو بنوع الحیوة و محل العقل و قیل کل من مات و تفرقت اجزاءه فان اللہ یعلق روحه بجزءه الاصلی الباقی من اول عمره الی الآخره استمراراً علی النور الذی بول لان اللہ تعالیٰ عالم بہا کلہا حسب ما هو علیہا و یعلم مواقعہا و محالہا کما فی الحشر و البنیۃ عندنا لیست شرطاً للحیوة و ینکفی فی صحۃ الاعتقاد ان تعتقد ان الحق تعالیٰ یحدث فیہا الادراک با ی وجہ یرید واللہ اعلم۔

ترجمہ: اس میں اختلاف ہے کہ اموات میں سے جس میت کو عذاب دیا جاتا ہے آیا اسے قبر میں زندہ کر کے یا روح کو اس کے مقابل رکھ کے یا کسی اور طرح پر جو اللہ تعالیٰ کے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علم میں ہے اور ہمارے علم میں نہیں (مگر ان تینوں احتمالات میں سے) زیادہ ظاہر اور بہت ہی صحیح یہ صورت ہے کہ میت کو قبر میں زندہ کرنے اور روح کو اس کی طرف لوٹانے کے بعد ہوتا ہے اور احادیث بنو یہ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے۔ پھر کیفیت احیاء میں اختلاف ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ روح تمام بدن میں لوٹایا جاتا ہے اور دوسرا قول یہ ہے کہ صرف اس کم سے کم جزیں روح کو لوٹایا جاتا ہے جس میں روح کا تعلق پیدا ہونے کے بعد میت میں زندگی اور علم و ادراک کی صلاحیت پیدا ہو جائے۔ علامہ حلیمی فرماتے ہیں اگر یہ قول درست ہو تو پھر تعلق روح کے لئے دل والے حصہ سے زیادہ کوئی جزو بدن اس قابل نہیں کہ روح کا تعلق اس کے ساتھ ہو سکے، کیونکہ دل ہی تو سرچشمہ حیات اور محل عقل و ادراک ہے اور تیسرا قول یہ ہے کہ جو شخص بھی فوت ہو اور اس کے اجزاء و اعضاء ادھر ادھر بکھر گئے ہوں اور ترکیب بدن ختم ہو گئی ہو تو تحقیق اللہ رب العزت اس کے جزو اصلی کے ساتھ روح کا تعلق قائم فرماتا ہے جو اول عمر سے آخر تک فرہی اور دبلا پن ہر دو حال میں برقرار رہتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام اجزاء کو ان کی نفس الامری کیفیات کے مطابق جانتا ہے اور ان کے محلوں اور مقاموں کو بھی جانتا ہے، جیسا کہ بوقت حشر اپنے علم و قدرت سے انہیں جمع فرمائے گا، رہا یہ تو ہم کہ جب میت کی ترکیب بدن ختم ہو گئی اور اجزاء و اعضاء منتشر ہو گئے، تو حیوۃ کیسے متصور ہوگی؟ تو شیخ نے اس کا جواب یوں دیا کہ ہمارے نزدیک بدن انسانی اور اس کی ہیئت کذاۃ کا محفوظ رہنا زندہ ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے اور قبر میں عذاب و ثواب کا اعتقاد رکھنے کے لئے یہ اعتقاد کافی ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ ان اجزاء و اعضاء میں جیسے بھی چاہتا ہے علم و ادراک پیدا فرماتا ہے، یعنی ہم یہ اعتقاد رکھنے کے تو پابند ہیں کہ اہل برزخ کے لئے حیوۃ اور عذاب و ثواب ہے، مگر کیفیت سمجھنے اور اس کی تعین کے ساتھ مکلف نہیں، لہذا تعین کیفیت کی ضرورت نہیں۔

(۲) امام نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں،

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مذهب اہل السنّت اثبات عذاب القبر خلافاً للخوارج ومعظم المعتزلہ و بعض المرجیہ فانہم نفوا ذالک ثم المذهب عند اہل السنّت الجسد بعینہ او بعضہ بعد اعادۃ الروح الیہ او الی جزء منہ وخالف فیہ محمد بن جریر و عبد اللہ بن کرام و طائفۃ فتاویٰ الاشرط اعادۃ الروح قال اصحابنا هذا فاسد لان الالم والاحساس انما یكون فی الحی ولا یمنع من ذالک کون المیت قد تفرقت اجزاء کما نشاہد فی العادۃ او اکلته السباع او حیطان البحر او نحو ذالک فلما ان اللہ یعیدہ للحشر وهو سبحانه وتعالیٰ قادر علی ذالک فکذا یعید الحیوۃ الی جزء منہ او اجزاء وان اکلته السباع والحیطان فان قیل فنحن نشاہد المیت علی حالہ فی قبرہ فکیف یسأل ویقعد ویضرب بمطارق من حدید ولا یتھزل اثر فالجواب ان ذالک غیر ممتنع بل لہ نظیر فی العادۃ وهو النائم فانه یجد لذۃ وآلاماً لا یحس نحن شیاً منہ وکذا یجد الیقظان لذۃ والماً لما یسمعه او یفکر فیہ ولا یشاہد ذالک حلیہ منہ وکذا کان جبریل علیہ السلام یأتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویخبرہ بالوحی الکریم ولا یدرکہ الحاضرون وکل هذا ظاہر حلی۔

شرح النووی۔ مسلم شریف۔ جلد ثانی۔ ص ۳۸۹

ترجمہ: اہل السنّت کا مذہب و مسلک عذاب قبر کے ثبوت و تحقق کا اعتقاد و اذعان ہے بخلاف خارجیوں اکثر معتزلہ اور بعض مرجیہ کے انہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ پھر اہل السنّت کے نزدیک عذاب پورے جسم مخصوص کو ہے یا اس کے بعض کو بعد اعادۃ روح کے خواہ پورے جسم کی طرف یا اس کے کسی جُز کی طرف۔ اعادۃ روح میں محمد بن جریر، عبد اللہ بن کرام اور ایک طائفہ مخالف ہے۔ وہ کہتے ہیں عذاب میت کے لئے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس کی طرف رُوح کا لوٹنا یا جانا شرط نہیں۔

ہمارے علماء کرام فرماتے ہیں کہ یہ قول فاسد و باطل ہے، کیونکہ درد و رنج صرف زندہ کو ہوتا ہے اور زندگی بغیر عادت روح کے متصور نہیں ہو سکتی، (اور عذاب و ثواب و عادت روح میں) میت کے اجزاء و اعضاء کا افتراق و انتشار مانع نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہم اموات میں حسب عادت و معمول دفن کے بعد مشاہدہ کرتے ہیں یا انہیں درندے کھا جائیں یا سمندر کی مچھلیاں وغیرہ کیونکہ جس طرح اللہ تعالیٰ ان اجزاء کو قیامت اور حشر کے وقت لوٹائے گا اور وہ اس عادت پر قادر ہے، اسی طرح حیوۃ و روح کو میت کے ایک جزیر یا متعدد اجزاء سے متعلق فرمانے پر بھی قادر ہے، اگرچہ اسے درندے اور مچھلیاں ہی کیوں نہ کھا جائیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ ہم میت کو قبر میں اپنے حال پر پڑا ہوا دیکھتے ہیں، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اس سے سوال کیا جائے، اسے بٹھایا جائے اور لوہے کے بھٹوروں کے ساتھ پیٹا جائے اور اس کا کوئی اثر و نشان ظاہر نہ ہو، تو جواب یہ ہے کہ ایسا ہونا محال ناممکن نہیں ہے اور اس کی امثال و نظائر ہم اپنے روزمرہ معمولات میں مشاہدہ کرتے رہتے ہیں، مثلاً سویا ہوا آدمی کبھی لذت و راحت میں ہوتا ہے اور کبھی رنج و الم سے دوچار اور ہم اس میں کسی امر کا مشاہدہ نہیں کرتے اور ایسے ہی بیدار شخص جو کچھ سنتا ہے سوچتا ہے اس کی مسترت و خوشی محسوس کرتا ہے یا غم و اندوہ مگر اس کا ہم نشین اسے محسوس نہیں کرتا اور ایسے ہی حضرت جبرائیل علیہ السلام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوتے اور وحی کریم سے مطلع کرتے، مگر صحابہ کرام نہ حضرت جبرائیل کو دیکھتے اور نہ ہی ان کے کلام کو سنتے اور یہ سب امور ظاہر و جلی ہیں۔

۲۔ علامہ قسطلانی شارح بخاری نے علامہ عسقلانی سے نقل فرمایا:

ولا مانع فی العقل ان یعید اللہ الحیوۃ فی جزء من الجسد او فی

جميعه علی الخلاف المعروف یشبهه او یعذبہ واذا لم یمنع العقل ودرود بہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الشرع وجب القبول والا اعتقاد ولا يمنع من ذلك كون الميت قد تفرقت
اجزاءه كما يشاهد في العادة او اكلته السباع والطيور وحيث ان البصر
كما ان الله يعيد للحشر وهو سبحانه قادر على ذلك فلا يستبعد تعلق
روح الشخص الواحد في آن واحد لكل واحد من اجزاءه المتفرقة في الشارق
والمغارب فان تعلقه ليس على سبيل الحلول حتى يمنع الحلول في جزء من
الحلول في جزء آخر۔ قسطلانی جلد ثانی ص ۲۷۰ وکذا قال العلی القاری
فی المرقاة جلد اول ص ۱۹۰۔

خلاصہ ترجمہ یہ ہے کہ عقل طور پر میت کے پورے جسم یا ایک جُز میں زندگی پیدا کر کے اسے
مذاب و ثواب دینا محال نہیں ہے اور جب ایک شے عقلاً محال نہ ہو اور شریعت میں ثابت
ہو، تو اس کو تسلیم کرنا واجب و لازم ہے اور میت کے اجزاء کا افتراق تعلق روح و حیوۃ اور
وصول عذاب و ثواب سے مانع نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ حشر کے لئے انہیں جمع فرمانے پر قادر
ہے تو اب بھی قادر ہے۔ لہذا شخص واحد کے روح کا تعلق آن واحد میں اس کے مشرق و
مغرب میں پھیلے ہوئے اجزاء بدن کے ساتھ قطعاً بعید نہیں (چہ جائیکہ محال ہو) کیونکہ
روح کا تعلق ان اجزاء کے ساتھ حلول والا تعلق نہیں تاکہ ایک جز میں حلول دوسری جز
کے اندر حلول سے مانع ہو جائے (بلکہ وہ تعلق یوں ہے جیسے سورج کا تعلق ان اشیاء سے
جو اس سے مستفید و مستفیض ہیں،

(۴) علامہ بن القیم نے معتزلہ کے اس عقلی شبہ کا جواب دیتے ہوئے روح کے
تعلقات اور ان کی نوعیت و کیفیت پر یوں روشنی ڈالی۔

والروح سترتزل متعلقة ببدا منها وان بلی وتمزق وصور ذالك ان الروح
لها بالبدن خمسة انواع من التعلق متغايرة الاحكام۔ احدھا تعلقھا به
فی بطن الام جنیناً۔ الثانی تعلقھا به بعد الخروج الی وجه الارض۔ الثالث

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تعلقہا بد فی حال النوم فلہا بہ تعلق من وجہ ومفارقة من وجہ۔ الرابع
تعلقہا بہ فی البرزخ فانہا وان فارقتہ وتجردت عنہ فانہا لم تفارقه
فراقاً کلیاً بحیث لا یبقی لہا التفات الیہ البتہ وقد ذکرنا فی اقل الجواب
من الاحادیث والاثار ما یدل علی ردہا وقت سلام المسلم۔ وهذا الرد اعاده
خاصہ لا یوجب حیوۃ البدن قبل یوم القیامۃ۔ الخامس تعلقہا بہ یوم بعث
الاجساد وهو اکل انواع التعلق بالبدن ولا نسبۃ لما قبلہ من انواع التعلق
الیہ اذ هو تعلق لا یقبل البدن معہ موتاً ولا نوماً ولا فساداً (الی)، و اذا
کان النائم روحہ فی جسدہ وهو حی و حیوانہ غیر حیوۃ المستقیظ فان
النوم شقیق الموت فہکذا المیت اذا عیدت روحہ الی جسدہ کانت لہ
حیوۃ متوسطۃ بین الحی والمیت الذی لمرتد روحہ الی بدنہ کحال
النائم المتوسطۃ بین الحی والمیت فتأمل۔ کتاب الروح ص ۷

ترجمہ: روح ہمیشہ اپنے بدن سے تعلق رہتی ہے، اگرچہ وہ بوسیدہ اور ریزہ ریزہ
ہو جاتے۔ اس کا سبب دراز یہ ہے کہ روح کے بدن کے ساتھ تعلقات پانچ قسم کے ہیں۔
جن میں سے ہر قسم کے احکام جدا گانہ ہیں۔ پہلا تعلق جب کہ بدن والدہ کے پیٹ میں بحالت
جنین موجود ہوتا ہے۔ دوسرا تعلق پیٹ سے رُوئے زمین کی طرف نکلنے کے بعد تیسرا
تعلق نیند کی حالت میں ہوا ایک طرح کا تعلق بھی ہے اور لیلحدگی و تجرد بھی۔ چوتھا تعلق
عالم برزخ میں کیونکہ روح بوجہ موت بدن سے الگ ہوتا ہے، لیکن اس طرح جدا نہیں ہوتا کہ
اسے بدن کی طرف بالکل التفات اور توجہ نہ رہے اور ہم ابتداء جواب میں ایسے احادیث و
آثار ذکر کر چکے ہیں جو بوقت سلام میت کی طرف روح کے لوٹنے پر دلالت کرتے ہیں اور روح
کا یہ اعادہ ایسا خاص قسم کا تعلق ہے جو قیامت سے قبل بدن کی حیات معتاد کو مستلزم نہیں
پانچواں تعلق جو قیامت کے دن حشر اجسام کے وقت ہوگا۔ یہ سب اقسام سے اکل تعلق

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پہلے اقسام کو اس قسم کے ساتھ کوئی نسبت ہی نہیں، کیونکہ یہ تعلق ایسا ہے جس کے بعد بدن سرے سے موت، نیند اور تغیر و تبدل اور فنا و زوال کو قبول ہی نہیں کرتا اصل مقصود یعنی جواب دہم کی طرف رجوع کرتے ہوئے فرمایا، اور جبکہ سوئے ہوئے آدمی کا روح بدن میں ہونے کے باوجود اس کی زندگی بیدار کی زندگی سے مختلف ہے، کیونکہ نیند موت کے مماثل و مشابہ ہے۔ پس اس طرح میت بھی جب کہ اس کے رُوح کو جسم کی طرف لوٹایا جائے گا، تو اسے ایسی درمیانی زندگی حاصل ہوگی جو نہ اس زندہ کی مانند ہے جس پر موت طاری نہیں ہوئی اور نہ اس میت کو حاصل ہے جس کی طرف ابھی رُوح کو لوٹایا نہ گیا ہو جیسا کہ نیند والا شخص جس کو بیدار اور مردہ ہر دو کی نسبت درمیانی حالت حاصل ہے۔

ان اسلاف و اکابرین ملت اور دیگر محدثین و مفسرین کے تصنیفات معتزلہ کے اس شبہ اور چیموں قسم توہمات کے جوابات سے سمجھ لو رہے ہیں۔ میں نے چند عبارات ذکر کر کے یہ واضح کرنا تھا کہ یہ شبہ آج پیش نہیں کیا گیا، بلکہ صدیوں سے معتزلہ نے اس کی آڑ میں عذاب قبر کا انکار کیا اور اکابرین ملت نے ان کا یہی جواب دیا کہ از روئے عقل اجزاء میت کے ساتھ تعلق روح میں کوئی استبعاد نہیں اور اسی پر حیوۃ برزخ کی مدار ہے، لہذا جب عقلاً تعلق روح اس بوسیدہ بدن اور اس کے اطراف عالم میں بکھرے اجزاء سے ممکن اور باری تعالیٰ کی قدرت و علم اسے محیط اور قرآن و سنت اس پر شاہد لہذا اعتقاد و اذعان واجب و لازم اور تحریف و تاویل لغو و باطل۔

لہذا سماع موتی پر وارد اس شبہ کا بھی یہی جواب ہے کہ مدار سماع و فہم یہی حیوۃ برزخ اور تعلق رُوح ہے، وہ عقلاً بھی ممکن اور شرعاً بھی ثابت اور سماع اموات کے امکان و ثبوت پر قرآن بھی شاہد اور احادیث و آثار بھی اس کے ساتھ ناطق لہذا ایمان و یقین لازم و واجب اور تحریف و تاویل بے جواز اور لغو و باطل۔ اگر یہ شبہ سماع اہل قبور کے لئے نافی ہے تو حیوۃ برزخ اور عذاب و ثواب کے لئے بھی نافی ہے اور تفرقہ سفسطہ ہے، لہذا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

منکرین سماع یا تو پرودہ نفاق کو اتار پھینکیں اور کھل کر اعتزال کا اعتراف کریں یا پھر آمنو
کَمَا آمَنَ النَّاسُ کے مصداق قبر میں عذاب و ثواب اور سماع سلام و خطاب دونوں
پر ایمان لائیں جیسا کہ تمام اہل السنّت اور جمہور اہل اسلام کا عقیدہ ہے۔

اگر میں چند اور وجہیں امکان سماع و خطاب کی پیش کردوں تو انشاء اللہ قارئین
مخلصین کے ایمان و ایقان میں قوت پیدا ہو گئی اور مانعین و منکرین کا قلعہ تو نہات
لرز جائے گا اور بنیاد مغالطہ منہدم ہو جائے گی۔

۱، فاقول و علیٰ توفیقہ اعول۔ اگر ابدانِ انسانیہ کی ترکیب و ترتیب میں تحلیل و
افتراق پیدا ہو جائے اور اربعہ فنا مر اپنے اپنے مراکز تک واصل ہو جائیں، تو بھی ان میں
ادراک و شعور اور احساس و علم اور قوۃ سماع و فہم کا امکان واضح ہے، کیونکہ تمام تر نباتات
اور جہادات وغیرہ میں علم و ادراک اور فہم و شعور اور صلاحیتِ سماع و خطاب و جواب موجود
ہے، حالانکہ روحِ انسانی کا ان سے تعلق نہیں اور جب ان عناصر کے ساتھ روحِ انسانی
کا تعلق ہو جائے گا، تو ان میں علم و شعور اور احساس و ادراک کا تحقق بطریقِ اولیٰ ثابت
ہو جائے گا۔ نصوصِ ملاحظہ فرمائیے:

آیات: اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ان من شیء الا یسبح بحمده ولكن لا
تفقهون تسبیحہم۔ ہر شے اللہ تعالیٰ کی طہارت و نزاہت تمام غیوب و نقائص سے
اور تمام اوصافِ کمال سے موصوف ہونا بیان کرتی ہے، مگر تم ان کی تسبیح و تقدیس کو
سمجھتے نہیں اور صرف تسبیحِ لسانی ہی ہے جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی، اور نہ دلالتِ حال کے
کے لحاظ سے غیر ارادی اور غیر شعوری طور پر کائنات کی ہر شے سے صادر ہونے والی تسبیح
کو تو تمام عقلاً سمجھتے ہیں، لہذا یہاں زبانِ حال سے نہیں، زبانِ قال سے تسبیح کا بیان
مقصود ہے۔

۲، قلنا یا نار کوئی بردا و سلاما علی ابراہیم۔ ہم نے کہا اے آگ حضرت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ابراہیم علیہ السلام پر ٹھنڈی اور موجب سلامتی بُن جا۔

(۳) يَا اَرْضِ اِبلِغِي مَا وُكِّدَ وَيَا سَمَاءِ اِقلِّعِي۔ اے زمین اپنے پانی کو نگل جا،
اے آسمان پانی پر سالے سے رُک جا۔

(۴) اُتِيا طَوْعًا وَّكَرْهًا قَالَتَا اُتَيْنَا طَائِعِينَ۔ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو
حکم دیا کہ خوشی و رضا سے ٹکیر و اکراہ سے ہر حال میں میرے منشاء و رضا کے مطابق آؤ،
ان دونوں نے کہا ہم برضا و رغبت حاضر ہیں۔

(۵) اِنَّا عَرَضْنَا الْاِمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا
وَاشْفَعْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا۔ ہم نے اپنی امانت
کو تمام آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کیا، تو سب نے اس کے اٹھانے سے انکار
کر دیا اور اس سے خوفزدہ ہو گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا۔ بے شک انسان حد سے
تجاوز کرنے والا اور انجام کار سے بے خبر تھا۔

(۶) لَوْ اَنزَلْنٰ هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلَى جِبِلٍّ لَّرَءَيْتَهُ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ
خَشْيَةِ اللّٰهِ۔ اگر ہم اس قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو اسے مخاطب تو اسے خضوع و خشوع
کرنے والا اور خوفِ الہی سے ٹکڑے ٹکڑے ہونے والا پاتا۔

علاوہ انہیں بہت سی آیات جمادات اور نباتات وغیرہ کے علم و ادراک پر دلالت کرتی ہیں۔
احادیث نبویہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُحد پہاڑ ہم سے محبت
کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ مسجد میں کھجور کے خشک تناسے بنائے ہوئے
ستون کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں چیخنا چلانا مشہور و معروف ہے۔ اعلانِ
نبوت سے پہلے درختوں اور پتھروں کا آپ کو سلام پیش کرنا برصاحبِ علم کو معلوم ہے
یہی اہل السنّت کا مذہب ہے۔

مَلّا عَلٰی تَارِيٍّ فَرَمَاتے ہیں وَهُوَ ظَاهِرٌ مُّوٰفِقٌ لِّمَذْهَبِ اَهْلِ السُّنَنِ ع

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ما نقله البغوی ان للاشیاء کلها علما باللہ و تسبیح و لها خشیہ و غیرها۔
تمام اشیاء میں علم و ادراک و غیرہ کا پایا جانا ظاہر ہے اور اہل سنت کے مذہب
کے موافق جیسا کہ امام بغوی نے نقل فرمایا کہ تمام اشیاء میں اللہ تعالیٰ کا علم اور تسبیح
اور خوف و خشیت و غیرہ موجود ہے۔ نیز نصوص کو ظاہر و متبادر معانی پر منطبق کرنا ضروری
ہے، لہذا ان نصوص سے جب زمین و آسمان اور آگ و پانی اور ہوا و غیرہ تمام موجودات
میں علم و ادراک، فہم و شعور اور اہلیت خطاب و جواب ثابت ہو گئی، حالانکہ دہاں رُوح
انسانی اور نفسِ ناطقہ موجود نہیں تو جب رُوح انسانی کا ان عناصر اور ان کے اجزاء
سے تعلق ہو گیا، تو ان میں علوم و ادراکات اور صلاحیت نذر و خطاب بطریق اولیٰ علی
الوجہ الاتم والا کمل ثابت ہو جائے گی۔ والحمد للہ علی ذالک۔

علامہ بن القیم نے کہا فاذا كانت هذه الاجسام فيها الاحساس والشعور
فالا جسام التي كانت فيها الروح والحياة اولى۔ کتاب الروح۔ ص ۱۱۱
(۲) انسانی جسم کے تحفظ اور اس کی ترتیب و ہئیت کا استمرار و دوام، حیوة و ادراک
اور کلام و خطاب کے لئے شرط نہیں ہے، جیسا کہ شیخ محقق محدث دہلوی نے تصریح فرمائی
البینۃ عندنا لیست شرطا للحیوة اور امام رازی نے ثم ادعہن باتینک معیا کے تحت اس کی تصریح فرمائی
اور ثم ادعہن من مکان بعید سمعوا لها تعظیفا و زفیرا جب جہنم کی آگ
دو زخیوں کو دُور سے دیکھے گی، تو یہ لوگ اس کے غیظ و غضب اور جوش و غروش کا مشاہدہ
کریں گے، سے اس پر استدلال کیا ہے، کیونکہ آگ میں دیکھنے کی قوت پر قرآن گواہ ہے،
حالانکہ اس میں شکل حیوانی موجود نہیں ہے اور قرآن کریم کی بہت سی آیات اس پر شاہد ہیں۔
قال اللہ تعالیٰ الیوم نختتم علی افواہہم و تکلمنا ایدیمہم و نشہد ارجلہم ہما کانوا
یکسبون۔ ہم آج کے دن ان کے مونہوں پر مہریں لگاتے ہیں اور ان کے ہاتھ ہمارے
ساتھ کلام کریں گے اور ان کے پاؤں ان تمام امور پر گواہی دیں گے جو کچھ وہ کرتے رہے تھے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قوله تعالى قالوا لجلودهم لم شهدتم علينا قالوا انطقنا الله الذي انطق كل شيء۔
وہ لوگ اپنے چمڑوں اور اعضاء بدن کو کہیں گے، تم نے ہمارے چمڑوں کو ابھی دی تو وہ کہیں گے ہمیں اسی ذات نے قوت گویائی عطا کی اور بلایا جس نے ہرشی کو قوت گویائی عطا فرمائی ہے۔ اگر ہاتھ پاؤں اور دیگر اعضاء انسانہ میں علم و ادراک نہ ہوتا اور دنیا میں افعال و اعمال کا مشاہدہ انہیں حاصل نہ ہوتا، تو ان سے گواہی دلوانے یا ان کے گواہی دینے کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکے گا، کیونکہ گواہ مدعی علیہ پر ایسی شے کے ثبوت و تحقق کا موجب بنتا ہے جو وہ تسلیم نہ کرتا ہو۔ لہذا گواہ موقعہ کا ہونا ضروری ہے جو اپنے مشاہدہ کی بدولت اس دعویٰ کو ثابت کر سکے اور مدعی علیہ کے لئے انحراف و فرار کا کوئی موقعہ نہ چھوڑے۔ علاوہ ازیں رب العزت نے شریعت میں جس قانون شہادت کو جاری فرمایا ہے، وہ خود اس کا خلاف کیونکر کرے گا۔ لہذا ان اجزاء و اعضاء میں ادراک و علم اور احساس و شعور اور فہم کلام و خطاب اور قدرت جواب واضح ہے، لہذا ثابت ہوا کہ جسم انسانی کا اپنی اصل حالت پر ہونا حیوۃ اور علم و ادراک وغیرہ کے لئے شرط نہیں ہے۔

(۳) نیز جنین میں ابھی اعضاء مکمل نہیں ہوتے، بلکہ لطفہ کے استقرار رحم کو ابھی چارہا ہی گزرتے ہیں کہ رُوح کا تعلق جنین سے ہو جاتا ہے اور اس میں زندگی اور حرکت وغیرہ پیدا ہو جاتے ہیں، تو اس سے بھی واضح ہو گیا کہ مخصوص ہیئت و شکل کا تحقق حیوۃ وغیرہ کے لئے ضروری نہیں۔

(۴) نیز قیامت کے دن زمین کا گواہی دینا اور احجار و اشجار کا گواہی دینا دمودن اور دیگر عابدین یا بدکردار لوگوں پر، احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور ان میں بنیاد انسانی نہاد حیوانی اور مخصوص ہیئت و شکل جسمانی موجود نہیں، لہذا ثابت ہو گیا کہ حیوۃ اور علم و ادراک، شعور و احساس، صلاحیت فہم و خطاب اور اہلیت و قدرت جواب متفرق و منتشر اجزاء میں واضح الامکان ہے اور آیات قرآن کریم اور احادیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم میں قطعی ثبوت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہیں؛ لہذا مومن مخلص کے لئے بلاچون و چرا ان پر ایمان لانا واجب و لازم ہے اور عقیدہ فنا و ثواب و سماع سلام و کلام پر اعتقاد و اذعان فرض ہے اور خواہشات نفس اور توہمات و شبہات سے اجتناب و احتراز لازم ہے۔ رہنا ادنا الحق حقا و ارزقنا اتباعہ و ارتنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابہ۔

تنبیہ: اگر منکرین کو ضد ہی ہے اور تفرق اجزاء اور انتشار اعضاء بہر حال ان کے نزدیک حیوۃ و ادراک سے مانع ہے، تو ہم کہتے ہیں کہ فراعنہ مصدر غیر ہم کفار کے اجسام ازمنہ قدیم سے محفوظ ہیں اور حیل طبیہ کی بدولت انہیں عرصہ دراز کے لئے محفوظ کر دیا گیا، لہذا وہاں تو آپ کے نزدیک کوئی امر مانع ادراک نہیں؛ لہذا وہاں تسلیم و اعتراف لازم اور ماسوا میں انکار و نفی لازم حالانکہ یہ سفسطہ ہے۔ نیز اولیاء کرام، شہداء کرام اور انبیاء کرام علیہم السلام کے ابدان اجسام کا تحفظ روایات سے ثابت ہے؛ لہذا ان میں بھی ثبوت حیوۃ، علم و ادراک اور فہم و سماع کا اعتقاد و اعتراف لازم ہوگا، حالانکہ وہ اس کے بھی قائل نہیں۔ نعوذ باللہ۔

شعبہ دوم: میت قبر کے اندر منوں مٹی کے نیچے دفن کیا جاتا ہے اور اتنے کثیف حجاب و مانع کئے ہوتے ہوئے سماع سلام اور فہم کلام کا اعتقاد علی الخصوص زائرین کو دیکھنے اور پہچاننے کا اعتقاد کیونکر درست ہوگا جبکہ دیکھنے سے تو معمولی حجاب بھی مانع بن جاتا ہے۔

حجاب قبر کا دیکھنے سننے سے مانع نہ ہونا،

أقول وبالله التوفیق۔ عقلی امکان اور کتاب و سنت کے دلائل قائم کر دینے کے بعد اس قسم کے استبعاد اور غلوک و شبہات مومن صادق کو زیب نہیں دیتے۔ یہ مرتب معتزلہ جیسے گمراہ فرقہ کا طریقہ ہے کہ اپنے ادہام فاسدہ کی اتباع اور عقول قاصرہ کی اقتدار کرتے ہیں اور آیات و احادیث کو نظر انداز کر دیتے ہیں، لیکن ہم بصدد غلو اس دلیل کے ضعف اور اس شبہ کے بطلان کو واضح کرتے ہیں لیکن ہے اللہ تعالیٰ اتباع حق کی توفیق نصیب فرمائے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس شبہ کے جواب میں اولاً یہ گزارش ہے کہ یہ اعتراض ہمارے عقیدہ پر اس وقت وارد ہو سکتا تھا جبکہ ہمارے نزدیک سُننا و سمجھنا اور جواب دینا وغیرہ حقیقتہً بدن میت کی صفات ہوتیں جو کہ طبقاتِ ارض کے نیچے مدفون ہے اور کثیف و غلیظ حجابات میں محجوب یا ہمارے نزدیک حقیقتِ انسانیہ اربعہ عناصر کی ترکیب مخصوص کا نام ہوتا یہ دونوں امر لغو و باطل ہیں بلکہ ہمارے نزدیک انسان حقیقتاً وہ جسم نورانی ہے جو اس ہیکل مخصوص اور شکل محسوس میں اس طرح حلول کئے ہوئے ہے جس طرح تلوں کا تیل اس کے جسم میں یا پتہ کی سبزی پتہ میں اور دودھ کی سفیدی دودھ میں۔

امام رازی نے فرمایا ان الانسان ليس عبارة عن هذا الهيكل بل عبارة عن جسم نوراني ساد في هذا البدن - تفسیر کبیر - جلد ۷ ص ۲۹۲

اسی طرح امام رازی کی تحقیق ابتدائی صفحات میں بھی عرض کر چکے ہیں۔ نوری جمیع فرق دنیا من الہند والروم والعرب والعجم و جمیع ارباب الملل والنحل رالی ان فطرتم الاصلیۃ شاهدة بان الانسان شیئ غیر هذا الجسد وان ذالك الشی لا يموت بل يموت هذا الجسد - کبیر جلد ۵ ص ۳۲۷ -

یعنی تمام فرق دنیا اہل ہند اور روم عربی اور عجمی اور تمام ارباب ملل و مذاہب یہود و نصاریٰ اور مجوس وغیرہ اور اہل اسلام کا اہل قبور کی زیارت کے لئے جانا۔ ان کے لئے دعا کرنا اور ان کی طرف سے صدقہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ان تمام فرق دنیا کی فطرتِ اصلیہ سلیمہ اس بات پر شاہد ہے کہ انسان اس جسدِ خاکی کے علاوہ کوئی اور شے ہے اور صرف جسم پر موت ہے حقیقی انسان پر موت نہیں۔

علامہ ابن قیم نے امام رازی کا مذہب الانسان عبارة عن جسم نوراني ساد في هذا البدن نقل کر کے فرمایا، وهو الذي لا يصح غيره و كل الاقوال سواه باطله وعليه دل الكتاب والسنة واجماع الصعابة و ادلة العقل والفطرة۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سوائے اس قول کے اور کوئی قول درست نہیں، بلکہ سب باطل ہیں اور اسی مذہب و اعتقاد پر کتاب و سنت دلالت کرتی ہے اور اسی پر اجماع صحابہ ہے اور دلائل عقل و فطرت اسی پر شاہد ہیں اور اس کے بعد علامہ بن العقیم نے ایک سوالیہ کے قریب دلائل ذکر کر کے اس قول کو ثابت کیا ہے، دیکھئے کتاب الروح ص ۲۸۴

جب یہ واضح ہو گیا کہ حقیقت میں انسان جسم نورانی اور نفس ناطقہ اور روح مجرد متعلق بالبدن کا نام ہے اور بدن خارج از حقیقت ہے تو یہ شبہ خود بخود باطل ہو گیا کیونکہ مدفون اور محجوب بدن انسانی ہے نہ کہ وہ جسم نورانی، لہذا جب عالم و مدرک سامع و فہم جسم نورانی ہے اور وہ محجوب دستور نہیں، تو طبقات ارضیہ اور حجابات کشیغہ اس جسم نورانی کے لئے مانع نہیں بن سکتے۔

ملا علی قاری فرماتے ہیں: ان التضمین والاختصار لا يتصور فی الروح وانما یكون فی الجسد والروح اذا كانت لطيفة يتبعها الجسد فحس اللطافة فتیسر بجسدها حیث شاءت وتمتع بما شاءت وتاوی الی ما شاء الله لهما كما وقع لنبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام فی المعراج والاتباعه من الاولیاء حیث طویت لهم الارض وحصل لهم الابدان المكتبة المتعددة وحدها فی اماکن مختلفة فی آن واحد والله علی کل شیء قدیر وهذا فی العالم المبنی علی الامر العادی غالباً فكیف وامر الروح والاخرة کلها مبنیة علی خوارق العادات۔ مرقاة جلد ۳ ص ۳۲

ترجمہ: محل و مقام میں تنگی اور پابندی اور عیس و قید رُوح کے لحاظ سے تصور نہیں کی جاسکتی، بلکہ فقط جسم عنصری میں ہوتی ہے، بلکہ رُوح جب لطیف اور پاکیزہ تر ہو جائے تو بدن بھی نورانیت و لطافت میں اس کے تابع ہو جاتا ہے اور روح اپنے جسم کو جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے اور جہاں چاہتا ہے نفع اور فائدہ اٹھاتا ہے اور جہاں تک اللہ تعالیٰ اسے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لو بچانا چاہیے پوچھتا ہے جیسے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شبِ معراج یہ بلند ترین مقام نصیب ہوا اور آپ کے متبع اولیاء کرام کے لئے بھی جبکہ زمین ان کے لئے سمیٹ دی جاتی ہے، اور انہیں بہت سے مثالی بدن حاصل ہو جاتے ہیں، جنہیں وہ آن واحد کے اندر مختلف مکانوں میں موجود پاتے ہیں وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ اور روح کے لیے یہ لطافت و نورانیت اور قدرت و طاقت اس عالم میں ہے جو کہ غالباً امور عادیہ پر مبنی ہے اور جب یہاں ان امور میں استبعاد نہیں، تو دارِ آخرت میں کون سا استبعاد ہو سکتا ہے، کیونکہ روح اور آخرت کے معاملات فرق عادات پر مبنی ہیں۔

لہذا حجابِ قبر اور اکالت و علوم میں عاجب و مانع نہیں ہو سکتا۔
۲) ثانیاً، روح و نیوی زندگی میں بدن کے اندر حلول کئے ہوئے ہے، مگر دارِ برزخ میں اس کا تعلق حلول والا نہیں جیسا کہ علامہ قسطلانی اور عسقلانی کے قول سے اور علامہ ابن القیم کی تحقیق سے تعلقات کی نوعیت میں تفاوت ظاہر کیا جا چکا ہے۔ نیز شہباز روحِ قفسِ عنصری میں محبوس ہونے کے باوجود مجاہدات و ریاضات، اوراد و وظائف اور اذکار و اشغال کی بدولت اور قربِ فرالض و نوافل کی برکت سے مقامِ محبوبیت پر فائز ہو جاتا ہے اور اللہ رب العزت اس کے کان آنکھیں ہاتھ اور زبان وغیرہ بن جاتا ہے جیسا کہ حدیثِ قدسی میں ہے :

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ تعالیٰ قال من عادی لی ولّیاً فقد آذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشئ احب الی مما افترضت علیہ وما یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببته فاذا احببته کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یشہ بہ و یدہ الذی یمس بہ و رجلہ الذی یمشی بہا و ان سألنی لا عطینہ و لئن استعاذ فی لا عیذ نہ الحدیث۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جو میرے ولی کے ساتھ عداوت رکھے گا۔
میں اس کے ساتھ آعلان جنگ کرتا ہوں اور کسی بھی بندہ نے فرائض کی نسبت کسی بھی زیادہ پسندیدہ
امر کے ساتھ میرا قرب حاصل نہیں کیا، یعنی ادائیگی فرض بنسبت ادائیگی، لوافل کے حصول
قرب میں زیادہ پسندیدہ ہے اور میرا بندہ ہمیشہ نفعی عبادات کے ذریعے میرے قریب ہوتا
رہتا ہے، حتیٰ کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو
اس کے کان ہوتا ہوں جن سے سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہوتا ہوں جن سے دیکھتا ہے،
اور اس کے ہاتھ ہوتا ہوں جن سے پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہوتا ہوں جن کے ساتھ
چلتا ہے۔ اور بعض روایات میں ہے ولسانہ الذی ینطق بہ اور میں اس کی زبان
بجاتا ہوں جس کے ساتھ کلام کرتا ہے وفوادہ الذی یعقل بہ اور میں اس کا
دل بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ سوچتا اور ادراک کرتا ہے اور اسی حدیث میں بعض روایات
کے مطابق آخر میں یہ امانہ ہے فبی یسمع و بی یبصر و بی یبسطش و بی یمشی یعنی وہ
بندہ محبوب میرے ساتھ سنتا ہے، میرے ساتھ دیکھتا ہے، میرے ساتھ پکڑتا ہے اور میرے
ساتھ چلتا ہے۔ اگر یہ محبوب مجھ سے کسی شے کا سوال کرے گا، تو میں اسے ضرور عطا کروں
گا اور اگر مجھ سے پناہ طلب کرے گا، تو میں ضرور اسے پناہ بخشوں گا۔ رواہ البخاری
ومشکوٰۃ باب الذکر والتقرب الی اللہ واشعة اللمعات جلد ثانی ص ۱۹۳
امام رازی نے فرمایا اذا صار نور جلال اللہ لہ سمعاً سمع القریب والبعید
واذا صار ذالک النور لہ بصراً رأى القریب والبعید واذا صار نور جلال
اللہ یدالہ قدر علی التصرف فی الصعب والسهل والقریب والبعید۔

تفسیر کبیر جلد ۵ ص ۴۶

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ کا نور جلال مقام محبوبیت پر فائز بندہ کے کان بن جاتا
ہے تو وہ دور و نزدیک سے سنتا ہے۔ اور جب وہ نور اس کی آنکھ بن جاتا ہے، تو قریب اور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بعید کو دیکھتا ہے اور جب وہ نورِ جلال ہاتھ بن جاتا ہے تو مشکل و آسان اور نزدیک و دور میں تصرف کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

اس حدیث کا یہ معنی شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات اور شرح فتوح الغیب میں بیان فرمایا ہے اور مولوی رشید احمد دیوبندی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور مولوی اشرف علی تھانوی کے پیرومرشد حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے صیاء القلوب منہ پر بیان فرمایا اور میری معنی علامہ محمود آلوسی نے روح المعانی جلد اول منکلا پر بیان فرمایا۔ نیز ملا علی قاری نے مرقاۃ اور شرح شفاء میں۔ علامہ خضابی شرح شفاء میں۔ نیز شیخ ابن حجر نے فتح الباری میں بیان فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ، کو مقام نہاوند سے دیکھ لینا اور وہاں تک اپنی آواز کو پہنچا لینا اور حضرت ساریہ کا آپ کے خطاب کو سن لینا اسی منصب محبوبیت کے اثرات ہیں اور حضرت آصف بن برخیا کا تخت بلقیس کو پلک جھپکنے کی دیر میں صنعاء یمن سے شام میں حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں پیش کر دینا وغیرہ اسی مقام کے شاہد ہیں۔ الحاصل جب شہباز روح اس نفس عنصری میں مقید و محبوس ہے اور بایں ہمہ اس میں یہ قوتیں موجود ہیں اور قرب و بعد کا امتیاز ختم ہے اور حجابات و موانع اس کے حق میں معدوم ہیں تو جب روح بالفعل قید بدن سے آزاد ہو جائے اور بدن کے ساتھ حلول والے تعلق کی جگہ صرف مقابلہ والی نسبت پائی جائے اور جو تعلق سورج اور اس کی ضیاء میں کو زمین سے ہے، اس طرح کا تعلق ہو جائے تو ایسی صورت میں رویت و سماع اور دیگر احساسات و علوم کے پائے پائے جانے میں زمین کے عاجب و مانع ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

علامہ ابن القیم فرماتے ہیں : و ما ینبغی ان یعلم ان ما ذکرناہ من شان الروح مختلف بحسب حال الارواح من القوة والضعف والكبر والصغر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فللروح العظيمة الكبيرة من ذلك ما ليس لمن دونها وانت ترى
حكام الارواح في الدنيا كيف تتفاوت اعظم تفاوت بحسب تفاوت
الارواح في كفياتها وقواها وابطائها واسراعها والمعاونة لها
فللروح المطلقة من اسر البدن وعلائقه وعوائقه من التصرف
والقوة والنفوذ والهمة وسرعة الصعود الى الله والتعلق بالله
ما ليس للروح المهينة المحبوسة في علائق البدن وعوائقه فاذا
كان هذا وهي محبوسة في بدنها فكيف اذا تجردت وفارقت واجتمعت
فيها قواها وكانت في اصل شامها روحا عالية زكية كبيرة ذات
همة عالية فهذه لها بعد مفارقة البدن شان آخر وفعل
آخر وقد تواترت الروايات من اصناف بنى آدم على فعل الارواح
بعد موتها ما لا تقدر على مثله حال اتصالها بالبدن من هزيمة
الجيوش الكثيرة بالواحد والاثنين والعدد القليل ونحو ذلك
وكبر قدر اى النبي صلى الله عليه وسلم ومعه ابو بكر وعمر
رضي الله عنهما في النوم قد هزمت ارواحهم عساكر الكفر والظلم فاذا بجيوشهم
مغلوبة مكسورة مع كثرة عددهم وعددهم وضعف المؤمنين وقلتهم-
كتاب الروح ص ۱۶۴ و ۱۶۵

ترجمہ: یہ جانا نہایت ہی موزوں و مناسب ہے کہ ہم نے روح کا حال جو کچھ
بیان کیا ہے، وہ ارواح کے اپنے احوال یعنی قوت و ضعف اور عظمت و حقارت کے
مطابق مختلف ہے۔ عظیم اور بڑی مقدار والے روح میں جو قوت و قدرت ہوتی ہے، وہ
اس سے کم مرتبہ و مقدار والے روح میں نہیں ہوتی اور ہر صاحب عقل و ہوش دیکھتا ہے
کہ دنیا کے اندر ارواح کے احکام و اثرات میں ارواح کے باہمی فرق کے مطابق کیفیات

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

و قوی میں اور رفتار کی نرمی اور تیزی میں تعاون و امداد میں عظیم فرق ہے۔ وہ روح جو کہ قید بدن سے اور اس کے لوازمات و موانعات سے آزاد ہوتا ہے، اسے وہ تصرف و قوت تسلط و ہمت اور اللہ تعالیٰ کی طرف فوری توجہ اور تعلق حاصل ہوتا ہے جو اس حقیر اور بدن کی قید و بند اور اس کے لوازمات و موانعات میں محبوس و مقید روح کو حاصل نہیں ہوتا۔ پس جب روح کا یہ حال ہے جبکہ وہ بدن میں محبوس و مقید ہے، تو اس وقت اس کے حال کا اندازہ کرو۔ جب وہ تعلق سے آزاد اور قید و بند سے رہا ہو جائے اور اس میں اس کی ساری قوتیں جمع ہو جائیں اور وہ روح اصل فطرت میں بلند شان پاکیزہ فطرت عظیم القدر اور بلند ہمت ہو تو ایسے روح کا بدن سے علیحدگی کے بعد نرالا شان ہوگا اور انوکھے افعال ہوں گے اور اولادِ آدم کے مختلف گروہوں سے تو اتر کے ساتھ یہ مشاہدہ ثابت ہے کہ ارواح سے موت کے بعد ایسے افعال صادر ہوئے جن پر وہ حالت حیات ظاہرہ اور بدن سے متعلق ہوتے وقت قادر نہیں تھے۔ مثلاً عظیم لشکروں کو ایک دو یا قلیل ترین تعداد کے باوجود شکست دے دینا اور اس کی مثل اور کتنی دفعہ نیند میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کی معیت میں دیکھے گئے کہ ان کے ارواح مقدسہ نے کفر و ظلم کے لشکروں کو شکست دی اور وہ کثیر التعداد اور تمام تر ساز و سامان کے باوجود مسلمانوں سے اُن کے منعم اور قلتِ عدد کے باوجود شکست کھا گئے اور مغلوب ہو گئے۔

اس بیان صداقت نشان سے یہ واضح ہو گیا کہ اصل مدرک و عالم اور سامع و فہم روح اور حقیقت انسان ہے اور وہ محبوب و مستور نہیں ہو سکتی۔ لہذا اہل قبور اور ارباب برزخ اپنے زائرین کو جانتے پہچانتے ہیں اور ان کے سلام و کلام کو سنتے اور سمجھتے ہیں، جیسا کہ نصوص قرآن اور احادیث سے واضح کیا جا چکا ہے۔

(نوٹ، اس حدیث قدسی اور روح کے مدارج و مراتب میں ترقی و بلندی پر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

امام رازی اور دیگر اکابر کی تصریحات مغالطہ پنجم کے جواب میں بھی ملاحظہ فرمائیں۔
(۳) ثالثاً: حضرت ام المومنین حبیبہ حبیبہ خدا علیہ و علی آلہ و ازواجہ الصلوٰۃ والسلام
کا ارشاد فلما دفن عمر فواللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء
من عسراً۔

یعنی حضرت صدیقہ کا یہ فرمان کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ حجۃ مقدسہ و رضہ طہر
میں دفن ہوئے تو بجز امیں ہرگز اس میں داخل نہ ہوتی جب تک کہ میں اپنے اوپر اچھی
طرح کپڑوں کو لپیٹ کر حجاب و پردہ کا انتظام نہ کر لیتی۔ 'حضرت عمر رضی اللہ عنہ' سے
شرم و حیا کی وجہ سے۔

حضرت صدیقہ کا یہ ارشاد جس کی تائید و تقویت مسلم شریف میں منقول حضرت عمر
بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت کرتی ہے۔ اس بات پر شاہد عدل ہے کہ میت اتنے
کثیف حجاب کے باوجود دیکھ لیتا ہے اور جب رویت ثابت ہو گئی تو سماع کی قدرت
بطریق اولیٰ ثابت ہو جائے گا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اِنَّہُ لَیَسْمَعُ
قَرَعَ نَعَالِہِمُ (میت کو دفن کر کے لوٹنے والوں کی جوتیوں کے آواز کو سُننا ہے،
اس پر قطعی شاہد ہے۔

دہم، رابعاً: اگر حجاب قبر ادراک و سماع سے مانع ہو تو جس طرح بقول منکرین قبر کے اندر بار
کا آواز نہیں سنا جاسکتا، اسی طرح چاہیے تھا کہ اندر کا آواز باہر نہ سنا جاسکتا، حالانکہ رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سنا اور آپ کے دراز گوش نے اسے سنا اور آپ نے فرمایا
کہ اہل قبور کو ایسا عذاب دیا جاتا ہے کہ جسے جانور سننے ہیں اور فرمایا کہ قبر میں جو فرشتہ میت
کو گزرتا ہے اس کی آواز مشرق و مغرب کے درمیان بسنے والی ساری مخلوق سنتی ہے
سوائے جنوں اور انسانوں کے۔ اور جنوں انسانوں کو عذاب کا آواز اور میت کی بیخود
پکار کا آواز اس لئے نہیں سنایا جاتا کہ خوف و غیبت کی وجہ سے ان کے حواس معطل

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نہ ہو جائیں اور قوائے عقلیہ و ذہنیہ موقوف نہ ہو جائیں۔ نیز ان کا ایمان، عذاب و ثواب
قبر پر ایمان بالغیب رہے، ایمان بالمشاہدہ نہ بن جائے۔

لہذا جب اندر کا آواز باہر سنائی دیتا ہے، تو باہر سے اندر آواز سنائی دینے میں کونسا
امر مانع ہو سکتا ہے۔ حیوۃ دنیویہ کے ساتھ زندہ لوگوں میں جس مصلحت و حکمت کے تحت فوت
سامعہ کو یہ آواز سننے سے اور قوتِ باصرہ کو قبر کے احوال دیکھنے سے محروم کر دیا گیا تھا۔ اہل
قبر اور اربابِ برزخ کے حق میں وہ امر مانع نہیں، لہذا اس استبعاد کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی
(۵)، خامساً، اس شبہ کا جواب علامہ محمود آلوسی حنفی مفسر صاحب روح المعانی
اور عارف ابنِ برجہان کی زبانی سماعت فرمائیے:

وهنا جواب عن هذه الشبهة وتحقيق للسمع بوجه آخر ذكره
العادت بن برجہان فی شرح اسماء اللہ الحسنی وهو ان للشخص نفسا
مبوءة من باطن ما خلق منه الجسم وهي روح الجسم وروحاً اوجدها اللہ
من باطن ما برء منه النفس وهي للنفس بمنزلة النفس للجسم والنفس حجابها وبعد
المفارقة تجعل فی العبد المؤمن الحقيقة الروحانية عامرة بالعلوم من السماء
الدنيا الى السماء السابعة بل الى حيث شاء اللہ من العلو فی سرور و نعيم
وتجعل الحقيقة النفسانية عامرة السفلى من قبره الى حيث شاء اللہ
من الجور و لذلک لقی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم موسیٰ علیہ السلام
قائماً یصلی فی قبره و ابراهيم علیہ السلام تحت الشجرة قبل صعوده
علیه السلام ولقیهما علیهما الصلوة والسلام بعد صعوده علیہ السلام
فی السموات العلی فتلك ارواحهما وهذه نفوسهما واجسادهما فی قبورهما
وكذا یقال فی الكافر الا ان الحقيقة الروحانية له لا تكون عامرة بالعلوم
فلا تفتح لهم ابواب السماء بل تكون عامرة دار شقاء والعیاذ باللہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بین الحقیقتین اتصال و بواسطۃ ذالک و مشیتہ عن وجہ لیسع من سلم
علیہ فی قبرہ اسلام ولا یختص السماع فی السلام عند الزیادۃ لیلۃ الجمعة
و یومہا و بکرة السبت او یوم الجمعة و یوما قبلہ و یوما بعدہ بل یكون
ذالک فی السلام مطلقا عند الزیادۃ فالیت یسمع اللہ روحہ السلام علیہ
من ذائرة فی ای وقت کان روح المعانی جلد ۱ ص ۵۲ و ۵۳

خلاصہ ترجمہ: اور یہاں اس شبہ کا جواب اور سماع اہل قبور کی تحقیق ایک دوسرے
طریقہ پر بھی ہے جو کہ عارف ابن برجان نے شرح اسماء الحسنیٰ میں ذکر فرمائی ہے۔ وہ یہ ہے
کہ ہر شخص کے لئے نفس ہے اور روح۔ نفس کو اللہ رب العزت نے اس مادہ کے باطن سے پیدا
فرمایا جس سے کہ جسم کو پیدا فرمایا اور یہ جسم کے لئے بمنزلہ روح ہے اور روح کو اللہ تعالیٰ نے
اس مادہ کے بطن سے پیدا فرمایا جس سے کہ نفس کی تخلیق فرمائی اور روح کا تعلق نفس سے
وہی ہے جو کہ نفس کا تعلق جسم سے ہے اور نفس روح کے لئے بمنزلہ حجاب ہے جیسا کہ جسم
نفس کے لئے حجاب ہے، اور روح کے بدن سے جدا ہونے کے بعد بندہ مومن کی روح کو
عالم بالا یعنی آسمان دنیا سے ساتویں آسمان تک کے حصہ میں ساکن اور رہائش پذیر کر
اتا ہے، بلکہ جہاں تک بلندی اللہ کی مشیت میں ہوتی ہے اور وہ سرور و نعمت میں ہوتا ہے
اور حقیقت نفسانیہ کو عالم سفلی یعنی قبر سے فضا میں جہاں تک اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوتی ہے
مقیم کر دیا جاتا ہے اور اسی لئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ
قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی حالت میں ملاقات کی اور ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ درخت
کے نیچے جب تک کہ آپ ابھی آسمانوں کی طرف موفرام نہیں ہوئے تھے اور آسمانوں کی
بلندیوں کو سر کرتے وقت ان دونوں مقدس پیغمبروں کے ساتھ آسمانوں میں ملاقات فرمائی۔
لہذا آسمانوں میں جن سے ملاقات ہوتی، وہ ارواح مقدسہ تھے اور زمین پر جن سے ملاقات
ہوتی یہ ان کے نفوس طاہرہ تھے اور اجسام دونوں کے اپنی اپنی قبروں میں تھے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اور کافر میں بھی اسی طرح کہا جائے گا، مگر یہ گناہ کی حقیقت روحانیہ عالم بالا میں اقامت پذیر نہیں ہو سکتی اور اس کی آبادی کا باعث نہیں بن سکتی، بلکہ وہ اپنے ماریشعات و سجن میں سکونت پذیر ہوگی۔ العباد باللہ اور حقیقت نفسانیہ اور حقیقت روحانیہ کے درمیان اتصال ہوتا ہے۔ اس اتصال کی وجہ سے اور اللہ رب العزت کی مشیت سے جو شخص بھی قبر پر سلام دیتا ہے: صاحب القبر اسے سن لیتا ہے اور سلام کا بوقت زیارت سنا جمعہ کی رات دن اور ہفتہ کی صبح کے ساتھ مخصوص نہیں اور نہ ہی جمعہ کے دن اور اس سے پہلے اور پچھلے دنوں کے ساتھ بلکہ جس وقت جب بھی زیارت کی جائے اور سلام دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ میت کے روح کو اس کے زائرین کی طرف سے سلام سنا دیتا ہے جس وقت میں بھی ہو۔

جب یہ واضح ہو گیا کہ حقیقت نفسانیہ اجسام سے متعلق ہے اور قبر سے لے کر زمین و آسمان کے درمیانی جو فضا میں اس کا قیام ہے اور اسی کے تعلق کی وجہ سے جسم میں قوت سماع و فہم پائی جاتی ہے، بلکہ حقیقت میں صاحب علم و شعور اور سننے سمجھنے والا وہی نفس اور روح ہے تو حجابات میں محبوب بدن کے حجاب و آڑ میں اہل قور اور ارباب بزرغ کے علم و معرفت اور سماع سلام و کلام کا انکار محض دھوکہ اور فریب کاری ہے؛ لہذا آیات و احادیث کے مقابل ایسے شبہات کو پیش کرنا قطعاً درست نہیں ہے۔

تشبیہ سوم: منکرین سماع ہدایم اللہ تعالیٰ ایک اور شبہ یہ پیش کرتے ہیں کہ بدن کی جو حالت قبر میں ہوتی ہے وہ ظاہر ہے اور روح ہزاروں لاکھوں میلوں پر عیالین یا سجن میں موجود ہوتا ہے؛ لہذا نہ بدن میں علم و شعور ہو سکتا ہے اور نہ ہی روح کو لہذا مطلق سماع کی نفی ہو گئی۔

”روح کا عیالین یا سجن میں ہونا، زائرین کی معرفت اور سماع سلام و کلام سے مانع نہیں“

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قوله متوكلًا على الله العليم الخبير - بدن میں احساس و شعور اور اوراک
و علم کی بحث گزر چکی۔ رہا روح کالاکھوں سیلوں کی مسافت پر ہونا تو محقق حنفیہ ملا علی قاری
کی تحقیق کیف و امر الروح والاخوة کلتھا مبنیة علی خوارق العادات جیسا
کہ پچھلے شبہ کے رد میں ذکر کر چکا ہوں اس کے ازالہ و ابطال میں کافی ہے۔

اسی طرح علامہ بن الیتم کی کلام فکیف اذا تجردت وفارقت واجتمعت
فیہا قواھا وکانت فی اصل شأنہا علیہ رالی، فہذہ لہا بعد المفارقة
للبدن شان آخر وفعل آخر سے اس شبہ کا ابطال ظاہر ہے اور علامہ محمود آلوسی اور
عارف بن برجان کی تحقیق نے تو اس کو نیک و بُن سے ہی اکھڑ دیا ہے جبکہ انہوں نے روح
اور بدن کے درمیان واسطہ اتصال حقیقت نفسانیہ کو بنایا اور اسی اتصال پر سماع سلام
و کلام کی بنیاد رکھی؛ لہذا یہ تو ہم بھی سابقہ توہمات کی طرح لغو و باطل اور مبہم و منشور ہو گیا۔
چند اور اقوال حقیقتِ مال کی وضاحت کے لئے ذکر کر دینا مناسب ہو گا۔

۱۰، قال العسقلانی فی فتاواہ ارواح المومنین فی علیین و ارواح الکفار
فی سجنین وکل روح بحسبھا اتصال معنوی لا یشبہ الحیوة الدنیویة
ہل یشبہ شیئ بہ حال النائم وان کان ہواشد من حال النائم اتصالاً و
بہذا یجمع بین ما وروا ان مقرھا علیین او سجنین و بین ما نقلہ ابن
عبدالبر عن الجمهور انہا عند اہنیہ القبور قال و مع ذلک فہی ما دون
لہا فی التصرف و تاوی الی محلہا من علیین او سجنین قال و اذا نقل المیت
من قبر الی قبر فہی لا اتصال المذکور مستمر و کذا لو تفرقت الاجزاء۔

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ جلد ۵ ص ۵۵

ترجمہ: علامہ عسقلانی نے اپنے فتاویٰ میں فرمایا کہ مومنین کے روح علیین میں
ہیں اور کفار کے سجنین میں اور ہر روح کو اپنے جسم کے ساتھ معنوی اتصال حاصل ہے جو کہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حیاتِ دنیویہ کے مشابہ نہیں، بلکہ اس کے مشابہ ترین حالت صرف حالتِ نیند ہے۔ اگرچہ موت کے بعد روح کا اتصال بدن کے ساتھ اس حالت سے قوی ہے اور اسی قول سے ہی دینی اثبات اتصال معنوی سے ہی، اس اختلاف کو دور کیا جاسکتا ہے جو روایات اور ابن عبدالبر کے قول میں ہے۔ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ ارواح کا محل علیین یا سجدین ہے اور ابن عبدالبر نے جمہور سے یہ نقل فرمایا ہے کہ ارواح قبور کے احاطہ و محن میں ہوتے ہیں۔ اقول، یعنی اتصال معنوی کے تحت انہیں صحن قبور میں تسلیم کرنا درست ہے اور اصلی مقام کے اعتبار سے علیتین و سجدین میں تسلیم کرنا بھی صحیح ہے۔ اقول قول جمہور اور ان روایات میں تطبیق عارف ابن برحان کے قول و تحقیق سے زیادہ واضح ہو جاتی ہے ہے بلکہ جن روایات میں ارواح کو قبور کی طرف لوٹانے کا ذکر ہے۔ ان روایات میں بھی یہ شبہ بطریق حسن مندرج ہو جائے گا، ارواح کو علیتین یا سجدین میں ہونے کے باوجود کائنات ارضی میں تصرف اور آمد و رفت کی اجازت ہے اور پھر اپنے محل و مستقر علیتین و سجدین میں جاگزیں ہونے کی بھی اور جب میت کو ایک قبر سے دوسری قبر کی طرف نقل کیا جائے تو بھی یہ اتصال برقرار رہتا ہے اور اگر اجزاء کی ترکیب ختم ہو جائے تو بھی۔

علامہ بن القیم اس شبہ کا ازالہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(۲) ان للروح شأنا آخر تكون في الرفيق الاعلى في اعلى عليين ولها اتصال بالبدن بحيث اذا سلم المسلم على الميت دد الله عليه روحه فيرد عليه السلام وهي في الملا الاعلى وانما يغلط اكثر الناس في هذا الموضع حيث يعتقدون ان الروح من جنس ما يعهد من الاجسام التي اذا اشغلت مكانا لم يمكن ان تكون في غيره وهذا غلط محض بل الروح تكون فوق السموات في اعلى عليين وترد الى القبر فتد السلام وتعلم بالمسلم وهي في مكانها۔ وروح رسول الله صلى الله عليه وسلم في الرفيق الاعلى

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

درأما ويردها الله سبحانه الى القبر فتد السلام على من سلم عليه و
تسمع كلامه وقد رآه رسول الله صلى الله عليه وسلم موسى عليه السلام
قائما يصلي في قبره ورأه في السماء السادسة او السابعة فاما ان تكون
سر ليعتد الحركته والانتقال كالمحج بالبصر واما ان يكون المتصل منها
بالقبر وفناءه بمنزلة شعاع الشمس وجرمها في السماء وقد ثبت
ان روح النائم تصعد حتى تخترق السبع الطباق وتسجد لله بين
يدي العرش ثم ترد الى جسده في الير زمان وكذلك روح
المتيت تصعد بها الملائكة حتى تجاوز السموات السبع وتقفها بين يدي
الله وتسجد له وليقضى فيها قضاءه ويريه الملك ما اعد الله لها
في الجنة ثم تهبط وتشهد غسله وحمله ودفنه - كتاب الروح ص ۱۶۲
ترجمہ: روح کی شان و حالت اجسام سے مختلف ہے، وہ رفیق اعلیٰ ملا اعلیٰ
رگروہ مقربین یا حضرت حق جل و علیٰ، میں ہوتی ہے اور اسے بدن کے ساتھ ایسا اتصال
و تعلق حاصل ہوتا ہے کہ جب بھی سلام دینے والا قبر پر سلام دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے
روح کو اس کی طرف متوجہ فرماتا ہے اور یہ روح سلام کا جواب دیتا ہے، باوجودیکہ وہ
ملا اعلیٰ میں ہوتا ہے اور اکثر لوگ اس مقام پر غلطی اس لئے کھاتے ہیں کہ روح کو اجسام کے
احوال پر قیاس کر لیتے ہیں جو کہ ایک مکان میں موجود ہوں، تو دوسرے میں موجود نہیں ہو سکتے
اور یہ قیاس غلط محض ہے بلکہ روح ساتوں آسمانوں سے اوپر اعلیٰ علیتین میں ہوتا ہے اور
قبر کی طرف بھی متوجہ ہوتا ہے سلام کا جواب دیتا ہے اور سلام دینے والے کو پہچانتا ہے
باوجودیکہ وہ اپنے مقام میں بھی ہوتا ہے۔

نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا روح اقدس ہمیشہ کے لئے رفیق اعلیٰ اور بارگاہ حق و
علیٰ میں ہے، مگر بایں ہمہ اللہ تعالیٰ اسے قبر انور کی طرف متوجہ فرماتا ہے۔ پس نذرانہ سلام و نیا د

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پیش کرنے والوں کو جواب عنایت فرماتا ہے اور ان کی معروضات و گزارشات کو سماعت فرماتا ہے اور تحقیق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کو قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھتے بھی دیکھا اور انہیں چھٹے یا ساتویں آسمان میں بھی مشاہدہ فرمایا۔ پس یا تو روح موسیٰ علیہ السلام کا پاک جھپکنے کی دیر میں تیزی سے آسمان کی طرف منتقل ہو گیا اور یا ان کے روح کا تعلق قبر کے ساتھ ایسا تھا جیسا کہ سورج کی شعاع کارمین کے ساتھ حالانکہ اس کا جسم انتہائی بلند ہی پر ہے۔ علاوہ ازیں ثابت ہے کہ سوئے ہوئے شخص کا روح ساتوں آسمانوں کو عبور کر کے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچتا ہے اور اس کی بارگاہ میں عرش مجید کے سامنے سجدہ کرتا ہے، پھر قلیل ترین وقت میں اپنے جسم کی طرف رجوع کرتا ہے اور اسی طرح میت کا روح فرشتے ساتوں آسمانوں سے پار لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش کرتے ہیں، پس روح وہاں سجدہ کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس میں اپنی قضاء کو نافذ فرماتا ہے اور فرشتہ اسے وہ مکان دکھلاتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے تیار کر رکھا ہوتا ہے، پھر وہ نیچے اترتا ہے اور اپنے غسل اور کفن و دفن اور اٹھانے والوں کا مشاہدہ کرتا ہے۔

(۳) دوسرے مقام پر فرمایا: لِلرُّوحِ شَانٌ آخِرٌ غَيْرُ شَانِ الْبَدَنِ وَ هَذَا جِبْرَائِيلُ صَلَوَاتُ اللَّهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَرَأَى الْنَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَهُ سِتُّ مَائَةٍ أَجْنَعَةٍ مِنْهَا جَنَلُهُانِ سُدَّ بَهْمَا الْاَفُقَ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَكَانَ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى يَضَعَ دِكْبَتَهُ بَيْنَ دِكْبَتَيْهِ وَيَضَعُ يَدَيْهِ عَلَى فَخْدَيْهِ وَمَا ظَنَنْكَ يَتَسَعُ بِطَانُكَ إِنَّهُ كَانَ حَنِيشًا فِي الْمَلَأِ الْأَعْلَى فَوْقَ السَّمَوَاتِ حَيْثُ هُوَ مُسْتَقَرٌّ وَقَدْ دَنَا مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا الْمَدَنُ فَإِنَّ التَّصَدِيقَ بِهَذَا لَهُ قُلُوبٌ خَلَقَتْ لَهُ وَاهْلَتْ لِمَعْرِفَتِهِ۔

(کتاب الروح ص ۱۶۴)

ترجمہ: روح کا حال بدن سے مختلف ہے، دیکھتے حضرت جبرائیل علیہ السلام

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اصل شکل میں مشاہدہ فرمایا۔ درآئیں ایک اس کے چھ سو پڑتھے، جن میں سے دو پڑوں نے مشرق و مغرب کے افق کو ڈھانپا ہوا تھا۔ اور بائیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کے وقت سمٹ کر اتنا ہو گیا کہ اپنے دونوں گھٹنوں کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں گھٹنوں کے درمیان رکھ دیا اور اپنے ہاتھوں کو آنسرو رسول اللہ علیہ وسلم کے رانوں پر رکھ دیا۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ تیرا دل اس تصدیق کی گنجائش نہیں رکھتا کہ حضرت جبرائیل اس وقت ملا اعلیٰ کے اندر آسمانوں سے اوپر اپنے محل و مقام پر بھی موجود تھے اور رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں اتنے قریب بھی ہو گئے لیکن اس تصدیق کے لئے ایسے دل بھی موجود ہیں جو اسی کے لئے پیدا فرمائے گئے اور ان اسرار اور غوامض کے ادراک و معرفت کے اہل بناتے گئے ہیں۔

لہذا روح کا علیتین و سجنین میں موجود ہونا اسے قبر پر حاضری دینے والوں کی معرفت اور ان کے سلام و کلام کے سنے اور سمجھنے سے مانع نہیں ہو سکتا۔

(۴۱) آخر میں ہم شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کی زبانی اس شبہ کا تار و پود اور تانا بانا اڑھٹے دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں بمقام علیتین بالائے بہفت آسمان و پائین آں متصل سدرۃ المنتہی است و بالائے آں متصل پایۂ راست عرش مجید است و ارواح نیکان بعد از قبض و رآں جامی رسند و مقربان یعنی انبیاء و اولیاء۔ در آں مستقر میمانند و عوام صلیاً را بعد از نویسانند و رسانیدن نامہائے اعمال بر حسب مراتب در آسمان دنیا یا در میان آسمان و زمین یا در چاہ زمزم قرار می دهند و تعلق بقبر نیز این ارواح را می باشد کہ بحضور یارت کفندگان و اقارب و دیگر دوستان بر قبر مطلع و متانس میگردند زیرا کہ روح را قرب و بعد مکانی مانع این دریافت نمی شود۔ تفسیر عزیزی پارہ عم ص ۳۲

(ترجمہ) مقام علیتین ساتویں آسمان سے اوپر ہے، اس کا پچھلا حصہ سدرۃ المنتہی سے ملا ہوا ہے اور اوپر والا حصہ عرش مجید کے دائیں پایہ کے ساتھ متصل ہے۔ نیک لوگوں کے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

روح موت کے بعد دماں پہنچتے ہیں اور مقربین یعنی انبیاء کرام اور اولیاء عظام کے ارواح مبارکہ وہیں برقرار رہتے ہیں اور عوام صلحاء کے ارواح کو مقام علیین میں نام درج کرنے اور اعمال نلے پونہ جانے کے بعد اپنے اپنے مراتب کے مطابق آسمان دنیا پر یا آسمان وزمین کے درمیان یا چاہ زمزم میں جگہ عطا فرمائی جاتی ہے اور قبر کے ساتھ ان کا تعلق بھی قائم کر دیا جاتا ہے تاکہ قبر پر آنے والے لوگوں اور عزیز واقارب و دیگر دوستوں کو جان سکیں اور ان سے انس حاصل کر سکیں، کیونکہ روح کے لئے مکان کے لحاظ سے دوری یا نزدیکی اس جان پہچان میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔

۱۵، یہی شاہ صاحب زیر آیت کریمہ امانتہ فاقبرہ ارشاد فرماتے ہیں،

دور دفن کردن چوں اجزاء بدن بتمامہ یکجا باشند ملاقہ روح با بدن از راه نظر و عنایت بحال میماند و توجہ روح بجزائرین و مستانین و مستفیدین بسہولت میشود کہ بسبب تعیین مکان بدن گویا مکان روح ہم معین است (تا)، بنا بریں است کہ استفادہ از اولیاء مدفونین و دیگر صلحائے مومنین جاری است و آنہا را افادہ و اعانت نیز مستور پٹ منہ ترجمہ: دفن کرنے سے چونکہ بدن کے تمام اجزاء ایک جگہ جمع ہو جاتے ہیں۔ روح کا تعلق بدن کے ساتھ ازراہ نظر شفقت و عنایت بحال رہتا ہے اور روح کی توجہ قرب و حضور سے انس حاصل کرنے والوں اور فائدہ و فیض کے طالب و خواست گار حضرات کی طرف جہولت کے ساتھ ہو سکتی ہے، کیونکہ مکان بدن معین ہونے کی وجہ سے گویا مکان روح بھی معین ہے۔ اسی بنا پر اولیاء مدفونین اور صلحائے مومنین سے فیضان جاری ہے اور ان کو دعا اور ایصالِ ثواب کے ساتھ اور قبر پر کھڑے ہو کر، انس و راحت پونہ پانا اور امداد و اعانت کرنا بھی ممکن ہے۔

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کی اس عبارت سے جہاں قبور اولیاء و صالحین پر استغاثہ و استمداد اور استفادہ و استفادہ کے لئے حاضری کا جواز اور مقربانِ بارگاہِ خداوندی کے

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

فیض و کرم کا جاری و ساری ہونا پتہ چلتا ہے، وہاں یہ حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ قرب و بُعد
مکانی جسم کے ادراکات میں اثر انداز ہو سکتا ہے، لیکن روح کے ادراکات میں اسے کوئی
دخل نہیں؛ لہذا تمام علیتیں میں موجود روح کے ادراک اور اعلاۃ قبر میں موجود روح کے ادراکات
میں کوئی فرق نہیں؛ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ تمام ارواح علیتیں میں نہیں ہیں۔ و سیاقی الكلام
فیه نقل من بن العتیم۔

بہر حال یہ شبہ بھی لغو و باطل ہے اور نصوص قطعیہ کے مقابل اس توہم کو مریض للقلب
اور سقیم العقل ہی درخور اعتنا سمجھ سکتا ہے۔ کوئی سلیم القلب اور صحیح العقل اسے قابل
اعتبار و التفات نہیں سمجھ سکتا۔ دہنا لا تزع قلوبنا بعد اذ ہد یقنا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مانعین و منکرین سماع کے نقلی دلائل

مانعین و منکرین سماع اموات کے نزدیک چونکہ نفی و انکار کی اصل مدار یہ تین شہادت تھے جو ان کے نزدیک قطعی عقلی دلائل تھے اور نقلی دلائل عقلی کے تابع ہوتے ہیں؛ لہذا ہم نے پہلے ان کے دلائل عقلیہ کا ضعف بلکہ فساد و بطلان واضح کر دیا، اب اولہ نقلیہ کے جوابات ذکر کئے جاتے ہیں۔

دلیل اول: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتَى وَلَا تَسْمَعُ الصُّمَّ الدَّاعَاءَ إِذَا وَلُوا مَدْبَرِينَ وَمَا أَنْتَ بِمَهْدٍ إِلَيْهِمْ عَنِ ضَلَالَتِهِمْ إِنْ تَسْمَعُ إِلَّا مِنْ يَوْمٍ بَأَيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ۔ پارہ ۲۱ سورۃ دوم۔

ترجمہ: اے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تحقیق تم نہیں سناتے، مردوں کو اور نہیں سناتے بہروں کو جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلیں اور نہیں تم ہدایت کرنے والے اندھوں کو گمراہی کے بعد۔ آپ صرف ان لوگوں کو سناتے ہو جو کہ ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں۔ پس وہ مسلمان ہیں۔

دلیل ثانی: قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ مَنْ يَشَاءُ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ إِنَّ أَنْتَ الْاٰمْنَذِيرُ (پ ۲۲۔ سورۃ فاطر)

ترجمہ: اور نہیں برابر زندہ لوگ اور مرے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ہی سنا دیتا ہے جس

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کو چاہتا ہے اور تم اسے حبیب نہیں سنانے والے ان لوگوں کو جو کہ قبروں میں ہیں۔ آپ
صرف عذابِ خدا سے ڈرانے والے ہیں۔

وجہ استدلال: ہر دو آیت میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے
اموات اور اہل قبور کو سنانے کی نفی فرمادی ہے اور سنانے کی نفی سے سننے کی نفی لازم آتی ہے۔
لہذا ثابت ہو گیا کہ اموات اور اہل قبور نہیں سنتے۔

جوابِ باطل

جوابِ اول: سب سے پہلے ہم ان دونوں دلیلوں کے صحیح یا فاسد ہونے کی تحقیق
اقوالِ مفسرین سے پیش کرتے ہیں اور یہی قرآن کریم کا حکم ہے فاسئلوا اهل الذکر
ان ڪنتُمْ لَا تعلمون۔ اگر خود تمہیں علم نہیں ہے تو اہل علم سے دریافت کرو۔ لہذا قرآن
کریم کی ان دو آیتوں کے معانی ہم انہیں کی زبانی بیان کرتے ہیں:

۱) تفسیر ابن کثیر میں ہے انک لا تسمع الموتی ای لا تسمعہم شیاً ینفعہم
فکذا انک ہو لاء علی قلوبہم غشاوة و فی آذانہم وقوا کفر و لهذا قال
ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین۔ ان تسمع الامن یومن بآیاتنا
فہم مسلمون ای انما یتجیب لک من ہو یتجیب بصیر بالسمع والبصر
النافع فی القلب والبصیرۃ الخاضعة لله ولما جاء عنہ علی المنۃ الرسل
علیہم السلام۔ ابن کثیر جلد ۲ ص ۳۴۲

انک لا تسمع الموتی یعنی تم انہیں کوئی ایسی شے نہیں سنا سکتے جو انہیں نفع
پونہچائے لہذا اسی طرح یہ کفار جو کہ مردوں کی طرح ہیں جن کے دلوں پر پردے اور جن
کے کانوں میں کفر والا ثقل اور بھاری پن ہے اسی لئے فرمایا ولا تسمع الصم الدعاء
اذا ولوا مدبرین کیونکہ وہ سنا چاہتے ہی نہیں، انہوں نے دیدہ دانستہ اپنے آپ
کو بہرہ بنار کھا ہے۔ ان تسمع الامن یومن الخ یعنی آپ کی ہر بات کو وہ لوگ قبول

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کریں گے جن کے دلوں کے اندر نفع دینے والے حواس دکان اور آنکھیں مٹی ہیں اور وہ لوگ ایسی بصیرت کے مالک ہیں جو اللہ تعالیٰ اور جو کچھ اس کی طرف سے اس کے رسولوں کی زبانی معلوم ہوا ہے، اس کی اطاعت و اتباع کے لئے آمادہ و کمر بستہ ہیں۔

(۲) تفسیر مدارک میں فرمایا، انک لا تسمع الموتی الا یہ لما کانوا لایعون بما یسمعون ولا یرینتفون شبہوا بالموتی و ہم اعیاء صحاح الحواس الخ جبکہ وہ لوگ جو کچھ سنتے تھے، اسے یاد نہیں رکھتے تھے اور ہندول میں جگہ دیتے تھے اور نہ اس کے ساتھ نفع حاصل کرتے تھے، تو انہیں اموات کے ساتھ تشبیہ دے دی گئی حالانکہ ان کے حواس درست ہیں اور وہ زندہ ہیں الخ۔ تفسیر مدارک للعلامة النسخی الحنفی۔
جلد ۲ ص ۲۲۲

(۳) قوله تعالى انک لا تسمع الموتی الخ هذه الایة واردة فی حق الکفار وقطع الطبع للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صدایتهم فان کونهم کالموتی موجب لقطع الطبع وانما شبہوا بالموتی لعدم انتفاعهم بما یتلی علیهم من الآیات والمواد المطبوعون علی قلوبهم فلا یخرج ما فیہا من الکفر ولا یدخل ما لم یکن فیہا من الایمان ملخصاً من الروح۔ ولا دلالة فی هذه الایة علی نفی سماع الموتی کلام الاحیاء کما استدلل بہا بعض الجہلۃ والاحادیث الصحیحة واردة فی باب سماع الموتی ولا تذکرہا خوفاً للاطناب۔ حاشیہ جلالین اصح المطایع ص ۳۲۴

ترجمہ: یہ آیت کفار کے حق میں وارد ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امید و آرزو کو ختم کرنے کے لئے جو آپ کفار کی ہدایت کے متعلق رکھتے تھے، کیونکہ ان کفار کا مردوں کی مانند ہونا امید و طمع کو ختم کرنے کا موجب ہے اور انہیں مردوں کے ساتھ صرف اس لئے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ ان آیات سے نفع حاصل نہیں کرتے تھے جو ان پر تلاوت

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

کی جاتی تھیں اور یہاں وہ کفار مراد ہیں جن کے دلوں پر مہر لگی ہوئی ہے (ذکر تمام کفار ورنہ بعثت کا مقصد ہی کچھ نہ ہوگا) لہذا اس ختم و طباع کی بدولت جو کفران کے دلوں میں ہے وہ نکل نہیں سکتا اور جو ایمان اچھے دلوں سے خارج ہے، وہ ان میں داخل نہیں ہو سکتا۔ بلخص من الروح اور اس آیت میں موتی کے احبار کی کلام سننے کی نفی نہیں ہے جیسا کہ بعض عالموں نے اس سے استدلال کیا ہے اور احادیث صحیحہ سماع موتی کے اثبات میں وارد ہیں۔ ان کے ذکر سے ہم کلام کو طوالت نہیں دینا چاہتے۔

(۱) قوله تعالى - ان الله يسمع من يشاء اي يهديهم الى سماع الصلة وقبولها والانقياد لها وما انت بسمع من في القبور اي كما لا يتفجع الاموات بعد موتهم وصيروتهم الى القبور وهم كفار بالهداية والدعوة اليها كذلك هؤلاء المشركون الذين كتب عليهم الشقاوة لاحيلة لك فيهم ولا تستطيع هدايتهم ان انت الا نذيرا اي انما عليك البلاغ والانتذار والله يضل من يشاء ويهدي من يشاء۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۲

ترجمہ: قوله ان الله يسمع من يشاء، یعنی اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت فرماتا ہے۔ محبت و دلیل کے سننے اور قبول کرنے کی طرف اور اس کی اتباع کرنے کی۔ وما انت بسمع من القبور، یعنی مڑے فوت ہونے کے بعد اور قبور میں پہنچنے کے بعد نفع حاصل نہیں کر سکتے، درآں حالیکہ وہ لوگ ہدایت اسلام اور اس کی دعوت کے ساتھ کفر و انکار کر رہے ہوتے۔ اسی طرح یہ مشرکین لوگ جن پر شقاوت و بد بختی کو لازم کر دیا گیا ہے آپ کے لئے ان کی ہدایت میں کوئی حیلہ و ذریعہ نہیں اور نہ ہی آپ ان کے راہِ راست پر لانے کی طاقت رکھتے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں راہِ راست سے پھیر دیا، تو اللہ کا مقابلہ اور اس کی مخالفت آپ سے ممکن؟ قوله ان انت الا نذیر۔ آپ پر تبلیغ اور عذاب خدا سے ڈرانا لازم ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے، دولت ایمان سے محروم فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے نعمت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ایمان تک واصل فرماتا ہے۔

۲۱، امام رازی نے اس آیت کریمہ کی تفسیر میں فرمایا قوله ان الله يسمع من يشاء الاية۔
فيه احتمال معنيين الاول ان يكون الجواد بيان كون الكفار بالنسبة الى
سماعهم كلام النبي صلى الله عليه وسلم والوحي النازل عليه دون حال
الموتى فان الله يسمع الموتى۔ والنبي عليه السلام لا يسمع من كفر بالموتى
ما سمع من الله والكفار بالموتى لا يسمعون من النبي صلى الله عليه وسلم
والثاني ان يكون المراد تسليته النبي صلى الله عليه وسلم فانه لما بين له
انه لا يسمعهم ولا ينفعهم قال له هو لا يسمعهم الا الله فانه يسمع من
يشاء ولو كان صخرة صماء واما انت فلا تسمع من في القبور فما عليك
من حسابهم من شيء ان انت الا نذير۔ تفسیر کبیر۔ جلد ۷ ص ۷۰

ترجمہ: امام رازی فرماتے ہیں کہ قول باری تعالیٰ ان الله يسمع من يشاء
وما انت بهم سمع الاية کے معنی میں دو احتمال ہیں۔ اول یہ ہے کہ یہاں کفار کا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام اور وعظ و تبلیغ سننے کے لحاظ سے مردوں اور اہل قبور سے بھی
ناقص ترین ہونے کا بیان کرنا مقصود ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ مردوں کو سناتا ہے اور وہ
اللہ کے سنانے سے سنتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کو نہیں سناتے نہ وہ آپ
کے سنانے سے سنتے ہیں۔ اب کفار کا اہل قبور سے ابتر اور ناقص ہونا واضح ہو گیا کہ مردے اللہ
تعالیٰ کی دی ہوئی توفیق و طاقت سے سننے والے ہیں، لیکن کفار جو کہ مردوں کی مانند ہیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سنانے سے نہیں سنتے، یعنی نہ ان کفار کو اللہ تعالیٰ نے سنایا اور نہ
انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سنانے سے سنا بخلاف اہل قبور کے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے
سنانے سے تو سنتے ہیں مگر سالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کے سنانے نہیں سنتے۔ اقول امام کے
بیان کئے ہوئے پہلے معنی میں اموات اور اہل قبور کا سننا واضح ہے۔ صرف اتنی بات ہے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کہ ان کا سماع اللہ تعالیٰ کے اسماع سے ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماع سے نہیں
لہذا جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ یہ آیت کریمہ سماع اموات کی دلیل ہے، کیونکہ اسماع مختص بالباری
مستلزم سماع کو ہے؛ لہذا امام کی کلام میں وہی استدلال موجود ہے جو ہم نے پہلے ذکر کیا ہے
فالحمد للہ۔

ثانی، معنی یہ ہے کہ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دینا مقصود ہے
کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ انہیں نہیں سنا تے اور نفع نہیں پہنچاتے تو ہو سکتا تھا
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے بیان اور اندازِ تبلیغ اور قوتِ تفہیم میں غل پر محمول کریں
اور غمگین ہوں اور فریضہ رسالت کی ادائیگی میں کوتاہی سمجھیں، اس لئے فرمایا کلام کا سنانا اور
اسے مخاطبین کے دلوں کی گہرائی میں پہنچانا میرا کام ہے۔ اگرچہ مخاطب سخت پتھر ہی کیوں نہ
ہو۔ لیکن آپ ان لوگوں کو سنانے والے نہیں جو کہ اہل قبور کی مانند ہیں۔ آپ پر ان کے حسابات
اور عتاب و عذاب کی ذرہ بھر ذمہ داری نہیں ہے۔ آپ تو صرف مذاہبِ خداوندی کے ڈرانے
والے ہیں۔

(اقول، دوسرے معنی میں بھی اللہ رب العزت کی قدرت اسماع کا تذکرہ ہے، یعنی وہ
سنا سکتا ہے، اگرچہ مخاطب سخت پتھر ہی کیوں نہ ہو؛ لہذا اس معنی میں بھی اہل قبور کے لئے امکان
سماع اور اس کا تحقق وثبوت ظاہر ہو گیا۔

(۳) امام نسفی فرماتے ہیں: وما انت بمسمع من في القبور۔ شبہ الکفار
بالموتیٰ حیث لا ینتفعون بمسموعہم۔ مدارک جلد ۳ ص ۲۳۹
کفار کو اموات اور اہل قبور کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے، کیونکہ وہ اپنے سے
ہوتے آیات اور احکاماتِ نبویہ سے فائدہ نہیں اٹھاتے جیسا کہ اہل قبور۔

(۴) جمل علی الجلالین میں ہے: ای الکفار شبہہم بالموتیٰ فی عدم التأثير۔
تفسیر جمل جلد ۳ ص ۴۹۲۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یہاں کفار کو اموات کے ساتھ دعوت سے متاثر نہ ہونے میں تشبیہ و تمثیل دی گئی ہے۔
(۱) آخر میں حنفی مفسر علامہ محمود آلوسی صاحب روح المعانی کی تحقیق زیر آیت:
فانك لا تسمع الموتى ولا تسمع فرادىٰ اور حقیقتِ حال کی اطلاع پائیں۔

قال قدس سره والحق ان الموتى يسمعون في الجملة وهذا على
احد وجهين احدهما ان يخلق الله تعالى في بعض اجزاء الميت قوة
يسمع بها متى شاء الله السلام ونحو ما يشاء الله اسماء اياها ولا يمنع
ذلك كونه تحت الطباق الثرى وقد انحلت منه هاتيك البنية
وانفصمت العراى ولا يكاد يتوقف في قبول ذلك من يجوز ان يرى اعمى الصين
بقية اندلس وثانيهما ان يكون ذلك السماع للروح بلا وساطة قوة
في البدن ولا يمتنع ان تسمع بل ان تحس وتذكر مطلقا بعد مفارقتها
البدن بدون وساطة قوة في البدن وحيث كان لها على الصحيح
تعلق لا يعلم كيفيته وحقيقته الا الله بالبدن كله او بعضه بعد الموت
وهو غير المتعلق بالبدن الذى كان لها قبله اجرى سبحانه عادته
بتمكنها من السمع وخلق لها عند زيادة القبر وكذا عند حمل البدن
اليه وعند الغسل مثلا الخ روح المعانى جلد ۲ ص ۵۸ فتح الملهم
شرح مسلم جلد ثانی ص ۴۹ (الى)، اما الجواب عن الآية التي الكلام فيها
ونحوها مما يدل بظاهرها على نفى السماع فيعلم مما تقدم فليعلم والله
اعلم۔

ترجمہ اور حق یہ ہے کہ اموات اہل قبور فی الجملة سنتے ہیں اور یہ سماع وہیں سے
ایک وجہ پر ضرور ہے۔ اول۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ بعض اجزاء میت میں قوت پیدا کر دے جس
کے ساتھ میت سلام و کلام وغیرہ کو سن سکے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ چاہے اور جتنا قدر سنانا چاہے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اور اس سماع سے میت کا مٹی کے طبقات و حجابات کے نیچے پایا جانا یا اس کی بنیاد جسمانی اور ہیئت و شکل کی تحلیل اور افتراق اجزاء اور اعضاء مانع نہیں ہو سکتا اور اس بات کے قبول کرنے میں اس شخص کو قطعاً توقف و تردد نہیں ہو سکتا جس کا اعتقاد یہ ہے کہ اللہ چاہے تو چین کا نابینا شخص اندلس کے پتھر کو دیکھ سکتا ہے یہی اہل السنّت کا مذہب ہے۔

ثانی۔ یہ کہ سماع روح کو حاصل ہو بغیر اس کے کہ بدن میں ہو جو کوئی قوت اس میں واسطہ بنے اور روح کا سننا متنع نہیں بلکہ اس کا مطلقاً صاحب ادراک و احساس ہونا مفارقت بدن کے کے بعد بغیر توسط قوت بدنہ کے متنع نہیں ہے اور جب روح کے لئے مذہب صحیح کے مطابق بدن کے ساتھ ایسا تعلق حاصل ہے جس کی کیفیت و حقیقت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا، خواہ سارے بدن کے ساتھ ہو اور خواہ بعض کے ساتھ ہو یہ تعلق اس تعلق سے مختلف ہے جو دنیوی زندگی کے اندر حاصل تھا، تو اللہ تعالیٰ کی مادت کریمہ اس طرح جاری ہے کہ بوقت زیارۃ قبر اور قبر کی طرف لے جاتے وقت اور حالت غسل میں روح کو سننے پر قدرت عطا فرماتا ہے اور اس میں سماع کی تخلیق فرماتا ہے۔ روح المعانی جلد ۲۱ ص ۵۱ اس تحقیق کے بظاہر چند قرآنی آیات خلاف تھیں، تو ان کے جواب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا واما الجواب عن الایۃ الخ یعنی وہ آیت جس میں کلام ہے اور اس قسم کی دوسری آیات جو بظاہر نفی سماع پر دلالت کرتی ہیں، ان کا جواب ہماری پہلی کلام سے سمجھا جاتا ہے۔

اقول ما تقدم من انك لا تسمع المعنى في المذكور کلام کی طرف اشارہ ہے۔ ملاحظہ مذکور لئے فرمایا، واجابوا عن الایۃ فقال السہیلی انها كقوله تعالى افانت تسمع لهم او تهدى العمى ای ان الله هو الذى يسمع ويهدى - وقال بعض الاجلة ان معناه لا تسمعهم الا ان يشاء الله او لا تسمعهم سماعاً ينفعهم وقد ينفى النفي لا انتفاء فائدته وثمرته كما في قوله تعالى ولقد ذرانا لجهنم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لا يفقهون بها ولهم اعين لا يبصرون بها۔ دُرُوح المعانی جلد ۲۱ ص ۴۹

ترجمہ: علماء کرام نے آیت مذکورہ کے مختلف جوابات دیئے ہیں۔ علامہ سیبلی نے فرمایا کہ یہ آیت یعنی اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ السَّمَوَاتِ مِثْلَ قَوْلِ بَارِئِ اَفَا تَسْمَعُ الصَّمَّ اور تہدیٰ العسیٰ کی مانند ہے۔ یعنی تحقیق صرف اللہ تعالیٰ ہی انہیں سنانا اور براہ ہدایت دکھلاتا ہے۔ تم ان بہروں کو نہیں سناتے اور نہ ہی اندھوں کو راہ دکھلاتے ہو، بعض اہل بیت نے فرمایا کہ اس کا معنی یہ ہے کہ تم اموات اور اہل قبور کو نہیں سناتے، مگر جب اللہ تعالیٰ چاہے یا مطلب یہ ہے کہ تم ان کو اس طرح نہیں سناتے جو انہیں نفع دے اور کبھی ایک شئی کی نفی اس بنا پر بھی کر دی جاتی ہے کہ اس شخص کا فائدہ و ثمرہ مترتب نہیں ہوتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد وَلَقَدْ ذَرَأْنَا الْاَلَاءَ لَعْنِ الْاَبَةِ ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جن و انسان پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں کہ ان کے ساتھ سمجھ نہیں سکتے اور آنکھیں ایسی ہیں کہ ان کے ساتھ دیکھ نہیں سکتے۔ وَلَهُمْ اِذَا نِ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا وَلَهُمْ اِذَا نِ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولَئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ۔ اور ان کے لئے ایسے کان ہیں جن کے ساتھ وہ سنتے نہیں ہیں۔ وہ لوگ چار پاؤں کی مانند ہیں، بلکہ ان سے بھی گئے گزر رہے ہیں، وہ لوگ مکمل طور پر غافل ہیں اور ان میں علم و ادراک کا کوئی ذریعہ موجود نہیں ہے۔

مفسرین کرام کے ان اقوال سے واضح ہو گیا کہ یہاں اہل قبور سے سماع کی نفی نہیں ہے بلکہ موتی اور من فی القبور سے کفار و مشرک مراد ہیں اور ان کے حق میں سماع نافع کی نفی ہے نہ کہ مطلق سماع کی۔ یا نفی سماع کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے استقلال کے لحاظ سے ہے یعنی آپ خود بخود بغیر اللہ کے اذن و مشیت کے موتی اور اہل قبور کو نہیں سناتے اور رسولِ امام رازی ان اللہ یسمع من یشاء سے اہل قبور کا سننا اللہ تعالیٰ کے سماع کی بدولت ثابت ہے اور کفار کے ان سے بھی اہتر ہونے کا بیان مقصود ہے اور اسی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

طرح علامہ اگوسی کی تحقیق سے بھی سماع موتی کا حق ہونا اور اس قسم کی آیات کا ظاہری
معنی ممتنع نہ ہونا ظاہر ہے۔

محدثین کرام کے اقوال ان آیات کے بارے میں بھی اسی طرح ہیں، جن کا ذکر بعد میں
حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے استدلال کے جواب میں آئے گا۔ خلاصہ یہ کہ جمہور علماء کرام
کا مذہب یہ ہے کہ اموات اور اہل قبور سنتے ہیں۔ علامہ ابن حجر فتح الباری میں فرماتے ہیں۔
قد خالفها الجمهور في ذلك وقبلوا حديث ابن عمر رضي الله عنهما
لوافقته من رواه غيره عن رسول الله صلى الله عليه وسلم. فتح الباری جلد ۵
ص ۱۷ مطبع الصادق۔

جمہور صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین اور جمہور علمائے کرام نے سماع موتی کے انکار
میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مخالفت کی ہے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن
عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو قبول کیا ہے، کیونکہ ان کے علاوہ اور حضرات صحابہ نے بھی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس ارشاد کو نقل کیا ہے، یعنی ما انتم باسمع منهم۔
اے صحابہ تم ان اہل قلیب۔ مقتول کفار سے زیادہ سنتے والے نہیں ہو۔

جب ثابت ہو گیا کہ جمہور صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ مفسرین و محدثین
کے نزدیک ان آیات کا یہ معنی نہیں ہے جو مانعین و منکرین سماع نے ذکر کیا ہے، تو ان آیات
سے استدلال باطل ہو گیا، کیونکہ جمہور اور سواد اعظم کی اتباع لازم ہے اور آیات کے وہی معانی
مراد لینے ضروری ہیں جو جمہور اہل اسلام کے نزدیک ہیں، لہذا ان آیات سے استدلال
نفی سماع پر درست نہ رہا۔

(۲) جوابے ثانی: استدلال کا دعویٰ یہ ہے کہ اموات اور اہل قبور نہیں سنتے اس پر
امت عربی عبارت میں یوں ہونی چاہیے لا یسمع الموتی یا لا یسمع من فی القبور وغیرہ
جس کا قرآن کریم میں کہیں ذکر نہیں۔ قرآن کریم میں نفی سماع کا ذکر ہے اور اس میں کلام نہیں لہذا یہ دلائل مدللہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عصم کو ثابت نہیں کر سکتے اور تقریب تمام نہیں بلکہ سرے سے دلیل کو دعویٰ سے تعلق ہی کوئی نہیں۔ ہم بولتے ہیں مخالف ہمارے کلام سُننا ہے، لیکن سنانے والے ہم نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہے۔ کما هو المذهب الحق۔

رہا یہ شبہ کہ اسماع کی نفی سماع کی نفی کو مستلزم ہے، تو اس کا جواب انہیں مانعین و مستحرمین کے اسلاف کی زبانی سماعت فرمائیے۔ مولانا قاسم نانوتوی اپنے بعض مکاتیب مستمی بہ جمال قاسمی میں فرماتے ہیں،

اپنے خیال نارسا کے موافق سمع اموات حد استماع سے پرے ہے پر استماع اموات ممکن ہے، یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ خداوند کریم نے تو انک لا تسمع الموتی فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اس کے سلام اہل قبور مستنون کر دیا۔ اگر استماع دکان لگا کر پوری توجہ سے سُننا، ممکن نہیں تو پھر یہ یہودہ حرکت یعنی سلام اہل قبور بطول کی زبان درازی کے لئے کافی ہے (تا، اس لئے مناسب یوں ہے کہ قبرستان میں گزرے تو سلام سے دریغ نہ کرے اور بن پڑے، تو ہدیہ مناسب وقت بھی پیش کرے ورنہ (موت) سخت ہی روتی ہے جو یوں آنکھیں چراتے چلا جاوے ص ۹۲۱

مولانا نانوتوی صاحب کی یہ عبارت صاف بتلا رہی ہے کہ اسماع کی نفی سے سماع اور استماع کی نفی لازم نہیں آتی۔ نیز اس عبارت سے اہل قبور کو سلام کرنے کی مسنونیت سے سماع اہل قبور پر تفصیل بھی ہو گئی۔

حضرت علامہ بدر الدین عینی حنفی شارح بخاری نے عمدة القاری میں معتزلہ کا رد کرتے ہوئے اور ما انت بمسمع من فی القبور سے ان کے استدلال کو باطل کرتے ہوئے فرمایا
واما الجواب عن قوله تعالى وانت بمسمع من فی القبور فهو ان عدم اسماع اهل القبور لا يستلزم عدم ادراكهم۔ عمدة القاری جلد ۱ ص ۱۶۲

اس آیت کریمہ کا جواب یہ ہے کہ اہل قبور کا عدم اسماع (یعنی آنحضرت علیہ السلام کا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

انہیں نہ سنانا اور سنوانا، ان سے علم و ادراک کی نفی کو مستلزم نہیں۔

الغرض یہ واضح ہو گیا کہ اسماع کی نفی سے اسماع کی نفی لازم نہیں آتی اور کلام اسماع میں بے مذکر اسماع میں۔ نیز آئندہ جوابات میں اس استلزام کی نفی متعدد وجوہ سے ثابت کی جائیگی۔ انشاء اللہ العزیز۔

۳۔ جواب ثالثی: اسماع کی یہاں مطلقاً نفی نہیں کی گئی، یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا لا یسمعہم احدٌ کوئی شخص بھی اہل قبور اور اموات کو نہیں سنانا، بلکہ ایک خاص فاعل سے یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی نفی ذکر فرمائی ہے اور فاعل خاص اور شخص مخصوص فعل کی نفی کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق فعل معدوم ہو جائے جائز ہے، وہ اس فاعل خاص کے علاوہ اور کسی فاعل سے صادر ہو جائے، مثلاً لا یضرب ذید عمرواً (ذید عمرو کو نہیں مارتا) اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ ذید کے علاوہ اور بھی کوئی شخص عمرو کو نہیں مارتا۔ یا یوں کہہ لیجئے ہر دو آیت (انک لا تسمع الموتی) وما انت بسمیع من فی القبور، شخصیت قضیہ ہیں اور قضیہ شخصیت کو حکم عام کلی کی دلیل بنانا کس طرح صحیح ہو سکتا ہے؟ حجت کے تین اقسام ہیں سے یہ کوئی قسم بھی نہیں ہے، یعنی نہ قیاس ہے اور نہ ہی استقراء اور تمثیل۔

سوال: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سید الخلق علی الاطلاق ہیں جب آپ میں اسماع کی قدرت نہیں، تو اور کسی میں کب ہو سکتی ہے؟ لہذا آپ سے اسماع کی نفی دلالت النفس کے طریقہ پر اسوا کی نفی پر بطریق اولیٰ دلالت کرے گی اور اس طرح ہر دو قضیہ میں عموم و کلیت پیدا ہو جائے گی؛ لہذا دلیل میں بھی عموم پیدا ہو گیا جس طرح کہ دعویٰ میں عموم ہے۔

جواب: یہ دلالت مخلوق کے لحاظ سے تو اعتبار کرنے کا احتمال ہے مگر خلق کے لحاظ سے نہیں یعنی وہ نہیں کہہ سکتے کہ چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اموات اور اہل قبور کو نہیں سنا تے لہذا اللہ تعالیٰ بھی نہیں سنانا اور آنحضور میں یہ طاقت نہیں؛ لہذا اللہ تعالیٰ میں بھی یہ طاقت نہیں۔ لغو

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

باللہ من ذالک۔ لہذا دلالت النص کے لحاظ سے عموم نفی اور السلب الکلی کا معنی پیدا کرنا کسی بھی آیت میں ممکن نہیں ہے اور جمہور اہل اسلام اموات اور اہل قبور میں سلام و کلام کا سننا صرف اللہ تعالیٰ کے سنانے اور توفیق دینے سے ہی تسلیم کرتے ہیں نہ کہ کسی مخلوق کی دی ہوئی طاقت سے اور آیت کریمہ ان اللہ یسمع من یشاء بھی اس عقیدہ پر نفس مرتیح ہے لہذا نفی سماع پر استدلال لغو اور باطل ہو گیا۔

دہم، جوابِ رابع: اللہ تعالیٰ نے اسماع موقی ومن فی القبور کی بنی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی فرمائی ہے اور اسے اپنے ساتھ مخصوص فرمایا ہے، جبکہ فرمایا: قولہ تعالیٰ ان اللہ یسمع من یشاء وما انت بمسمع من فی القبور ثوابت ہو گیا کہ اسماع اللہ تعالیٰ کے ساتھ قائم ہے اور اسی کی صفت محضہ ہے اور یہ ظاہر کہ اسماع مستلزم سماع ہے ہے! لہذا اہل قبور کا سماع ثابت ہو گیا، بلکہ سماع قوی کیونکہ قوت فاعل قوت فعل و اثر کو مستلزم ہوتی ہے! لہذا جب فاعل اسماع وہ ذات مقدسہ بخو خالق قوی اور قدر ہے اور علیٰ کل شیء قدیر اس کی صفت ہے تو لامحالہ اموات کے لئے سماع قوی ثابت ہو گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد انتہ یسمع قرع لغالہم اذا ولّو عنہ مدہوین۔ اس پر شاہد صادق ہے کیونکہ زندہ باوجود توجہ کے چلنے والوں کی ہوتیوں کا آواز کبھی کبھار نہیں سُن سکتا، مگر میت کو جب قبر میں رکھا جاتا ہے، تو دفن کر کے واپس لوٹنے والوں کے جوتوں کا آواز سنا ہے۔ لہذا بجائے نفی سماع کے یہاں سے سماع علی الوجه الاتم والاكمل ثابت ہو گیا، تو مانعین کا اسے نفی کی دلیل بنانا لغو و باطل ہے، بلکہ یہ آیت کریمہ منکرین پر حجتِ قاہرہ ہے اور ہمارے مذہب و مسلک کی روشن دلیل۔

دہم، جوابِ خامس: جس اسماع کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نفی کی گئی ہے۔ اس سے مراد قوتِ سماع کا پیدا کرنا اور بالفعل سنانا ہے اور سموعات کا علم و ادراک عطا کرنا ہے یا زبان پر کلمات کو جاری کرنا اور ایسی صوت و آواز نہ سے نکالنا کہ جن میں صلاحیت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سننے کی ہو، وہ سن لیں جن میں نہ ہو وہ سن سکیں۔

اگر شق اول مراد ہے تو بلاشبہ اس اسماع کی نفی اسماع کی نفی کو مستلزم ہے، لیکن یہ تو امر تکوین میں داخل ہے اور تکوین و خلق صرف اللہ کے ساتھ مختص ہے **الاله الخلق والامر** اور اس معنی کے لحاظ سے اسماع رسانا، ممکن کی قدرت میں ہی نہیں، نہ اموات و اہل قبور کے حق میں اور نہ ہی زندہ اہل دنیا کے حق میں، بلکہ زندہ لوگ سننے ہیں، تو بھی اللہ تعالیٰ کے اسماع سے اور مردے سننے ہیں تو بھی اللہ تعالیٰ کے اسماع سے، جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ افراد کے لئے قوت اسماع پیدا کرنے والے نہیں، مگر تمام احیاء سننے ہیں اور مسموعات وغیرہ کے اور اک کی صلاحیت واستعداد ان میں موجود ہے؛ لہذا ان دونوں آیتوں سے صرف اتنا قدر ثابت ہوا کہ اہل قبور و اموات کا سننا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماع سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے اسماع سے ہے اور یہ ہمارے مذہب کے خلاف نہیں، بلکہ اس کی دلیل ہے۔

اور اگر شق ثانی مراد ہے، تو اس کی نفی باطل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اموات کو خطاب و نداء بالاجماع اور احادیث متواترۃ المعنی سے ثابت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل قلب کو نداء دینا اور خطاب فرمانا سب صحابہ حتیٰ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک بھی مسلم ہے، اختلاف آنحضرت صدیقہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم میں خطاب و نداء کے اندر نہیں، بلکہ حضرت عمر کے استفسار کے بعد جو آپ نے جواب دیا۔ اس کے الفاظ میں ہے کہ آپ نے ما انتہم باسبح فرمایا یا کچھ اور۔ اسی طرح مومنین اہل قبور کو نداء و خطاب السلام علیکم دار قوم مومنین قد سبقتم منا انا انشاء اللہ بکم للاحقون بھی بلا خلاف بطریق تواتر ثابت ہے، بلکہ خود قرآن کریم نے اس کو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت صالح اور حضرت شعیب علیہم السلام کے لئے ثابت کیا ہے کما سبق منا تحویرہ۔ لہذا اسماع کی نفی اس معنی کے لحاظ سے غلط محض ہے، بلکہ مستلزم کذب باری تعالیٰ کو ہے اور کذب باری تعالیٰ محال و ممتنع ہے، فافہم۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نیز ان اللہ یسمع کی تعقید من یشاء کے ساتھ اس امر کی واضح دلیل ہے کہ اسماع سے خلق قوت سماع مراد ہے جیسا کہ ولکن اللہ یهدی من یشاء میں یہ تعقید خلق ہدایت اور ایصال کی دلیل ہے۔

۴، جواب سادس: اللہ تعالیٰ نے ہر دو آیت میں اسماع کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثابت بھی فرمایا ہے اور اس کی نفی بھی آپ سے کی ہے انک لا تسمع السموتی فرمایا تو اس کے بعد ان تسمع الا من یومن بآیاتنا فہم مسلمون فرمایا ما انت بمسمع من فی القبور فرمایا تو اس کے بعد ان انت الا نذیر بھی ذکر فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نذیر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ آیات عذاب لوگوں کو سناتے ہیں اور فردی انجام سے خوف دلاتے ہیں۔ لہذا واضح ہو گیا کہ ہر دو آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اسماع کا ثبوت بھی ہے اور آپ سے اسماع کی نفی بھی۔ عجیب بات صحیفہ خاطر پر نقش ہو گئی، تو اب غور فرمائیے کہ جس اسماع کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثبوت ہے، اس سے مراد کلام الہی۔ آیات کلام مجید کا سنا نا راہ راست دکھانا اور عذاب خدا سے ڈرانا ہے جیسا کہ ان تسمع الا من یومن بآیاتنا فہم مسلمون۔ ان انت الا نذیر اور وما انت بہاد العسی عن ضلالتهم اور لا تسمع الصم الدعاء اذا تو مدبرین سے ظاہر ہے۔ البتہ ہدایت کو اسماع سے تعبیر کیے گیا ہے کہ بالعموم ہدایت آیات کلام مجید سے حاصل ہوتی ہے اور اغلب طریق ہدایت وعظ و تبلیغ ہے جو کہ سموعات کے قسم سے ہے، لہذا ہدایت کو اسماع سے تعبیر فرما دیا گیا، ورنہ وما انت بمسمع کے بعد ان انت الا نذیر اور وما انت بہادی العسی عن ضلالتهم کے بعد ان تسمع الا من یومن بآیاتنا میں کوئی مناسبت نہ ہوگی۔ لہذا اس کے مقابل جس اسماع کی نفی کی گئی ہے، اس سے مراد مطلوب تک واصل کرنا اور ہدایت کو دلوں کے اندر پیدا کرنا ہے، ورنہ تعارض و تخالف لازم آتے گا، کیونکہ ثبوت بھی اسماع بمعنی راہنمائی کا ہوا اور نفی بھی اسی کی تو تنافض واضح ہے۔

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جب اسماع بمعنی اداءۃ الطریق اور ارشاد رہنمائی ثابت ہے تو اموات اور اہل قبور کے لحاظ سے آپ سے نفی اسماع بمعنی ایصال الی المطلوب اور خلق علم بالمسموعات کی ہے اور اموات و اہل قبور سے منفی سماع بمعنی اہتداء اور تحقق علم بالمسموعات ہے اور ظاہر ہے کہ محل نزاع یہ سماع تو نہیں ہے؛ لہذا ثابت ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سماع کی نفی مستلزم سماع کی نفی کو نہیں ہے، کیونکہ ایسا اسماع تو زندہ کفار کے حق میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے منفی ہے جیسا کہ کفار کے اقوال اس پر شاہد ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا قالوا قلوبنا فی اکنتہ مما تدعونا الیہ و فی آذاننا و قرو من بیننا و بینک حجاب فاعمل انما عاملون کفار نے کہا ہمارے دل اس امر کی نسبت پردوں میں ہیں جس کی طرف تم دعوت دیتے ہو وہ سمجھنے سے قاصر ہے، اور ہمارے کانوں میں ثقل اور بھاری پن ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان حجاب و پردہ ہے جو دیکھنے سے مانع ہے، تم اپنا کام کرتے جاؤ، ہم اپنی مرضی کے مطابق عمل کرنے والے ہیں۔ قوله تعالیٰ ولا نفقہ کشیدا ما تقول تم جو کہتے ہو، ہم اس میں سے اکثر نہیں سمجھتے۔ حالانکہ وہ مطلقاً عقل و حواس سے محروم نہ تھے لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسماع کی نفی نہ زندہ لوگوں کے سننے کے منافی ہے اور نہ ہی مردہ افراد کے سننے کے مخالف۔

الغرض محل نزاع اہل قبور کا سلام و کلام کو سننا ہے، آیات اس کی نفی نہیں کرتیں۔ آیات نفی کرتی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اموات اور اہل قبور کو مطلوب تک واصل کرنے اور ایمان دار بنانے کی۔ اس میں اختلاف نہیں ہے بلکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ لہذا ان آیات سے محل نزاع میں استدلال باطل ہے۔

د، جوابے سابق، موقیٰ اور من فی القبور سے کفار مراد ہیں جو کہ نفع حاصل نہ کر سکنے میں اموات اور اہل قبور کی مانند ہیں، کیونکہ مردوں کی ہدایت کا نہ آپ نے ارادہ فرمایا اور نہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نہ ہی اس کا کوئی فائدہ ہے، بلکہ زندہ کافر کا حالتِ ناامیدی میں اسلام و ایمان ناقابلِ قبول ہے جیسا کہ فرعون والے قصہ سے ظاہر ہے۔ لہذا اس آیتِ کریمہ سے اہل قبور سے سماع کی نفی پر استدلالِ باطل ہے، بلکہ یہاں بطورِ استعارہ تصریحیہ کفار کو موتی سے تعبیر کر دیا گیا، اور مراد اس ل کی موت ہے اور روحانی موت نہ کہ جسمانی اور من فی القبور سے بھی مراد دل مراد ہیں، جو کہ قبروں جیسے سینوں میں مدفون و مستور ہیں اور یہ ترشح للمجاز ہے کیونکہ پہلے فرمایا و مَا یَسْتَوِی الْاَحْیَاءُ وَ الْاَمْوَاتِ یہاں مومنین کو لفظِ احیاء سے تعبیر فرمایا اور کفار کو لفظِ اموات اور اموات کیلئے قبر مناسبات میں سے ہے؛ لہذا یہاں بطورِ ترشح ان کے لئے قبور کو ثابت فرما دیا۔
حنفی مفسر علامہ ابوالسعود کی زبانی اسی مضمون کو سماعت فرمائیے :

وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَاءُ وَ الْاَمْوَاتِ تَمَثِیلٌ اٰخِرٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْکُفَّارِ اَبْلَغُ مِنْ الْاَوَّلِ اِنَّ اللّٰهَ یَسْمَعُ مِنْ یَشَاءُ وَ یُفْقِہُ لِفَہْمِ اَیَاتِہِ وَ لَا تَعَاظُ لِیَعْظَاتِہِ وَ مَا اَنْتَ بِسَمِیعٍ مِنْ فِی الْقُبُورِ تَرْشِیْحٌ لِّتَمَثِیلِ الْکُفَّارِ بِالْاَمْوَاتِ وَ اشْبَاعِ فِی اقْطَاعِ عَلَیہِ السَّلَامِ مِنْ اَیْمَانِہُمْ اَنْ اَنْتَ الْاَنْذِیْرُ۔ ابوالسعود علی الکبیر جلد ۷ ص ۴۹۶

وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَاءُ وَ الْاَمْوَاتِ مومنین و کفار کے لئے ایک اور تمثیل ہے جو پہلی تمثیل و تشبیہ سے ابلغ و اکمل ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ یَسْمَعُ مِنْ یَشَاءُ یعنی اللہ جسے چاہے سنواتا اور فہم آیات کی توفیق بخشتا ہے اور پسند و نسیج سے استفادہ کی توفیق مرحمت فرماتا ہے اور مَا اَنْتَ بِسَمِیعٍ مِنْ فِی الْقُبُورِ کفر پر اصرار کرنے والے کفار و مشرکین کی تشبیہ بالاموات کے لئے ترشح ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ایمان سے ناامید کرنے میں اشباع و مبالغہ مقصود ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل ذمہ داری پر تنبیہ ہے، یعنی آپ کا کام تبلیغ فرمانا ہے وہ ہو چکا۔ لَسْتُ عَلَیْہُمْ بِمَصِیْطَرٍ اِلَّا مَنْ تَوَلَّی وَ کَفَرَ فِیَعْذِبُہُ اللّٰهُ الْعَذَابَ الْاَکْبَرَ وَ مَا عَلَیْکَ مِنْ حَسَابِہُمْ مِنْ شَیْءٍ۔ اب ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے جو حق سے منہ موڑے گا، اس کو عذاب دیگا۔

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

اس تقدیر پر یہ آیت کریمہ منزلہ انک لا تہدی من احببت ولكن الله يهدي من يشاء اور انک لتہدی الی صراط مستقیم کے ہے۔ وہاں ہدایت کی آنجناب سے نفی کر کے اپنے ساتھ مختص بھی کر رہی ہے اور دوسری جگہ ہدایت کو آپ کے لئے ثابت بھی کیا ہے۔ لہذا ہدایت منفی بمعنی ایصال الی المقصود ہے اور مثبت بمعنی راہ نمائی اور وعظ و تبلیغ ہے اور منفی کفار مصرین کے لحاظ سے ہے جن کے متعلق فرمایا ان الذین کفروا سواء علیہم اُندرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و علی ابصارہم غشاوة اور مثبت۔ اسلام کی طرف مائل اور ضد و عناد سے بری لوگوں کے لحاظ سے ہے۔ ہدی بالمستقیم الذین یؤمنون بالغیب۔ الایۃ

لہذا جب موتی اور من فی القبور کا حقیقی معنی مراد نہیں ہے تو حقیقی معنی کے لحاظ سے موتی اور اہل قبور کے عدم سماع پر یہاں سے استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے؛ بلکہ ان آیات کو محل نزاع سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی اہل برزخ کا یہاں ذکر ہے۔

نیز جب ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوم مدبرین میں حقیقی بہرے مراد نہیں؛ بلکہ وہ کافر مراد ہیں جو کانوں کے ہوتے ہوئے استماع حق میں انہیں استعمال کر کے نفع حاصل نہیں کرتے۔ اسی طرح وما انت بعبادی العی عن ضلالہم میں حقیقی اندھے مراد نہیں؛ بلکہ وہ کافر مراد ہیں جو آنکھیں ہونے کے باوجود انہیں حق دیکھنے پہچاننے میں استعمال نہیں کرتے لہذا انک لا تسمع الموتی میں بھی حقیقی طور پر مردہ لوگ مراد نہیں؛ بلکہ وہ زندہ کافر مراد ہیں جو زندگی کے ہوتے ہوئے زندگی سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور اس فانی زندگی میں اسلام و ایمان لا کر ابدی زندگی کا انتظام نہیں کرتے، حالانکہ حقیقی زندگی وہ ہے ان الدار الاخرۃ لہی الحیوان اور کفر کو موت سے کفر کو میت سے (ایمان کو حیات سے اور یمن کو لفظ حی سے) کئی جگہ تعبیر کیا گیا ہے۔ وما یستوی الاھیاء ولا الاموات۔ اور من کاں مینا فاحیناً وجعلناہ نوراً یمشی بہ فی الناس۔ لہذا یہاں بھی معلوقات واسکے قرآن مجید۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سے مراد حقیقی موتی نہیں بلکہ زندہ کافر جو کہ اپنے کفر پر مصر ہیں تو حقیقی طور پر مردہ اور اہل قبور سے سماع کی نفی درست نہیں ہو سکتی؛ لہذا استدلال منکرین باطل ہو گیا۔

۸، جواب ثامن، انت لا تسمع الموتی کے مقابل ان تسمع الامن یومن بآیاتنا فہم مسلمون ذکر کیا گیا ہے، حالانکہ موتی کا بقیل احیاء ہیں نہ کہ مومنین ورنہ لازم آئے گا کہ مومن مرے سے فوت ہوتے ہی نہیں یا فوت ہونے کے بعد وہ مومن نہیں رہتے تبھی تقابل موتی اور من یومن بآیاتنا میں درست ہوگا، حالانکہ دونوں لازم باطل ہیں اور واضح الفساد ہیں، تو ثابت ہوا کہ یہاں پر الموتی سے مراد وہ کفار و مشرکین ہیں جو اپنے کفر و شرک پر اصرار کر کے صلاحت ایمان و اسلام ختم کر چکے ہیں؛ لہذا اس آیت کریمہ سے استدلال نفی سماع پر باطل ہو گیا۔

یومما انت بسمع من القبور ان انت الانذیر میں بھی من فی القبور سے مراد زندہ کافر و مشرک ہیں جو کہ کفر پر اڑنے ہوئے ہیں کیونکہ جس طرح ان تسمع الامن یومن بآیاتنا سے مراد مومنین کی ہدایت ہے۔ اسی طرح ان انت الانذیر سے بھی مومنین کے لئے نذیر ہونا مراد ہے۔ دوسرے مقام پر اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا ان انا الا نذیر و بشیر لقوم یؤمنون میں صرف قوم مومنین کے لئے بشیر و نذیر ہوں جو لوگ کفر سے باز آنے والے نہیں ہیں، کیوں ان کے لئے نہ بشیر ہوں اور نہ ہی نذیر۔ جب ان انت الانذیر میں مومنین کے لئے نذیر ہونا مراد ہے تو لا محالہ و ما انت بسمع من فی القبور میں من فی القبور سے زندہ کافر مراد ہوں گے، ورنہ لازم آئے گا کہ مومنین اہل قبور نہ بن سکیں یا نعوذ باللہ اہل قبور بن جانے کے بعد مومن نہ رہیں۔

لہذا دونوں آیتوں میں موتی اور اہل قبور حقیقی مراد نہیں جن کے سماع میں کلام ہے تو ان سے استدلال باطل ہو گیا۔

۹، جواب تاسع : صرف سماع کی نفی مقصود خصم نہیں بلکہ اس کا مقصود تو اہل قبور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

گو کلیتہً بے خبر لا علم اور غافل ثابت کر کے اصنام کے زمرہ میں داخل کرنا اور اصنام وہی آیات ان پر منطبق کر کے اہل اسلام کو قبور کی زیارت اور اہل قبور کے توسل و استمداد سے روکنا ہے اور نہ رکنے والوں کو بت پرست مشرک بنانا ہے اور اسماع کی نفی سے تو علم بالمسموعات کی نفی بھی نہیں ہو سکتی، چہ جائیکہ باقی حواس کے علم و ادراک کی نفی ہو، مثلاً اللہ تعالیٰ سمیع ہے، مگر حاسہ سمع اس میں موجود نہیں، بایں ہمہ تمام مسموعات کا علم اس کے لئے ثابت ہے۔ لہذا اہل قبور کے حق میں اسماع بمعنی ابلاغ صوت معدوم و منفی ہو جائے، تو بلوغ صوت کی نفی تو لازم نہ آجائے گی، لیکن علم مسموعات کی نفی لازم نہیں آئے گی اور جب یہ لازم نہ آئے تو باقی حواس کے مدركات کی نفی کیونکر لازم آ سکتی ہے، مثلاً ایک بہرہ آدمی سننے سے تو معذور ہے، مگر اندھا نہیں تو دیکھنے سے معذور نہیں ہوگا۔

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد فلما دفن عمر فواللہ ما دخلتہ الا وانا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمرو اور حضرت عمر بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت اقیما حول قبری قدر ما ینحرج و رد یقسم لمحہ حتی استانس بکم و اعلم ما اذا اجمع دسل دبی۔ ہمارے اس قول پر اول دلیل اور شاہد عدل ہے۔ لہذا مقصود استدلال یہاں سے حاصل نہیں ہو سکتا، کیونکہ نفی اخص سے نفی اعم لازم نہیں آتی۔

شیخ عبدالحق قدس سرہ نے فرمایا فرضاً اگر از ثبوت سماع تنزل کنیم باعتبار آنکہ سماع بجائے سمیع باشد و سمیع بجزابی بدن خرابیے گوئیم از نفی سماع نفی علم لازم نمی آید و علم بروح بود کہ باقی است پس علم بمبصرات و مسموعات حاصل باشد بزوجہ البصار و سمیع الخ اشعة السمعات جلد ثالث، قلم و ۴۰۔ اور یہی جواب عینی نے دیا کہ سماع کی نفی سے علم کی نفی لازم نہیں آتی۔

(۱۰) جواب عاشور، ان دونوں آیتوں سے اہل قبور اور ارباب برزخ سے علم و شعور اور احساس و ادراک کی نفی کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اگر ایک فعل کا صدور کسی فاعل سے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

معمول کے مطابق اور اسباب عادیہ کے تحت ہو تو ایسی صورت میں فعل کی نفی اس فاعل سے درست نہ ہوگی، لیکن اگر فعل کا صدور فاعل سے اور اس پر مرتب اثرات خلاف معمول و عادت ہوں اور اسباب ظاہرہ عادیہ کو اس میں دخل نہ ہو تو اس وقت فعل کی نفی اس فاعل سے درست ہوگی جیسا کہ اللہ رب العزت نے اپنے محبوب و مطلوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا وماریت اذ رمیت ولكن الله رمى۔ آپ نے انہیں پھینکا، کنکریوں کو جبکہ آپ نے پھینکا، لیکن انہیں تو اللہ رب العزت نے پھینکا چونکہ مٹھی بھر کنکریوں سے کفار و مشرکین کے عظیم لشکر کی بددلی اور بدخواہی اور میدان جنگ سے فرار، عالم اسباب ظاہرہ میں داخل نہیں تھا، لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اس فعل کو ثابت کرنے کے باوجود آپ سے نفی کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے ساتھ مخصوص فرمادیا اور اسی طرح قول باری تعالیٰ فلم تقتلوهم ولكن الله قتلهم۔ تم نے ان کفار کے عظیم لشکر کو قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں قتل کیا ہے۔

جب یہ امر ذہن نشین ہو گیا، تو ہم کہتے ہیں کہ اسماع موتی اور من فی القبور میں بھی نفی کی ہمارا اسی پر ہے، جب اہل قبور اور اموات میں ادراک و شعور اور سماع خطاب و فہم نذار کے اسباب ظاہرہ عادیہ معدوم ہو گئے اور مخلوق میں سے کسی کے دائرہ اختیار میں ان کا سنانا سمجھنا نہ رہا تو اللہ تعالیٰ نے مخلوق سے اسماع کی نفی کر کے اسے اپنی ذات کے لئے خاص فرمادیا، کیونکہ وہ تخلیق مسببات میں اسباب ظاہرہ عادیہ کی طرف محتاج نہیں، بلکہ اسباب کے بغیر مسببات کو پیدا کرنے پر بھی قادر ہے جیسا کہ اسباب متحقق ہونے کے باوجود مسببات کو معدوم کرنے یا نہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

لہذا جس طرح ولكن الله رمى کا اختصاص اور لكن الله قتلهم کی تخصیص ثبوت رمی اور تحقق قتل پر دلالت کر رہا ہے، اسی طرح ان الله يسمع من يشاء ثبوت سماع اور دیگر اوراکات پر دلالت کر رہا ہے اور جس طرح وماریت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ظاہری طور پر صدور رمی اور کسب رمی کی نفی نہیں کرتا اور نہ ہی فلم تقتلوہم صحابہ کرام سے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ظاہری طور پر قتل کی نفی کرتا ہے، اسی طرح انک لا تسمع السموتیٰ اور وما انت بمسمع من فی القبور بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر مخلوق کے ظاہری اسماع کی نفی نہیں کرتا اور آیات و احادیث سے ثبوت سماع واضح ہو چکا ہے؛ لہذا ان آیات سے نفی سماع وغیرہ پر استدلال قطعاً بالمل ہے۔

منکرین و مانعین کی تسلی و تشفی کے لئے انہیں کچھ روحانی پیشوا مولانا قاسم نانوتوی کی عبارت پیش خدمت ہے:

وهكذا ينبغي ان يفهم ان سماع السموتیٰ كلام الاحياء ليس داخل في ذنوة الاسباب الطبيعية العادية ولهذا ليس لنا قدرة على اسماعهم ولكن الله قادر على ان يخلق اسباباً خفية مجهولة عندنا ويخرق العادة فيسمعهم بعض اصواتنا فيسمعون سماع الاحياء بل ازيد منهم ولعل لهذه الدقيقة نفی القرآن العزيز الاسماع من العباد وما افصح فی موضع ينبغي السماع عن الاموات الخ

فتح الملہم شرح المسلم جلد ثانی ص ۱۹۹ ماخوذ از مجال قاسمی ترجمہ: اور اسی طرح مناسب ہے کہ سمجھا جائے کہ اموات کا احیاء کی کلام کو سننا اسباب طبعیہ عادیہ کے دائرہ میں داخل نہیں ہے، اسی لئے ہمیں ان کے سننے پر قدرت نہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ انہیں سننے کے لئے اسباب خفیہ پیدا فرما دے جو ہمیں معلوم نہ ہوں یا معمول و عادت جاریہ کے برعکس بغیر اسباب کے بھی سنا دے اور وہ ہماری کلام کو زندہ لوگوں کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ عمدہ طریقہ پر سن سکیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میت دفن کر کے لوٹنے والوں کے جوتوں کی آواز کو بھی سنتا ہے، اور شاید کہ اسی نکتہ کے پیش نظر قرآن عزیز نے اموات سے بندوں کے سننے کی تو نفی فرمائی ہے، لیکن کسی بھی مقام پر اموات سننے کی نفی کا اعلان و اظہار نہیں فرمایا اور یہ نہیں فرمایا کہ مرد نہیں سنتے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

(نوٹ) مولانا قاسم نانوتوی کے مکاتیب مسمی بہ جمال قاسمی اردو زبان میں ہیں اور بندہ کے پاس موجود ہیں، مگر شبیر احمد صاحب سے اس لئے نقل کر دیئے ہیں تاکہ ان کی شہادت بھی حاصل ہو جائے۔

(۱۱) جواب چادعی عشر: منکرین و مانعین کا دعویٰ عموم سلب اور السلب الکی ہے اور یہ اس صورت میں ثابت ہو سکتا ہے جبکہ الموتیٰ اور من فی القبور میں عموم و استغراق پایا جائے اور پھر لا یتسمع۔ ومانعیت بمسمع میں سلب اور رفع ہر ہر فرد کے لحاظ سے ہو، لیکن دونوں امر مسلم نہ ہوں تو ان دونوں آیات سے ان کا مقصود ثابت نہیں ہو سکتا اور ہمارے لئے یہ کہنا ممکن ہے کہ ہم الموتیٰ اور من فی القبور میں عموم و استغراق تسلیم نہیں کرتے، کیونکہ لام تعریف اور موصول عہد کے لئے بھی ہوتے ہیں، بلکہ اصل عہد ہے یا مان لیتے ہیں کہ ان میں عموم و استغراق ہے، مگر سلب العرف نسبت ایتقاہیہ میں کل واحد من الافراد کے لحاظ سے نہیں، بلکہ جمیع کے اعتبار سے رفع ایجاب کلی اور سلب العموم کے طریقہ پر ہے جو کہ ایجاب جزئی کے منافی نہیں ہوتا، لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قطعی و حتمی طور پر صرف بعض موتیٰ اور بعض من فی القبور کے اسماع کی نفی ہوگی نہ کہ سلب کی اور مفسرین کرام کی کلام سے ظاہر ہے کہ یہاں کفار و مشرکین کو ان موتیٰ اور اہل القبور سے تشبیہ دی گئی ہے جو کہ دار عمل سے نکل کر دار الجزا میں چلے گئے اور اپنے عذاب کا مشاہدہ کر لیا اور حیوۃ دنیویہ میں ایمان سے مشرف نہیں ہوئے تھے جس طرح کہ مفسر ابن کثیر نے تفسیر فرمائی ہے: ای کمالا ینتفع الاموات بعد موتهم وصیرورتهم الی القبور و ہم کفار بالمہدایۃ والدعوة الیہا کذا لک ہؤلاء المشرکون الذین کتب علیہم الشقاۃ۔ لہذا اگر اسماع کی نفی ثابت ہوئی، تو انہیں اہل قبور اور اموات سے جو یہاں مراد ہیں اور جن سے تشبیہ دینا مقصود ہے۔ یعنی کافر مژدے اور مومنین مخلصین کے حق میں نفی ثابت نہیں ہوگی۔

علامہ ابن قیم نے کہا: ان الارواح قسمان منعة ومعذبة فالمعذبة فی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

شغل بسا هی فیہ من العذاب عن التزاور والتلاقی والادواح المنعمۃ
الموسلة الغیر المعبوسۃ تلاقی وتزاور وتذاکر ما کان منها فی الدنیا
وما یکون من اهل الدنیا فتکون کل روح مع رفیقها الذی هو علی شلها
وروح نبینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم فی الرفیق الا علی قال اللہ تعالیٰ من
یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیہم من النبیین والصدیقین
والشهداء والصالحین وحسن اولئک رفیقاً وهذه السعیۃ ثابتۃ فی الدنیا
وفی دار البزخ وفی دار الجزاء والمرجع من أحب فی هذه المدور الثلاثہ۔

کتاب الروح ص ۲۳

توجہ فرما، ارواح دو قسم ہیں۔ ارباب نعمت و راحت اور ریج والم عذاب میں
مبتلا، جو عذاب میں مبتلا ہیں، وہ اسی میں مشغول ہونے کی وجہ سے ایک دوسرے کی زیارت
اور ملاقات نہیں کر سکتے، لیکن جوارب نعمت و راحت اور اہل جنت ہیں آزاد اور قید و بند
سے محفوظ وہ ایک دوسرے کے ساتھ ملاقات کرتے ہیں اور زیارات سے لطف اندوز ہوتے
ہیں اور دنیا میں ان سے جو کچھ ہوا اسے یاد کرتے ہیں اور جو کچھ اہل دنیا سے ہوتا اسے بھی پس
تہر روح اپنے اس رفیق کے ساتھ ہوتا ہے جن میں اعمال کے اندر تاثر و تناسب ہوتا ہے
اور ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا روح اقدس رفیق اعلیٰ حضرت حق جل و علیٰ میں ہے۔
اللہ رب العزت نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت
کرے گا، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہے یعنی انبیاء کرام، صدیقین
اور شہداء و صالحین اور وہ بڑے ہی اچھے ہیں باعتبار رفیق ہونے کے اور یہ معیت دنیا،
دار بزخ اور دار جزاء میں ثابت ہے اور ہر آدمی ان تینوں مقاموں میں انہیں کے ساتھ ہوگا
جن سے اسے نجات و تعلق ہوگا۔

لہذا جس طرح معذب ارواح آپس میں ایک دوسرے کی زیارت و ملاقات سے محروم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہیں اور محبوس و پابند ہیں، اسی طرح زندہ افراد اور زائرین کی جان پہچان اور ان کے سماع کلام وغیرہ سے بھی مشغول ہوں اور مدت مسامتت یعنی فرشتوں کے سوال و جواب وغیرہ کے نذر نے کے بعد وہ سماع وغیرہ سے محروم ہوں، لیکن ارواحِ منعمہ انبیاء کرام، صدیقین اور شہداء و صالحین جس طرح آپس میں زیارت اور ملاقات سے مشرف ہوتے ہیں، اسی طرح احوال کی زیارت و ملاقات سے بھی ہوتے رہیں اور ان سے باہم ہمکلام ہوں یا صرف سننے پر اکتفا کریں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کرنا اور آپس میں بحث و مباحثہ کرنا اور آدم علیہ السلام کا غالب آجانا مشکوٰۃ شریف میں موجود ہے۔ شبِ اسرار بیت المقدس میں انبیاء کرام کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع ہونا ان کی اقتدار میں نماز پڑھنا اور بعد میں اولوالعزم رسولوں کا خطبات دینا اور موسیٰ علیہ السلام کا نمازوں میں تخفیف کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو توجہ دلانا، ہر صاحبِ علم کو معلوم ہے اور محدثین کرام نے بے شمار روایاتِ احوال و اموات کی باہمی زیارت و ملاقات اور اخبار و استخبار کے متعلق جمع فرمائی ہیں۔ شرح الصدور میں قدر وافر موجود ہے من اراد الاطلاع علیہا فلیطالع ثمدا۔

اس تقدیر پر وہ آیات جو سماع موتی کی نفی کرتی ہیں، وہ کفار و مشرکین سے سماع کی نفی پر محمول ہوں گی اور جو آیات و احادیث سماع موتی پر دلالت کرتی ہیں، وہ مومنین و مسلمین اموات کے سماع پر محمول ہوں گی؛ لہذا نہ آیات و احادیث کا باہم تخالف و تعارض لازم آئے گا اور نہ ہی منکرین سماع کا مطلوب و مقصود یہاں سے ثابت ہو سکے گا۔

اور یہی معنی و مفہوم بخاری شریف کی روایت سے ظاہر ہوتا ہے ثم قرعت ائمت لا تسبح الموتی و ما امت جمیع من فی القبور تقول حین تبوء و مقاعدہم من النار بخاری شریف جلد ثانی ص ۵۶۔ یعنی نفی سماع پر آیات سے استدلال کے بعد فرمایا کہ یہ اس وقت جبکہ وہ آگ میں اپنا ٹھکانا بنالیں اور عذاب میں مشغول و مصروف ہو جائیں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اور یہ امر کفار و مشرکین کے حق میں ہی متصور ہو سکتا ہے۔ تو مبین کے حق میں اس کا استبعاد واضح ہے۔

(۱۲) جواب ثانی عشر، ہم یہ بھی تسلیم کر لیتے ہیں کہ اندک لا تسمع، دعوتی اور دما انت بسمع من فی القبور میں ہر فرد کے لحاظ سے سلب و رفع ہے اور یہاں عموم اسلب پایا گیا ہے، مگر ہم احوال و ازمان کے لحاظ سے عموم تسلیم نہیں کرتے، بلکہ جائز ہے کہ اہل قبور ایک وقت میں نہ سنیں، یعنی وقت انفصال روح میں اور دوسرے اوقات میں سننے رہیں یعنی جب روح کو جسد میت کی طرف لوٹا دیا جائے

اور ارواح کا اپنے اجسام کی طرف لوٹا یا جانا صحیح احادیث کے ساتھ ثابت ہے۔

علامہ ابن قیم نے فرمایا واما المسئلة السادسة دهى ان الروح هل تعاد الى البيت في قبره وقت السؤال ام لا۔ فقد كفانا رسول الله صلى الله عليه وسلم امر هذه المسئلة واغنانا عن اقوال الناس فيه حيث صرح باعادة الروح اليه۔ چھٹا مسئلہ یہ ہے کہ آیا میت کی روح وقت سوال جسد و جسم کی طرف لوٹائی جاتی ہے یا نہیں اس بارے میں ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفایت فرمائی اور ہمیں لوگوں کے اقوال سے بے نیاز کر دیا۔ جبکہ تفسیر صحیح فرمادی کہ روح کو جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت برائین عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی طویل حدیث مبارک نقل فرمائی جس میں یمن و کافر دونوں کے متعلق آپ نے فرمایا فتعاد روحه في جسده یعنی میت کی روح کو جسم کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد نے روایت کیا اور ابو عوانہ نے اسے اپنی صحیح میں روایت کیا۔ ذهب الى القول بموجب هذا الحديث جميع اهل السنة والجماعة من سائر الاطراف۔ کتاب المروح۔ ص ۶۳ و ۶۴ اور تمام اہل سنت اور تمام اطراف و کثاف عالم کے محدثین اس حدیث پاک کے موجب و مقتضی (یعنی ارواح کے اجسام کی طرف لوٹنے) کے قائل ہیں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لہذا ثابت ہوا کہ دفن کے بعد میت میں روح موجود ہوتا ہے اور اسی بنا پر وہ ملائکہ کے سوالات کو سنتا اور سمجھتا ہے اور مومن ہے تو صحیح جواب بھی دیتا ہے اور اگر کافر ہے یا منافق تو ہر سوال کے جواب میں چاہا لا ادری کہہ دیتا ہے۔ جب روح موجود ہے اور وہی مدد دہ عالم اور سامع و فاعل ہے، لہذا سماع، خطاب و نداء میں کوئی اعتناع و استحالة نہیں ہے، اولیٰ آیات قرآنیہ اور احادیث صحیحہ اس پر دلالت بھی کرتی ہیں، تو انکار کی کوئی وجہ نہیں۔ لہذا اب بھی استدلال باطل ہو جائے گا، اور آیات و احادیث کے تعارض و تخالف کا وہم بھی دور ہو جائے گا۔ سماع موتی کی لٹنی پر دلالت کرنے والی آیات قبض روح کے بعد اور اس کے اعادہ سے پہلے کی حالت پر محمول ہیں اور سماع موتی پر دلالت کرنے والی آیات و احادیث ارواح کے اعادہ و رجوع کے بعد والی حالت پر محمول ہیں۔

۱۳۔ جواب ثالث عشر: جب تک موتی اور من فی القبر میں دوام موت ثابت نہ ہو اتنے وقت تک مقصود استدلال ثابت نہیں ہو سکتا اور ہم دوام موت تسلیم نہیں کرتے، بلکہ قبر کے اندر ان کو زندگی حاصل ہو جاتی ہے اور عالم برزخ میں انہیں حیوۃ برزخیہ سے مشرف کیا جاتا ہے، جیسا کہ قرآن نے کفار سے حکایت کرتے ہوئے فرمایا: دَبْنَا اَمْتَنَا اثْنَتَيْنِ وَاحِیْتَنَا اثْنَتَيْنِ اور دوسری موت بغیر قبر و برزخ میں حصول حیوۃ کے مستحق نہیں ہو سکتی اور اسی طرح یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی العیوۃ الدنیا و فی الآخرۃ۔ حیوۃ برزخ پر شاہد ہے، کیونکہ قبر من دہ حیوۃ دنیا کے مشابہ ہے اور من دہ حیوۃ آخرت کے لہذا جس شق میں بھی داخل کرو، قبر میں حیات ثابت ہو جائے گی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے ان القبر ذل مغرب من منازل الآخرۃ فان نجا منه فابعدہ ایسر منه وان لم ینج منه فابعدہ اشد منه؛ مشکوٰۃ ص ۱۱۱ قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ اگر آدمی اس میں عذاب عتاب سے نجات پا گیا، تو بعد والی منازل اس سے بھی آسان ہوں گی اور اگر اس میں نجات حاصل نہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

موتی قلعہ میں اس سے بھی زیادہ سختی ہوگی۔

بہر حال حیوۃ برزخ پر دلائل پہلے ذکر کر دینے گئے ہیں۔ جب قبر میں حیوۃ ثابت ہے تو دوام موت نہ ہوگا، جب دوام موت نہیں ہے، تو مانع علم ادراک بھی نہیں ہے لہذا اب بھی استدلال باطل ہوگا۔

آپ اس جواب کو یوں سمجھ لیں کہ مدعائے استدلال کی مدار نسبتہ ایقا حیہ سے حاصل ہونے والے قضیہ سالیہ کلیہ پر ہے۔ اگر وہ دائمہ مطلقہ ہے تو مدعا ثابت ہو سکتا ہے اور اگر عرفیہ عامہ سالیہ ہے تو اس کا تحقق وصف عنوانی کے اوقات الصائیک ہے یعنی جب تک اموات کی ذاتیں وصف موت کے ساتھ متصف رہیں گی۔ سلب سماع بھی درست ہوگا۔ جب یہ التصات ختم ہو گیا، تو سلب بھی ختم ہو جائے گی اور آیات و احادیث اور اقوال فقہاء کرام وصف عنوانی کے رفع پر دلالت میں شواہد عدل اور دلائل صدق ہیں؛ لہذا سماع اموات کی نفی اوقات وصف موت میں اس کو مستلزم نہیں کہ ذوات موتی و اہل قبور سے ہمیشہ کے لئے سماع کی نفی ہو جائے، تو دوام نفی سماع اور استمرار عدم علم و ادراک پر استدلال غلط ہوگا۔

امام بیہقی نے فرمایا، والجواب عن الایۃ انہ لا یسمعہم وہم موتی ولكن اللہ احیاءم حتیٰ سمعوا کہا قال قتادہ۔ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں حالت موت میں نہیں سناتے، لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ فرمایا، حتیٰ کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب سُن لیا جیسا کہ قتادہ نے کہا۔ فتح الملہم۔ جلد دوم ص ۱۰۷

تو ثابت ہو گیا کہ آیت کریمہ قضیہ عرفیہ ہے نہ کہ دائمہ مطلقہ۔ لہذا دوام نفی پر استدلال باطل ہو گیا۔

۱۴، جواب دابع عشر، اگر ہم رد و آیت حاصل اس قضیہ یعنی الموتی ومن فی القبور لا

یسمعون کا محوم باعتبار جمیع وجوہ کے یعنی استغراق افراد اور شمول احوال و ازمان و غیرہ تسلیم کر لیں اور اس کا دائمہ مطلقہ سالیہ ہونا بھی تسلیم کر لیں تو بھی مالعین کا مقصود اصل ثابت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نہیں ہو سکتا، کیونکہ ان دونوں آیات سے حاصل ہونے والا قضیہ سالبہ دائمہ مطلقہ اگرچہ باعتبار معنی و مفہوم کے عام ہے، لیکن باعتبار صدق و تحقق کے تخصیص لازم ہے؛ لہذا یہ عام مخصوص البعض ہے اور دلیل تخصیص یہ ہے کہ شہداء کرام باعتبار مفہوم ظاہر کے الموتیٰ اور من فی القبور میں داخل ہیں، اسی لئے ان کے اموال میں وراثت جاری ہوتی ہے۔ ان کی بیویاں عدت گزرنے کے بعد دوسرے خاوندوں سے شادی کر سکتی ہیں، ہم ان کو زیرِ زمین دفن کرتے ہیں اور ان کے قبور کی زیارت کرتے ہیں، باوجود اس کے ان پر موت کا اطلاق منوع ہے۔ ولا تقولوا لمن يقتل فی سبیل اللہ اموات بل احياء ولكن لا تشعرون بلکہ ان کے متعلق موت کا گمان بھی ناروا ہے۔ قوله تعالى ولا تعسبن الذين قتلوا فی سبیل اللہ اموات بل احياء عند ربهم يرزقون۔ وہ اپنے رب تعالیٰ کی عطاؤں پر راضی اور خوش ہوتے ہیں۔ فرحیں بنا اتاہم اللہ من فضله اور جو لوگ ابھی ان کے تعلق والے دنیا میں باقی ہوتے ہیں، ان کے درجات منازل و یکھ کر خوشی محسوس کرتے ہیں ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم من خلفهم ان لا خوف علیہم ولا هم یحزنون۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے مقتول ہونے اور ان کے روح کے بدن سے منفصل ہونے کی بھی تصریح فرمادی ہے جیسا کہ یقتل او قتلوا سے ظاہر ہے۔ جب حیوۃ ان میں ثابت ہے تو لا محالہ ادراک و احساس بھی ثابت ہوگا جیسا کہ فرحیں اور یستبشرون سے اس پر شاہد ہے؛ لہذا ان میں سماعِ سلام و کلام اور فہمِ نداء و خطاب بھی واضح ہو گیا، اس لئے انکا استنثار اور تخصیص عموم الموتیٰ و من فی القبور سے ثابت ہو گیا۔ اسی طرح اولیاء کاملین اور صدیقین کا استنثار بھی ثابت ہو گیا اور انبیاء کرام و رسل عظام کا بھی کیونکہ قرآن عظیم نے ان کے مراتب کو اس آیت کریمہ میں واضح فرمایا ہے: من بطع اللہ و الرسول فاولئک مع الذین الغم اللہ علیہم من النبیین و الصّدّیقین و الشہداء و الصّالحین۔ جب شہداء و تیسرے درجہ میں ہیں اور ان کے لئے حیوۃ اور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رزقِ فرحت و استبشارِ ثبات ہے، تو دلالتِ نص کے ساتھ صدیقین اور انبیاء و
مرسلین میں بطریقِ اولیٰ، انعامات و اکرامات بلکہ ان سے بھی اتم و اکمل ثابت ہوں گے۔

اقسامِ جہاد

نیز جہاد دو طرح کا ہے اول جہادِ کفار کے ساتھ، دوسرا نفس کے ساتھ اور چوتھ
نفس سب اعدائے زیادہ سرکش اور خطرناک ہے۔ لہذا اس کے ساتھ جہادِ اکبر ہے۔
اعدائِ اعداءك نفسك التي بين جنبيك۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز کے لئے کھڑے ہوتے وقت فرمایا: جعنا من الجهاد الا صغرا الى الجهاد الاکبر
دکبر زیرِ آیت ولا یاتل اولوا الفضل، ہم نے جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی طرف رجوع کیا
ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

ألا انبشکم بخیر اعمالکم واذکاها عند ملیکم وارفعها فی درجاتکم وخیرکم
من انفاق الذهب والورق وخیرکم من ان تملقوا عدوکم فتضربوا
اعناقهم ویضربوا اعناقکم قالوا بلی قال ذکر اللہ دواہ مالک و احمد و
الترمذی و بن ماجہ، مشکوٰۃ شریف

ترجمہ: کیا میں تمہیں ایسے عمل کی خبر دوں جو تمہارے سارے اعمال سے اللہ
تعالیٰ کے نزدیک بہتر اور پاکیزہ ہے اور تمہارے درجات میں سب سے زیادہ رفعت
و ترقی کا موجب ہے اور تمہارے لئے سونا چاندی کے راہِ خدا میں خرچ کرنے سے بہتر ہے
اور اس سے بھی بہتر ہے کہ تم دشمن کے مقابل صف آرا ہو جاؤ، تم انہیں قتل کرو اور وہ
تم کو قتل کر دیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ ہمیں اس کی خبر دیجئے تو آپ
نے فرمایا وہ بہترین عمل ذکرِ الہی ہے۔

ثمّ علی قاری نے فرمایا: ناھیک علی فضیلة الذکر قولہ تعالیٰ فاذکر فی
اذکرکم وانا جلیس من ذکر فی وانا معہ اذا ذکر فی وغیرہ۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترجمہ: فضیلت ذکر پر تیرے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد دتم مجھے یاد کرو، میں تمہیں یاد یاد کروں گا اور میں اپنے ذکر کرنے والے کا ہمنشین ہوں اور جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، کافی ودافی دلیل ہے۔

اسی طرح حدیث قدسی و ما یزال عبدی یتقرب الی بکثرة النوافل حتی اجبته فاذا اجبته کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یمصر بہ الحدیث۔ جہاد نفس میں مصروف و مشغول حضرات کے مقام محبوبیت پر فائز ہونے انوار الہیۃ سے منور ہونے اور فانی فی اللہ اور باقی باللہ کے منصب جلیلہ سے مشرف ہونے پر واضح دلیل ہے اور یہ منصب و مرتبہ ہر شہید کو حاصل نہیں۔

لہذا جب جہاد اصغر اور جہاد بالکفار میں شہید ہونے والوں کے لئے یہ منصب ثابت ہے اور انہیں حیوۃ دوام اور سرمدی زندگی حاصل ہے تو جہاد اکبر یعنی جہاد نفس میں مشغول و مصروف حضرات کو بطریق اولیٰ یہ مراتب حاصل ہوں گے۔ اسی لئے فرمایا:

الا ان اولیاء اللہ لا یموتون بل ینتقلون من دار الی دار۔ مرقاة جلد ۲ ص ۲۴۱ اولیاء اللہ فوت نہیں ہوتے، بلکہ دار دنیا سے دار برزخ کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔ اسی طرح احادیث طیبہ سے انبیاء کرام کی حیوۃ طیبہ واضح ہے۔

قال بن القیم واذ کان هذا فی الشہداء کان الانبیاء بذالك احق و اولیٰ مع انه قد صح عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الارض لا تاکل اجساد الانبیاء وانه صلی اللہ علیہ وسلم اجتمع بالانبیاء لیلۃ الاسراء فی بیت المقدس و فی السماء خصوصاً بموسیٰ علیہ السلام وقد اخبربانہ ما من مسلم یسلم علیہ الا رد اللہ علیہ روحہ حتی یرد علیہ السلام الی غیر ذلک مما یحصل من جملة القطع بان موت الانبیاء انما هو راجع الی ان غیبوا عنا بحیث لا ندركهم وان كانوا موجودین احياء ملک کتاب الروح۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترجمہ: علامہ بن القیم نے فرمایا جب یہ فضیلت شہداء کرام میں ثابت ہو گئی، تو انبیاء کرام میں بطریق اولیٰ ثابت ہوگی اور اس کے ساتھ ساتھ حیوۃ انبیاء احادیث صحیحہ سے بھی ثابت ہے۔ آپ نے فرمایا بیشک زمین انبیاء کرام کے اجسام کو نہیں کھاتی اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کاشب اسریٰ انبیاء کرام کے ساتھ جمع ہونا بیت المقدس میں اور آسمانوں میں خصوصاً موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ جو مسلمان بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ میرے روح کو اس کی طرف متوجہ فرماتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں۔ وغیر ذلک اس امر کی قطعی دلیل ہیں کہ موت انبیاء صرف یہ ہے کہ انہیں ہم سے اس طرح غائب کر دیا گیا ہے کہ ہم انہیں دیکھ نہیں سکتے، اگرچہ وہ موجود اور زندہ ہیں۔

بذا تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا استثناء بھی ضروری ہو گیا، ورنہ لازم آئے گا کہ امتی کو برزخ میں اتنا بلند مقام حاصل ہو جائے جو اس کے نبی کو بھی حاصل نہ ہو اور اس کا لزوم و بطلان واضح ہے۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا جزاء اخروی کے لحاظ سے مرتبہ و منصب تمام تر امتوں سے اور ہر امت کے ہر فرد سے بلند تر ہے اور یہ امر ایسا ہے جس میں اہل اسلام کے اندر کسی طرح کا اختلاف موجود نہیں۔

نیز شہید صرف میدان جنگ میں کفار کی تیغ جفا سے ذبح ہونے والا شخص ہی نہیں اور بھی بہت سے اشخاص و افراد کے لئے یہ منصب و مرتبہ ثابت ہے،

(۱) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الشہداء خمسۃ المطعمون، والمبطون والغریق وصاحب الہدم والشہید فی سبیل اللہ متفق علیہ۔

(۲) عن جابر بن عتیق رضی اللہ عنہ، قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

الشہادۃ سبع سوی القتل فی سبیل اللہ المطعون شہید والغریق شہید

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وصاحب ذات الجنب شهيد والبطون شهيد وصاحب الحريق شهيد والقتلى
يموت تحت الهمدم شهيد والمرءة تموت بجميع شهيد رداء مالك والوداد
والنساء - مشكوة - كتاب الجنائز -

خلاصہ: راہِ خدا میں شہید ہونے والے اچھے قسم ہیں۔ مرض طاعون میں ہلاک ہونے
والے، پیٹ کی بیماری سے ہلاک ہونے والے، پانی میں غرق ہو کر مرنے والے، دیوار وغیرہ
کے نیچے دب کر فوت ہونے والے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں قتل ہونے والے۔ آگ میں جل
کر جان دینے والے، سہل و دق کی بیماری میں جان دینے والے اور بوقت ولادت و
وضع حمل میں مرجانے والی عورتیں۔

(۶) عن علی رضی اللہ عنہ من حبسہ السلطان ظلما فمات فی السجن فهو شهيد
ومن ضرب فمات فی الضرب فهو شهيد وکل مومن یموت فهو شهيد -

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس شخص کو بادشاہ ظالم قید کر دے
اور وہ قید و بند ہی میں فوت ہو جائے تو شہید ہے جس کو ضرب شدید لگائی جائے اور اسی میں
فوت ہو جائے تو وہ بھی شہید ہے اور ہر ایماندار شخص جو حالت ایمان پر فوت ہو وہ بھی شہید ہے۔
بہر حال اقسام شہداء بے شمار ہیں اگر تفصیل معلوم کرنی ہو تو امام سیوطی کی کتاب
ابواب السعادة فی اسباب الشہادۃ کا مطالعہ کیجئے یا مرقاة شرح مشکوٰۃ للعلی القاری
قدس سرہ العزیز ص ۳۵۹ جلد ۲ کا مطالعہ فرمائیے۔

ہم نے صرف یہ عرض کرنا ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ حکما بہت سے اقسام ہیں حتیٰ کہ
بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر مومن جو دولت ایمان لے کر دنیا سے رخت سفر باندھنے وہ
بھی شہید ہے اور مقتولان راہِ خدا کے درجہ میں ہے۔

اگر ان سب اقسام شہداء کو اُنک لا تسمع الموتی اور وما انت ہمیع من فی
القبور مستثنیٰ کر لیا جائے تو موتی اور من فی القبور کی جانب قلیل اقسام رہ جائیں گے

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یعنی منافقین اور کفار و مشرکین یا اہل کتاب اور ان کی تخصیص، واستثناء کا جواز واضح ہے، کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں شہداء فرمایا ہے اور یہ حضرات حقیقتہً شہداء نہیں تو حکماً شہداء ضرور ہیں اور شہادت حکمیہ کا مطلب ہی یہ ہے کہ انہیں برزخ اور آخرت میں شہداء کرام جیسا اجر و ثواب اور منصب و مرتبہ نصیب ہوگا، درندہ دنیوی احکام میں تو شہید نہیں ہیں، اسی لئے انہیں کفن دیا جاتا ہے اور غسل بھی اور کفن میں ان کے مستعمل کپڑوں کی بجائے عوام مومنین کی طرح نئے کپڑے دینے مسنون ہیں۔

لہذا انبیاء کرام علیہم السلام، اولیاء کاملین صدیقین اور جمیع اقسام شہداء سے حیات اور علم و ادراک و احساس و شعور اور سماع سلام و کلام کا نفی کرنا باطل ہو گیا اور یہی مانعین کا اصل مدعا اور منتہائے مقصود تھا اور وہ بحمد اللہ ثابت نہ ہو سکا۔

(۱۵)، جواب خامس عشر، انک لا تسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور سے استدلال کرنے والوں سے ہم پوچھتے ہیں کہ تمہارے نزدیک موتی و مقبور سے مراد کیا ہے؟ وہ لوگ مراد ہیں جن کا روح بدن سے الگ ہو گیا اگرچہ ایک لحظہ کے لئے ہی سہی یا وہ لوگ جن کا روح ہمیشہ کے لئے بدن سے منفصل اور بے تعلق ہو گیا ہو اگر پہلا معنی مراد ہے تو پھر مقصود اصل اور مدعا قلبی پورا نہیں ہو سکتا، کیونکہ انبیاء کرام اولیاء صدیقین اور شہداء عظام اس معنی کے لحاظ سے اموات کے زمرہ میں داخل ہیں باوجودیکہ ان میں حیات، ادراک و شعور اور علم و احساس و حصول رزق و فرحت وغیرہ مستحق و ثابت ہیں۔

اگر معنی ثانی اور دوسری شق مراد ہے تو یہ قطعاً باطل ہے، کیونکہ تمام اہل اسلام کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ میت سے قبر میں ملائکہ سوال کرتے ہیں اور وہ ان کو جواب دیتا ہے اور انہیں قبر میں عذاب دیا جاتا ہے اور یا اجر و ثواب اور کتاب و سنت بھی اس پر شاہد ہیں اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا مذہب و مسلک بھی یہی ہے جیسا کہ شروح بخاری میں اقوال اکابرین سے ظاہر ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

امام بخاری علیہ الرحمۃ نے عذاب قبر کے باب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت درج فرمائی جو کہ اہل قلب کے سماع پر دلالت کرتی ہے ما انستم باسمع منهم ولكن لا يجيبون اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی درج کر دی جس میں سماع کا انکار ہے: لہذا ایک ہی باب میں دو متعارض و متضاد روایتوں کا اندراج لازم آگیا۔ یہ بھی قابل اعتراض بات ہو گئی۔ نیز باب منعقد کیا۔ عذاب قبر کے اثبات کے لئے اور اس میں درج کر دیا۔ سماع والی روایتوں کو یہ دوسرا قابل اعتراض پہلو ہو گیا، تو علامہ عینی نے عمدۃ القاری میں اور علامہ ابن حجر نے فتح الباری میں اور دیگر شارحین کرام نے اپنی اپنی تصنیفات میں ان سوالوں کا جواب ذکر فرمایا اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کی دونوں روایتوں میں تطبیق فرمائی:

والتوفيق بين الخبرين ان حديث ابن عمر محمول على ان مخاطبة اهل القيب كانت وقت المسألة ووقتها وقت اعادة الروح الى الجسد وقد ثبت من الاحاديث الاخرى ان الكافر المستول يعذب وان حديث عائشة رضي الله عنها محمول على غير وقت المسألة فبهذا يلتفق الخبران ترجمہ: دونوں روایتوں میں وجہ مطابقت و موافقت یہ ہے کہ حدیث عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتولین بدر کے سر پر جا کر کھڑا ہونا اور انہیں نام لے کر پکارنا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے استفسار پر فرمانا کہ تم ان سے زیادہ مننے والے نہیں ہو، لیکن یہ ایسا جواب نہیں دے سکتے جو تم بھی سن سکو، کا محمل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب اہل قلب کفار کے لئے مدت سوال ملائکہ میں تھا اور میت سے سوال و جواب کے وقت میں روح کو میت کے بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے اور دوسری روایات سے ثابت ہے کہ جس کافر سے سوال کیا جاتا ہے، اسے عذاب دیا جاتا ہے اور عذاب بغیر روح کو جسم کی طرف لوٹانے کے متصور نہیں ہو سکتا، اور حدیث حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یعنی اٹکارِ سماعِ وقتِ سوال ختم ہونے کے بعد واسلے زمانہ پر محمول ہے؛ لہذا دونوں روایتوں میں موافقت و مطابقت ثابت ہو جائے گی۔ دوسرے سوال یعنی عذاب القبر کے باب میں بد کے مقتول کفار کے سماعِ خطاب و نداء والی روایت کو درج کیوں کیا تو اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا۔

لما ثبت سماع اهل القلب كلامه وتو بفتح دل ادراكهم كلامه بحاسته السمع على جواز ادراكهم العلم العذاب ببقية الحواس۔

ترجمہ: جب اہل قلب کفار کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام اور آپ کی زبرد تو بیخ کو سنا ثابت ہو گیا، تو ان کفار کا عامہ سمع (کالوں) کے ساتھ آپ کی کلام کو سنا اس امر کی دلیل بن گیا کہ وہ لوگ بقیہ حواس کے ساتھ الم عذاب اور رنج عتاب کو ادراک کر سکتے ہیں۔

لہذا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سماع اموات کے علاوہ عذاب قبر کی

بھی دلیل ہے (کذا فی فتح الباری ج ۲ خ ۱ ص ۱۷۷) عمدۃ القاری للعلامة العینی جلد ۱ ص ۱۷۷

علامہ عینی اور ابن حجر کی تطبیق سے ظاہر ہو گیا کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

عنها سوال و جواب کے اوقات میں جو تین دن ہیں یا بعض روایات کے مطابق سات دن

اموات کے سماع کی قائل ہیں؛ البتہ اس کے بعد جمہور سماع کے قائل ہیں اور حضرت صدیقہ

رضی اللہ عنہا نے اہل قلب کفار کے متعلق اس کا انکار فرمایا اور اس انکار پر قرآن کریم سے

استدلال کا جواب انشاء اللہ آئے گا، لہذا سب صحابہ کرام اور تمام علماء کرام کے اجماع سے ثابت

ہو گیا کہ وقتِ سوال میں میت کے اندر حیوۃ موجود ہوتی ہے۔ روح کو اس کی طرف لوٹایا جاتا ہے

اور وہ ملائکہ کے سوال سُنتا ہے اور جواب دیتا ہے اور دوسرے لوگوں کی کلام کو بھی سُنتا ہے۔

الغرض شقِ ثانی مراد یقیناً قطعاً باطل ہے اور فی الواقع کوئی ایسا میت نہیں جس کی روح

اس کے بدن کی طرف نہ لوٹائی جاتی ہو۔ اس تقدیر پر محض فرضی اموات سے علم و ادراک کی

نفی لازم آئے گی جو محلِ نزاع میں کارآمد نہیں ہے اور شقِ اول ہمارے مدعا کے منافی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نہیں ہے۔

(۱۶) جواب سادس عشر: یہ قطعی طور پر ثابت ہو چکا کہ میت سے قبر میں سوال کیا جاتا ہے اور منکر و نکیر کے سوالات کو میت سنتا ہے اور جواب بھی دیتا ہے، تو اب دریافت طلب یہ امر ہے کہ میت کو منکر و نکیر کی آواز سنانے والا کون ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ یا خود ملائکہ اگر اس وقت میں آواز سنانے والا اللہ تبارک تعالیٰ ہے، حالانکہ سوال کرنے اور بولنے والے فرشتے ہیں تو معلوم ہوا کہ ملائکہ کا سمع (سنانے والا) نہ ہونا میت کے دم سبحان کو مستلزم نہیں، بلکہ وہ اللہ تعالیٰ کے سنانے سے سنتا ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اگر میت کے لئے سمع (سنانے والے) نہ ہوں تو اس سے میت کا نہ سن سنا لازم نہیں آتا تو مانعین کا ان دونوں آیات سے استدلال باطل ہو گیا۔

اگر قبر میں میت کو سنانے والے ملائکہ ہیں، تو اس وقت ان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہونا لازم آگیا۔ آپ میت کو نہیں سنا سکتے، مگر وہ فرشتے اسے سنانے کی طاقت رکھتے ہیں۔ نیز ہم نے پہلے جو جواب ذکر کیا ہے کہ یہ دونوں آیات تفسیہ شخصیت ہیں اور ان سے حکم عام علی پر استدلال درست نہیں ہے، اس کی تائید ہو گئی، کیونکہ ملائکہ کے متعلق سنا سکنے کی قوت تسلیم کر لی گئی اور ان کے سنانے سے میت کا سنا ثابت ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ خصم کا فیر نبی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر قیاس کرنا فاسد ہے، کیونکہ اس کے زعم فاسد کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل قبور کو نہیں سنا سکتے، منکر و نکیر ان کو سنا سکتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا مقام اختصاص میں ات اللہ یسمع من یشاء کو ذکر فرمانا اس کے خلاف ہے۔ آیت کریمہ سے قوت اسماع (سنانے کی قوت) کا اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہونا اہل صفت میں منفرد ہونا معلوم ہوتا ہے اور منکرین کے اس قول سے ملائکہ کا باری تعالیٰ کی صفت خاصہ میں اس کے ساتھ شریک ہونا لازم آجائے گا اور یہ قطعاً غلط ہے، لہذا شق اول متعین ہو گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بھی اس

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پر دلالت کرتا ہے دجیسے کہ پہلے ہم نے اس حدیث پاک کو نقل کیا اور تنبیہ بھی کی تھی، رسول
خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو فرمایا:

لَعَلَّ اَنْ لَا تَدْفِنُوْا مَوْتَاكُمْ لِئَلَّا يَسْمَعَ اللّٰهُ اَنْ يَّمْعَمَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ مَا يَسْمَعُ -
اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ عذاب کو سن کر تم مردوں کو دفن کرنا ہی ترک کر دو، تو میں اللہ تعالیٰ سے ڈنا
کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنائے جو میں سن رہا ہوں، اس سے معلوم ہوا کہ زندہ افراد کو ہر قسم
کے آواز سنانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور کوئی سنانے والا نہیں، لیکن بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے
زندہ افراد میں ایسی قدرت رکھ دی ہے کہ جب بھی بولنے والا بولے تو یہ حسبِ عادت اس
کے آواز کو سن لیتے ہیں۔ اسی طرح اموات کو بھی سنانے والا اللہ تعالیٰ ہے نہ کہ کوئی دوسرا
اور اللہ تعالیٰ نے ان کے روح اور جسم میں اتصال و ارتباط پیدا فرما کر انہیں سماع و فہم اور
ادراک و علم کا اہل بنا دیا ہے، لہذا جب بھی انہیں خطاب کیا جائے یا سلام دیا جائے وہ سن
لیتے ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے سنانے سے لہذا غیر خدا جل و علٰی سے اسماع اموات کی نفی، سماع
اموات اور اہل قبور کی نفی پر دلالت نہیں کرتی، اس لئے ان دونوں آیتوں سے استدلال
باطل ہو گیا۔

۱۷، جواب سابع عشر: اقوال مفسرین سے ظاہر اور واضح ہو گیا کہ انک لا تسمع
الموتیٰ اور وما انت بمسمع من فی القبور میں الموتیٰ اور من فی القبور سے مراد کفار و مشرکین ہیں اور
اس پر ہم نے قرآن بھی بیان کر دیئے اور کفار و مشرکین کو موتیٰ اور من فی القبور فرمانا مجاہد ہے
اور حقیقت و مجاز میں مناسبت ضروری ہے اور یہاں سوائے تشبیہ والی مناسبت و تعلق
کے اور کوئی مناسبت موجود نہیں۔ اب ہم منکرین سے دریافت کرتے ہیں کہ کفار و مشرکین کو موتیٰ
یا اہل قبور سے تشبیہ دی گئی ہے، تو بتاؤ یہاں وجہ تشبیہ کیا ہے اور وہ کون سا امر مشترک ہے
جو مشبہ (کفار) اور مشبہ بہ (موتیٰ و اہل قبور) دونوں کے اندر موجود ہے جس کے تحت
زندہ افراد کو اموات اور اہل قبور کہہ دیا گیا ہے۔ عدم سماع ہے یا عدم انتفاع۔ اگر عدم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سماع و جہ شبہ ہے تو بے شک مشبہ بہ میں مدعائے خصم ثابت ہو جائے گا، لیکن وجہ شبہ تو شبہ میں بھی متحقق ہونی چاہیے۔ لہذا کفار و مشرکین میں بھی عدم سماع لازم آجائے گا اور اگر خصم اس کا التزام کرے تو کفار و مشرکین کا مکلف ہونا ہی باطل ہو جائے گا اور عذاب و عتاب، ملامت و مذمت وغیرہ بھی ان کے حق میں متصور نہیں ہو سکے گی، کیونکہ انہوں نے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو سنا نہ سمجھا نہ وہ اس کے اہل تھے، تو ان پر کوئی امر فرض ہی نہ ہوا تو پھر عذاب و عتاب و عید و تشدید اور زجر و توبیخ کا کیا مطلب؟ لہذا عدم سماع اور عدم ادراک و علم کو وجہ شبہ بنانا درست نہیں، تو دوسری شق متعین متعین ہو گئی کہ وجہ شبہ عدم انتفاع ہے جیسا کہ کفار کو ٹم بکم غمی فرمایا حالانکہ وہ سُننے بولنے اور دیکھنے کی طاقت رکھتے ہیں، مگر چونکہ کان آنکھ اور زبان حق سُننے، حق دیکھنے اور حق بولنے کے لئے عطا کئے گئے۔ جب اس مقصد میں استعمال نہ ہوئے تو ان کا وجود و عدم برابر ہو گیا، اسی طرح زندگی کا مقصد اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنا اور اس کی عبادت کرنا تھا۔ جب معرفت و عبادت کی بجائے شرک و کفر اور بغاوت و عناد، سرکشی و قرد اور عصیان و طغیان کو اپنا پیشہ بنالیا، تو ان کے حق میں زندگی کا ہونا نہ ہونا برابر ہو گیا، کیونکہ انہوں نے زندگی کو مقصدِ زیست میں صرف نہ کیا: وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اس لئے پیدا فرمایا کہ وہ میری معرفت حاصل کریں اور میری عبادت کریں، نیز حقیقی زندگی اخروی زندگی ہے۔ ان الذاد الاخرة لہی الحيوان اور وہ زندگی تب حاصل ہو سکتی ہے، جب اس زندگی کو معارف الہیہ کی تحصیل و عبادات و ریاضات میں صرف کیا جائے، جب اسے کفر و شرک اور بغاوت و سرکشی میں نہ ادا تو اپنی ابدی زندگی کو تباہ کر دیا، لہذا جب اس زندگی کو ابدی راحت و سکون الی زندگی کا ذریعہ نہ بنا سکے، تو اس زندگی کا ہونا نہ ہونا برابر ہو گیا۔ لہذا اس زندگی کو موت سے اور کفار و مشرکین کو مردہ اہل قبور سے تشبیہ دیتے ہوئے دونوں کا عدم انتفاع میں برابر ہونا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بسیان فرمادیا۔ وما یستوی الاحیاء ولا الاموات اس پر واضح دلیل ہے کہ ایمان حیات ہے اور ایمان والے دراصل زندہ ہیں اور کفر و شرک موت ہے اور کافر و مشرک زندہ ہونے کے باوجود مرنے میں ہیں۔ اسی طرح ارشاد ربانی اور من کان میتاً فاحیناہ وجعلناہ نعداً یمشی بہ فی الناس دیکھا وہ شخص جو مردہ تھا اور ہم نے اسے زندگی ملائی اور اسے نور بخشا جس کے ساتھ وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے، کفر کے موت ہونے اور کافر کے مردہ ہونے پر شاہد صادق ہے اور ایمان کے حیات ہونے اور ایمان دار کے زندہ ہونے پر دلیل ناظر ہے۔

الغرض زندگی کو مقصد زندگی میں صرف نہ کرنے اور اس سے نفع نہ اٹھانے کی وجہ سے زندگی کو موت کے ساتھ تشبیہ دے دی ہے اور کفار کو الموتی اور من فی القبور کے الفاظ سے تعبیر کر دیا گیا ہے۔ البتہ کفار و مشرکین میں علت عدم انتفاع کی ضد اور ہٹ دھرمی اور بغض و عناد اور مجرور و استکبار ہے، لیکن اموات اور اہل قبور میں عدم انتفاع اس لئے ہے کہ وہ دارِ عمل سے دارِ جزاء میں اور دارِ تکلیف سے دارِ برزخ و آخرت میں منتقل ہو گئے۔ اب وہ ایمان لانے کی ہزار کوشش کریں اور کہیں فار جعنا فعمل صالحاً انا موقنون اب ہمیں واپس کر دو، ہم نیک عمل کریں گے، لیکن کوئی شنوائی نہیں ہوگی بلکہ اس دنیا میں ہی آثارِ موت ظاہر ہونے اور جان لبوں پر آنے کے وقت کا ایمان مقبول نہیں جیسا کہ فرعون نے عرق ہوتے وقت کہا تھا آمعت انہ لا الہ الا الذی آمعت بہ بنو اسرائیل دیں اس خدا پر ایمان لایا جس پر بنو اسرائیل کا ایمان ہے، صرت ہی خدا ہے اور کوئی خدا اور معبود نہیں، مگر اللہ تعالیٰ نے فرمایا الا ان وقد عصیت قبل دیکھا اب تو ایمان لاتا ہے، حالانکہ پہلے تو نے نافرمانی کی تھی، جب زندگی سے مایوسی و ناامیدی کے وقت میں ایمان قابل قبول نہیں، تو دارِ برزخ و آخرت کا ایمان کیسے مقبول ہو سکتا ہے لہذا وجہ شبہ عدم انتفاع ہے۔ اگرچہ عدم انتفاع کی علت برد و فریق میں جدا جدا ہے، اور یہی تحقیق مفسرین کرام کی ان تفسیرات سے ظاہر ہے جو ابتداء میں نقل کی گئی ہیں، اور جب

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مٹم بحکم عی عدم انتفاع کے تحت فرما دیا اور کفار کا حقیقت میں بہرہ گونگا اور اندھا ہونا اور
سننے بولنے اور دیکھنے میں عاجز ہونا لازم نہ آیا تو عدم انتفاع کے تحت ان کو اموات
سے تشبیہ دینا بھی اموات کے عدم سماع کی دلیل نہیں بن سکتا، لہذا ان دونوں آیتوں سے عدم
پر استدلال درست نہیں۔

هذا ما عندی واللہ ودسولہ، اعلموا!

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

منکمرین سماع کی تیسری دلیل

قال اللہ تعالیٰ لا یدزقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولیٰ۔

ترجمہ: اہل جنت جنت میں ہرگز موت کو نہیں چکھیں گے، سوائے اس موت کے جو دنیا میں چکھ چکے۔

وجہ استدلال: علامہ عینی نے شرح بخاری میں فرمایا۔ واحتجوا بالمعتزلہ فی ذالک ر نفی عذاب القبر، بقولہ تعالیٰ لا یدزقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولیٰ ای لا یدزقون فی الجنة موتا سوى الموتۃ الاولیٰ ولو صاروا حیات فی القبور لذا قوا موتین لا موتۃ۔

ترجمہ: معتزلہ نے عذاب قبر کی نفی و انکار پر اس آیت کریمہ سے استدلال کیا جب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اہل جنت جنت میں سوائے پہلی موت کے اور کوئی موت نہیں چکھیں گے، تو عذاب قبر کی نفی واضح ہو گئی، کیونکہ عذاب بغیر عارۃ حیات کے متصور نہیں ہو سکتا، اور قبر میں حیات ماننے سے دو دفعہ موت تسلیم کرنی پڑے گی، حالانکہ قرآن کریم نے صرف ایک موت ان کے حق میں ثابت فرمائی ہے۔

مانعین سماع نے اسی آیت کریمہ سے نفی سماع پر استدلال کیا، کیونکہ سماع بغیر ثبوت حیات قبر کے متصور نہیں ہو سکتا اور قبر میں حیات تسلیم کرنا قرآن کریم کے خلاف ہے۔ ورنہ دو دفعہ موت لازم آئے گی اور قرآن نے اس کی نفی کر کے صرف ایک موت ثابت کی ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لہذا سماع اہل قبور کا قول خلاف قرآن ہے۔

اجمالی جواب، اس آیت کریمہ کو اگر اپنے ظاہر پر رکھا جائے تو اہل جنت کا جنت میں فوت ہونا لازم آئے گا، کیونکہ یہاں نفی و ثبوت اور سلب و ایجاب دونوں کا ذکر ہے۔ نفی لایذ وقون فیہا الموت سے ظاہر ہے اور ثبوت الا الموتۃ الاولیٰ سے ظاہر ہے اور استثنا نفی سے ثبوت کا تقاضا کرتا ہے جس طرح لا الہ الا اللہ میں۔ لہذا اہل جنت کیلئے جنت میں موت لازم آئے گی اور موت بھی پہلی یعنی دنیا والی جس کا استعمال ظاہر و باہر ہے اس لئے یہاں وہی معانی مراد لینے ضروری ہیں جو مفسرین و محدثین نے ذکر فرمائے ہیں اور ظاہری معنی کا ارادہ ممکن نہیں ہے بلکہ تاویل واجب و لازم ہے۔

امام رازی نے اس آیت کریمہ کے تحت فرمایا السؤال الاول۔ انہم ما ذاقوا الموتۃ الاولیٰ فی الجنۃ فكيف حسن هذا الاستثناء۔ پہلا سوال یہ ہے کہ اہل جنت نے جنت کے اندر تو پہلی موت نہیں چکھی، نہ پہلی موت وہاں مرے، تو یہ استثناء کس طرح درست ہوگا۔
تفصیلی جوابات، جب یہ ثابت ہو گیا کہ ظاہری معنی مراد نہیں ہے تو اب ہم مختلف معانی مفسرین و محدثین کی زبانی پیش کرتے ہیں اور ان میں سے کوئی بھی مسئلہ کے استدلال کے موافق و مطابق نہیں، بلکہ ہر معنی منکرین کے استدلال کو باطل کرتا ہے۔
۱، جواب اول: امام رازی علیہ الرحمۃ نے ما قبل میں مذکور سوال ذکر کرنے کے بعد مختلف جوابات ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

واجب بوجہ الاول۔ قال صاحب الکشاف امید ان یقال لایذ وقون فیہا الموت المبتۃ فوضع قوله الا الموتۃ الاولیٰ موضع ذالك لان الموتۃ الماضیۃ محال فی المستقبل فهو من باب التعلیق بالمحال کانه قیل انکانت الموتۃ الاولیٰ یمکن ذوقہا فی المستقبل فانہم یدوقونها۔
ترجمہ: اس سوال کا مختلف وجوہ سے جواب دیا گیا ہے۔ وجہ اول۔ صاحب کشاف

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نے کہا کہ ارادہ یہ کیا گیا کہ کہا جائے اہل جنت جنت میں بالکل نہیں مریں گے، لیکن اس کی چھٹی یہ کہہ دیا گیا (سو اسے پہلی موت کے) کیونکہ پہلے زمانہ میں (دنیا میں) طاری ہونے والی موت کا جنت کے اندر پایا جانا محال ہے، تو اہل جنت کی موت کو محال امر پر موقوف کر دیا گیا۔ جب اس محال کا تحقق ناممکن ہے، تو اس پر موقوف و معلق امر کا تحقق بھی محال ہو جائے گا۔ گویا یوں کہا گیا کہ اگر دنیوی موت کا جنت میں چکھنا ممکن ہے، تو پھر اہل جنت موت کو چکھیں گے۔ لیکن چونکہ مقدم اور شرط محال ہے؛ لہذا تالی اور جزاء کا تحقق بھی محال ہے۔ تفسیر کبیر جلد رابع - ص ۲۵۸

امام رازی اور امام المعتزلہ علامہ زنجیزی کی اس تقریر سے ثابت ہو گیا کہ یہاں مقصود اہل جنت کی زندگی کا دوام و استمرار بیان کرنا ہے اور ان پر موت طاری ہونے کا امتناع و استحالة بیان کرنا مقصود ہے نہ دنیوی موت کا اثبات کیونکہ وہ جنت میں طاری ہونی ناممکن و محال ہے اور نہ ہی حیات برزخ کی نفی۔ جب امام المعتزلہ کی کلام اور ان کے مقتدار کا یہ بیان ہے کہ یہاں مقصود صرف یہ ہے کہ اہل جنت کی زندگی ابدی و سرمدی ہے اور کوئی مقصد نہیں، تو اولاد معنوی کو یہ زیب نہیں دیتا کہ اس آیت کریمہ کو کسی اور معنی پر حمل کریں۔

علامہ عینی نے فرمایا: اما الجواب عن قوله 'لنحيا لا يذوقون فيها الموت' الا الموت الاولى ان ذلك وصف لاهل الجنة وضمير فيها لاهل الجنة اي لا يذوقون اهل الجنة في الجنة الموت فلا ينقطع نعيمهم كما انقطع نعيم اهل الدنيا بالموت فلا دلالة في الآية على اشتغال موتة اخرى بعد السائلة وقبل دخول الجنة واما قوله الا الموت الاولى فصوابه لعدم موتهم في الجنة على سبيل التعليق بالمحال لانه قيل لو امسى ذوقهم الموت الاولى لاذقوا في الجنة الموت الاولى لكنه لا يمكن بلا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ثبۃ فلا یتصور موتہم فیہا۔ عمدۃ القاری جلد ۷ ص ۱۶۲

ترجمہ: لایذ وقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولیٰ سے جو استدلال کیا گیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ اہل جنت کی صفت بیان کر رہی ہے اور فیہا کی ضمیر جنت کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ اہل جنت جنت میں نہیں مریں گے، لہذا ان کی نعمتیں کبھی منقطع نہیں ہوں گی جیسا کہ اہل دنیا کی نعمتیں موت کی وجہ سے منقطع ہو گئیں۔ لہذا اس آیت میں دنیوی موت کے علاوہ عالم برزخ و قبر میں سوال ملائکہ کے بعد اور جنت میں داخل ہونے سے پہلے موت کے تحقق و ثبوت کی نفی پر کوئی دلالت موجود نہیں۔ رہا الا الموتۃ الاولیٰ کا لفظ تو یہ جنت میں ہمیشہ زندہ رہنے اور موت سے محفوظ رہنے کی تاکید ہے بطور تعلیق بالاحمال کے گویا کہ یوں کہا گیا کہ اگر جنت میں ان کا پہلی دنیوی موت کے ساتھ مرنا ممکن ہو تو پھر تو وہ لوگ جنت میں پہلی موت کے ساتھ مریں گے، لیکن شرط کا پایا جانا محال ہے لہذا ان کا جنت میں مرنا بھی تصور نہیں کیا جاسکتا۔

امام رازی، علامہ زنجشیری، علامہ عینی کے جواب کے واضح ہو گیا کہ احناف و شوافع ماتریدہ و اشاعرہ اور معتزلہ کے امام و پیشوا کے نزدیک یہاں مقصود جنتی زندگی کی ابدیت اور دوام ہے و استمرار کا بیان ہے نہ کہ برزخی زندگی اور موت کی نفی تو استدلال باطل ہو گیا۔

(۲) جواب ثانی: آیت کریمہ میں استثناء منقطع ہے اور الا الموتۃ الاولیٰ الگ جملہ ہے اور عبارت میں حذف و ایجاز ہے۔ امام رازی نے فرمایا الثانی ان الا بمعنی لکن والتقدیر لایذ وقون فیہا الموت لکن الموتۃ الاولیٰ ذاقوها۔

تفسیر کبیر جلد ۷ ص ۲۵۸

ترجمہ: جواب ثانی یہ ہے کہ الا لکن کے معنی میں ہے اور تقدیر عبارت یہ ہے کہ اہل جنت جنت میں نہیں مریں گے، لیکن پہلی موت تو انہوں نے دنیا میں چکھ لی۔ اس تقدیر پر بھی استدلال باطل ہے، کیونکہ آیت کریمہ میں دارِ آخرت میں دوامِ حیات

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کا بیان ہے اور یا دنیوی موت کا۔ برزخی زندگی اور موت کا نہ ثبوت ہے اور نہ ہی نفی؛ جبکہ دوسری آیات میں برزخی زندگی اور موت کا اثبات پایا گیا ہے اور علی الخصوص قول باری تعالیٰ حکایۃ عن الکفارۃ:

ربنا امتنا اثنتین و احیینا اثنتین فاعترفنا بذنوبنا فهل الیٰٰ خروج من سبیل۔ (اے رب ہمارے تو نے ہمیں دو دفعہ فوت کیا اور دوبار زندہ کیا، پس ہم اپنے گناہوں کا اعتراف و اقرار کر لیا ہے تو کیا جہنم کی آگ سے باہر نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ ہے، برزخی موت و حیات پر دلیل صریح ہے، کیونکہ اعترافِ ذنوب اور نارِ جہنم سے نکلنے کی تین دفعہ کی موت و حیات پر مرتب ہے۔ لہذا احیانا اثنتین میں سے ایک احیاء تو دارِ آخرت کا مراد اگر دوسرا احیاء دنیوی زندگی والا ہے نہ کہ برزخ میں تو دو دفعہ وفات دُنیاء متصور نہیں ہو سکتا، کیونکہ امانت نام ہے اعدامِ حیوٰۃ کا لہذا جب تک پہلے حیوٰۃ متحقق نہیں ہوگی، امانتِ دفوت کرنا، متصور نہیں ہو سکتی اور نہ ہی دنیوی حیات اور اس سے مقدم اور مؤخر موت پر اعترافِ ذنوب کا ترتب متصور ہو سکتا ہے، کیونکہ ان دونوں موتوں اور دنیوی حیات کے تو وہ قائل تھے بعد میں کسی زندگی یا موت کے قائل نہیں تھے، یہاں جزا و سزا متصور ہو سکے، لہذا وہ انجام سے بے نیاز ہو کر گناہوں میں مصروف و مشغول رہے، تو واضح ہو گیا کہ یہاں مقصود اس زندگی کا اقرار و اعتراف کرنا ہے جس کے انکار کی وجہ سے وہ لوگ گناہوں کے مرتکب ہوئے، لہذا امتنا اثنتین سے مقصود حیاتِ دنیا کے بعد موت اور برزخ میں قیامت سے پہلے کی موت اور دو دفعہ کی زندگی سے مراد دنیوی موت اور برزخی موت کی درمیانی زندگی جس میں سوال و جواب اور ملائکہ کی طرف سے گرزوں کے ساتھ پلٹا جانا اور جہنم کی طرف سے گرم اور زہریلی ہوا کا قبر میں پینچنا ان کے حق میں ممکن ہوا اور اُخروی زندگی جس میں نارِ جہنم میں داخل ہونا پڑا اور بد اعمالیوں کی شدید ترین سزا بھگتنی پڑی، لہذا برزخی زندگی جب نفس سے ثابت ہو گئی تو ایسی قیامتِ کریمہ کی بنا پر اس کا انکار جس میں سرے سے برزخی زندگی و موت کا نہ ثبوت ہے نہ انکار

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قطعاً درست نہیں ہوگا، بلکہ مثبت جب نافی پر مقدم ہوتا ہے تو شک پر بطریق اولیٰ راجح و مقدم ہوگا۔
حنفی مفسر علامہ ابوالسعود نے فرمایا قیل ارادوا بالاماتۃ الاولیٰ ما بعد الحیوة

الدنیاء بالثانیہ ما بعد حیوة القبر وبالاحیاءین ما فی القبر وما عند البعث
وهوالانصب بحالہم۔

ان کفار نے پہلی امات (فوت کئے جانے) سے دنیوی حیات کے بعد والی موت
مراد لی اور دوسری امات سے حیوة قبر کے بعد والی اور دودفعہ زندہ کئے جانے سے قبر
میں زندہ کیا جانا اور قیامت کے دن زندہ کیا جانا مراد لیا اور یہی ان کے حال کے مناسب ہے۔
سوال: قرآن کریم سے دو زندگیاں ثابت ہوئیں اور ان میں سے ایک زندگی تو اخروی
ہے جس میں کسی کو اختلاف نہیں، دوسری زندگی اگر قبر والی مراد ہو تو نص پر زیادتی لازم آئے
گی، کیونکہ دنیا میں بھی تو ایک زندگی ثابت ہے؛ لہذا تین زندگیاں بن گئیں اور مذکور قرآن میں
صرف دو ہیں، لہذا یہاں قبر کی زندگی مراد لینا درست نہیں اور جس آیت میں کلام ہے اس
میں اخروی زندگی بھی ثابت اور دنیوی زندگی بھی، کیونکہ الا الموتۃ الاولیٰ بغیر حیوة دنیوی
کے متصور نہیں ہو سکتی۔ لہذا دونوں میں توافق پیدا ہو گیا اور حیوة قبر کا ذکر کسی میں بھی نہیں،
تو اس کا دعویٰ کرنا غلط ہوگا اور ہلکا دلیل محض۔

جواب: امام رازی نے اس شبہ کا جواب دیتے ہوئے فرمایا:

لوم تثبت الحیوة فی القبر لزم ان لا يحصل الموت الامرة واحدة و
هو علی خلاف لفظ القرآن فكان الموت مرتین کذباً اما لو اثبتنا الحیوة
فی القبر لزمنا اثبات الحیوة ثلاث مرات والمذکور فی القرآن مرتین اما
المرۃ الثالثة فلیس فی اللفظ ما یدل علی ثبوتها او علی نفیها فتثبت ان نفی
حیوة القبر یقتضی ترک ما دل علیہ اللفظ واما اثبات حیوة القبر فانه یقتضی
اثبات شیئی زائد علی ما دل علیہ اللفظ مع ان اللفظ لا اشعار فیہ بشیئ ولا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بعد مہ فکان هذا اولیٰ۔ تفسیر کیو جلد ۷۔ ص ۲۹۱

ترجمہ، اگر قبر میں زندگی نہ ہو تو صرف ایک دفعہ موت کا مستحق ہونا لازم آئے گا اور دو دفعہ مرنے کی خبر جھوٹ بن جائے گی، حالانکہ یہ لفظ قرآن امتنا اثنین کے خلاف ہے۔ اور اگر قبر میں زندگی تسلیم کر لیں تو تین بار زندگی تسلیم کرنی لازم ہوگی، حالانکہ قرآن کریم میں صرف دو کا ذکر ہے۔ تیسری زندگی کے ثبوت پر بھی کوئی لفظ دلالت نہیں کرتا اور نہ ہی نفی پر۔ پس ثابت ہو گیا کہ حیوۃ قبر کا انکار الفاظ قرآن سے ثابت معنی کا انکار ہے اور حیات قبر کا ثبوت و تحقق مدلول قرآن سے زائد امر کے اثبات کا مقتضی ہے باوجودیکہ لفظ قرآن اس امر زائد یعنی تیسری زندگی کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے اور نہ ہی نفی پر لہذا حیوۃ قبر کو تسلیم کرنا ہی مناسب ہے تاکہ انکار حیوۃ برزخ و قبر سے دو دفعہ موت کا دعویٰ کذب نہ بن جائے۔

علامہ ابوالسعود نے فرمایا اما حدیث لزوم الزیادۃ علی النص ضرورۃ تحقق الحیوۃ الدنیا فمدفوع بان مقصود ہم احداث الاعتراف بما کالوا ینکونہ فی الدنیا کما ینطق بہ قولہم فاعترفنا بذنوبنا والتزام العمل بموجب ذالک الاعتراف لیتوسلوا بذالک الی ما علقوا بہ اطہارہم الفارغۃ من الرجوع الی الدنیا کما صرحوا بہ حیث قالوا فارجعنا فعمل صالحا انا موقنون وهو الذی ارادہ بقولہم فہل الی خروج من سبیل۔

خلاصہ ترجمہ، حیوۃ قبر مان لینے کی صورت میں نص قرآنی پر زیادتی کا لزوم منوع ہے، کیونکہ ان کفار کا دجن سے اللہ تعالیٰ نے یہ قول حکایت کیا، مقصود اس امر کا اعتراف و اقرار کرنا ہے جس کا وہ حیات دنیا میں انکار کیا کرتے تھے، جیسا کہ ان کا قول فاعترفنا بذنوبنا اس پر دلالت کرتا ہے۔ نیز ان کا مطلب یہ ہے کہ اس اقرار و اعتراف کے مطابق عمل کا التزام کرنے کے اس کو اپنی ناکام آرزو قبول یعنی دنیا کی طرف رجوع کی تکمیل کا ذریعہ بنائیں جیسا کہ انہوں نے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نے مقصد قلبی کی تصریح کرتے ہوئے کہا اے اللہ ہمیں دنیا کی طرف لوٹا ہم نیک عمل کریں گے
تجھیں اب اس امر کا یقین آگیا جس کا ہم پہلے انکار کیا کرتے تھے اور یہی مراد ان کی فعل الیٰ
خروج من سبیل سے ہے۔ (تفسیر ابوالسعود علی الکبیر جلد ۷ ص ۶۱۸)

سوال: کفار کے قول سے دودفع موت ثابت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے قول لا
یذوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولیٰ سے صرف ایک بار موت ثابت ہوتی ہے۔
نیز مومنین کے قول سے بھی صرف ایک موت ثابت ہوتی ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا فیما نحن بمیتین الا موتتنا
الاولیٰ (ہم نہیں مرنے والے مگر اپنی پہلی موت) جب اللہ رب العزت اور مومنین کی
شہادت سے صرف ایک موت ثابت ہوتی تو کفار کے قول کو دلیل بنا کر دوسری موت قبر
میں تسلیم کرنا کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

جواب: جب اللہ تعالیٰ ان کفار کا قول نقل فرمایا اور ان کی تکذیب نہ فرمائی،
تو یقیناً معلوم ہو گیا کہ ان کا قول عند اللہ صحیح ہے، ورنہ اللہ تعالیٰ ان کی تکذیب فرما دیتا،
جیسا کہ قیامت کے روز وہ شرک سے انکار کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے اس قول کو نقل فرما
کر ان کی تکذیب فرمائی واللہ دبتا ما کتا مشرکین انظر کیف کذبوا علی انفسہم و
صل عنہم ما کانو یفخرون۔ کفار کہیں گے ہم کو اللہ تعالیٰ کی قسم جو ہمارا رب ہے،
ہم شرک کرنے والے نہیں تھے۔ دیکھئے انہوں نے اپنے نفسوں پر کیسے جھوٹ بانڈھاؤ
کس طرح وہ شرکاران کی نظروں سے غائب ہو گئے جن پر وہ فخر کیا کرتے تھے۔

لہذا اللہ تعالیٰ کا ان کی کلام کو نقل فرمانا اور ان کی تکذیب نہ کرنا، اس کلام کے صدق
کی واضح دلیل ہے۔ کذا قال الامام اور فیما نحن بمیتین الا الموتۃ الاولیٰ میں وہی
تأویل ہے جو کہ پہلے علامہ عینی، زفحشری، امام رازی سے لا یدوقون فیہا الموت
الا لموتۃ الاولیٰ میں ذکر کی ہے اور اس تاویل و توجیہ کی رو سے یہاں حیوة قبر و

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

برزخ کی نفی نہیں، بلکہ صرف جنت میں موت طاری ہونے کی نفی ہے۔

سوال: موت فی الواقع دو دفعہ تھی اور حیات تین مرتبہ تھی؛ لہذا اس کی کیا وجہ ہے کہ موت فی الواقع جتنی مرتبہ آئی تھی، اسے ذکر کیا اور زندگی کے تین مراحل میں سے صرف دو کو ذکر کیا، تیسرے کو ذکر نہ کیا۔

جواب: انہوں نے اوقات تکالیف و مصائب کو ذکر کیا اور وہ صرف چار تھے۔ دنیوی موت جبکہ ان کفار نے دنیوی نعمتوں اور اسباب عیش و راحت کو ترک کیا۔ پھر قبر والی زندگی جس میں سوال و جواب اور عذاب و عتاب کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر قبر میں موت جو مشورہ نشر اور بعثت بعد الموت کا پیش خیمہ ثابت ہوئی اور پھر افریدی زندگی جس میں ابدی عتاب و عتاب کا سامنا کرنا پڑا۔ اما الحیوالة الدنیا فلیست من اقسام اوقات البقا والمحنة فلذا لم یذکرواھا کذا قال الامام مخز المفسرین۔ جلد ۷۔ ص ۲۹۱

لیکن دنیوی زندگی مصیبت و محنت کے اوقات میں سے نہیں تھی، اس لئے اسے ذکر نہ کیا۔ لہذا یہاں دو دفعہ زندہ ہونے کی تعیین صرف اوقات تکلیف و مصیبت بیان کرنے کے لئے ہے نہ کہ مطلقاً موت و حیات کے مراتب و مراحل کو ان چار میں منحصر کرنے کے لئے۔

۳، جواب ثالث، آیت کریمہ میں مذکور الا الموتة الاولى کا لفظ موت برزخ کو شامل ہے، کیونکہ سورہ اولیٰ جنت میں واقع ہونے والی موت کے مقابل ہے۔ لہذا الموتة الاولى سے مراد جنت کے ماسوا مقامات میں متحقق ہونے والی موت ہے اور اس میں تعدد ہو سکتا ہے۔ اگر حقیقی معنی مراد ہوتا، تب موت قبر کو شامل نہ ہوتی، لیکن اصنافی معنی مراد ہونے کی صورت میں تعدد سے مانع کوئی امر نہیں؛ لہذا الموتة الاولى میں دنیوی اور برزخی دونوں موتیں داخل ہیں۔

علامہ عینی حنفی نے فرمایا قد یقال ان الموتة الاولى للجنس لا للوحدة

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وان كانت الصيغة صيغة واحدة نعو ان الانسان لفى خسر وليس فيها
نفى تعدد الموت لان الجنس يتناول التعدد ايضا بدليل انه تعالى احيى
كثيرا من الاموات في زمان موسى وعيسى عليهما السلام وغيرهما وذلك
يوجب تاويل الآية على ما ذكرنا. عمدة القارى جلد ۷ - ص ۱۳۱

توجہ: کبھی کہا جاتا ہے کہ الموتۃ الاولیٰ سے مراد جنس موت اول ہے نہ کہ فرد اول
اگر یہ صیغہ واحد والا ہے جس طرح کہ اللہ انسان لفی خسو میں انسان صیغہ کے لحاظ
سے واحد ہے، مگر معنی کے لحاظ سے اس میں عموم و استغراق ہے، یعنی بے شک سب
انسان خسارہ میں ہیں۔ لہذا لا یدوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولیٰ میں تعدد
موت کی نفی نہیں کیونکہ جنس قلیل و کثیر کو شامل ہوتی ہے اور جنسی معنی مراد ہونے کی دلیل
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام وغیرہما کے زمانہ میں بہت
سے اموات کو مرنے کے بعد زندہ فرمایا، لہذا یہاں تاویل ضروری ہے۔

اقول اگر تاویل نہ کی جائے تو جو لوگ دنیا میں مرنے کے بعد زندہ کئے گئے اور پھر
دوبارہ فوت ہو کر دار برزخ میں پہنچے۔ ان کے حق میں صرف دار دنیا میں ہی دو عدد
موتیں مستحق ہو گئی ہیں، لہذا اس مادہ میں لا یدوقون فیہا الموت الا الموتۃ
الاولیٰ کو ظاہری معنی پر رکھیں تو کذب لازم آئے گا اور کذب خبر باری تعالیٰ میں محال
بالذات ہے لہذا ظاہر پر حمل کرنا بھی محال ہو گیا اور جنس موت اولیٰ مراد لینا واجب و
ضروری ہو گیا۔ اسی طرح شہداء کرام اور رسل عظام علیہم السلام کی حیات برزخ سے
اعتراض وارد ہو جائے گا، حالانکہ حیات شہداء عبارتہ النص سے ثابت ہے اور حیات
انبیاء دلالتہ النص سے ثابت ہے۔

علامہ قسطلانی شارح بخاری نے فرمایا قال ابو عثمان الحداد لیس فی قوله
تعالیٰ ولا یدوقون فیہا الموت الا الموتۃ الاولیٰ ما یعارض ما ثبت من عذاب

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

القبور لان الله قد اخبر بحيوات الشهداء قبل يوم القيامة وليست مرادة بقوله تعالى ولا يذوقون فيها الموت الا الموتة الاولى فكذا حيوات المقبورين قال في مصابيح الجامع وقد كثرت الاحاديث في عذاب القبر حتى قال غير واحد انها متواترة لا يصح عليها التواطؤ وان لم يصح مثلها لم يصح شيء من امر الدين - قسطلاني جلد ثاني ص ۳۷۹

ترجمہ: ابو عثمان حداد نے فرمایا کہ قول باری لا یذوقون الایۃ میں کوئی ایسا امر نہیں جو عذاب قبر حیاتِ قبر کے معارض و مخالف ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شہداءِ کرم کے زندہ ہونے کی خبر دی ہے اور وہ زندگی ایسی نہیں جو کہ لا یذوقون فیہا الموت سے مراد ہے، کیونکہ یہ زندگی جنتی زندگی ہے اور شہداء کی زندگی جو قرآن کریم میں بتلائی گئی ہے، وہ برزخی ہے۔ جب وہ آیت حیاتِ شہداء کے منافی نہیں تو باقی اہل قبور کی زندگی کے بھی منافی نہیں ہے۔

مصابیح الجامع میں فرمایا کہ عذاب قبر میں بہت احادیث وارد ہیں، حتیٰ کہ بے شمار علماء نے کہا کہ یہ احادیث متواتر ہیں، ان میں راویوں کا جھوٹ پر اتفاق متصور نہیں ہو سکتا اگر یہ روایات صحیح نہیں ہیں، تو امورِ دین میں سے کوئی شے بھی صحیح نہیں ہوگی۔ لہذا یہ آیت کریمہ عذابِ قبر، حیواتِ برزخ کے لئے معارض و مخالف نہیں ہو سکتی اور نہ ہی سماع و شعور اہل قبور کے مناقض و منافی ہو سکتی ہے، تو اس سے مانعین کا استدلال باطل ہو گیا جیسا کہ معتزلہ کا اسے حیواتِ قبر کی نفی پر دلیل بنانا لغو ہو گیا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فائدہ جلیہ

تحقیق مدت حیات قبر و ممات برزخ

یہ امر روشن تر اور واضح تر ہو گیا کہ قبر میں حیات ثابت ہے اور یہ بھی ظاہر کہ تعدد حیات بغیر تحلیل ممات کے متصور نہیں جس طرح دنیوی حیات اور برزخی حیات کے درمیان موت پالی گئی۔ تب یہ دونوں الگ الگ بنیں، اسی طرح حیات قبر اور حیات آخرت کا الگ الگ حیات ہونا تحلیل ممات کا مقتضی ہے۔ درمیان میں موت واقع ہونی چاہیے جس سے حیات برزخ و قبر کا اختتام ہو جائے اور اس کے بعد حیات جنت و آخرت کی ابتدا ہو۔ لہذا یہ تحقیق ضروری ہے کہ حیات قبر کب تک ہے اور ممات قبر کب سے اسی ضمن میں یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ اہل قبور کے لئے علم و ادراک اور احساس و شعور اور اہلیت سماع و فہم کب تک ہے اور وہ دفن کے بعد سے کب تک زائرین کو پہچان سکیں گے اور ان کا سلام و کلام سُن سکیں گے۔

فاقول وباللہ التوفیق مذاہب قبر کے ضمن میں درج احادیث سے ثابت ہے کہ کافر و منافق میت کو قیامت تک عذاب دیا جائے گا اور ہم نے وہاں فائدہ ع ۲ میں اس پر تنبیہ کر دی ہے اور یہ بھی واضح کہ عذاب حق باری تعالیٰ ہے اور ثواب حق عبد جب اللہ تعالیٰ بے نیاز ہونے کے باوجود اپنے حق کو ترک نہیں فرماتا تو لامحالہ سب وعدہ الہی میت کو قبر میں قیامت تک ثواب دیا جانا بھی ثابت ہو گیا اور ارشاد خداوندی فتنحنح فی الصور فصعق من فی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

السموات ومن في الارض الا من شاء الله ثم تفتح فيه أخرى فاذا هم قيام ينظرون
صور میں پہلی بار اسرائیل علیہ السلام پھونک ماریں گے۔ آسمانوں اور زمین میں جتنے
جاندار ہیں، وہ سب بیہوش ہو جائیں گے، سوائے ان افراد کے جن کو اللہ تعالیٰ بیہوشی سے
محفوظ رکھے گا۔ پھر دوبارہ اس میں پھونک مارا جائے گا تو تمام افراد زندہ ہو کر کھڑے
ہو جائیں گے اور ایک دوسرے کو دیکھتے ہوں گے۔ اس پر شاہد ہے کہ نفعہ اولیٰ تک
سب کے لئے فہم و دانش علم و شعور اور احساس ثواب و عذاب ہوگا، لیکن نفعہ اولیٰ
کے بعد بے ہوشی و مدہوشی طاری ہوگی۔

تفسیر ابوالسعود میں حضرت عبداللہ بن عباس ابی بن کعب اور قتادہ رضی اللہ عنہم قول
باری تعالیٰ من بعثنا من مرقدنا هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون
کی تفسیر میں منقول ہے: ان الله يرفع عنهم العذاب بين النفتين فيرقدون
فاذا بعثوا بالنفخة الثانية وشاهدوا من احوال القيامة ما شاهدوا فرجوا
بالويل وقالوا يا ويلنا من بعثنا من مرقدنا هذا ما وعد الرحمن وصدق
المرسلون۔

توجہ! اللہ تعالیٰ دو نفخوں (اسرائیل علیہ السلام کے پہلی فوج کو پھونکنے سے لیکر دوسری فوج کو پھونکنے تک)
کے درمیانی عرصہ میں کفار اور منافق اہل قبور سے عذاب اٹھالے گا پس وہ سو جائیں گے
جب نفعہ ثانیہ کے ساتھ اٹھیں گے اور قیامت کی ہولناکیوں کا مشاہدہ کریں گے تو بطور حیرت
اپنی ہلاکت کو آواز دیں گے اور کہیں گے اے ہلاکت ہماری۔ ہمیں کس نے خواب گاہ سے
اٹھا دیا۔ ہاں ہاں یہ تو وہ امر قیامت ہے جس کا رحمن نے وعدہ دیا اور رسل کرام نے اس
کے متعلق سچی خبر دی اور حضرت مجاہد سے منقول ہے۔

ان للکفار حجة یجدون لهم طعم النوم فاذا صبح باهل القبور یقولون
ذلك۔ تفسیر ابی السعود۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تحقیق کفار پر فنودگی سی طاری ہوگی جس میں وہ نیند کا مزہ چکھیں گے۔ جب اہل قبور کو آواز دی جائے گی اور انہیں قبروں سے نکال باہر کھڑا کر دیا جائے گا، تو یوں پکاریں گے۔ یادیلنا من بعثنا من مرقدا نا۔

تفسیر جلالین میں اسی آیت کے تحت ہے لا نھم کا نوا بین النفتین فائین لم یحذوا۔ کیونکہ وہ لوگ دو نفخوں کے درمیان سوئے ہوئے تھے اور عذاب نہیں دیتے جارہے تھے اس لئے اپنی قبروں کو مرقہ یعنی خواب گاہ سے تعبیر کریں گے، ورنہ محل عذاب کو خواب گاہ کیسے کہا جاسکتا ہے؟

اور پہلے امام سیوطی کی کلام اور دیگر اکابر کی کلام سے یہ ثابت کر چکے ہیں کہ محل عذاب روح و جسم دونوں ہیں اور اسی طرح محل ثواب بھی۔ لہذا نفخہ اولیٰ تک روح کا تعلق بدل کے ساتھ ضروری ہے تاکہ عذاب و ثواب متصور ہو سکے۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ نفخہ اولیٰ تک اہل قبور میں حیات اور اس کے لوازم و توابع کا تحقق ضروری ہے، اس لئے نفخہ اولیٰ تک ان میں زائرین کی معرفت اور سلام و کلام سننے کی صلاحیت موجود رہے گی۔

یزا نبیاء کرام علیہم السلام پر نفخہ اولیٰ کے بعد بھی موت نہیں، اگرچہ دوسرے لوگوں پر موت کا وارو ہونا تسلیم بھی کر لیا جائے، ابن القیم کہتے ہیں،

اما صعق غیر الانبیاء فموت واما صعق الانبیاء فالأظہر انہ غشیة فاذا نفخ فی الصور نفخة البعث فمن مات حی ومن غشی علیہ افاق ولذا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحدیث المتفق علی صحته فاکون اول من یفقی فنبتا اول من یمخرج من قبرہ قبل جمیع الناس۔ ص ۵

ترجمہ، انبیاء و رسل علیہم السلام کے ماسوا میں لفظ صعق (جو کہ فصعق من فی السموات ومن فی الارض میں وارد ہے) سے موت مراد ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام میں ظاہر ترین قول یہ ہے کہ صعق سے مراد غشی ہے۔ پس جب سور میں حشر و نشر کے لئے پھونکا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جائے گا، تو جو مرچکے ہوں گے، وہ زندہ ہو جائیں گے اور جن پر غشی طاری ہوگی وہ ہوش میں آجائیں گے اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جس کی صحت پر اتفاق ہے، میں وارد ہے انا اول من یضیق میں سب سے پہلے افاقہ محسوس کر دوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے اپنی قبر انور سے نکلنے والے ہوں گے۔

الحاصل نفخہ اولیٰ تک انبیاء و اولیاء اور شہداء و صلحا میں اپنے اپنے شایانِ شان حیوۃ موجود ہے اور علم و ادراک، احساس و شعور اور اہلیت فہم و سماع و قابلیت خطاب و ندا اور ارواح بشریہ ہمیشہ کے لئے باقی و موجود ہیں۔ نفخہ اولیٰ تک ان کا ابدان سے تعلق ایسا ہے جس سے عذاب و ثواب کا احساس ہو سکے اور اس کے بعد یہ تعلق بدل جائے گا خواہ موت کی صورت میں یا نیند و مدہوشی کی صورت میں لیکن انبیاء کرام علیہم السلام میں ہر حال مدہوشی اور از خود رفتگی والی کیفیت ہوگی نہ کہ موت اور عین ممکن ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول دن یجمع اللہ علیک موتین، یعنی اللہ تعالیٰ ہرگز آپ پر دو دفعہ موت طاری نہیں کرے گا، میں اس دوسری موت کی نفی ہو۔ هذا ما عندی واللہ ورسولہ اعلم۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مُنکَرین و ماعین سماع کی چوتھی دلیل

قال الله تعالى انما يستجيب الدين يسمعون والموثق يبعثهم الله شر
اليه يرجعون - سورة النعام . پ

توجہ : صرف وہی لوگ تمہاری دعوت کو قبول کرتے ہیں، جو سنتے ہیں اور مردوں
کو اللہ تعالیٰ اٹھائے گا، پھر اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔

وجہ استدلال : یہاں موتی کو الذین یسمعون کے مقابل ذکر کیا گیا ہے اور تقابل اس
امر کا مقتضی ہے کہ اموات میں سماع نہ پایا جائے، ورنہ مقابلہ میں ذکر کرنا ہی درست نہیں ہے
نیز مفسرین کرام نے بھی یہی تصریح فرمائی، جلالین میں فرمایا والموثق ای الکفار شبہم
بہم فی عدم السماع - موتی اسے مراد کفار ہیں جن کو اموات کے ساتھ عدم سماع میں تشبیہ
دی گئی ہے اور ایسے ہی تفسیر جامع البیان وغیرہ میں ہے لہذا اموات کا عدم سماع واضح
ہو گیا۔

۱۱، جوابِ اول : اس استدلال کا جوابِ اول یہ ہے کہ الذین یسمعون سے
مخلص مومن مراد ہیں اور الموتی اسے ہندی اور ہٹ و ہرم کافر و مشرکین اور آیاتِ کلام
مجید اسی پر شاہد ہیں، جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان فی ذالک للآیات لقوم یسمعون
تحقیق کلامِ مجید میں سننے والی قوم کے لئے آیاتِ ہدایت اور دلائل ارشاد ہیں، لیکن جو
لوگ کفر و شرک پر مصر ہیں، ان کے متعلق فرمایا ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و علی ابصارہم غشاوة

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ولہم عذاب عظیم اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے (لہذا نہ حق کو سمجھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں) نہ کفر ان کے دلوں سے خارج ہوتا ہے، اور ان کی آنکھوں پر پردہ ہے لہذا وہ حق کو دیکھنے سے محروم ہیں،

منافقین کے متعلق فرمایا صم بکم عی فہم لا یرجعون۔ وہ لوگ ہرے، گونگے اور اور اندھے ہیں (تو جب حق کو نہ دیکھتے ہیں اور نہ سنتے ہیں نہ حق کو زبان پر لاسکتے ہیں، تو وہ راہ ہدایت کی طرف بھی نہیں لوٹیں گے۔ اسی طرح فرمایا: ولقد ذرانا لجنہم کشیرا من الجن والانس لہم قلوب لا یفقیہون بہا ولہم اعیین لا یبصرون بہا ولہم آذان لا یسمعون بہا اولشک کالانعام بل هم اضل اولشک هم الخافلون۔

البتہ تحقیق ہم نے جہنم کے لئے بہت سے جنوں اور انسانوں کو پیدا فرمایا، ان کے وہ دل ہیں جو عقل و فہم سے عاری ہیں۔ ان کی آنکھیں ہیں، مگر ان کے ساتھ دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں، مگر ان کے ساتھ سنتے نہیں۔ وہ لوگ چار پایوں کی طرح ہیں، بلکہ ان سے بھی زیادہ گمراہ اور غافل وہی لوگ ہیں۔

ارشاد فرمایا ان شرالدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون ولو علم اللہ فیہم خیرا لاسمعہم ولو اسمعہم لتولوا و ہم معرضون۔ سب جانوروں سے بڑے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو ہرے گونگے ہیں اور عقل و فہم نہیں رکھتے، اگر اللہ تعالیٰ ان میں خیر و بھلائی معلوم کرتا، تو ان کو سننے کے قابل کر دیتا اور اگر انہیں سننے کے قابل بناتا، تو وہ حق سے پیٹھ پھیرنے والے ہوتے، کیونکہ ان کی عادت ہی حق سے روگردانی ہے۔

ان سب آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کے نزدیک منافقین اور کفار و مشرکین جو ضد و عناد کے مرض میں مبتلا ہیں اور ایمان و اسلام کی صلاحیت کو ضائع کر چکے ہیں، وہ عقل و فہم سے عاری ہیں اور دیکھنے سننے کی قوت سے محروم ہیں اور جو لوگ حق کو قبول کرتے ہیں اور ایمان

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

و اسلام کو پسند کرتے ہیں۔ صرف وہی لوگ صاحبِ عقل و دانش اور مالکِ فہم و فراست ہیں۔ حقیقت کو پانے والی صرف انہیں کی آنکھیں ہیں اور حق آگاہ صرف انہیں کے کان ہیں۔ لہذا یہاں تقابلِ زندہ اور مُردہ افراد کے درمیان نہیں، بلکہ حق کے سننے والوں کے درمیان اور معاند و مخالف کفار و مشرکین کے درمیان ہے اور مفترینِ کرام نے الموتی سے کفار و بوجہ کی تصریح کی ہے۔ لہذا یہاں سماع کی نفی زندہ کفار و مشرکین سے ہے نہ کہ حقیقی مُردوں اور اہلِ قبور سے۔

۲، جوابِ ثانی: اگر اس آیت کو اپنے ظاہری معنی پر رکھیں تو لازم آئے گا کہ جو لوگ آیاتِ الہیہ کو سننے اور قبول کرنے والے ہیں، وہ فوت ہی نہ ہوں، کیونکہ دو مقابلوں میں سے کوئی بھی دوسرے کے اندر داخل اور مندرج نہیں ہو سکتا اور یہ لغو و باطل ہے؛ نیز الذین یسمعون سے مراد مومنین ہیں اور موتی اس کے مقابل ہے تو لازم آئے گا کہ کوئی میت مسلمان نہ ہو اور حق کو قبول کرنے والا نہ ہو، یہ بھی لغو و باطل ہے۔ لہذا قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ الموتی سے مراد زندہ کافر ہیں اور موت کا اطلاق کفر پر اور حیات کا اطلاق ایمان پر نصِ قرآنی سے ثابت ہے اومن کان میتا فاحییا و جعلنا لہ نورا یمشی بہ فی الناس۔

نیز اس آیتِ کریمہ کا ماقبل اور مابعد بھی الموتی سے زندہ کافر مراد ہونے پر صریحاً دلالت کرتا ہے۔ ماقبل میں فرمایا: وان کبر علیک اعراضہم فان استطعت ان یتبغی نفقا فی الارض او سلما فی السماء فأتاہم بآیۃ ولو شاء اللہ لجمعہم علی الہدی فلا تکونن من الجاہلین۔

اور اگر آپ پر ان لوگوں کا حق سے منہ موڑنا گراں ہو گیا ہے اور ہر ممکن طریقہ پر آپ انہیں راہِ راست پر لانا چاہتے ہیں تو اگر تم میں بغیرِ اذنِ الہی یہ طاقت ہے کہ زمین میں کوئی راستہ تلاش کرو یا آسمان میں کوئی سیڑھی تب ان کے لئے آیت لے آؤ جو انہیں ایمان پر آمادہ کر دے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تو ایسا کرو اور اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت پر جمع فرماتا تو آپ ہرگز بے خبر لوگوں میں سے نہ ہوتا۔
روز روشن سے بھی ظاہر ہے کہ اعراض و انکار اور بے نیازی و بے پرواہی حق و صداقت
اور ایمان و اسلام سے زندہ لوگوں میں تو متصور ہو سکتی ہے۔ فوت ہونے والے تو ہر وقت
اس آرزو میں ہوتے ہیں۔ اے کاش ہمیں دنیا کی طرف لوٹایا جائے اور ایمان و اسلام امد
اعمال صالحہ کی اجازت دی جائے لہذا ثابت ہوا کہ اس آیت کا ماقبل کافر و مشرک ملو
ہونے پر شاہد صادق ہے۔

بالمعدین فرمایا وقالوا لولا نزل علیہ آیۃ من ربہ قل ان اللہ قادر
علیٰ ان ینزل آیۃ ولکن اکثر ہم لا یعلمون اور انہوں نے کہا کہ کیوں نہیں
اس نبی پر ان کے رب کی طرف سے آیت نازل کی گئی۔ آپ فرمادے جتے سبے شک اللہ تعالیٰ
اس پر قادر ہے کہ آیت نازل کرے، لیکن ان میں سے اکثر بے علم ہیں۔

اور یہ بھی واضح ہوا کہ آیات اور معجزات کا مطالبہ مومنین مخلصین بھی نہیں کرتے اور نہ
مردے کرتے ہیں۔ مومنین تو نبی کریم کی ہر بات پر آمنا و صدقنا کہتے ہیں اور مردے ہر وقت
کہتے ہیں یا لیتنا اطمعنا اللہ واطعنا الرسول داسے کاش ہم نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہوتی۔

ان قرآن سے ظاہر ہو گیا کہ الموتی سے مراد زندہ کفار ہیں نہ کہ حقیقی اموات لہذا حقیقی
اموات کے انکار سماع و فہم پر استدلال باطل ہو گیا۔

فائدہ : اگر مانعین و منکرین کو منہ ہی سے کہ یہاں حقیقی اموات مراد ہیں تو چشمہ
روشن دل و ماشاد، لیکن یہاں سے تو ان کا بولنا ثابت ہو جائے گا جس پر قالوا لولا نزل
علیہ آیۃ شاہد ہے۔ نیز ان کا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت اور دعویٰ رسالت و نبوت
کو جاننا ثابت ہو جائے گا، کیونکہ دلائل حقانیت و صداقت کا مطالبہ مدعی کی معرفت اول اس
کے دعویٰ کو معلوم کیے بغیر کیسے ہو سکتا ہے اور جب قبر میں ہونے کے باوجود باہر ہونے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

والے واقعات کا علم بھی ثابت ہو گیا اور انکار و اعراض اور دلائل کا مطالبہ بھی، تو یہ آیت کریمہ ہماری دلیل بن جائے گی اور مستدلین کے سراسر مخالف ہو جائے گی اور منکرین اپنے دام میں خود پھنس کر رہ جائیں گے۔

تنبیہ: اگر منکرین کفار و مشرکین کی اموات و اہل قبور کے ساتھ تشبیہ کو اپنی دلیل بنائیں اور عدم سماع کو وجہ تشبیہ قرار دیں، تو یہ باطل ہے۔ تفسیر جلالین شریف میں ہے: انما يستجيب (دعاءك الى الايمان) الذين يسمعون (سماع تفهم واعتبار) والموتى (اي الكفار شبههم بهم في عدم السماع)۔

ترجمہ: آپ کی دعوتِ ایمان کو صرف وہ لوگ قبول کرتے ہیں جو اسے غور سے سمجھتے ہیں جیسا کہ تدبیر اور حصول عبرت کے لئے سننا مقصود ہوتا ہے۔

والموتى يبعثهم الله یعنی کفار جن کو اموات کے ساتھ عدم سماع میں تشبیہ دی گئی ہے۔ اس عبارت سے ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ کفار کو موتی کے ساتھ اس سماع کے انتظار عدم میں تشبیہ دی گئی ہے جس کا پہلے ذکر ہے یعنی تفہم و اعتبار اور نکرہ کو معرفہ کر کے ٹوٹانا اس پر واضح دلیل ہے اور یہی معنی و مفہوم اس عبارت کا جمل علی الجلالین میں بیان کیا گیا ہے: ای الکفار شبههم بهم في عدم السماع النافع۔ جمل جلد ثانی ص ۱۱۱ ابداً خود جلالین کی عبارت سے واضح ہے کہ تشبیہ عدم سماع نافع میں ہے نہ کہ مطلقاً عدم سماع میں لیکن چشم کور کو اگر دوپہر کے اجالے میں بھی کچھ نظر نہ آئے، تو ہم کیا کریں۔

تفسیر مدارک میں ہے۔ ای انما يستجيب دعاءك الذين يسمعون دعاءك بقلوبهم والموتى ای الکفار يبعثهم الله ثم اليه يرجعون فيمنئذ يسمعون واما قبل ذلك فلا يسمعون۔ مدارک جلد ثانی ص ۱۱۱۔

ترجمہ: یعنی آپ کی دعوت کو صرف وہ لوگ قبول کرتے ہیں جو اسے دل کے کانوں سے سمجھتے ہیں اور موتی یعنی کفار اللہ تعالیٰ انہیں قیامت کے دن اٹھائے گا، پھر اس کی طرف

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لوٹائے جائیں گے، تب کہیں گے، لیکن اس سے پہلے نہیں سنتے۔

یہاں سے بھی وجہ شبہ سمجھنے کے لئے افلاطونی دماغ کی ضرورت نہیں، ہر ذی عقل جانتا ہے کہ کفار سے نفی سماع فہم و قبول کی ہے؛ لہذا اموات میں بھی اسی کی نفی ہے۔ نیز اس آیت کریمہ میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کفار کی ہدایت و ارشاد اور وعظ و تبلیغ سے روکنا مقصود ہے اور انہیں کلیۃً ان سے ناامید کرنا مطلوب ہے یعنی یہ قیامت سے پہلے ایمان نہیں لائیں گے؛ لہذا ان کی ہدایت کے لئے آپ کیوں اتنی تکلیف فرماتے ہیں۔ سواد علیہم اُانذرتہم ام لم تنذرہم لا یؤمنون - فما علیک ان لا یؤمنوا! لہذا اگر کسی تفسیر میں بالعرض مطلق عدم سماع ذکر کیا گیا ہے تو مراد سماع نافع کا عدم ہی ہے جیسا کہ ہم نے پہلی اور دوسری دلیل کے جواب میں اقوال مفسرین سے اس معنی کو واضح کیا ہے اور سماع نافع سے مراد ہدایت حاصل کرنا اور راہِ راست کو اختیار کرنا ہے؛ لہذا یہاں بھی دراصل ان سے ہدایت کی نفی مطلوب ہے اور چونکہ ہدایت کا ذریعہ آیاتِ کلام مجید کا سنانا ہے اور انہیں غور و التفات اور قلبی توجہ کے ساتھ سنانا، اس لئے ذریعہ و سبب کی نفی سے ان کے ایمان و ہدایت کی نفی فرمادی اور ایمان و ہدایت نہ ہونے کی وجہ سے ان کو مردہ فرمایا۔ بہر حال آیت کریمہ سے استدلال درست نہیں، نیز وجہ تشبیہ عدم انتفاع ہے نہ کہ عدم سماع اس کی پوری شرح و بسط کے ساتھ تحقیق انک لا تسمع السموات اور ما انت بسمع من فی القبور کی بحث میں گزر چکی ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

منکرین سماع کی پانچویں دلیل

قال الله تعالى والذين تدعون من دونه ما يملكون من قطيعة ان تدعواهم
لا يسمعون دعاءكم ولوسعوا ما استجابوا لكم ويوم القيامة يكفرون بشرككم ولا
ينبتك مثل خبيرو۔ سورة فاطر۔ ۲۲۔

ترجمہ : اور جنہیں تم اللہ کے علاوہ پوجتے ہو، وہ کھجور کی گٹھلی پر موجود باریک پردے
کے مالک نہیں، تم انہیں پکارو، تو وہ تمہاری پکار نہیں سنیں گے اور اگر بالفرض سن لیں تو تمہاری
عاجت روائی نہیں کر سکیں گے اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے منکر ہو جائیں گے اور
تمہیں اللہ خیر کی طرح کوئی بتانے والا نہیں بتائے گا۔

وجہ استدلال : والذین تدعون من دونه میں انبیاء و اولیاء داخل ہیں
کیونکہ لوگ انہیں پکارتے اور ان کی عبادت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے ان سے سنے اور
عاجت روائی کمرنگی نفعی کر دی ہے؛ لہذا جب انبیاء و اولیاء نہیں سن سکتے، تو جو ان سے مرتبہ
میں کم ہیں وہ بطریق اولیٰ نہیں سن سکیں گے؛ لہذا اہل قبور کے سلام و کلام سنے کا عقیدہ
باطل ہو گیا۔

الجواب : والذین تدعون من دونه سے مراد انبیاء کرام اور اولیاء
عظام نہیں، بلکہ اصنام اور صورتیں ہیں جن کو مشرک لوگ بزعم خویش انبیاء و اولیاء
اور ملائکہ کی صورتوں کے مطابق بناتے اور ان کی پوجا کرتے تھے۔ یہی معنی مفسرین کرام کی
کلام سے ثابت ہے؛

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

(۱) امام نسفی حنفی مدارک میں فرماتے ہیں: یعنی الاصنام التي تعبدونها لا يسمعون
دعاءكم لانهم جماد - مدارک جلد ۲ - ص ۳۳۴

(۲) تفسیر خازن میں ہے والذین تدعون من دونہ یعنی الاصنام ان تدعوم
یعنی الاصنام لا یسمعون دعاءکم لانہم جماد - خازن جلد ۵ ص ۳
دونوں عبارتوں کا مطلب واضح ہے کہ الذین تدعون سے مراد اصنام ہیں اور
وہ جماد ہونے کی وجہ سے نہیں سن سکتے۔

(۳) امام رازی نے فرمایا البطل لما كانوا يقولون ان في عبادة الاصنام عنة
من حيث القرب والنظر اليها وعرض الحاج عليها والله لا يرى ولا يصل
اليه احد فقال هؤلاء لا يسمعون دعاءكم والله يصعد اليه الكلم الطيب
فيسمع ويقبل - کبیر جلد ۷ ص ۳۶

ترجمہ: اس آیت کریمہ میں مشرکین کے اس قول کا رد و ابطال ہے کہ بتوں کی عبادت
میں عزت ہے باعتبار ان کے قرب اور ان کی ریارت اور ان کی خدمت میں حاجات پیش
کرنے کے بخلاف ذات باری تعالیٰ کے وہ نہ دیکھا جاتا ہے اور نہ اس تک کوئی پہنچتا
ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تمہارے بت تمہاری پکار کو نہیں سنتے، لیکن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ
میں پاکیزہ کلمات شرف قبولیت پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں سناتا ہے اور قبول فرماتا ہے۔
(۴) تفسیر ابن کثیر میں ہے والذین تدعون من دونہ الى من الاصنام وہ

الانداد التي هي على صور من تزعمون من الملائكة المقربين ان تدعوم
لا يسمعون دعاءكم یعنی الآلهة التي تدعونها من دون الله لا تسمع دعاءكم
لانها جماد لا ارواح فيها ولو سمعوا ما استجابوا لكم ان لا يقتدون على شيء
مما تطلبون منها ويوم القيامة يكفرون بشرككم اي يتبرءون منكم كما قال
الله تعالى ومن اضل ممن يدعون من دون الله من لا يستجيب له الى يوم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

القیامة وهم من دعاءهم غافلون۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ ص ۵۵
ترجمہ: والذین تدعون یعنی بت اور اللہ تعالیٰ کے شرکار جو مشرکین نے بنا رکھے
ہیں، ان شخصیتوں کے صور و اشکال پر جن کے دلقرب کا زعم رکھتے ہیں، ملائکہ مقربین
میں سے۔ ان تدعوہم لا یسمعو دعاء کم وہ معبودات جن کو پوجتے ہو۔ اللہ تعالیٰ کے
سوا وہ تمہاری آواز نہیں سنتے، کیونکہ وہ جمادات ہیں، ان میں رُوح نہیں ہیں ولو سمعوا
ما استجابوا لکم ان میں یہ قدرت نہیں کہ تم ان سے جو طلب کرو، وہ تمہیں عطا کریں دیدوم
القیامة یکفرون بشرکم اور قیامت کے دن تم سے پرأت اور بیزاری کا اظہار کریں
گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ومن اصل الآیة یعنی وہ شخص سب سے زیادہ گمراہ ہے جو
اللہ تعالیٰ کے ماسوا معبودات یعنی اصنام و تماثیل کو پوجتا ہے جو کہ اس کو قیامت تک
جواب نہیں دیں گے اور ان کی پکار سے غافل و بے خبر ہیں۔

مفسرین کرام کی ان تصریحات سے ظاہر و واضح ہے کہ والذین تدعون من
دو نہ سے مراد اصنام اور بت ہیں اور وہ صورتیں جو انہوں نے انبیاء و اولیاء کے ناموں پر
یا ملائکہ مقربین کی فرضی شکلوں پر تراشیں اور ان کی عبادت شروع کر دی۔ نیز مفسرین کرام نے
عدم سماع کی جو علت بیان کی ہے، وہ بھی اس امر کی قطعی دلیل ہے کہ یہ حکم اصنام و تماثیل
کا ہے، کیونکہ جماد کا اطلاق میت پر صرف بعض معتزلہ نے کیا ہے جو عذاب قبر کے منکر ہیں
یا بعض روافض و خوارج نے اور کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں اور پتھر کی مورت کو اگر ولی
یا جہی کا نام دیا جائے تو اس سے اس کی پتھر کی حقیقت میں انقلاب نہیں آ جاتا جیسا کہ
سامری نے بچھڑا بنا کر اسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا خدا قرار دیا، لیکن وہ
خدائی صفات سے متصف نہیں ہو سکا، بلکہ اسے جلا کر راکھ بنا دیا۔ لہذا یہ دھوکا دینا کہ مشرکین
لات و عزریٰ اور ود۔ سواع یغوث یعوق اور نسر وغیرہ کی عبادت کرتے تھے اور وہ ولی
تھے اور اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے تھے۔ علیٰ بذالقیاس انبیاء اور ملائکہ کی بھی عبادت کرتے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تھے کسی مسلمان اور منصف آدمی کو زیب نہیں دیتا، کیونکہ تصویر کسی بھی مخلوق کی ہو، حقیقی ہو
فرضی ہو اس تصویر کا حکم الگ ہے اور صاحب تصویر کا الگ ہے۔ تصویر زندہ آدمی کی ہو تو
بھی سمیع و بصیر نہیں بن سکتی۔ اگر فرشتہ کی ہو تو بھی اس میں ملکی صفات پیدا نہیں ہو سکتیں
اور اگر اللہ تبارک تعالیٰ ہی قیوم کی ہو تو بھی تصویر اور مورتی میں صفات الوہیت ثابت نہیں
ہو سکتیں۔ بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے۔ عن ابن عباس
صارت الاوثان التي كانت في قوم نوح في العرب بعد اتمام ذكركم فقامت كلب ببدنة
الجندل واما سواع فكانت لهذيل واما يعوث فكانت لمراد ثم لبني غطفان
بالحوف عند سبا واما يعوق فكانت لهمدان واما نسر فكانت لحملول آل ذي
الكلاء واما صالحين من قوم نوح عليه السلام فلما هلكوا وحى الشيطان
الى قولهم ان النصبوا الى مجالسهم التي كانوا يجلسون انصاباً وسموها باسماءهم
ففعلوا فلم تعبد حتى اذا هلك اولئک عبادت۔ بخاری شریف جلد دوم ص ۲۷
ترجمہ: وہ بُت جو کہ قوم نوح علیہ السلام میں تھے، وہ ان کے بعد عموں کی طرف
منتقل ہو گئے۔ و دنامی بت بنی کلب کے لئے دومتر الجندل میں تھا اور سواع ہذیل کے لئے
اور یعوث قبیلہ مراد کے پاس پھر بنی غطفان کے قبضہ میں سبا کے قریب مقام حوف میں اور
یعوق ہمدان کے پاس تھا اور نسر قبیلہ حمیر آل ذی الکلاء کے لئے۔ یہ سب نام نوح علیہ
السلام کی قوم میں سے نیک آدمیوں کے ہیں، جب ان کا انتقال ہو گیا تو شیطان نے ان کی
قوم کے دلوں میں وسوسہ پیدا کیا کہ جہاں یہ لوگ بیٹھا کرتے تھے، وہاں بُت نصب کرو اور ان
بتوں کو ان بزرگ ہستیوں کا نام دے دو، چنانچہ قوم نے اسی طرح کیا، لیکن ان کی عبادت نہ کی
حتیٰ کہ جب وہ لوگ فوت ہو گئے، تو بعد میں آنے والی نسلوں نے ان کی عبادت شروع کر دی اور
اور اس طرح وہ بُت معبود بنائے گئے۔

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز نے بت پرستی کے آغاز اور دوسواع یعوث یعووق اور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نسر کے معبود بنائے جانے کی حقیقت یوں بیان فرمائی ہے:

بعد از وفات حضرت ادریس علیہ السلام بت پرستی در اولاد حضرت آدم رواج یافتہ بود و سببش آن شد کہ پسران حضرت ادریس بہ اولیا و صلحا بودند و مردم را بعبادت مشغول می ساختند و ہر یک برائے خود مسجدے درست کردہ مردم را در آن مسجد بکرو طاعت دعوت میفرمود و مردم بشوق و نشاط بحضور ایشان لذت عبادت می یافتند چوں پسران حضرت ادریس ازیں عالم گزشتہ مردم را حسرت و افسوس عظیم لاحق شد و باہم شکایت آغاز نہادند کہ ما را حالا در عبادت و ذکر آن لذت حاصل نمی شود کہ بحضور ایشان می شد ابلیس اپن وقت را غنیت دانستہ بشکل پیرے عمامہ بر سر و عصائے در دست و رجب جمع مردم حاضر شد و گفت کہ طریقی یافتن آن لذت حالا آن است کہ تصویرات این بزرگاں را از سنگ تراشیدہ و لباس آن بزرگاں در بر آن تصویرات کردہ در محراب مسجد مقابل روئے خود استادہ کنید و ایشان را بحال خود ناظر انگارید کہ ان اولیاء اللہ لا یموتون و ہماں لذت کہ در حضور ایشان از عبادت و ذکر میداشتید بزراید مردم این تدبیر را پسندیدند مطابق آن بعمل آوردند و چنین قرار دادند کہ بعد از عبادت و نماز ہر کہ از مسجد بیرون آید دست بوس و قدم بوس آن تصویرات بجا آوردہ بر آید تا عاضری او در جماعت نزد ارواح بزرگاں ثابت گردد و نزد خدا کے تعالی گواہی دہند و شفاعت کنند کہ این کس ہمراہ ما در عبادت تو شریک بود۔ رفتہ رفتہ چنین رواج یافت کہ محض قدم بوس و دست بوس آن تصویرات کردہ بیرون مسجد می رفتند و عبادت و ذکر مطلق موقوف شد تا این کہ بجائے قدم بوس خاک بوس و سجدہ رائج گشت پدر نوح علیہ السلام ہمیشہ مردم را ازیں فعل شنیع ممانعت میکرد و لیکن مردم باز نمی آمدند تا آنکہ حق تعالی حضرت نوح علیہ السلام را برسالت فرستاد۔ الخ

تفسیر عزیزی پارہ ۲۹ - ص ۱۴۱

خلاصہ و ترجمہ: حضرت ادریس علیہ السلام کی وفات کے بعد اولادِ آدم میں بت پرستی شروع ہو گئی اور اس کا سبب یہ بنا کہ حضرت ادریس علیہ السلام کے تمام لڑکے اولیا و صلحا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تھے اور لوگوں کو عبادتِ خدا تعالیٰ میں مصروف و مشغول رکھتے تھے اور ہر ایک نے اپنے لئے مسجد تعمیر کی ہوئی تھی جس میں لوگوں کو ذکر و طاعت کی دعوت دیتے اور لوگ ان کی موجودگی میں شوق و سرمستی کے ساتھ عبادت میں مصروف رہتے اور لذت پاتے۔ جب حضرت ادریس علیہ السلام کے یہ صاحبزادے انتقال کر گئے، تو لوگوں کو بہت حسرت و افسوس لاحق ہوا اور ایک دوسرے سے عبادت میں لذت و سرور حاصل نہ ہونے کی شکایت شروع کی۔ شیطان لعین نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور ایک بزرگ کی شکل میں سرپردستار باندھے ہاتھ میں عصا لئے آمو جو ہوا اور عبادت میں لذت پیدا کرنے کی تجویز بیان کرتے ہوئے کہا کہ ان بزرگوں کی صورتیں بہت سے تراش لی جائیں اور ان کو ہی ان بزرگوں کا لباس پہنا دیا جائے اور ان کو محراب مسجد میں اپنے مقابل نصب کر لو اور انہیں اپنا حوال پر لگراؤ و مطلع کجھو کیونکہ اولیاء اللہ فوت نہیں ہوتے اور وہی لذت جو ان کی ظاہری زندگی میں حاصل کیا کرتے تھے، وہی لذت و سرور اب ان کی تصویروں سے حاصل کرو، لوگوں کو اس غیث کی یہ تدبیر پر تبلیغ پسند آگئی اور اسی کے مطابق عمل کیا۔

ابتداء میں تو یوں قرار دیا کہ نماز و عبادت سے فارغ ہو کر جو شخص باہر نکلنے لگے وہ ان تصویروں کی دست بوسی اور قدم بوسی کر کے باہر نکلے تاکہ حماقت میں اس کی حاضری ارواحِ بزرگاں کے پاس اور ان کے سامنے ثابت ہو جائے اور یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں گواہی دیں اور شفاعت کریں کہ اس شخص نے ہمارے ساتھ تیری عبادت میں شرکت کی۔

لیکن رفتہ رفتہ یہ رواج ہو گیا کہ صرف ان بتوں کی قدم بوسی کر کے بغیر عبادتِ الہی اور ذکر خداوندی ادا کرنے کے مسجد سے باہر آجاتے اور ذکر و عبادت کو بالکل ہی چھوڑ دیا، حتیٰ کہ بجائے قدم بوسی کے خاک بوسی اور سجدے رائج ہو گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام کے والد ماجد قوم کو اس فعلِ بد سے منع کرتے تھے، لیکن لوگ اس حرکت سے باز نہیں آتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو رسالت و نبوت دے کر مبعوث فرمایا، مگر سائے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نوسو سال تک تبلیغ کرنے کے باوجود ان پر کچھ اثر نہ ہوا سوائے معدودے چند افراد کے
حتیٰ کہ طوفان سے ان کا نام و نشان مٹا دیا گیا۔

دوسرے مقام پر ان معبودات کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا،
قوم حضرت نوح علیہ السلام را اصل مرض آل بود کہ در طلب تقرب الی اللہ و استعانت
در حوائج خود بتوجه الی المظاہر الکاملۃ من ارواح الاولیاء گرفتار بودند و تقرب بسوئے مرتبہ
تنزیہیہ و استعانت بآل مرتبہ اصلاً در ذہن ایشان گنجائش نمی کرد و رفتہ رفتہ ارواح
آل اولیاء بسبب کمال انہماک ایشان در حب دنیا و تعمیر آل و بسبب قصور ایشان از
ادراک مرتبہ روحیہ نیز از نظر ایشان غائب شدہ و ارواح شیطانہ خبیثہ بجائے آل و
ایشان را بخود مائل ساختہ می فریقتند تا آنکہ نام نام اولیاء بود و حقیقت حقیقت شیطان الخ
ص ۱۱۵ و ۱۱۶ التفسیر عزیزی پارہ ۲۹

ترجمہ: حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کو دراصل یہ مرض لاحق تھا کہ قرب خداوندی
کی طلب میں اور اپنے حاجات میں باری تعالیٰ کی استعانت حاصل کرنے میں اللہ تعالیٰ
کے مظاہر یعنی ارواح اولیاء کی طرف توجہ و رغبت میں مبتلا و گرفتار تھے۔ محض ذات پاک
خدا سے بزرگ و برتر کا قرب یا اس کی استعانت کا تصور تک بھی ان کے لئے قابل قبول نہیں
تھا۔ رفتہ رفتہ حب دنیا اور اس کی تعمیر و ترقی میں ہمہ تن مشغول و مصروف ہونے اور مرتبہ
روح کے فہم و ادراک سے قاصر ہونے کی وجہ سے اولیاء کرام کے ارواح طیبہ ان کی نظروں سے
غائب ہو گئے اور ان کی جگہ ارواح شیطانہ خبیثہ نے ان لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے فریب
میں مبتلا کر دیا حتیٰ کہ ان لوگوں نے بزرگوں کے نام پر بت بنا کر ان کی عبادت شروع کر دی
اور عبادت خالق کو ترک کر دیا، نام ان اصنام و تماثل کا اگرچہ اولیاء کرام والا تھا، مگر
حقیقت حقیقت شیطان تھی۔

ان مفسرین کرام کی تقریحات اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور شاہ

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کی کلام سے واضح ہو گیا کہ مشرکین نے مقدس بزرگوں کے نام پر
اصنام و انصاب بنائے اور پتھروں سے صورت و تماثل تراش خراش کے اولیاء کا نام دے دیا
اور ان پتھروں میں عدائی صفات و تصرفات کا اعتقاد رکھ کر کلیۃ اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس
کی عبادت و طاعت سے بے نیاز ہو گئے اور وہ یہ سمجھ ہی نہیں سکتے تھے کہ غائب خدا کی عبادت
کیسے کریں اور اس سے حل مشکلات اور قضا حاجات کا مطالبہ کیسے کریں۔ ان کے اس اعتقاد
فاسد کا اس آیت کریمہ میں رد کیا گیا ہے اور ان اصنام کی بے بسی و بے چارگی بیان کی گئی ہے
لہذا والذین تدعون من دونہ ما یملکون من قبطیر (الایۃ) میں انبیاء
کرام، رسل عظام علیہم السلام اور اولیاء و شہداء کو داخل کرنا قطعاً غلط ہے اور ان سے
سماع خطاب اور فہم نداء معرفت سلام و کلام اور علم و ادراک زائرین و عاثرین کی نفی
کرنا یقیناً باطل ہے؛ لہذا عوام مومنین و مسلمین سے نفی کرنا بطور قیاس فاسد و باطل ہو گیا
کیونکہ منکرین کا یہ قیاس بنار الفاسد علی الفاسد ہے۔

منکرین سے ایک سوال :

ہم منکرین و مخالفین سے یہ پوچھتے ہیں کہ ان اصنام و انصاب اور صورت و تماثل کو
سلام دینا اور ان کی زیارت کرنا کسی شریعت میں جائز ہے ؟ ہرگز نہیں اور نہ کوئی ایسے ثابت
کر سکتا ہے نہ کوئی مسلمان اور صحیح آسمانی مذاہب کا متبع اس کا قائل ہو سکتا ہے، بلکہ ہر
ایک کے نزدیک ان اصنام و تماثل کے ساتھ یہ سلوک کفر ہے، بلکہ ان صورتوں کو توڑنا اور
ان کا نام و نشان مٹانا فرض و لازم ہے خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان
ان اصنام کو ریزہ ریزہ کر دیا اور حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کی دیوارِ کعبہ
پر بنی ہوئی تصویروں کو مٹا دیا، لیکن اہل قبور کو سلام دینا مسنون، ان کی زیارت کرنا مسنون
ان کی قبروں پر پاؤں رکھنا، انہیں بطور تکیہ استعمال کرنا سخت ممنوع اور ان کی عزت و

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حرم کے خلاف کوئی بھی کام کرنا حرام و قبیح ہے۔

لہذا اہل قبور علی الخصوص اولیاء و انبیاء اور شہداء و رسل کو اصنام پر قیاس کرنا اور انہیں اصنام کی طرح بے علم اور بے بس سمجھنا بالکل غلط ہے۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا:

و بالجملۃ کتاب و سنت مملو و مشحون اندکہ دلالت میکند بر وجود علم مرمونی و انبیاء اہل آن پس منکر نشود آل را مگر جاہل باخبار و منکر دین۔ اشعۃ اللمعات جلد ثالث ص ۱۱۱

خلاصہ کلام یہ ہے کہ کتاب و سنت ایسے دلائل و شواہد سے بھرپور و معمور ہیں جو کہ اموات اور اہل قبور میں دنیا اور اہل دنیا کے علم و ادراک محقق ہونے پر دلالت کرتے ہیں جن کا منکر سوائے اخبار و احادیث سے جاہل کے یا منکر دین کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ جب عوام مومنین و مسلمین کے سماع و فہم اور علم و ادراک کا انکار منکر کی جہالت کی دلیل ہے بلکہ انکار دین کی دلیل تو اولیاء و شہداء اور رسل و انبیاء میں بطریق اولیٰ بلکہ وہابیہ کے مقتدار و پیشوا مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے تصریح کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں۔ عبارت ملاحظہ ہو:

مگر انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کوئی اختلاف نہیں، اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز (یعنی جواز استعانت) یہ ہے کہ فقہانے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عزم کرنا لکھا ہے۔ پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۱۲۔

نیز اولیاء کرام کے متعلق کہا: اولیاء کرام بھی بحکم شہداء ہیں اور مشمول آیت بل احياء عند ربہم کے ہیں اور سوال قبر کا نہ ہونا شہداء سے بندہ کو معلوم نہیں، مگر ہاں حدیث میں آیا ہے کہ شہید کو عذاب قبر سے امان دی جاتی ہے اور یہ نفیست اولیاء عظام کے واسطے بھی ہے۔ ص ۸۷

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حیاتِ روح کے متعلق کہا: رُوح کو حیات ہوتی ہے، قبر میں سب کی روح زندہ ہے
ولی ہو یا عامی اور سماع میں اختلاف ہے، بعض مقرر ہیں اور بعض منکر۔ ص ۸۲

مسئلہ سماع کے متعلق تحریر کیا ہے: یہ مسئلہ عہدِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مختلف
فیہا ہے، اس کا کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ تلقین کرنا بعدِ - دفن کے اسی پر مبنی ہے جس پر
عمل کرتے درست ہے۔ ص ۸۳

۱۱، مولانا گنگوہی کی عبارات سے واضح ہو گیا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کو اس آیت میں
داخل کرنا اور ان سے سماع کی نفی کرنا اجماع اور اتفاق امت کے خلاف ہے۔

۱۲، قبر میں ہر آدمی کی روح موجود ہے اور زندہ ہے۔ نیز یہ کہ اس میں عام آدمی اور ولی
میں کوئی فرق نہیں ہے۔

۱۳، اولیاء کرام کیلئے شہداء کرام کی طرح عند اللہ حیات ثابت ہے؛ لہذا ان کو اصنام
کی طرح حماد اور بے جان تسلیم کرنا غلط ہے۔ نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام میں مسئلہ سماع
کے اندر اختلاف ہے، حالانکہ اصنام کے سماع اور علم و ادراک کا ان میں سے کوئی بھی قائل
نہیں؛ لہذا اب بھی قیاس اموات و اہل قبور کا اصنام پر لغو و باطل ہو گیا۔

نیز قبل ازیں شیخ ابن حجر کی تصریح کہ جمہور اہل اسلام سماع کے قائل ہیں گزر چکی ہے
اور صرف حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے انکار سماع منقول ہے جس کی الشواہد
تحقیق بعد میں ذکر کی جائے گی اور یہ ثابت کیا جائے گا کہ ان کا مذہب جمہور کے موافق
ہے؛ لہذا سب امت کا اتفاق ہے کہ اموات اور اہل قبور سنتے ہیں، تو آیت کریمہ کا ایسا
معنی مراد لینا جو مسلک جمہور بلکہ متفق علیہ مذہب کے خلاف ہو کسی طرح بھی جائز نہیں ہے
اور اصنام و احماد اور ذی روح انسانوں کو ایک جیسا اعتقاد کرنا قطعاً باطل ہے۔

اعتذار منکرین

منکرین نے انبیاء کرام اور اولیاء کرام کو دائرین تدعون من دونہ میں شامل

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کرنے کا عندیہ بیان کیا ہے کہ لوگ اہل قبور سے استعانت و استمداد کرتے ہیں اور حل مشکلات اور قضا حاجات کا مطالبہ کرتے ہیں اور وہی اعتقاد رکھتے ہیں جو کہ بت پرست اپنے بتوں کے متعلق اعتقاد رکھتے تھے لہذا اولیاء و انبیاء و الذین تدعون من دونہ میں داخل ہیں اور مفسرین نے جو تفسیر کی ہے، یعنی اصنام و اجمد مراد لیے ہیں، تو انہوں نے اپنے اپنے اہل زبان کی عادت کے تحت یہ تفسیر کر دی ہے نہ یہ کہ الذین تدعون من دونہ اور اس کی نظائر میں صرف اصنام و اجمار اور صور و تماثل کا ارادہ کیا گیا ہے۔

جواب غدر:

جواب اول یہاں مقصود منکرین کا یہ ہے کہ اس آیت سے اہل قبور علی الخصوص شہداء و اولیاء اور رسل و انبیاء علیہم السلام کے سماع کی نفی کریں اور انہیں زائرین سے بے خبر اور لاعلم ثابت کریں لہذا بالفرض الذین تدعون من دونہ میں نہیں داخل و شامل تسلیم کر لیا جائے، تو ان سے سماع اور علم و ادراک کی نفی لازم نہیں آسکتی۔ مثلاً کوئی شخص زندہ ولی یا نبی یا فرشتہ ہو یا جن کو اپنا کارساز ماحبت روا سمجھ لے اور مستحق عبادت سمجھے جس طرح فرعونوں اور نمرودیوں نے سمجھا، تو اس سے ان کی زندگی کا انکار، ان کے صاحب سمع و بصر ہونے کی نفی اور ان کے عقل و فہم کا ابطال کیسے لازم آجاتا ہے؟ بلکہ جو بے جان غیر ذی روح جمادات ہیں، صرف ان معبودات سے حیات اور علم و ادراک اور سماع و فہم کی نفی ہو سکتی ہے نہ کہ مطلقاً ہر معبود سے۔ مجوس دو خدا تسلیم کرتے ہیں ایک یزدان جو خالق خیر ہے دوسرا اہرمین جو خالق شر ہے، پہلا بھی واجب الوجود اور دوسرا بھی واجب الوجود پہلا بھی مستحق عبادت اور دوسرا بھی لیکن دوسرے خدا کا علم محیط صرف مجوس ہی تسلیم نہیں کرتے۔ خود مانعین و منکرین بھی تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ خالق شر ان کے نزدیک ابلیس ہے اور اس کو علم محیط زمین کا منکرین نے تسلیم کیا ہے اور اس کا اطراف عالم میں موجود جانداروں پر مطلع ہونا ان سب تک پہنچنا اور ان کے دلوں میں دسواں پیدا کرنا اور ان سے بُرائیاں کروانا ان

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے نزدیک ایسا واضح امر ہے جس پر قرآن شاہد ہے اور جس کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں: لہذا محض کسی غیر خدا کو معبود مان لینا تو اس کے علم محیط کی بھی نفی نہیں کرتا چہ جائیکہ قبر پر ماضی دینے والوں کے سلام و کلام اور ان کی ذاتوں کی معرفت و ادراک کی نفی کرے جو کہ آیات قرآن و احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجماع و اتفاق امت سے ثابت ہے، لہذا یہ عند غور باطل ہے۔ شیطان کو علم محیط کائنات ماننے کا حوالہ براہین قاطعہ مؤلفہ خلیل احمد بیٹھوی و مجوزہ مصدقہ مولوی رشید احمد گنگوہی ص ۵۲ پر ملاحظہ فرمائیں۔

جواب دوم: نیز قصور و جرم تو ہے اہل قبور کو معبود بنانے والوں کا اور ملامت و مذمت کی جائے۔ اہل قبور خصوصاً اولیاء انبیاء کی۔ کرے کوئی بھرسے کوئی غلط عقیدہ اپنائیں، دوسرے عذاب عتاب کے طور پر علم و ادراک اور حیات و زلیست اور نعم و رزق سے محروم کر دیا جائے۔ اہل قبور کو یہ کون سی عدالت و حکمت ہے اور کیا فلسفہ و منطق ہے؟ اہل قبور شہداء و اولیاء اور رسل و انبیاء کی حیات، قبر میں رزق دیا جانا اور علم و ادراک اور سماع و فہم و شعور و احساس قطعی طور پر ثابت ہے اگر ان سے محرومی ثابت ہوگی تو معبود بنائے جانے کے بعد تو اس میں ان کا تو کوئی جرم و قصور نہیں، لہذا ان پر یہ عتاب و عذاب کیسے ہو سکتا ہے؟ رہا استمداد اور استعانت کا شرک ہونا یا نہ ہونا تو اس کی تحقیق مستقل عنوان سے آخر میں ذکر کی جائے گی۔

منکرین کا عذر لنگ :

منکرین کا یہ کہنا کہ مفسرین نے والدین تدعون من دمنہ اور اس قسم کی آیات کا مصداق بتوں کو بنایا ہے، تو یہ ان کے زمانہ میں موجود لوگوں کی عادت کے تحت ہے۔ عجب فریب اور دھوکہ ہے اور بددیانتی کی انتہا ہے، ادھر نعود سواع، یغوث و یعوق اور نسر جو کہ اولاد اور اسی علیہ السلام ہیں۔ ان کو والدین تدعون من دمنہ میں داخل کیا ہے اور کہتے ہیں کہ وہ محض پتھر کی مورتوں میں یہ قدرتیں نہیں مانتے تھے، بلکہ ان میں اولیاء اللہ کی روحانیت کو حلول کئے ہوئے اور سرایت کئے ہوئے مانتے تھے اور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وہی نظریہ صحابہ کرام کے دور میں موجود مشرکین کا تھا تو صحابہ کرام علی الخصوص جبرامت اور مفسر اول حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے خود وقت، سماع اور لغوٹ وغیرہم کو دائرہ تدعون من دونہ میں داخل کیوں نہ فرمایا۔ نیز قبروں پر ماضی دینا اور استعانت تو صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین سے لے کر آج تک جاری ہے۔ پھر مفسرین نے اپنے اہل زمانہ کی عادت کے تحت ان اولیاء اللہ کو یہاں داخل کیوں نہ کیا۔

امام رازی کا فرمان کہ تمام دنیا کے مسلمان یہود و نصاریٰ اور مجوس وغیرہم اہل قبور کی زیارت کو جاتے ہیں۔ عادات اہل زمان کی وضاحت کے لئے کافی ہے۔ بلکہ خود رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لعن اللہ الیہود والنصارى اتخذوا قبور انبیاءہم مساجد۔ اللہ تعالیٰ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا ہے، لہذا جب یہود و نصاریٰ اس وقت اور آج تک اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبور کو سجدہ گاہ بنائے ہوئے ہیں، تو زعم منکرین کے مطابق ان کا والدین تدعون من دونہ میں داخل ماننا اور تفسیر میں انہیں شامل کرنا ان سے علم و ادراک و فہم کی نفی کرنا اور ان سے ہر قسم کی ملکیت و اختیار اور فعل و تصرف باذن الہی و متوفیق خداوندی کی بھی نفی کرنا ضروری تھا، کیونکہ قرآن صرف اہل اسلام کو تو شرک سے باز رکھنے کے لئے نہیں آیا اور نہ صرف امت محمدیہ کے اولیاء و صلیائے اختیار و تصرفات اور علم و ادراک کی نفی کے لئے آیا ہے۔ لہذا اگر فی الواقع ان محبوبان خدا میں حیات و روح اور علم و ادراک، الطہیت سماع و فہم نہ ہوتی، تو یقیناً مفسرین کرام ان کو بھی داخل مانتے۔ جب باوجود انبیاء سابقین کو معبود بنائے جانے کے اس قسم کی آیات میں داخل نہیں کیا گیا تو سوائے اس کے اور کوئی وجہ اس کی نہیں ہو سکتی کہ مایسکون من قطمیو لا یسمعون دعاءکم۔ ولو سمعوا ما استجابوا لکم اور لا یتجیب لہ الی یوم القیامۃ وان یشہم الذباب شیئاً لا یتنقذوہ وغیرہ احکام ان پر پختہ نہیں آتے تھے،

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس لئے ان کو یہاں تفسیر میں داخل نہیں کیا گیا۔

یہ جبرأت و جسارت اور خیانت و بددیانتی اور بغض و عناد صرف گمراہ خارجیہ میں ہے جنہوں نے ان مقدس ہستیوں کی قربت و منزلت اور عند اللہ کرامت و مرتبت اور صدیقیت و شہادت اور ولایت و صالحیت کو یکسر نظر انداز کر کے جمادات کی طرح بے قدر و قیمت اور ناقابل التفات و اعتنا بنادیا اور ان سے تحصیل فیوضات باطنیہ کو عبادات اصنام قرار دیا۔ لَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ هَذَا الشَّقَاءِ الْعَظِيمِ وَالْفَهْمِ السَّقِيمِ وَالْقَلْبِ الْعَقِيمِ۔ اور کسی مفسر و محدث میں یہ جبرأت کیونکر ہو سکتی تھی کہ مقربانِ بارگاہِ ممدنیت کے متعلق ایسے گستاخانہ اور بے ادبی کے کلمات کہے اور بلا و بدبہ سلماؤں کو مشرک ٹھہرائے۔

لِہٰذَا وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ (الایۃ) میں حضرات انبیاء و اولیاء داخل ہی نہیں، تو ان سے علم و سماع کی نفی کیسے ہو سکتی ہے اور اس آیت سے استدلال کیونکر درست ہو سکتا ہے۔

منکرین کی طرف سے جواب :

اس آیت کے آخر میں دِیَوْمَ الْقِیَامَةِ یُکْفَرُونَ بشریکم ہے یعنی تمہارے معبود قیامت کے دن تمہارے شرک کا انکار کریں گے اور پتھر کے بت تو انکار نہیں کر سکتے نہ ان میں بولنے کی اہلیت ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ یہاں مراد وہ انبیاء و اولیاء ہیں جن کو معبود بنا لیا گیا اور حاجت روا و مشکل کشا سمجھ لیا گیا۔

جواب کا رد :

اقول اولاً، اگر زعم منکر و مخالف کے مطابق بتوں میں صلاحیت انکار نہیں لہٰذا آیت کا آخری حصہ دلیل قطعی ہے کہ یہاں مراد اولیاء و انبیاء ہیں تو یہاں مراد اولیاء و انبیاء ہیں تو یہاں تمام مفسرین کا والذین تدعون کی تفسیر اصنام کے ساتھ کرنا باطل ہو جائے گا اور لازم آئے گا کہ وہ سارے اکابرین امت آیت کے پہلے حصہ کی تفسیر کرتے وقت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

آخری حصہ سے بے خبر رہے تو کیا ایسے لوگوں کو تفسیر قرآن لکھنے کا حق پہنچتا ہے جن کی بے خبری اور لاعلمی کا یہ عالم ہو۔ کیا منکرین کے نزدیک اسلاف کی یہی وقعت و عزت اور قدر و منزلت ہے اور ان کی خدمات کا یہی صلہ ہے؟ ہاں ہاں جنہوں نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گستاخیوں بے ادبیوں اور گالیوں سے کلمہ پڑھانے کے احسان کا بدلہ دیا ہو تو ان کے نزدیک مفسرین بچارے کس شمار میں ہیں اور کس عزت و قدر کے حق دار ہو سکتے ہیں

ثانیاً: اللہ تعالیٰ کو یہ بھی قدرت و طاقت ہے کہ اصنام میں قوت گویائی پیدا فرما دے اور برأت و بیزاری کا اظہار کراتے، وہاں زمین گواہ بنے گی۔ اشجار و احجار گواہ ہوں گے، ہاتھ اور پاؤں گواہ ہوں گے تو بتوں کا بولنا اور بیزاری و لاتعلقی کا اظہار کرنا کونسی بعید بات ہے اور مفسرین کرام نے اس کی تصریح فرمائی ہے۔ امام رازی اور ابوالسعود وغیرہ کی تصریحات اس مقام پر مطالعہ کرو۔ نیز اگلی آیت کی تحقیق میں بھی تصریحات نقل کی جائیں گی۔ لہذا اس قرینہ سے اصنام و احجار کو یہاں سے خارج کر کے انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم کو والذین تدعون من دونہ کا مصداق بنانا غلط ہے۔

ثالثاً: ہمارے دعوے کے مطابق پچھلا حصہ اس امر کی دلیل ہے کہ والذین تدعون من دونہ سے مراد اولیاء و انبیاء ہیں اور ہم نے اہل قبور کے علم و سماع اور ان کی زندگی پر قرآن و حدیث سے جو دلائل پیش کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صرف بت مراد ہیں۔ نیز خود اسی آیت میں والذین تدعون پر جو حکم کیا گیا ہے یعنی مایملکون من قطمیر۔ وہ کھجور کی گٹھلی پر موجود باریک جھلی اور پردہ تک کے بھی مالک نہیں۔ وہ ہمارے دعویٰ کی دلیل بتین ہے کہ یہاں اولیاء و شہداء اور انبیاء مراد نہیں کیونکہ وہ اللہ کے ہاں زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں بل احياء عند ربہم یرزقون اور ہمیں اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے، ہم اس کے مالک بن جاتے ہیں انہیں رزق ملتا ہے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

منکرین و ناعین سماع کی چھٹی دلیل

قال الله تعالى - ومن اضل ممن يدعو من دون الله من لا يستجيب له الى يوم القيامة وهم عن دعاءهم غافلون واذا حشر الناس كانوا لهم اعداء و كانوا لعبادتهم كافرين -

ترجمہ ، اور کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے جو غیر اللہ کی عبادت کرتا ہے جو کہ عبادت کرنے والوں کو قیامت تک جواب نہیں دیں گے اور وہ ان کی پکار اور عبادت سے غافل اور بے خبر ہیں اور جب قیامت کے دن لوگ اٹھائے جائیں گے تو یہ معبودان کے دشمن بن جائیں گے اور ان کی عبادت سے بیزاری ظاہر کریں گے۔

وجہ استدلال : اس آیت کریمہ میں معبودات باطلہ کو من لا يستجيب کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے اور لفظ من عربی میں ذوی العقول اور ارباب علم یعنی انسان ، ملائکہ اور جنوں پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ بے جان اور بے علم چیزوں پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا۔ نیز مستجیب (یعنی جواب نہیں دیتے) بھی ان اشیاء کی صفت بن سکتی ہے جن میں علم و عقل اور جواب کلام کی اہلیت کسی وقت میں ہو جو ہمیشہ کے لئے علم و فہم فہم اور قوت جواب سے عاری ہیں ، ان کو اس صفت کے ساتھ موصوف نہیں کیا جاسکتا۔ علی بذالقیاس ان کو لفظ ہم سے بیان کرنا اور پکار و عبادت سے غافل کہنا بھی ان معبودات باطلہ کے اہل علم و عقل ہونے کی دلیل ہے۔ درخت اور دیوار کو کوئی نہیں کہتا کہ یہ غافل ہیں۔ نیز ان کے لئے عداوت اور کفر و انکار ثابت کرنا بھی ان کے اہل علم و عقل ہونے کی دلیل ہے۔ بہر حال ان قرائن سے واضح ہو گیا کہ یہاں اصنام و احجار اور صور و تماثل مراد نہیں بلکہ جو لوگ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

انبیاء و اولیاء اور شہداء و صلیٰ کو پکارتے ہیں اور ان سے حل مشکلات اور رفع حاجات کا مطالبہ کرتے ہیں، ان کے ساتھ معبود حقیقی والا معاملہ کرتے ہیں، ان کی ضلالت و گمراہی بیان کرنا مقصود ہے اور ان معبودات کا ان کی دعاؤں، پکاروں اور نداؤں سے غافل و بے علم ہونے کا بیان مقصود ہے۔

لہذا جب انبیاء و اولیاء اور شہداء و صلیٰ غافل اور بے علم و بے خبر ہیں تو اور کس میں علم و ادراک اور فہم و سماع ہو سکتا ہے۔

الجواب الاجمالی: یہ آیت کریمہ بھی بت پرست مشرکین کی ضلالت و گمراہی بیان کرنے کے لئے نازل کی گئی اور ان اصنام و احوار کی غفلت و لاعلمی اور نادانی و بے خبری بیان کرنے کے لئے جن کو انہوں نے خدائی صفات کے ساتھ موصوف و متصف مان رکھا تھا، لیکن مانعین سماع نے سب فطرتِ اصلیہ کفار کے حق میں نازل آیات کو مومنین پر چسپاں کر دیا اور بتوں کی مذمت میں نازل ہونے والی آیات کو اہل جہو پر چسپاں کر دیا اور جن قرآن و ضواہد پر اپنے استدلال کی بنیاد رکھی ہے۔ اس بنیاد کو مفسرین و محدثین نے منکرین و مانعین کے پیدا ہونے سے کئی صدیاں پہلے اکھیر دیا اور حقیقتِ حال کی وضاحت کر دی، لیکن محبوبانِ خدا کے ساتھ بغض و عناد نے ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا، کانوں کو بہرہ کر دیا اور دلوں کو بصیرت و فراست سے عاری کر دیا؛ لہذا کوئی تفسیر ان کے لئے موجب رشد و ہدایت نہ بن سکی۔ ومن یضلل اللہ فلن تجد له ولیاً موشد ۱۔ ہم انشاء اللہ خود آیات قرآن سے اس استدلال کے بطلان و فساد کو واضح کریں گے۔ واللہ الموفق۔

تفصیلی جوابات:

جواب اول، سب سے پہلے اقوالِ مغترین ملاحظہ فرمائیے۔

(۱) تفسیر ابن کثیر میں فرمایا: ای لا اضل من یدعو من دمن اللہ اصناما

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

و يطلب منها ما لا تستطيع، الى يوم القيامة وهي غافلة عما يقولون
لا تسمع ولا تبصر ولا تبطلش لانها جماد مجادة صم۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۴
ص ۱۵۴

ترجمہ: یعنی کوئی شخص اس سے زیادہ گمراہ نہیں جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ بتوں کی
عبادت کرتا ہے اور ان سے ایسے امور کی استدعا کرتا ہے جن کی قیامت تک ان میں
استطاعت و قدرت نہیں اور وہ ان کے اقوال سے غافل ہیں نہ سنتے اور دیکھتے
ہیں اور نہ ہی پکڑ سکتے ہیں، کیونکہ وہ بے جان پتھر ہیں اور قوتِ سماع سے عاری ہیں۔
(۲) من لا يستجيب یعنی الاصنام لا تجيب عابد بها الى شي يسئلونها۔
تفسیر خازن و معالم التنزيل جلد ۶ ص ۱۳۱
ترجمہ: من لا يستجيب سے مراد بت ہیں جو کہ اپنے عبادت گزاروں کو وہ اشیا
مہیا نہیں کر دیتے، جن کا وہ مطالبہ کرتے ہیں۔

(۳) وهم الاصنام لا يجيبون عابديهم الى شي يسئلونهم ابدا وهم
عن دعاءهم غافلون لانهم جماد لا يعقلون۔ تفسیر جلالین۔
ترجمہ: من لا يستجيب سے مراد بت ہیں جو اپنے عابدوں کو مطلوب چیزیں
کبھی بھی مہیا نہیں کر دیں گے اور وہ ان کی پکار سے غافل ہیں، کیونکہ وہ جمادات
ہیں اور عقل و فہم سے دور۔

(۴) اي هم اضل من كل ضال حيث تركوا عبادة خالقهم السميع
القادر المجيب الخبير الى عبادة مصنوعهم العاري عن السمع والبصر
والقدرة والاستجابة (غافلون) لكونهم جمادات۔ تفسیر ابن السعود
الحنفی علی الکبیر۔ جلد ۱ ص ۱۷۱

ترجمہ: یعنی یہ مشرک و کافر سب گمراہوں سے زیادہ گمراہ ہیں جبکہ انہوں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نے اپنے خالق سمیع و بصیر اور کامل قدرت والے عبادت کو پورا کرنے والے کی عبادت چھوڑ کر ایسے بتوں کی عبادت شروع کر دی جو ان کے اپنے بنائے ہوئے ہیں اور سننے دیکھنے سے معذور۔ قدرت و طاقت اور عاجت روائی و مشکل کشائی سے عاجز ہیں اور غافل ہیں، کیونکہ وہ جمادات اور پتھر ہیں۔

(۵) واللعنی لامر البعد عن الحق واقترب الی الجہل ممن یدعو من دون اللہ الاصنام فیتخذھا آلهة ویعبدھا وہی اذا دعیت لا تسمع ولا تفرح منها الاجابة لا فی الحال ولا بعد ذالک الی یوم القیامة۔

تفسیر کبیر للامام الرازی۔ جلد ۲، ص ۴۷۷

ترجمہ: معنی یہ ہے کہ کوئی امرحق سے اتنا بعید اور جہالت کے اتنا قریب نہیں جتنا کہ اصنام کی عبادت، مشرک انہیں خدا سمجھتے ہیں اور ان کی عبادت کرتے ہیں، حالانکہ جب انہیں پکارا جاتا ہے تو سنتے ہی نہیں اور جب ان سے کچھ مانگا جاتا ہے تو وہ دے نہیں سکتے نہ اب اور نہ اس کے بعد قیامت تک۔

اس کے علاوہ بیسیوں تفاسیر میں اس آیت کریمہ کی یہی تفسیر کی گئی ہے اور من لا یتجیب لہ، الی یوم القیامة و ہم عن دعاء ہم غافلون کا مصدق صرف اصنام و اوثان اور صور و تماثل کو بنایا گیا ہے۔ لہذا اس کو انبیاء و اولیاء پر اور ان سے توسل کرنے والوں پر منطبق کرنا اور انبیاء و اولیاء کی غفلت و بے خبری ثابت کرنا اور ان سے استمداد و استعانت اور حل مشکلات و رفع حاجات کے لئے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اور التجار کے متعلق عرض کرنے والوں کو گمراہ و بے دین اور مشرک و کافر ثابت کرنا صرف خارجیوں کا حصہ ہے کوئی سنی مسلمان یہ جرات نہیں کر سکتا۔ اور ان کے خارجی ہونے کی یہ نشانی حضرت عبداللہ بن عمر کی زبانی آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مستدل کا مبنی و مبدا استدلال اور اس کا رد

مستدل نے اس آیت مقدسہ سے استدلال انکار سماع پر پیش کیا اور عذر یہ بیان کیا ہے کہ مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ اور هُمْ غَافِلُونَ ایسے صفات ہیں جو اصنام و اوثان میں نہیں پائے جاتے۔ لہذا یہاں وہ مراد نہیں، بلکہ انبیاء و اولیاء اور شہداء و صلحا مراد ہیں۔ اس قول کا فساد اولاً تو اس طرح ظاہر ہے کہ اس تقدیر پر مَنْ لَا يَسْتَجِيبُ لَمْ يَلِمْ الْقِيَامَةَ دهم من دعاءهم غافلون میں سرے سے اصنام اور صنم پرست داخل ہی نہیں ہوں گے اور ان کا سب سے زیادہ گمراہ ہونا ثابت نہیں ہو سکے گا اور بتوں کی مذمت، بت پرستوں کی حماقت و جہالت کا یہاں ذکر ہی نہیں ہو گا حالانکہ یہی پہلے مخاطب ہیں اور وہی لوگ اسلام کے اولین دشمن ہیں۔

(۲) ثانیاً، اس تقدیر پر یہ آیت کریمہ ان آیات و احادیث کے منافی و مخالف بن جائے گی جن میں اہل قبور کا زندہ ہونا اور ان میں علم و ادراک اور سماع و فہم ثابت ہے۔ لہذا ایسے معنی کا ارادہ جو آیات و احادیث کے خلاف ہے، قطعاً باطل ہوگا۔

(۳) ثالثاً، مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ کا جو معنی بیان کیا ہے مستدل کا قول ان سب کے خلاف ہے؛ لہذا ایسا معنی جو سب مفسرین کے اقوال کے منافی و مخالف ہو لغو و باطل ہوگا اور ناقابل اعتبار و التفات۔

(۴) رابعاً، یہ معنی مانعین کے مقتدار و پیشوا مولوی محمد اسماعیل دہلوی اور اس کے پیرو مشد کے اقوال و افعال کے لحاظ سے بھی باطل ہے۔ وہ حضرت خواجہ قطب الاقطاب کی مزار پر گئے۔ مراقبہ میں ان سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے سلسلہ چشتیہ میں داخل فرمایا اور یہ اس شرف سے مشرف ہو کر گھر لوٹے۔ کیا حضرت خواجہ قطب الاقطاب معبود برحق تھے۔ باقی سب باطل ہیں۔ کیا وہ جواب دے سکتے تھے، دوسرے نہیں دے سکتے۔ وہ غافل نہیں۔ صرف دوسرے غافل ہیں۔ وہ حاجت و مقصد پورا کر سکتے تھے صرف دوسرے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نہیں کر سکتے۔ ان کو کس آیت نے مستثنیٰ کیا اور ان کے مزار سے استفادہ کس طرح مباح ہو گیا۔ نیز حضور محبوب سبحانی، خواجہ بہار الدین نقشبند کا دور دراز سے سید صاحب کو معلوم کر لینا اور نسبتِ قادریہ و نقشبندیہ بخشے پر اور فیوضات و عطیات سے سرفراز کرنے پر قادر ہو جانا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سید صاحب کو کچھویریں کھلانا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا غسل دینا اور سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کا لباس بیش قیمت پہنانا کیونکر درست ہو گیا اور ان امور کو اپنی شخصیت اجاگر کرنے کے لئے بیان کرنا کہاں تک صحیح ہو سکتا تھا۔ ملاحظہ ہو صراطِ مستقیم۔ ص ۶۴ و ۱۶۶

لہذا استدلال کا بیان کیا ہوا معنی اور وجہ استدلال بالکل غلط ہے۔
اب مفسرین کرام نے ان قرآن و شواہد کا جو جواب ذکر فرمایا ہے، اس کو ملاحظہ کیجئے،
خامسا: منکرین کے بیان کردہ شواہد کا جواب بزبان مفسرین و کلام مجید:

دا، وضمیر العقلاء لا جراثیم ایاھا فجرى العقلاء ووصفھا بما ذکر مى
تروك الاستجابة والغفلة مع ظهور حلفهم للہکم بہا وبعبدتھا کقولہ تعالیٰ
ان تدعوہم لا یسمعوا دعاءکم واذا حشرالناس (عند قیام الساعة) کالوا
لہم اعداء وکافوا بعبادتهم کا ضریح ای مکذ بین بلسان الحال او المقال
علی ما یروی انہ تعالیٰ یحیی الاصنام فتتبرء من عبادتہم۔

ابوالسعود الحنفی جلد ۱، ص ۱۰۰

خلاصہ ترجمہ، عقلاء میں استعمال ہونے والی ضمیر ہم، سے ان کو اس لئے تعبیر
کیا گیا ہے کہ مشرکین ان کو عقلاء کی جا بجا سمجھتے تھے اور اسی طرح جواب دینا اور حاجت و
مقصد کو پورا نہ کرنا اور غفلت و بے توجہی والی صفات کا ذکر بھی اسی بنا پر ہے، ورنہ ان کا حال
تو سب پر ظاہر ہے۔ لہذا یہاں اصنام و اوثان اور ان کے عبادت گزاروں کے ساتھ شکم
و استہزاء ہے اور ان کی مخالفت عقل اور جہالت طبعی پر طنز ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

(٥٥) (إلى يوم القيامة) وإنما جعل ذلك غاية لأن يوم القيامة

ترجمہ: معبوداتِ باطلہ کے جواب نہ دینے کی حد یوم القیامت مقرر فرمائی جس سے لازم آئے گا کہ قیامت کے دن وہ ان کو جواب دیں گے، حالانکہ بت تو قیامت کے دن بھی کیا جواب دے سکتے ہیں تو اس کا جواب دیتے ہوئے امام رازی نے فرمایا: کیونکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انکو ننگی بخشے گا اور ان کے درمیان اور مشرکین کے درمیان گفتگو ہوگی، لہذا جواب نہ دینے کی حد قیامت کا دن بنادیا اور جب قیامت قائم ہوگی، تمام لوگ میدانِ حشر میں جمع ہوں گے، تو یہ بت اپنے عابدوں کے دشمن بن جائیں گے ان سے اور ان کی عبادت سے بیزاری ظاہر کریں گے۔

(۳) تفسیر ابن کثیر میں قول باری تعالیٰ واذا حشر الناس کا لوالہم اعداء و کا لوالہم اعدائہم کا فرین کے تحت فرمایا کہ یہ ارشاد اس آیت کریمہ کی طرح ہے :

واتخذوا من دون الله آلهة ليكفروا بهم عنّا كلا سيكفرون بعبادتهم
ويكفون عليهم صدّاً - اور مشرکین نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بنائے تاکہ وہ
ان کے لئے عزت و غلبہ کا موجب بن سکیں ہرگز ایسا نہیں ہوگا، عنقریب وہ ان کی برائی

کا اظہار کریں گے اور ان کی ضد و مخالفت کریں گے،

ای سیخو تو نعم اھوج مایکون الیہ۔ یعنی جب ان کی طرف زیادہ محتاجی ہوگی، اس وقت وہ ان سے خیانت کریں گے اور فرمایا کہ یہ آیت حضرت خلیل علیہ السلام کے ارشاد کی مانند ہے جس کو قرآن کریم نے یوں حکایت فرمایا،

انما اتخذتم من دون اللہ اوثاناً موعداً بینکم فی الحیوۃ الدنیا تم یوم القیامۃ یکفر بعضکم ببعض ویلعن بعضکم بعضاً وما دنکم النار وما لکم من ناصدین۔

ترجمہ: تم نے دنیوی زندگی میں باہمی محبت کے تحت اوثان و اصنام کو اپنا معبود بنالیا ہے۔ پھر قیامت کے دن تم ایک دوسرے کو جھٹلاؤ گے اور بیزاری کا اظہار کرو گے اور ایک دوسرے پر لعنت کرو گے اور تمہارا ٹھکانا دوزخ ہے اور تمہارے لئے کوئی بھی معاون و مددگار نہیں ہے۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص ۱۵۱

لہذا اس آیت کریمہ کا مابعد اذا احشوا الناس کا انوالہم اعداء (الایۃ) جب ان مفسرین کرام کے نزدیک بتوں کے متعلق وارد ہے جس میں عداوت اور تکذیب و انکار کی تصریح موجود ہے تو پہلے قرآن کس طرح اصنام و احجار مراد لینے کے منافی ہو سکتے ہیں۔ نیز یہ بھی ان حضرات نے واضح کر دیا کہ مشرکین چونکہ اپنے معبود اصنام کو ارباب عقل و علم اور اصحاب فہم و دانش سمجھتے تھے اس لئے ان کے ساتھ ان کے زعم کے مطابق کلام کی گئی ہے۔

یزصرف مفسرین کی کلام سے نہیں، بلکہ قرآن کریم نے واضح کر دیا کہ بت اپنے عبادت گزاروں کی تکذیب کریں گے اور ان پر لعنت کریں گے۔ لہذا ان قرآن کی بناء پر اصنام و احجار مراد ہونے کا الکار قرآن کے خلاف ہے اور اولیاء کرام رضی اللہ عنہم بالانبیاء علیہم السلام مراد ہونے کا دعویٰ لغو و باطل ہے اور قرآن کریم سے بے خبری اور لاپٹی کی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دلیل ہے۔

(۲) جواب ثانی: والذین تدعون من دونه اور من لا یستجیب لہ وغیرہ آیات میں اولیاء و انبیاء کو داخل کرنا قرآن کریم کے خلاف ہے اور کتاب عزیز اس زعم فاسد اور قول باطل کو رد فرماتی ہے،

۱۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا انکم وما تعبدون من دون اللہ حسب جہنم و انتم لہا واردون۔

بے شک تم خود اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ تم جن کی عبادت کرتے ہو، سب کے سب جہنم کا ایندھن ہو اور تم اس میں داخل ہونے والے ہو۔

اس آیت میں مشرکین مکہ کو خطاب ہے اور وہ بقول منکرین اولیاء و انبیاء کی عبادت کرتے تھے اور لات و منات اور یغوث یعوق و نسر وغیرہ سب صلیاً اور اولیاً تھے؛ لہذا ان تمام کا جہنم میں داخل ہونا اور نار دوزخ کا ایندھن بننا لازم آئے گا، لغو ذ باللہ منہ۔ تو معلوم ہوا کہ ان کے معبود صور و تماثیل اور اصنام و احجار ہیں اور وہی نار دوزخ کا ایندھن۔ اور اگر یہ ان کے معبود نہیں، تو ان اصنام کو دوزخ میں داخل کرنا درست نہیں ہے گا، نہ عذاب دینے کے لئے کیونکہ نہ درحقیقت معبود نہ ان کا تصور اور نہ مشرکین کی حسرت و یاس کے لئے کیونکہ مشرکین نے تو اپنی امیدیں اپنے معبودوں سے وابستہ کر رکھی تھیں۔ جب یہ اصنام و اوثان معبود نہیں تو ان کے دوزخ میں جانے سے ان کی حسرت و یاس میں اضافہ کیسے ہو سکتا ہے۔ نیز نہ ما تعبدون میں انبیاء و اولیاء داخل اور نہ ہی اصنام و احجار تو آخر اس کا مسداق کون سی شے ہوگی؛ لہذا قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ وما تعبدون من دون اللہ سے اصنام و اوثان اور صور و تماثیل مراد ہیں اور اس پر یہ آیت شاہد ہے اذ قال لابیہ و قومہ ما ہذا التماثیل التی انتم لہا عاکفون قالوا انا وجدنا آباءنا لہا عابدین قال لقد کنتم ہتم و لبلوکم فی ضلال مبین۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ابا اور قوم سے کہا کہ کیسی مورتیاں ہیں تم جن کی پوجا کر رہے ہو تو انہوں نے کہا ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ان کی عبادت کرتے ہوئے پایا، لہذا ان کی تقلید میں ہم بھی عبادت کرتے ہیں تو آپ نے فرمایا تحقیق تم اور تمہارے آباؤ اجداد کھلی گمراہی میں تھے۔

(۲) ان یدعون من دونه الا انا ثاوان یدعون الا شیطانا مریداً لعنہ اللہ۔

ترجمہ: مشرکین ٹوٹ اور مادہ اشیاء ہی کی عبادت کرتے ہیں اور صرف شیطان کی عبادت کرتے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

اس آیت کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی عبادت کو عبادتِ ثاوان اور عبادتِ شیطان میں منحصر کر دیا ہے جس پر اللہ کی لعنت ہے۔ اگر المصیاذ باللہ اولیاء کرام رضی اللہ عنہم اور انبیاء کرام علیہم السلام ان معبوداتِ باطلہ میں داخل ہوں، تو ان کیلئے ٹوٹ ہونے اور شیطان ہونے کا اقرار و اعتراف لازم آتا ہے اور دنیا میں کوئی ایسا کافر بھی نہیں جو ان مقدس مقبول کے حق میں اس قباحت کا التزام کرے لہذا قطعی طور پر ثابت ہوا کہ معبوداتِ باطلہ صرف اجار و اصنام اور صورتِ متاثیل ہیں نہ کہ عباد اللہ المخلصین جو ہمیشہ شرک و کفر سے منع کرتے رہے اور عند اللہ مقرب و مکرم ہیں اور مراتبِ عالیہ و درجاتِ رفیعہ پر فائز۔

(۴) قال اللہ ولیم نخشہم جمیعاً ثم نعول للملائکۃ اھواء ایاکم کانوا

یعبدون قالوا سبحانک انت ولینا من دونہم بل کانوا یعبدون الجن اکثرہم بھم مومنون۔

ترجمہ: اور قیامت کے دن ہم سب معبودوں اور عابدوں کو میدانِ حشر میں جمع کریں گے

پھر ہم ملائکہ سے دریافت کریں گے کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے تو وہ کہیں گے اے اللہ تو پاک ہے، تو ہمارا ولی و آقا ہے اور محبت و ناصر ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ وہ تو جنوں کی عبادت کرتے تھے اور اکثر انہیں پر ایمان رکھنے والے ہیں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اگر ملائکہ در حقیقت معبود ہوتے تو مشرکین جنہوں نے ملائکہ مدبرین کے نام پر بت بنا کر ان کی عبادت کی۔ وہ در حقیقت ملائکہ کی عبادت ہوتی تو کبھی بھی ملائکہ معصومین یہ نہ کہتے کہ یہ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے، بلکہ جنوں کی عبادت کیا کرتے تھے، ورنہ ان معصومین سے کذب بیانی اور غلط بیانی کا صدور لازم آئے گا اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کے روبرو تمام غلطی کی موجودگی میں اور یہ قطعاً محال و باطل ہے، تو معلوم ہوا کہ ملائکہ کے نام پر اہتمام و انصاب کی عبادت ملائکہ کی عبادت نہیں۔ لہذا اولیاء و انبیاء علیہم السلام کے حضور و تائیل کی عبادت ان کی عبادت نہیں۔ نیز اہل قبور اولیاء اللہ رضی اللہ عنہم اور انبیاء کرام علیہم السلام کو بھی ان معبودات میں داخل کریں، تو ان کیلئے بھی حصہ جہنم اور شیطانا مرید ہونا لغو و بالذات لازم آئے گا، لہذا ان کا یہاں داخل کرنا لغو و باطل ہے۔

(۴) قال اللہ تعالیٰ۔ اللہ ولی الذین آمنوا یخرجہم من الظلمات الی النور والذین کفروا اولیاءہم الطاغوت یمخرجونہم من النور الی الظلمات اولئک اصحاب النار ہم فیہا خالدون۔

ترجمہ، اللہ تعالیٰ ایمان داروں کا ولی ہے جو انہیں ظلمتوں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور کفر سے اسلام تک پہنچاتا ہے اور کفار و مشرکین کے ولی و مددگار طاغوت ہیں جو ان کو نور اسلام و فطرت سے کفر والی تارسیکیوں تک پہنچاتے ہیں وہ دوزخی ہیں ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔

اگر کفار و مشرکین کے طاغوتوں اور اولیاء میں مقربان بارگاہ خداوندی داخل ہوں تو ان کا لغو و بالذات طاغوت ہونا لازم آئے گا اور دوزخی ہونا اور ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہنا اور یہ واضح البطلان و الفساد ہے۔ نیز طاغوت کے ساتھ کفر کرنا واجب و لازم ہے فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروة الثابتہ۔ اور انبیاء و رسل پر ایمان لانا فرض، معبودات باطلہ اور طاغوت کی عداوت و دشمنی ایماندار

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے لئے فرض اور اولیاء کرام کی محبت عین ایمان اور ان کی دشمنی وعداوت اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کے مترادف من عادى لي اوليا فقد آذنته بالحرب۔ لہذا معلوم ہوا کہ انبیاء کرام و رسل عظام اور دیگر مقربانِ بارگاہِ خداوندی ان آیات میں داخل نہیں۔ (۵) اللہ تعالیٰ نے ہمیں تعلیم دی ہے کہ مجھ سے یہ دُعا مانگا کرو اهدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیہم غیر المغضوب علیہم ولا الضالین اے اللہ ہمیں سیدھی راہ چلا ان لوگوں کے راہ پر جن پر تیرا انعام ہے، نہ ان لوگوں کے راستے پر جو باہق سے بھٹکے ہوئے ہیں۔ دوسرے مقام پر آپ نے فرمایا من یطع اللہ والرسول فادلنک مع الذین انعم اللہ علیہم النبیین والمصدیقین والشہداء والصالحین۔ جو شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گا، تو اسے ان مقدس ہستیوں کی مصیبت و رفاقت نصیب ہوگی جن پر اللہ تعالیٰ کا علم ہے۔ یعنی انبیاء کرام علیہم السلام، صدیقین اور شہداء و صالحین۔ ان دونوں آیات نے واضح کر دیا کہ ہمیں تمام اوقات میں بالعموم اور ہر فرض و نفل اور واجب و سنت نمازیں بلکہ ان کی ہر ہر رکعت میں اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا مانگنے کا حکم دیا گیا ہے کہ اے اللہ ہمیں انبیاء و اولیاء اور شہداء و صلحاء کی راہ پر چلا۔ اگر نعوذ باللہ یہ مقدس ہستیاں معبوداتِ باطلہ اور من دون اللہ میں داخل ہوئیں، تو ان کی راہ پر چلنا کفر و شرک اور ضلالت و گمراہی ہوتا نہ یہ کہ خود اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی تعلیم فرماتا اور ان کے نقوش اقدام کو ہمارے لئے منزل مقصود ٹھہراتا، لہذا قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ یہ مقدس ہستیاں اور مقربانِ بارگاہِ خداوندی معبوداتِ باطلہ اور اربابِ من دون اللہ میں داخل نہیں نہ حالتِ حیات ظاہرہ میں اور نہ ہی وصالِ وفات کے بعد۔

(۶) الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون۔ (آگاہ رہو بیشک جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دوست اور پیارے ہیں نہ ان پر کوئی خوف ہے اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے،

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اگر اولیاء کاملین اولیاء من دون اللہ میں داخل ہوتے تو جہنم کا ایندھن ہوتے اور لعنت کے مستحق۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ یہ محبوب بان خدا تعالیٰ اس زمرہ میں داخل نہیں۔

(۷۸) ان الذين قالوا ربنا الله ثم استقاموا تتنزل عليهم الملائكة ان لا تخافوا ولا تحزنوا وابا الجنة التي كنتم تعدون نحن اولياءكم في الحياة الدنيا وفي الآخرة ولكم فيها ما تشتهي أنفسكم ولكم فيها ما تدعون نزلاً من غفور رحيم۔

تحقیق وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار اللہ ہے، پھر اس پر ثابت قدم ہو گئے ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں جو ان کو بشارت دیتے ہیں کہ تمہارے لئے خوف و حزن نہیں اور اس جنت کی خوشخبری قبول کرو جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے دوست ہیں دنیوی زندگی میں اور اخروی زندگی میں بھی اور تمہارے لئے جنت میں ہر وہ نعمت موجود ہے جس کی تمہیں خواہش ہو اور ہر وہ نعمت جس کا تم مطالبہ کرو، درآں حالیکہ وہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے مہمانی ہے، اس ارشاد باری تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ اولیاء اللہ اور ارباب استقامت کے لئے خوف و حزن نہیں۔ ان کو جنت کی خوشخبری موت سے پہلے سنا دی جاتی ہے۔ ان کے لئے ہر نعمت مطلوبہ اور راحت مقصودہ کا اعلان و اظہار فرما دیا جاتا ہے اور دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی عنایت بے غایت اور محبت و ولایت کا پیغام سنا دیا جاتا ہے اور معبودات باطلہ کے لئے قطعاً انعام و اکرام ثابت نہیں لہذا انہیں اس زمرہ میں داخل کرنا قطعاً غلط ہے۔

(۷۹) ان الذين سبقوا الحسنی اولئک عنہا مبعدون لا یسمعون حسیسہا و فیما اشتهت انفسہم خالدون لا یجذبہم الفرع الا کبر و تلتقمہم ملائکة هذا یومکم الذی کنتم تعدون۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تحقیق وہ لوگ جن کے لئے ہماری طرف سے بھلائی کا وعدہ ہو چکا ہے، وہ نارِ جہنم سے دور رکھے جائیں گے۔ وہ نارِ جہنم کے جوش و غروش کی آواز و بوجہ دوری کے ذریعہ بھر بھی نہیں سنیں گے اور اپنی پسندیدہ نعمتوں میں ہمیشہ رہنے والے ہوں گے۔ انہیں سب سے بڑی گجراہٹ (خوفِ رستاخیز اور دہشتِ قیامت) غم میں نہیں ڈالے گی اور فرشتے ان کی پیشوائی اور استقبال کے لئے آئیں گے (قبروں سے نکلتے وقت مبارک باد کہتے اور تہنیت کہتے ہوئے) کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔

اس آیت کریمہ سے قبل معبوداتِ باطلہ کا نارِ جہنم میں داخل ہونا اور دوزخ کی آگ کا ایندھن بننا بیان فرمایا انکم دعا تعبدون من دون اللہ حسب جہنم انتم لھا واردون لو کان هؤلاء آلهة ما وردوا و کل فیھا خالدون۔

اے مشرکین تم اور تمہارے معبوداتِ باطلہ جہنم کا ایندھن ہیں اور تم سب اس میں داخل ہونے والے ہو اگر تمہارے معبود درحقیقت آلہ ہوئے تو دوزخ کی آگ میں داخل نہ ہوتے اور یہ سب ہمیشہ اس میں رہنے والے ہیں۔ تفسیر ابوالسعود میں مذکور ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کریمہ کو مشرکین پر تلاوت کیا تو ابنِ زبیری نے کہا ہمارے بت اور اصنام والصاب اگر جہنم میں داخل ہوں گے، تو عیسائی حضرت مسیح کی عبادت کرتے ہیں اور یہودی حضرت عزیر کی پرستش کرتے ہیں اور بنیِ ملیح ملائکہ کی پوجا کرتے ہیں، لہذا وہ بھی جہنم میں داخل ہوں گے تو اللہ تعالیٰ نے ان بدباظنوں کے اعتراض کو رد کرنے کے لئے فرمایا کہ انبیاء کرام اور ملائکہ یا دوسرے اولیاء اور شہداء و صلی کے لئے ہماری طرف سے وعدہ خیر اور پیمانِ جود و عطا ہو چکا ہے لہذا ان کا یہ انجام نہیں، بلکہ یہ صرف تمہارے معبوداتِ باطلہ اور اربابِ من دون اللہ اور شفعاء فرضیہ کا انجام بُدا اور عاقبتِ قبیحہ ہے۔

آخری دونوں آیات نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اولیاء کرام اور اربابِ استقامت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے لئے منہ مانگی نعمتیں موجود ہیں اور ہر طرح کا انعام و کرام انہیں حاصل لہذا ان کو اور شہداء صالحین کو ہایمکون من قطمیر کا مصداق بنانا لغو و باطل ہے اور اسی طرح شہداء کرام کے حق میں وارد قول باری تعالیٰ بل احياء عند ربهم یذقون فرحین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ارشاد ربانی و لا خوة خیرک من الاولی و لسوف یعطیک ربک فترضی و غیر ذالک من الآیات قول منکرین کے بطلان و خذلان پر اول دلیل ہیں۔

لہذا اصنام و انصاب اور صور و تمائیل کے حق میں وارد آیات کو انبیاء کرام صلی علیہم السلام اور اولیاء اللہ تعالیٰ اور شہداء و صالحین پر چسپال کرنا قطعاً باطل ہے اور اہل قبول و ارباب برزخ کے حق میں وارد آیات و اعاذیث جو کہ ان کی حیات برزخیہ اور علم و ادراک اور فہم و سماع پر دلالت کرتی ہیں، کی بناء پر ان مقدس شخصیتوں کو من لا یتجیب لہ الی یوم القیامۃ و ہم عن دعاہم غافلون اور الذین تدعون من دونہ ما یمکون من قطمیر ان تدعوہم، لا یسمعون دعاءکم (الایۃ)، وغیرہ کا مصداق بنانا قطعاً مردود اور ناقابل تسلیم ہے بلکہ جس طرح ان الذین سبقت لہم مننا الحسنی (الایۃ)، نے حضرت عزیز علیہ السلام، حضرت مسیح علیہ السلام اور ملائکہ مقربین کو انکم و ماتعبدون من دون اللہ حسب جہنم سے مستثنیٰ کر دیا اور کفار کے زعم فاسد اور قول باطل کو رد کر دیا ہے، اسی طرح ہماری پیش کردہ آیات و بینات نے اور اس کے علاوہ قرآن و حدیث میں مذکور دلائل نے خارجیوں کے اس زعم فاسد اور قول باطل کا فساد و بطلان بھی واضح کر دیا ہے۔ نیز ان کی قرآن دانی اور مطالب فہمی کا بھانڈا بھی عین چوراسے میں پھوٹ گیا جو اعتراض کفار و مشرکین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا اور اللہ تعالیٰ نے ان کا رد فرمایا اور اپنے مقربین کو علیحدہ فرمادیا، وہی اعتراض اب ان اسلام و ایمان کے دعوے داروں نے اہل اسلام اہل سنت و الجماعت پر کر دیا اور یہ پتہ نہ چلا کہ یہ اعتراض

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہکن لوگوں کا ہے اور کس پر ہے اور اس کا جواب تو کئی صدیاں پہلے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ذکر فرما دیا ہے اور یہی علامت ان کی صادق و مسدوق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی یقرءون القرآن لا یجاوز حناجرہم - وہ قرآن پڑھیں گے مگر ان کے حلق سے نیچے یعنی دل تک نہیں اترے گا تاکہ مطالب و معانی میں غور و فکر کر سکیں۔

الفرض حضرت مسیح علیہ السلام، حضرت عزیر علیہ السلام اور ملائکہ مقربین کے رضا و رغبت اور امر و حکم کے بغیر اگر کوئی شخص ان کے ساتھ وہی سلوک کرے جو شان مخلوق کے شایاں نہیں تو اس سے ان کا مستحق و عید و عتاب ہونا لازم نہیں آسکتا اور نہ ان کے خداداد کمالات و مراتب چھین جانا لازم آتا ہے بلکہ وہ عند اللہ اسی کرامت و عزت کے مستحق ہیں جس کے وہ معبود بنائے جانے سے قبل مستحق تھے، اسی طرح باقی انبیاء و اولیاء کو بالفرض کوئی معبود مان لے، تو اس سے ان کی حیات منصوصہ اور رزق و نعمت وغیرہ کا سلب ہو جانا اور اصنام و احمار کی مثل بن جانا اور علم و ادراک اور سماع و فہم سے عاری ہونا کیسے لازم آسکتا ہے جس طرح کہ لوگوں نے نمرود، شداد اور فرعون کو خدا مان لیا اور مجوس نے شیطان کو شریک باری تعالیٰ تسلیم کر لیا، مگر ان سے علم و ادراک اور حیات و زیست اور سماع و فہم کی نفی و سلب لازم نہ آئی۔

سوال: مفسرین کرام نے، قول باری تعالیٰ ومن اضل من یدعو من دون

اللہ من لایستجیب لہ الی یوم القیامۃ و ہم من دعاء ہم غافلون میں ملائکہ مقربین اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام رضی اللہ عنہم کا مراد ہونا جائز رکھا ہے۔ تفسیر الی السعود میں ہے قد جوز ان یواد کل من عبد من دون اللہ من الملائکۃ واللجن والانس وغیرہم ویراد بذالک تبرؤہم عنہم وعن عبادتہم - جلد ہفتم ص ۱۷

امام رازی نے فرمایا وقال بعضهم بل المراد عبادة الملائكة وعیسیٰ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عليه السلام فافهم في يوم القيامة يظهرون عداوة هؤلاء العابدین
تفسیر کبیر جلد ہفتم ص ۱۱۱ لہذا جب ان کا ارادہ کرنا درست ہے تو ان سے
جواب دینے کی نفی ثابت ہو جائے گی اور عابدین سے لاعلمی اور بے خبری بھی اور ان کی
ندار و پکار سے غفلت بھی ثابت ہو جائے گی اور یہی مقصود مانعین کا تھا جو مفسرین کی کلام
سے ثابت ہو گیا۔

جواب اول: کلام مفسرین کا اسلوب و انداز اس امر کا غماز ہے کہ یہ قول ان کے
نزدیک مختار اور قابل قبول نہیں، ورنہ اس قول کو علامات تضعیف و تملیض یعنی قدح و زور
قال بعضهم کے الفاظ سے تعبیر نہ کرتے، کیونکہ قدح و زور میں فعل مجہول کا ذکر اور محذور و قائل
کا ابہام اور اسی طرح قال بعضهم میں اس قول کی غیر کی طرف نسبت اور اسے مبہم رکھنا اس
قول کے غیر مختار ہونے پر واضح قرینہ ہے۔ نیز مفسرین کرام معتزلہ و خوارج وغیرہ کے
اقوال بھی تفاسیر میں ذکر کر دیتے ہیں جو ان کے مذہب و مسلک کے مطابق غلط ہوتے ہیں
لیکن محض بیان اقوال کے لئے ان کو نقل کر دیتے ہیں اور عدم رضا اور ناپسندیدگی پر تنبیہ بھی کر
دیتے ہیں اور ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ بعض معتزلہ، خوارج اور و افنس کے نزدیک اہل
قبور اور ارباب برزخ جماد ہیں، حیات و روح اور علم و ادراک سے عاری ہیں۔ لہذا یہ قول
ان کی طرف سے حکایت ہے۔ اگر اپنا مختار ہوتا اور کوئی وجہ فساد و بطلان اس میں نہ ہوتی
تو اس قول کو اول اول ذکر کرنا ضروری تھا، کیونکہ اس تقدیر پر من لا یستجیب لفظ ہم اور
غافلون میں خلاف ظاہر کے ارتکاب کی کوئی ضرورت نہیں رہتی تھی۔ بخلاف پہلی تفسیر
کے جو ہم انہیں مفسرین کرام کی زبانی عرض کر چکے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں اصنام والصاب
اور سور و تماثیل کی عبادت کرنے والوں کی گمراہی و بے دینی کا بیان ہے اور چونکہ وہ لوگ
اپنے معبودات باطلہ کو ارباب علم و عقل سمجھتے تھے، اس لئے ان کو ذوی العقول کی صفات اور
شمیروں سے تعبیر کیا گیا ہے۔ بہر حال یہ حکایت قول ضعیف ہے نہ کہ ان کا مذہب مختار

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لہذا پہلی تفاسیر کے برعکس اس کا مراد ہونا باطل ہے، بلکہ جواب ثانی میں پیش کردہ آیات اور ثبوت حیات اور ادراک و علم اور سماع پر دال آیات و احادیث کی رو سے بھی یہ معنی مردود ہے۔

جواب ثانی، یہ قول خلاف حقیقت ہے اور نفس الامر والواقع کے مطابق نہیں کیونکہ مشرکین نے کبھی بھی کسی فرشتہ کی عبادت نہیں کی کیونکہ وہ نورانی ہونے کی وجہ سے ان کے افعال و ادراک سے ماوراء ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کو اسی لئے ترک کر بیٹھے کہ وہ ہمیں نظر نہیں آتا، اس کی عبادت کیسے کریں تو ملائکہ کی عبادت کیسے کر سکتے ہیں۔ اسی طرح کسی نبی کی ذات یا ولی کی ذات کو انہوں نے معبود نہیں بنایا، حالت حیات ظاہرہ میں تو واضح ہے کوئی نبی یا ولی انہیں اس بات کی اجازت کیسے دے سکتا تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنالیا جائے۔ قال اللہ تعالیٰ ما کان لنبی ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکمۃ ثم یقول للناس کو نو عباداً لی۔

اور نہ ہی وصال و وفات کے بعد کیونکہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین مکہ نے انبیاء و رسل اور اولیاء و صلحا نیز ملائکہ مقربین کے نام پر اپنے خیال قاسد اور زعم باطل کے مطابق فرضی صور و اشکال پر پتھروں کو تراش تراش کے اصنام و انصاب بنائے اور صورت و تماشیاں کا اختراع کر کے ان کی عبادت شروع کر دی۔ قرآن کریم نے اس حقیقت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ما تعبدون من دونہ الاسماء سمیتوها انتم و اباءکم ما انزل اللہ بہا من سلطان۔ اے مشرکوں! تم اللہ تعالیٰ کے علاوہ نہیں، عبادت کرتے، مگر اسماء (ناموں) کی جن کو تم نے اور تمہارے آباء و اجداد نے اختراع کیا اور اپنی طرف سے مجسمے بنا کر ان کو ان ناموں کے ساتھ تعبیر کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی سند اور دلیل نازل نہیں فرمائی اور یہی معنی شاہ عبدالعزیز کی کلام سے ظاہر ہے جیسا کہ گزر چکا۔ نام نام اولیا بود و حقیقت حقیقت شیطان۔ نیز اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیل علیہ السلام کی کلام نقل فرماتے ہوئے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فرمایا، ما هذه التماثيل التي انتم لها عاكفون قالوا وجدنا آباءنا لها
عابدین۔ یہ کیسی مورتیاں ہیں تم جن کی عبادت کرتے ہو تو مشرکین نے جواب میں کہا،
ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ان کی عبادت کرتے دیکھا لہذا ہم بھی کرتے ہیں ہمیں ان
کی حقیقت کا کوئی علم نہیں ہم صرف مقلد ہیں، نیز فرمایا انما اتخذتم من دون الله
اوثاناً دالایہ، تم نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ صرف اوثان و اصنام کو معبود بنالیا ہے۔
انما کلمہ حصر ہے اور الہ اسماء بھی حصر پر دلالت کرتا ہے جس سے روز روشن کی طرح واضح
ہو گیا کہ مشرکین صرف اصنام کی عبادت کرتے تھے اگرچہ ان کا نام اولیا کرام یا انبیاء عظام
کے ناموں پر رکھ لیتے تھے یا ملائکہ مقربین کے نام پر۔

امام رازی نے فرمایا ان القوم يعتقدون ان الله فوض تدبير كل واحد
من الاقاليم الى ملك بعينه الى، فلما اعتقدوا ذلك اتخذوا لكل
واحد من اولئک الملائكة صنما مخصوصا وهيكلا مخصوصا ويطلبون من كل صنم ما يليق
بذلك الروح الفلکی من الآثار والتدبیرات۔ تفسیر کنیر جلد چہام
صفحہ ۵۵۶ و ۵۵۷

ترجمہ: قوم مشرکین یعنی ملائکہ کی عبادت کرنے والوں نے یہ اعتقاد کر لیا کہ اللہ
تعالیٰ نے ہفت اقلیم میں سے ہر اقلیم کا انتظام و انصرام ایک ایک فرشتہ کے سپرد فرما
دیا (تا، جب یہ عقیدہ رکھ لیا، تو ان میں سے ہر ایک کے لئے مخصوص بیت اور خاص سیکل بنالیا
اور ہر بیت ان آثار و تدبیرات کا مظاہر کرنے کے جو اس کے مناسب روح آسمانی کے لائق تھے۔

نیز فرمایا انه متى مات منهم رجل كبير يعتقد انه مجاب بالدعوة ومقبول
الشفاعة عند الله اتخذوا صنما على صورته يعبدونه على اعتقاد ان
ذلك الانسان يكون شفيعا لهم يوم القيامة على ما أخبر الله عنهم هؤلاء
شفعاءنا عند الله الى، لعلمهم كانوا من المجسمات فاعتقدوا جوار حلول

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الرب فيها فعبدها على هذا التاويل - تفسیر کبیر - جلد اول ص ۲۱۹
ترجمہ: جب ان میں کوئی بڑا آدمی فوت ہو جاتا جس کے مقبول الہ عا اور مقبول
الشفاعت ہونے کا ان کو اعتقاد ہوتا تھا تو اس کی صورت پر ایک بت بنا لیتے تھے اور اس
اعتقاد پر اس کی عبادت کرتے تھے کہ وہ انسان قیامت کے دن اچھے لئے شفیع ہوگا جیسے کہ
اللہ تعالیٰ نے ان سے خبر دیتے ہوئے فرمایا هو لاء شفعاء عند الله يا ان مشرکین
کی بت پرستی کا باعث یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو نعوذ باللہ مجسم مانتے تھے اور ان اصنام و
اجمار میں اس کے حلول و نزول کو جائز رکھتے تھے اور اس تاویل کی بنا پر ان بتوں کی عبادت
کرتے تھے۔ یہی حضرت عبداللہ بن عباس کا وہ سواع وغیرہ کے متعلق ارشاد ہے اَسْمَارُ
رِجَالٍ صَالِحِينَ جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔

امام رازی کی کلام سے واضح ہو گیا کہ مشرک صرف اصنام و اوثان کی عبادت
کرتے تھے۔ اگرچہ ان پفرشتوں یا نبیوں اور ولیوں کے نام الملاق کرتے تھے۔ نیز وہ اصنام
کی عبادت اس زعم پر بھی کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ ان میں موجود ہے، لیکن اس تاویل پر اصنام
کی عبادت اللہ تعالیٰ کی عبادت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً بنی اسرائیل نے بچھڑے کی عبادت اس
زعم پر کی کہ دراصل موسیٰ علیہ السلام کا خدایہ ہے، وہ بھول کر کوہ طور پر چلے گئے ہیں جیسا کہ
قرآن کریم ان کے اس اعتقاد فاسد کی شہادت دے رہا ہے۔ اسی طرح ان میں انبیاء
علیہم السلام اور اولیاء عظام علیہم الرضوان کی روحانیت کو کارفرما سمجھ لینے سے ان کی عبادت
انبیاء و اولیاء کی عبادت نہیں بن سکتی۔

نیز موجودہ دور میں بت پرستوں کے معابد وغیرہ میں بتوں کا نصب ہونا اور ان کی عبادت
کرنا ہر ایک کو معلوم ہے۔ یہود و نصاریٰ حضرت عزیر اور عیسیٰ علیہما السلام کے نام پر بت
بنا کر پوجتے ہیں۔ حضرت مریم کابت اور صلیب ان کا معبود ہے اور یہی حال ہندوستانی
کفار و مشرکین ہنود کا ہے اور اہل مکہ کا حرم کعبہ میں تین سو ساٹھ بت نصب کر کے ان کی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عبادت کرنا کسی سے غفلت نہیں بلکہ انہیں جو بھی خوبصورت پتھر نظر آتا، اس کو معبود بنا لیتے اور اگر اس سے اچھا پتھر مل جاتا تو پہلے کو پھینک دیتے اور اگر کوئی پتھر دستیاب نہ ہوتا تو مٹی کا ڈھیر بنا کر اس پر دودھ دودھ کر اس کی عبادت شروع کر دیتے۔ دیکھتے بخاری شریف جلد دوم ص ۲۲۸

يقول (ابورجاء الطاردي) كنا نعبد الحجر فاذا وجدنا حجرا هو خير منه القينا واخذنا الاخر فاذا لم نجد حجرا جمعنا جثوة من تراب ثم جثنا بالمشاة فجلبنا عليه ثم طغناه الخ

لہذا ان اسنام و احجار کی بجائے ملائکہ انبیاء کرام اور اولیاء کرام اور شہداء عظام پر اس آیت کا منطبق کرنا حقیقت و واقعہ کے خلاف اور مشاہدہ کے برعکس تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مخالف بلکہ خود قرآن کریم کے مخالف ہے۔ لہذا یہ قول لغو و باطل ہے۔ ۳۔ جواب ثالث : بالفرض تسلیم کر لیں کہ یہاں ملائکہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر اولیاء و انبیاء علیہم السلام داخل ہیں، لیکن پھر بھی مدعائے خصم ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ ملائکہ اور حضرت مسیح علیہ السلام نہ نزولِ آیت کے وقت اور نہ ہی اب تک اہل قبور اور اہل برزخ میں داخل ہوئے؛ لہذا اس مادہ خاص میں سماع و فہم کی نفی خصم کے لئے محل نزاع میں مقید نہیں ہو سکتی، کیونکہ کلام اہل قبور کی معرفت زائرین اور ان کے سماع و سلام و کلام میں نہ کہ زندہ ملائکہ اور حضرت مسیح علیہ السلام میں جو کہ آسمانوں پر جاگزیں ہیں، نیز اگر اتنی مسافت بعیدہ سے ان کے لئے سماع وغیرہ ثابت نہ ہو تو اس سے قریب جگہ سے سماع خطاب اور فہم خدا کی نفی نہیں ہو سکتی۔ پھر ملائکہ تو نفخہ اولیٰ اور ثانیہ کے درمیان فوت ہو گئے اس سے پہلے ان پر وفات نہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے، تو ان کے بت بنا کر ان کی عبادت کرنے والے اور ان کی الوہیت وغیرہ کے قائل ان غلط عقائد سے تو بہ کر لیں گے۔ قال اللہ تعالیٰ وان من اهل الكتاب الا ليومنن

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

بہ قبل موتہ اور بعد میں ان کی عبادت کرنا ثابت نہیں، لہذا اس صورت کا ما
نحن فیہ اور محل بحث سے کوئی تعلق نہیں۔

جواب: بعینہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ملائکہ مقربین اور انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء صلی
کی توجہات کو اپنی طرف جذب کرے اور ان مشرکین و کفار کے اعمال شنیعہ اور اعمال
قبیحہ سے ان کی توجہ ہٹا دے تاکہ انہیں ان کی حرکات سے ایذا اور تکلیف نہ پہنچے اور بلا
وجہ ان کے لئے اضطراب کا موجب نہ بنیں۔ نیز آیت کریمہ میں لا یستجیب کا طرف نہ کے
ساتھ مقید کرنا اور عن دعائهم غافلون میں غفلت کا دعائے مشرکین سے مخصوص کرنا اس
توجہ پر واضح قرینہ ہے: لہذا صرف عبادت کر کے موجب ایذا رہنے والوں سے غفلت و
بے التفاتی ثابت ہوگی نہ کہ مومنین مخلصین سے بھی جو باعث ایذا اور درد و رنج نہیں، بلکہ
ایصال ثواب وغیرہ کی وجہ سے موجب فرحت و سرور بنتے ہیں۔ اس جواب کی تائید علامہ
محمود آلوسی صاحب روح المعانی کی زبانی سماعت فرمائیے۔

قوله 'تعالیٰ۔ وہم عن دعائهم غافلون۔ لا یسمعون لا یدعون اما
انکان المدعو جہاداً فظاهر ما ان کان من ذوی العقول فان کان
من المقربین عند اللہ فلا اشتغالہ عن ذالک بما ہونیہ من الخیر او
کو نہ فی محل لیس من شان الذی فیہ ان یسمع دعاء الداعی للبعد
کعلینی علیہ السلام الیوم اعلان اللہ یصون سمعہ عن سماع ذالک لکونہ 'ملاً
یرضی اللہ ان یولمہ لو سمعہ وان کان من اعداء اللہ کشیاطین الجن والانس
الذین عبدوا من دون اللہ فان کان میتاً فلا اشتغالہ بما ہونیہ من الشر
وقیل لان الحیث لیس من شانہ السماع ولا یتحقق منه السماع الا معجزۃ
کسماع اهل القلب و فی هذا کلام قد تقدم بعضہ الخ

تفسیر روح المعانی جلد ۲۶ ص ۲۵۰

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترجمہ، قول باری تعالیٰ دھم من دعائتم غافلون کا مطلب یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بنالیا گیا ہے، وہ ان کی دعا و پکار کو نہیں سنتے اور نہ ہی سمجھتے ہیں، اگر معبود جمادات اور پتھر کے بت ہیں، تو نہ سننا اور نہ سمجھنا ظاہر ہے، لیکن اگر وہ ذوی العقول ہیں تو مقربین میں سے ہیں، تو سماع و فہم اور ادراک و علم عابدین کی نداء و پکار کا اس لئے نہیں ہے کہ وہ خدا و انعامات و عطیات میں مشغول و مصروف ہوتے ہیں یا وہ ایسے حمل بعید میں ہیں کہ جو اس میں ہو، وہ پکارنے والے کی پکار کو بعد منزل اور طول مسافت کی وجہ سے نہیں سن سکتا جس طرح کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اب اور یا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ان مقربانِ درگاہ کے کانوں کو اس نداء و پکار کے سننے سے محفوظ رکھتا ہے کیونکہ ایسی نداؤں کا سننا ان کے لئے باعثِ رنج و الم بنتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو ان کی تکلیف پسند نہیں۔ اور اگر وہ معبود دشمنانِ خداوند ہیں جیسے کہ جنوں اور انسانوں میں شیطان جن کی اللہ تعالیٰ کے علاوہ عبادت کی گئی ہے تو اگر وہ میت ہیں، تو وہ اپنے عذاب و عتاب میں مشغول و مصروف ہونے کی وجہ سے نہیں سن سکتے اور بعض لوگوں نے غفلت اور لاعلمی کی یہ وجہ بیان کی ہے کہ میت میں صلاحیت، سمجھنے کی نہیں اور اس سے سماع صرف مجزہ کے طریقہ پر متحقق ہوتا ہے جیسا کہ اہل قلیب کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نداء و کلام کو سننا لیکن اس جواب پر اعتراض ہے جس کا بعض حصہ پہلے گزر چکا ہے۔

اقول، اس کلام سے مراد علامہ آلوسی کی وہ تحقیق ہے جو انہوں نے انک لا تسمع السموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولو مد بدین (الایۃ) کے تحت نقل کی ہے یعنی والحق ان السموتی یسمعون فی الجملہ الخ ملاحظہ کیجئے روح المعانی جلد ۲ ص ۴۹ و ۵۰ انک لا تسمع السموتی کی تحقیق میں علامہ موصوف کی تحقیق کو درج کیا جا چکا ہے اور حضرت صدیقہ کے قول کی تحقیق میں بھی اس کا ذکر آئے گا۔ بہر حال آخری وجہ علامہ کے نزدیک درست نہیں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الحاصل جو مقصد استدلال اور مانع کا تھا مفسرین نے اس کو رد فرمایا اور جو مقصد و مطلب اور مفہوم و محمل انہوں نے بیان کیا۔ وہ مانعین کی عرض نہیں۔ لہذا اس آیت کریمہ سے علی الاطلاق نفی سماع پر استدلال لغو و باطل ہے۔ اور کتاب و سنت کے منافی۔ جمہور اہل اسلام کے مذہب و مسلک کے خلاف ہے۔

(نوٹ) اولاً ان اللہ لیصون سمعہ الخ سے ان اللہ یسمع من یشاء کا مطلب بھی واضح ہو گیا اور اسماع کو مشیت کے ساتھ مقید کرنے کی وجہ بھی معلوم ہو گئی یعنی اللہ تعالیٰ اپنے مقبول و محبوب برگزیدہ اشخاص کو ناپسندیدہ اور غیر موزوں و ناشائستہ کلمات نہیں سناتا جو ان کے لئے پریشانی خاطر اور ملال طبع کا موجب بنیں بلکہ صرف وہ کلمات سناتا ہے جو فرخت و سرور اور سکون و راحت کا موجب بنیں۔

(۵) جواب خامس ۱ اس آیت کریمہ میں دو طرح کی تغلیب ہے۔ اول تغلیب عقلا کی ماسوا پر جس طرح کہ ہم اور من کے الفاظ میں غیر ذوی العقول کو بھی بمنزلہ ذوی العقول کر کے من اور ہم کے الفاظ سے انہیں تعبیر کروایا گیا۔ ثانی۔ غیر ذوی العقول کی تغلیب عقلا پر۔ جواب دینے سے قیامت تک عاجز ہونا اور نڈار و پکار سے غافل ہونا دراصل غیر ذوی العقول کی صفت تھی، لیکن ان کو ذوی العقول پر بھی اطلاق کر دیا گیا۔ صاحب روح المعانی نے فرمایا۔ واعتبر بعضهم التغلیب من غیر تاویل بمعنی انه غلب من یتصور منه الغفلة حقیقة علی غیرہ۔ روح المعانی جلد ۲ ص ۲۶ اور بعض نے یہاں تغلیب کو اعتبار کیا ہے، یعنی جن میں حقیقتہً غفلت اور لاعلمی تصور کی جاسکتی تھی۔ ان کو ذوی العقول پر قلبہ دے کر سب کو غیر ذوی العقول کے صفات کے ساتھ موصوف کر دیا گیا۔

اس تقدیر پر بھی حقیقتہً انبیاء و اولیاء اور ملائکہ میں غفلت وغیرہ لازم نہ آئی، بلکہ محض اعتبار و فرض کے لحاظ سے لہذا اب بھی مقصود خصم باطل ہو گیا۔ اس تاویل کی حقانیت و صداقت کی تائید و تقویت اس آیت مقدمہ سے ہوتی ہے۔ قال اللہ تعالیٰ

Click For More Books

الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الا من شہد بالحق وہم یعلمون۔
اور نہیں مالک شفاعت کے وہ لوگ جن کو مشرکین اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجتے ہیں مگر
جنہوں نے حق کی شہادت دی اور وہ صاحب علم ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حق کا شاہد اور
صاحب علم فرمایا اور شفاعت کا مالک فرمایا۔ وہ مقدس ہستیاں انبیاء و رسل اور اولیاء
و شہداء ہیں، تو ان کے لئے علم و شہادت ثابت ہو گئی۔ لہذا غفلت و حقیقت ان کی صفت
نہیں، بلکہ اصنام و اوجار کی ہے اور بطور تغلیب ان کے لئے بھی ثابت کر دی گئی ہے اور
تغلیبی صفت حقیقی نہیں ہوتی جیسے والد اور والدہ کو البون کہا جاتا ہے یا چاند و سورج کو
شمسین کہا جاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس رب العالمین میں ذوی العقول کو ماسوا پر غلبہ دیتے ہوئے
سب مخلوق کو صاحب علم و عقل اعتبار کر لیا گیا ہے، حالانکہ ماں حقیقت میں اب نہیں،
چاند شمس نہیں اور انسانوں، جنوں، فرشتوں کے ماسوا ذوی العقول نہیں ہیں۔ لہذا یہاں
باعتبار تغلیب کے انبیاء و ملائکہ اور اولیاء و شہداء سے علم و ادراک کی نفی سے حقیقت میں علم و ادراک
کی نفی لازم نہیں آئے گی۔ اس تقدیر انتفاء علم و ادراک ایک اعتباری اور فرضی امر ہے جس سے
مستدل کو مقام استدلال سے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ باقی رہی حکمت اس تغلیبی نفی کی تو وہ یہ ہے
کہ ہر ممکن مرتبہ ذات میں علم و ادراک سے خالی ہے اور جن میں ہے اللہ تعالیٰ کی عطا سے ہے جو
علم الوہیت اور سمع و بصر باری تعالیٰ کے مقابل بمنزلہ مدد کے ہے اور یہاں مقصد حقیقی مقام الوہیت
اور مرتبہ و وجوب کا مرتبہ خلق و امکان سے تفوق بیان کرنا ہے کہ جملہ کمالات مرتبہ الوہیت
میں بطور اقتضاء ذات کے ہیں اور مرتبہ امکان میں محض اللہ تعالیٰ کی عطا سے ورنہ بذات
خود وہ ہر صفت کمال سے عاری و خالی ہیں، حتیٰ کہ وجود سے بھی ہے۔

ہم ہرچہ ہستند ازاں کمتر اند کہ باہستیش نام ہستی ہرند
کل شیئی ہا لک الذی وجہ اور کل من علیہا فان اسی نقصان امکان کی حکایت
ہیں، لیکن اس سے مقبولانِ بارگاہِ خداوندی کی صفات عطائیہ اور کمالات و ہبئیہ کی
نقصان دہی ہو سکتا ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ساتویں دلیل

قال اللہ تعالیٰ - یوم یجمع اللہ الرسل فیتقول ماذا اجبتم قالوا لا

علم لنا انک انت علام الغیوب - پ ۷، ع ۴

ترجمہ: جس دن قیامت میں، اللہ تعالیٰ رسل کرام کو جمع فرمایا تاکہ پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا تو وہ کہیں گے ہمیں کوئی علم نہیں، بیشک تو ہی سب غیبوں کا جاننے والا ہے۔

وجہ استدلال ۱

مولوی غلام اللہ خان اس آیت کریمہ سے یوں استدلال فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ روز قیامت انبیاء علیہم السلام کو جمع فرما کر دریافت فرمائے گا کہ جو لوگ تمہاری قبروں پر آنا کرتے تھے اور تم سے توسل و استمداد کیا کرتے تھے۔ تم نے انہیں کیا جواب دیا تو حضرات انبیاء کرام علیہم السلام عرض کریں گے، ہمیں کوئی علم نہیں کہ ہماری قبر پر کوئی آیا یا نہیں آیا اور اس نے کیا کہا اور کیا کیا۔ اگر انہیں علم ہوتا تو بارگاہ الہی میں علم کی نفی کیوں کرتے ورنہ اللہ تعالیٰ کے روبرو ان سے غلط بیانی اور کذب کا صدور لازم آئے گا۔ نیز اگر ان سے امتوں کے متعلق سوال ہوتا تو لامحالہ انہیں اس کا علم تھا۔ ان کی تکذیب یا تصدیق کو جاننے والے پھر بھی اپنی ذاتوں سے علم کی نفی کرنا درست نہیں ہو سکتا؛ لہذا ثابت ہو گیا کہ سوال ان کے عالم برزخ میں تشریف لے جانے کے بعد متوسلین اور زیارت کرنے والوں سے متعلق تھا اور استمداد و استعانت کرنے والوں سے اور انہوں نے مراحتاً علم و اوراک

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کی نفی کر دی۔ کذا فی جواب القرآن ص ۲۵

اور روز روشن سے زیادہ ظاہر کہ جب انبیاء و رسل کو برزخ و قبر میں علم و سماع نہیں تو غیر انبیاء کو کس طرح ہو سکتا ہے۔

الجواب (تمہید، ہم پہلے مولوی رشید احمد صاحب رئیس فرقہ دیوبندیہ اور مولوی غلام اللہ خان صاحب کے اسٹاذالاستاد کی تحقیق عرض کر چکے ہیں کہ اختلاف انبیاء کرام علیہم السلام کے ماسوا میں ہے حضرات انبیاء علیہم السلام کے سماع اور علم و ادراک پر ساری امت کے علماء و فضلاء کا اتفاق ہے اور یہی تحقیق حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ذکر فرمائی اور دیگر اکابرین امت نے، مگر ان سب کے اجماع و اتفاق کا خلاف اور تیرہ سو سال تک جس عقیدہ پر امت محمدیہ برقرار رہی۔ اس کا خلاف صرف اس گروہ نے کیا اور قرآن کریم کا فیصلہ ہے جو مومنین کے راستہ کو چھوڑ کر نیا راستہ اور ان کے عقیدہ و مذہب سے منہ موڑ کر نیا عقیدہ و مذہب اختیار کرے گا وہ جہنم کا ایندھن ہے۔ و یتبع غیر سبیل المومنین فاولہ ماتولی و نصلہ جہنم و ساءت مصیبا و اور جو شخص مومنین کے راستہ کے علاوہ کوئی راستہ اختیار کرے گا ہم اس کو ادھر ہی پھیر دیں گے جہاں وہ پھرتا جائے گا اور اسے جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بڑا ٹھکانا ہے،

اس تمہید کے بعد گزارش یہ ہے کہ اس آیت کا جو معنی اس شیخ القرآن نے کیا ہے، وہ ایک طالب علم اور علم مرہی کی ذرہ بھر سوچھ بوجھ رکھنے والے آدمی سے بھی بالکل بعید ہے، پھر بانی مکہ ایک عالم و فاضل اور ملت دیوبندیہ کے معتمد علیہ قابل سند اور قابل فخر شیخ القرآن ایسا لغو و باطل معنی کریں اور امت موسیٰ علیہ السلام کی طرح قرآن کریم میں تحریف معنوی کا ارتکاب کریں اور آیت کریمہ کو ایسے معنی پر حمل کریں جو دوسری آیات کے بھی خلاف ہو اور اجماع امت کے بھی۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ما ذا اُجِبْتُمْ اور ہر طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہ صیغہ ماضی مجہول کا ہے نہ کہ معلوم و معروف کا۔ انبیاء کرام سے سوال یہ کیا گیا ہے کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا نہ یہ کہ تم نے کیا جواب دیا۔ لہذا قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ یہاں عالم برزخ و قبر کی بات نہیں بلکہ عالم دنیا کے متعلق استفسار ہے کہ تمہیں اپنی اپنی امتوں کی طرف سے تبلیغ کئے گئے بھیجا گیا تھا، تو بتلائیے انہوں نے تمہاری دعوت کو قبول کیا یا نہیں۔ ایمان لائے یا نہیں تم نے فریضہ رسالت و نبوت کو ادا کیا یا نہیں؟ اگر بقول منکرین و مانعین پیغمبروں نے برزخ میں ہوتے ہوئے جو جواب دیا تھا، اس کے متعلق استفسار ہوتا تو ما ذا اُجِبْتُمْ فرمایا جاتا، یعنی تم نے کیا جواب دیا۔

بہت سی آیات اس معنی پر دلالت کرتی ہیں اور اسی مفہوم کی تائید کرتی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ۔ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِينَ ارْسَلْنَا إِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ۔ پس ہم ضرور ان سے دریافت کریں گے جن کی طرف رسولوں کو بھیجا اور ضرور رسولوں سے سوال کریں گے۔ قَوْلُهُ تَعَالَى۔ فَنُرِيدُكَ لِنَسْئَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ۔ اے محبوب تیرے رب کی قسم ہم ضرور بالضرور ان سب سے ان کے اعمال کے متعلق دریافت کریں گے۔ یہاں انبیاء و ائم دونوں سے استفسار و سوال کو واضح فرمایا۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ انبیاء و رسل اقوام و ائم دونوں سے سوال کیا جاتا ہے تو یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ جس نوعیت کا سوال ایک فریق سے ہوگا، اسی نوعیت کا سوال

دوسرے گروہ سے بھی ہوگا۔ قرآن عظیم نے اقوام و ائم کفار کے متعلق جو سوال ذکر فرمایا وہ یہ ہے اَلَمْ يَأْتِكُمْ رَسُلٌ مِنْكُمْ يَقْصُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي وَيُنذِرُوكُمْ لِقَاءِ يَوْمِكُمْ هَذَا۔ کیا تمہارے پاس تم میں سے ایسے رسل نہیں آئے جو میری آیات بیان کرتے تھے اور تمہیں اس دن کی ملاقات سے ڈراتے تھے۔ اور فرمایا کَلِمَاتٍ لِّقَىٰ فِيهَا فُجُورٌ سَأَلْتُمْ خَزَائِنَهَا اَلَمْ يَأْتِكُمْ نَذِيرٌ۔ جب بھی فوج کفار کو جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا

Click For More Books

نہ ان سے دوزخ کے خازن و نگران سوال کریں گے کیا تمہارے پاس عذاب خداوندی سے ڈرانے والے رسول تشریف نہیں لاتے تھے۔ ان دونوں آیات سے معلوم ہو گیا کہ ام کافرہ سے جو سوال ہو گا وہ رسل و انبیاء کی آمد سے تعلق رکھتا ہے کہ آیا انبیاء آتے تھے یا نہیں، انہوں نے تبلیغ کی تھی یا نہیں؟

نیز مفسرین کرام نے اسی معنی کی تصریح فرمائی ہے:

۱۔ امام ابن کثیر نے فرمایا: هذا اخبار عما يحاطب الله به المرسلين يوم القيامة عما يجيبوا به من امهم الذين ارسل اليهم۔ تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۱۱۱
یہ خبر ہے اس خطاب سے جو اللہ تعالیٰ اپنے رسل عظام سے قیامت کے دن فرمائے گا کہ ان امتوں کے جواب کے متعلق جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے انہیں مبعوث فرمایا۔

۲۔ فيقول ماذا اجبتم يعني فيقول الله تعالى للرسول ما اجابكم امكم ما الذي رد عليكم قومكم حين دعوتهم في دار الدنيا الى توحيدى وطاعتى وفائدة هذا السؤال توبيخ امهم الذين كذبوهم۔ تفسیر خازن و معالم التنزيل جلد دوم ص ۸۸
یعنی اللہ تعالیٰ رسل کرام علیہم السلام کو فرمائے گا تمہیں تمہاری امتوں نے کیا جواب دیا اور تمہاری قوم نے دار دنیا میں دعوت توحید و طاعت کے مقابلہ میں کیا کہا اور تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس سوال کا فائدہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے اپنے رسولوں کی تکذیب کی تھی، انہیں زجر و توبیخ اور سزا بخش ہو۔

۳۔ امام رازی نے مفاتیح الغیب میں فرمایا: قال صاحب الكشف قوله ماذا منتصب بأجبت انتصاب المصدر وعلى معنى اى اجابة اجبت اجابة اقرار ام اجابة انكار فان قيل فای فائدة فى هذا السؤال قلنا توبيخ قومهم الخ: تفسیر کبیر جلد سوم

صاحب کشاف امام معتزلہ نے کہا کہ ماذا کا لفظ اجبت کی وجہ سے منصوب ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جیسا کہ مصدر اور مفعول مطلق اپنے فعل کی وجہ سے منصوب ہوتا ہے اور اس معنی کی بنا پر کہ تمہیں کیا جواب دیا گیا اقرار کے ساتھ یا انکار کے ساتھ پس اگر تو یہ کہے کہ اس سوال کا فائدہ کیا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہاں ان کی تکذیب کرنے والی امتوں کو زبردستی کرنا مقصود الغرض تمام مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ کا معنی یہی بیان کیا ہے کہ اس سے مقصود انبیاء کرام سے یہ دریافت کرنا ہے کہ ان کو امتوں نے کیا جواب دیا۔ دعوتِ توحید و رسالت کو قبول کیا یا رد کیا حتیٰ کہ امام المعتز صاحب کشف زخشری نے محمد ہی معنی بیان کیا۔ لہذا اس آیت کریمہ کو استدلال و استعانت پر محمول کرنا اور انبیاء کرام علیہم السلام سے توسلین کو جواب دینے کے متعلق سوال پر منطبق کرنا کہ تم نے ان لوگوں کو کیا جواب دیا جو تم سے مدد مانگے اور مشکلات و مصائب میں کام آنے نظر لطف و کرم فرمانے کی درخواست کرنے آتے تھے، صرف یہ نہیں کہ مفسرین کی تصریحات کے خلاف ہے اور آیات و احادیث کے خلاف ہے، بلکہ قواعد صرف و نحو بلکہ لغت کے بھی خلاف ہے یا دوسرے لغتوں میں یوں کہہ لو کہ یہ معنی نہ تفسیر ہے نہ تاویل بلکہ قرآن کریم اور اللہ تعالیٰ پر افتراء بہتان ہے، اور اس سے بڑھ کر شقاوت و بد بختی کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسل و انبیاء پر افتراء بہتان بازھا جائے اور انبیاء کرام کو بعد از وصال بے علم ثابت کرنے کے لئے آیات کلام مجید اور کلام رب حمید کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالا جائے اور تفسیر و تاویل کے قواعد و ضوابط کی مٹی پلید کر دی جائے اور یہ بھی خوف نہ ہو کہ ہمارے اس کثرت کی سزا جہنم کی دہشت آگ ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا من قال فی القرآن بواہ فلیتبعوا مقعدہ من النار جو قرآن میں اپنی مرضی کے مطابق معانی گھڑے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنالے، یعنی لامحالہ وہ جہنم کا ایندھن ہے۔

منکرین کا منشاء غلطی:

بہر حال ہم نے یہ عرض کرنا تھا کہ اس آیت کریمہ کو محل نزاع یعنی بحثِ سماع میں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کوئی دخل نہیں اور وہ بھدا اللہ تعالیٰ واضح ہو گیا۔ اب رہا منکرین کا یہ شبہ کہ دنیوی زندگی میں ائمہ کافروں کی طرف سے جو جواب انبیاء کرام علیہم السلام کو دیا گیا، وہ تو انہیں معلوم ہوگا پھر علم کی نفی غلط بیانی اور تھوٹ بن جائے گی تو اس کا جواب مفسرین کرام نے واضح طور پر بیان فرمایا یعنی اس شبہ کو بھی ذکر فرمایا، اور جواب کو بھی مکر منکرین کی خیانت دیکھئے کہ صرف شبہ کو لے لیا اور جواب کو ہضم کر گئے۔

۱۔ امام رازی نے متعدد توجہات و تاویلات ذکر فرمائی ہیں جن میں سے دو عرض کرتا ہوں۔

الوجه الثالث في الجواب وهو الاصح وهو الذي اختاره عبد الله بن عباس انهم انما قالوا لا علم لنا لانك تعلم ما اظهر واوما اضمروا ونحن لا نعلم الا ما اظهر وافعلمك فيهم انفذ من علمنا فيهم فلهذا المعنى نفوا العلم عن انفسهم لان علمهم عند علم الله كذا علم۔ الوجه السادس۔ انهم لما علموا انه سبحانه وتعالى عالم لا يجهل حكيم لا يسهف عادل لا يظلم علموا ان قولهم لا يفيد خيرا ولا يذفع شرا فرددوا ان الادب في السكوت وفي تفويض الامر الى عدل الحى القيوم الذى لا يموت۔ كبير جلد سوم۔ ص ۲۶۴

ترجمہ: تیسری وجہ جواب میں یہ ہے اور دوسری سب سے زیادہ صحیح ہے اور اس کو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہا نے اختیار فرمایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام نے لا علم لنا انت علام الغیوب اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کفار کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور ہم صرف ظاہر کو جانتے ہیں، لہذا اللہ تعالیٰ کا علم ان میں ہمارے علم کی نسبت زیادہ قوی ہے۔ اس بنا پر اپنی ذاتوں سے علم کی نفی کر دی، کیونکہ ان کا علم اللہ تعالیٰ کے علم محیط و غیر محدود کے مقابل نہ ہونے کے برابر ہے۔

چھٹی وجہ یہ ہے کہ جب رسل عظام علیہم السلام نے دیکھا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ عالم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہے کسی شے سے بے خبر نہیں اور صاحبِ حکمت تادمہ ہے اس میں سفاہت اور کم عقلی کا امکان نہیں اور عادل ہے، ظلم اس کے حق میں محال ہے، تو انہوں نے یقین کر لیا کہ ہماری گواہی اور شہادت نہ کسی بھلائی و خیر کا افادہ کر سکتی ہے اور نہ ہی کسی بُرائی اور شر کا ازالہ تو انہوں نے یہی سوچا کہ ادب چپ رہنے میں ہی ہے اور اس امر کو حق و قیوم لا یموت ذاتِ اقدس کے عدل و انصاف پر چھوڑنا ہی موزوں ہے۔

(۲) تفسیر ابن کثیر میں ہے، قال علی بن ابی طلحہ عن ابی عباس رضی اللہ عنہما یقولون للرب تبارک و تعالیٰ لا علم لنا الا علم انت ا علم بہ منادواہ بن جریر ثم اختارہ ولا شد انہ قول حسن وهو من باب لا ذیالرب تبارک و تعالیٰ ای لا علم لنا بالنسبۃ الی علمک المحیط بكل شیئی فنحن وان کنا اُجبنا و عرفنا من احابنا و لکن منهم من کنا ان نطلع علی ظاہرہ لا علم لنا بباطنہ وانت العلیم بكل شیئی المطلع علی کل شیئی فقلنا بالنسبۃ الی علمک کلا علم فانک انت علام الغیوب۔

تفسیر ابن کثیر جلد دوم ص ۱۱

ترجمہ، علی بن ابی طلحہ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام رب تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ ہمیں کوئی بھی ایسا علم مائل نہیں جس میں تو ہم سے زیادہ واقع نہ ہو اس کو ابن جریر نے روایت کیا اور اس توجیہ کو اختیار کیا اور یہ قول بہت اچھا اور خوب تر ہے اور اس میں رب تعالیٰ کے ساتھ ادب و نیاز والا طریقہ ہے یعنی تیرے علم محیط کے مقابل ہمیں کچھ علم نہیں ہمیں اگرچہ انہوں نے جواب دیا اور ہم جواب کا اور جواب دینے والوں کو جانتے ہیں، لیکن ان میں ایسے افراد بھی ہیں جن کے ظاہر کا تو ہمیں علم تھا، مگر باطن کا نہیں اور تو ہر شے کا علیم اور سب پر مطلع ہے، لہذا ہمارا علم تیرے علم کے مقابل نہ ہونے کے برابر ہے، کیونکہ تو علام الغیوب ہے۔

الغرض حضرت عبداللہ بن عباس اور ابن جریر و ابن کثیر اور امام فخر الدین رازی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وغیر ہم مفسرین کرام کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کا یہ جواب حقیقت اپنے علم کی نفی پر مشتمل نہیں بلکہ اپنے آپ سے علم محیط اور ظاہر و باطن پر حاوی اور غیر محدود علم کی نفی پر مبنی ہے اور ذات خداوندی کے سامنے ادب و نیاز اور تسلیم و تقویٰ کے طریقہ پر مبنی ہے لہذا انکوب لازم آئے گا اور نہ ہی آیات میں باہمی تخالف و تعارض نہ مدعا کے خصم ثابت ہو سکے گا۔

اقول: ادب و نیاز اور تواضع و انکساری کے تحت اپنے علم کو بمنزلہ عدم علم کے کر دینے کی نظیر بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایت ہے جو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حج و واداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا، ای شہر ہذا قلنا اللہ ورسولہ اعلم فسکت حتی ظننا انہ سیمیہ بغیر اسمہ فقال أليس ذوالحجة قلنا بلى قال ای بلد ہذا قلنا اللہ ورسولہ اعلم فسکت حتی ظننا انہ یسمیہ بغیر اسمہ فقال أليس البلد قلنا بلى قال ای یوم ہذا قلنا اللہ ورسولہ اعلم فسکت حتی ظننا انہ سیمیہ بغیر اسمہ قال أليس یوم النحر قلنا بلى الحديث مشکوٰۃ کتاب المناسک - ص ۲۳۳

یہ کونسا مہینہ ہے ہم نے عرض کیا اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول زیادہ بہتر جانتے والے ہیں۔ آپ نے ذرا سکوت فرمایا حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ آپ مہینہ کا کوئی اور نام عین فرمائیں گے، تو آپ نے فرمایا کیا یہ مہینہ ذوالحجہ نہیں ہے۔ ہم نے عرض کیا ہاں آپ نے دریافت فرمایا یہ کون سا شہر ہے تو ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے ذرا سکوت فرمایا حتیٰ کہ ہم نے خیال کیا کہ آپ اس کے سابقہ نام سے علاوہ اور نام مقرر فرمائیں گے تو آپ نے فرمایا کیا یہ بلدہ حرام نہیں ہے ہم نے عرض کیا ہاں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون سا دن ہے ہم نے عرض کیا اللہ ورسولہ اعلم۔ آپ نے ذرا خاموشی اختیار فرمائی حتیٰ کہ ہم نے گمان کیا کہ اسے کوئی اور نام دیں گے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تو آپ نے فرمایا کیا یہ دن یوم نحر نہیں ہے ہم نے عرض کیا ہاں۔ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطبہ سن رہے تھے جن میں مقرب ترین صحابہ اور بہت بڑے فضلاء کا طین موجود ہیں اور کوئی ایک بھی ایسا نہیں جو حج کے لئے گیا ہو اور اسے یہ علم نہ ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے، یہ کون سا شہر ہے اور آج دن کونسا ہے، مگر جب رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم دریافت فرماتے ہیں تو سب کا جواب ایک ہی ہے اللہ و رسولہ اعلم، اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم زیادہ جاننے والے ہیں۔

جب صحابہ کرام کے ادب و نیاز کا تقاضا یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے علم و فہم کا اظہار کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و حکمت کے مقابل اپنے علم و دانش کو کالعدم سمجھیں اور علم حقیقی اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیں تو اسی طرح جناب الہی میں انبیاء علیہم السلام کے ادب و نیاز کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اپنے علم کو کالعدم سمجھیں اور علم حقیقی باری تعالیٰ کو تفویض کر کے اپنے دعویٰ علم و حکمت سے دستبردار ہو جائیں۔ یہ تو شیطان کا کام ہے کہ جناب باری تعالیٰ میں اپنے علم و فہم کا دعویٰ کرے اور اس کی حکمتوں کو محل تنقید قرار دے انا خیر منہ خلقتنی من نار و خلقتہ من طین کی بڑھ مارے بلکہ ادب و نیاز والے تو اس کے وجود کے مقابل اپنے وجود کی بھی نفی کر دیتے ہیں ع

من نیم واللہ باقی یا رہست

بلکہ پوری کائنات کا وجود ان کی نظروں میں وجود حقیقی واجب تعالیٰ کے مقابل عدم و فنا ہے۔ مولانا جامیؒ نے فرمایا ہے

بے نام و نشانست کرد و نام و نشان چیزے نیست
بخدا غیر خدا در دو جہاں چیزے نیست

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لہذا جس طرح صحابہ کرام علیہم الرضوان کے جواب سے ان کی لاعلمی ثابت نہیں ہوتی، اسی طرح انبیاء علیہم السلام کے جواب سے انکا بے علم ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ ادب و نیاز والے اس بات کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں بے ادبوں کو اللہ تعالیٰ ہی سمجھائے۔

جواب دوم: اگر انبیاء کرام علیہم السلام کی کلام کو اپنے ظاہر پر رکھو، تو ان سے جنس علم کی نفی لازم آئے گی، کیونکہ لاعلم لٹائیں لافنی جنس کے لئے ہے تو کسی قسم کا علم بھی ان کے لئے ماننا نص قرآنی قطعی کے خلاف ہوگا۔ ادھر اللہ تعالیٰ نے امت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اعزاز و شرف بخشا ہے کہ وہ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام کے حق میں اور ان کی امتوں کے خلاف گواہی دیں گے اور گواہی بغیر علم کے درست نہیں ہوتی اور نہ ممکن ہے تو لازم آئے گا کہ امت محمدیہ میدان قیامت میں انبیاء علیہم السلام پر افضل ہو جائے حالانکہ بقول مولانا قاسم نانوتوی نبوت کالات علمیہ میں سے ہے عملیہ میں سے نہیں اور ان منکرین کے مسلک و مذہب کے مطابق کالات علمیہ سے بھی نہیں رہے گی، کیونکہ غیر نبی ان پر علم میں فوقیت لے گئے کیا واقعی یہ منکر اس فساد کا التزام و اعتراف کرتے ہیں؟ علم امت اور ان کی شہادت پر قرآن کریم شاہد ہے۔ وکذا لک جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس اور ایسے ہی بنایا ہے ہم نے تمہیں بہترین امت تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو، حدیث پاک سے اس کی تفسیر ملاحظہ ہو:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدعی نوح (علیہ السلام) یوم القیامة فیقول لبیك وسعدیک یارب فیقول هل بلغت فیقول نعم فیقال هل بلغکم فیقولون ما آتانا من نذیر فیقول من یشہد لک فیقول محمد وامتہ فیشهدون انه قد بلغ الحدیث - بخاری جلد دوم . ص ۶۲۵

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حضرت نوح علیہ السلام کو قیامت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے دن طلب کیا جائے گا۔ وہ عرض کریں گے اے رب میں حاضر خدمت اقدس ہوں اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم نے فریضہ تبلیغ ادا کیا۔ وہ عرض کریں گے جی ہاں اللہ تعالیٰ ان کی امت کو فرمائے گا کیا واقعی انہوں نے تبلیغ کی۔ وہ کہیں گے ہمارے پاس کوئی نبی تیرے عذاب سے ڈرانے والا نہیں آیا تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے نوح تمہاری گواہی کون دے گا کہ تم نے تبلیغ کی ہے۔ وہ کہیں گے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت۔ تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی امت ان کے حق میں گواہی دیں گے۔

لہذا کتاب و سنت سے واضح ہو گیا کہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام شہادت دیں گے اور شہادت بغیر علم کے ناممکن اور علم جب انبیاء علیہم السلام میں نہیں ہوگا تو امت میں کیونکر ہو سکتا ہے، ورنہ امت کی افضلیت انبیاء پر باعتبار علم کے لازم آجائے گی اور یہ باطل ہے۔

نیز نص قرآنی سے انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے علم و شہادت ثابت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فکیف اذا جئنا من کل امة بشہید وجئناک علی ہولاء شہیدا۔ وہ منظر کیسا ہوگا جب ہم ہر امت میں سے ایک گواہ لائیں گے اور ہم آپ کو سب پر گواہ بنائیں گے اور ہر امت میں سے جو شہید لایا جائے گا، وہ ہر امت کا نبی ہوگا جو ان کے کفر و ایمان کی گواہی دے گا اور مکذبین و کفار کے کفر و تکذیب پر شاہد ہوگا جلالین میں ہے: بشہید یشہد علیہا بعملہا و ہونیہا۔ قسطانی میں ہے: فکیف ہولاء الکفار و صنیعہم اذا جئنا من کل امة بنہم یشہد علی کفرہم خلاصہ یہ کہ: یا حال ہوگا ان کفار کا جبکہ ہم ہر امت میں سے ان کے نبی کو بطور گواہ لائیں گے جو کہ ان کے کفر پر گواہی دے گا۔

لہذا اس آیت کریمہ سے قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ ہر نبی اپنی امت کے کفر و انکار کی اور مجہود و تکذیب کی گواہی دے گا اور مستحکمین کے معنی کے مطابق لا علم لنا سے جنس علم کی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نفی ثابت ہو جاتے گی، تو آیات قرآنیہ میں تعارض و تخالف لازم آجائے گا۔ حالانکہ امت کی فضیلت علمی انبیاء علیہم السلام پر بھی باطل اور آیات قرآن میں تخالف و تعارض بھی محال و ناممکن لہذا منکرین کا بیان کردہ معنی بھی باطل محض۔

الحاصل اس آیت کریمہ کا صرف وہی معنی درست ہے جو مفسرین کرام نے ذکر فرمایا علی الخصوص جبرامت مفسر صحابہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جو تفسیر فرمائی صرف وہی معتبر ہے اور اس آیت کو مسند سماع اموات سے کوئی تعلق نہیں۔ لہذا اس سے استدلال نفی سماع پر قطعاً غلط ہے اور بنا فاسد علی الفاسد ہے۔ محض افتراء و بہتان قبیح ہے۔ مکرو فریب اور کذب مرتجح ہے۔ صرف مقدس انبیاء کے ساتھ اپنی عداوت و دشمنی کا اظہار ہے نعوذ باللہ من هذا الشقاء العظيم۔ اللهم انا نجعلك في محذورهم ونعوذ بك من شرورهم۔

فائدہ جلیلہ

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت انبیاء سابقین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں گواہی دے گی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی عدالت اور صفائی کی گواہی دیں گے ویکون الرسول علیکم شعیدا۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی امت کے کفر و انکار یا ایمان و اقرار کا سوال نہیں کیا جائے گا اور نہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دریافت کیا جائے گا کہ تمہارے پاس کوئی رسول آیا یا نہیں اور اس نے میرے احکام تمہیں پہنچائے یا نہیں؟ یوم لا یخفی اللہ العنی والذین آمنو معہ۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان رسل کرام میں داخل نہیں جو لا علم لنا انک انت علام الغیوب کہیں گے لہذا آپ کے حق میں علم کی نفی قطعاً ثابت نہیں اور نہ ہی تاویل و توجیہ کی ضرورت ہے۔ یہ سوال و جواب بھی دوسرے انبیاء و رسل علیہم السلام سے ہے اور تاویل و توجیہ بھی انہیں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے حق میں ہے۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم امت کی عدالت اور اہمیت شہادت پر گواہ ہوں گے اور گواہی بغیر علم حتمی یقینی کے نہیں ہو سکتی؛ لہذا امت کے تمام اعمال کا علم قطعی ثابت ہو گیا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اصل شاہد ہیں نہ کہ کسی گواہ کی گواہی اور شہادت پر شاہد و گواہ اور اصل شاہد کا چشم دید شاہد ہونا ضروری ہے۔ لہذا سرورِ انبیاء علیہم السلام کا اپنے نورِ نبوت سے تمام امت اور اس کے اعمال و افعال کا مشاہدہ فرمانا ثابت ہو گیا اور یہی معنی شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز اور علامہ قسطلانی کی کلام سے ظاہر ہے جیسا کہ معرض ہو چکا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دسٹھم

قال اللہ تعالیٰ۔ اذکالذی مر علی قریۃ وہی خاویۃ علی عروشہا قال
انی یحییٰ ہذہ اللہ بعد موتہا فاما تہ اللہ مائۃ عام ثم بعثہ قال کم لبثت
قال لبثت یومًا او بعض یوم قال بل لبثت مائۃ عام۔

ترجمہ: یا مثل اس شخص کے جو کہ قریہ بیت المقدس، پر گزرا۔ در آنجا لیکہ وہ اپنی
چھتوں کے بل گرا ہوا تھا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کی ہلاکت و بربادی کے بعد کس طرح
دوبارہ آباد فرمائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو سو سال تک حالت موت میں رکھا،
پھر اس کو اٹھایا اور فرمایا تو یہاں کتنا عرصہ ٹھہرا رہا، تو اس نے کہا ایک دن بلکہ دن
کا بعض حصہ، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا نہیں تو تو ایک سو سال یہاں ٹھہرا رہا ہے۔

و جب استدلال، یہ آیت کریمہ حضرت عزیر علیہ السلام کے حق میں وارد ہے
اور انہیں کوئی پتہ نہ چلا کہ میں کتنی مدت یہاں پڑا رہا ہوں اور سو سال کے عرصہ کو
ایک دن بلکہ اس سے بھی کم مدت خیال کیا، جب پیغمبر کو کوئی پتہ نہ چل سکا تو اور کسی
کو کیا علم موت کے بعد ہو سکتا ہے۔ لہذا میت سے علم و ادراک اور سماع و فہم وغیرہ
کی نفی ثابت ہو گئی۔ کذا فی جواہر القرآن۔ جلد اول

جواب اول: الذی مر علی قریۃ کے مصداق میں مختلف اقوال ہیں۔
بعض نے اس کا مصداق کافر شخص کو بنایا ہے (بیضاوی) لہذا جب قطعی طور پر یہاں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جواب دوم : یہ مان لیتے ہیں کہ یہاں مراد حضرت عزیر علیہ السلام ہیں، لیکن ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ یہاں موت سے مراد حقیقی معنی ہے، بلکہ یہاں نیند والا معنی مراد ہے اور چونکہ نیند مثل موت ہے؛ لہذا اس کو موت سے تعبیر کر دیا گیا ہے اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام سے مدت قیام کے متعلق سوال فرمایا اور مخاطب حقیقتاً روح اور نفس انسانی ہوتا ہے نہ کہ بدن اور موت کی صورت میں ارواح انبیاء علیہم السلام اعلیٰ علیین میں ہوتے ہیں اور بقول منکرین کسی کے روح کا بعد از موت بدن سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔——— تو جب روح اس عرصہ میں یہاں زمین پر موجود ہی نہیں تھا تو زمین پر قیام و سکونت کے عرصہ سے سوال کا کیا معنی؟ لہذا معلوم ہوا کہ ان پر نیند طاری کر دی گئی تھی۔

یہی الفاظ، سوال و جواب کے اصحاب کہف کے حق میں وارد ہیں قال قائل
منہم کم لبثتم قالوا لبتا یوماً و بعض یوم۔ جب تین سو سال سے بھی زیادہ
سوکراٹھ تو باہم ایک دوسرے سے سوال کرنے لگے کہ تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے ہو
تو بعض نے کہا ایک دن بلکہ اس سے بھی کم اور اصحاب کہف کا حالت نیند میں ہونا
نص سے ثابت ہے۔ لہذا حضرت عزیر علیہ السلام کا بھی حقیقی موت کے ساتھ فوت
ہونا مراد نہیں، بلکہ سو سال کے عرصہ تک حالت نیند میں رہنا مراد ہے اور چونکہ
عادۃ نیند اتنے عرصے تک طول نہیں پکڑتی؛ لہذا اس کو موت سے تعبیر فرما دیا اور موت
وفات کا اطلاق نیند پر قرآن کریم سے بھی ثابت ہے۔ هو الذی یتوفنا کم باللیل۔
اللہ تعالیٰ وہ قادر ذات ہے جو کہ رات کے وقت تمہیں وفات دیتا ہے یعنی نیند کی
حالت تم پر طاری کرتا ہے اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب نیند سے بیدار ہوتے تو فرماتے الحمد للہ الذی احيانا بعد الاماتنا۔ حمد ہے اس ذات اقدس کے لئے جس نے ہمیں موت کے بعد زندگی بخش۔ اسی طرح لفظ بعثت کا اطلاق نیند سے بیدار ہونے پر بھی آتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ فصرنا علی اذانہم فی الکھف سنین عدوا ثم بعثنا ہم لنعلم ای الحزبین احصی لہما لبثوا امدًا۔ ہم نے ان کے کالوں پر مہر لگا دی، کئی سال تک پھر ہم نے بیدار کیا تاکہ ہم واضح کریں کہ دو جماعتوں میں کون سی جماعت اس مدت کو اچھی طرح شمار کرے گی۔ جو لوگوں نے سوتے ہوئے گزاری۔ لہذا جب امامۃ اللہ کا معنی نیند دنیا درست ہے اور اتنی مدت تک کی نیند کو موت کہنا ظاہر و متبادر ہے، تو استدلال درست نہ رہا، کیونکہ ہماری کلام حقیقی موت میں ہے نہ کہ حکمی موت اور نیند میں لہذا حضرت عزیر علیہ السلام سے حالت موت میں علم و ادراک اور سماع و فہم کی نفی لازم نہ آئی اور نہ ہی دوسروں کے ان پر قیاس کرتے ہوئے نفی درست ہوتی اور لفظ موت و حیات کا مجازی طور پر متعدد معنوں میں استعمال ہونا اسی آیت سے ظاہر ہے۔ شہر کی بربادی کو موت سے تعبیر فرمایا ہے اور آبادی کو زندگی سے۔ لہذا قرآن کے تحت مجازی معانی کا ارادہ درست ہو گا۔

جواب سوم: یہ بھی تسلیم کر لیتے ہیں کہ یہاں موت کا حقیقی معنی مراد ہے، لیکن نفی علم و ادراک اور انکار فہم و سماع۔ ثابت نہیں ہو سکتا، کیونکہ جب اللہ تعالیٰ نے ان سے دریافت کیا کہ تم نے یہاں کتنا عرصہ قیام کیا، تو انہوں نے یہ عرض نہیں کیا کہ میں نہیں جانتا، بلکہ عرض کیا کہ ایک دن بلکہ اس سے بھی کم۔ نیز اللہ تعالیٰ کا سوال مدت قیام کے متعلق ہے نہ کہ نفس قیام سے، تو معلوم ہوا کہ عند اللہ انہیں حالت موت طاری ہونے کے باوجود نفس قیام و سکونتِ ارضی کا علم تو تھا، لیکن مدت کی تعیین سے استفسار میں امتحان مقصود تھا۔ لہذا نفس علم بالقیام واللہبث کی نفی نہیں کی گئی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

البتہ حضرت عزیر علیہ السلام نے جو مدت بیان فرمائی وہ اس سے مختلف ہے اور بہت کم ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی تو ہم کہتے ہیں کہ دونوں قول حق و صحیح ہیں۔ وہ وقت عوام اہل زمان کے لئے سو سال تھا اور وہی وقت حضرت عزیر علیہ السلام کے لئے ایک دن بلکہ اس سے بھی کم اور یہ طے زمانی پر مبنی ہے جس طرح کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہو گا مگر اہل ایمان صلحاء و اولیاء اور شہداء علیہ السلام کے حق میں ایک وقت کی نماز سے بھی جلدی گزر جاتے گا۔ اگر اصحاب یکمین سے وہاں دریافت کیا جائے کہ تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے تو وہ اپنے تجربہ و مشاہدہ کے مطابق وقت کا اختصار بیان کریں گے اور اگر کفار و مشرکین سے دریافت کریں گے تو وہ اپنا ماجرا اور سرگزشت بیان کریں گے اور ہر ایک اپنے قول اور دعویٰ میں صادق ہو گا اور اصحاب کہف پر اتنا عرصہ بیت جانے کے باوجود ان کا بھوک و پیاس اور مجلس بول و غیرہ سے نہ مرنا طے زمانی کی واضح دلیل ہے و بالجملہ طے زمانی مکانی اور لسانی امر مقدس و محقق ہے جس میں انکار کی گنجائش نہیں اور یہ تفاوت اقوال کا اسی پر مبنی ہے۔ لہذا حالت موت میں جو مدت ان پر گزری، انہوں نے اپنے تجربہ و مشاہدہ کے مطابق بیان فرمائی لہذا نفی علم کی باطل ہو گئی۔ کذا فی سبع سنابل للامام الربانی میر عبد الواحد بلگرامی ص ۱۵۸

جواب چہادم : حضرت عزیر علیہ السلام کی موت حقیقی ہو تو بھی حکم فیذیہ ہے، کیونکہ حسب تفسیر مفسرین وہ انجیر اور انگور وغیرہ تناول فرما کر اور لقیہ کو اپنے گوشہ دان میں رکھ کر اور انگوروں کے شیرہ کو مشکیزہ میں ڈال کر اور اپنے گدھے کو مضبوطی کے ساتھ باندھ کر ایک درخت کے سائے میں مجر خواب و استراحت ہو گئے اور نیند کی حالت میں روح جب بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا تو اس کو وہیں روک لیا گیا۔ قال اللہ تعالیٰ۔ اللہ یتوفی النفس حین موتھا والقی لم تمت فی منامھا فیفسد الی قننی علیھا الموت ویرسل الاخری۔ اللہ تعالیٰ تمام نفوس کو ان کی موت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے وقت فوت کرتا ہے اور جو فوت نہیں ہوتے تو وقت نیند میں ان کے روحوں کو اپنی طرف بلاتا ہے جس پر موت کا فیصلہ صادر ہو چکا ہو اس کو اپنے پاس روک لیتا، اور دوسرے کو چھوڑ دیتا ہے۔ لہذا جب عزیر علیہ السلام کا روح اقدس حسب عادت حالت نیند میں بارگاہِ خداوندی میں پہنچا اور وہیں اسے اتنے عرصہ دراز تک روک لیا گیا بغیر اس کے کہ اس کے ساتھ خلافت معمول کوئی سلوک کیا جاتا؛ لہذا اس کو نیند کہو تو بھی درست ہے اور موت کہو تو بھی صحیح ہے۔ اگر موت معاونان پر طاری ہوتی، یعنی حضرت عزرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے اور ان کے معاونین فرشتوں کی وساطت سے ہوتی اور ملائکہ آپ کے روح کو قبض کر کے آسمانوں سے اوپر بارگاہِ خداوندی میں لاتے۔ دفترِ علیین میں نام درج کراتے اور اس کو منزلِ اخروی دکھائی جاتی، تو لامحالہ انہیں اپنی موت کا علم ہوتا اور ان ملائکہ کا اور اپنے عروج و سفر آسمانی کا اور نعمِ جنت کے مشاہدہ کا مدتِ اقامت کا لہذا اللہ تعالیٰ کے دریافت فرمانے پر پوری مدتِ اقامت بیان کر دیتے کیونکہ حقیقی عالم و مدرک اور سامع و فہم روح ہے، اس کی جمالت و لاعلمی کا کوئی بھی قائل نہیں اور نہ ہی اہل اسلام کے نزدیک روح پر موت طاری ہوتی ہے۔ موت صرف بدن پر زوال و انفصال روح کی وجہ سے طاری ہوتی ہے اور اگر بدن کی مدتِ اقامت سے سوال ہوتا اور روح کا بدن سے رابطہ نہ ہوتا اور نہ اس پر بعد از موت طاری احوال کا عالم تو آپ کہہ دیتے میں تو فوت کر دیا گیا تھا اور روح اعلیٰ علیین میں تھا، مجھے کیا پتہ؟

بہر حال یہ بڑی عجیب بات ہے کہ فوت ہونے والے کو سو سال گزرنے کے باوجود یہ علم نہ ہو کہ میں فوت ہوا ہوں یا نہیں اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ میں کافی دن چڑھ آیا تھا تو سویا تھا اور شام کے وقت بیدار ہوا ہوں لہذا میری اقامت کی مدت ایک دن بلکہ اس سے بھی کم ہے جیسا کہ مفسرین نے

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

یَوْمًا وَبَعْضُ یَوْمٍ مِّنْ اَضْرَابٍ وَتَرْتِیُّ کِی وَجْهَ بَیَانِ کَرْتِے ہوتے تَصْرِیْحَ فَرْمَاتِی ہے۔
لہذا یہ امر تسلیم کئے بغیر کوئی چارہ نہیں کہ طی زمانی کے تحت حضرت عزیر علیہ السلام
پر جو وقت گزرا انہوں نے بالکل درست بیان فرمایا۔ اگرچہ دوسرے لوگوں کے لحاظ سے
سو سال کا عرصہ ہی بیت چکا تھا، خواہ آپ پریند کی کیفیت طاری رہی خواہ موت والی
مآل و انجام کے لحاظ سے دونوں آپ کے حق میں ایک تھیں، کیونکہ آپ پر زمانہ دراز نہیں
گزرا تھا۔

جواب پنجم: حضرت عزیر علیہ السلام نے بیت المقدس کی خرابی و بربادی کا مشاہدہ
کیا۔ دل میں اس کی آبادی اور بنی اسرائیل کی واپسی کا شوق پیدا ہوا جن کو بخت نصر نے
ادھر ادھر منتشر کر دیا اور غلام بنالیا تھا اور ساتھ ہی اس امر کو عظیم سمجھا اور فی نفسہ اس کو
مشکل جانا، اگرچہ قدرت باری تعالیٰ سے یہ بات باہرہ تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی
بیت المقدس کی آبادی کے ساتھ دلچسپی اور اس امر کو عظیم اور مشکل سمجھنے پر انہیں اپنی
قدرت کاملہ قاہرہ کا مشاہدہ کرانا چاہا۔ ان پریند یا وفات طاری کر دی۔ ان کے
گدھا پر موت نازل فرمائی۔ اس کا ایک ایک ٹالگ ہو گیا، لیکن بایں ہمہ انجیر اور عصیر کو بالکل
اسی طرح باقی رکھا اور اتنے عرصہ دراز اور مدت مدیدہ کے بعد انہیں بیدار کیا یا زندہ فرمایا
تاکہ اپنی ذات میں اور اپنے مشروب و ماکول میں اور اپنی سواری میں رب تعالیٰ کی
آیات قدرت کا ملاحظہ و مشاہدہ کریں اور حق الیقین کے درجہ کو پالیں اور ان کے دل
میں استعظام و استشکال والی جو کیفیت موجود تھی، وہ کلیتہً زائل ہو جائے۔

لہذا یہ موت وغیرہ اس حکمت کے پیش نظر ہے نہ کہ موت معنادار جس میں زندگی و حقیقت
ختم ہو جائے اور اس میں تقدیم و تاخیر محال ہو قال اللہ تعالیٰ۔ اِذَا جَاءَ اَجَلُہُمْ
لَا یَسْتَخْرِونَ سَاعَۃً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُونَ اور روح و بدن عالم برزخ میں ثواب و
تنعیم یا العیاذ باللہ سزا و تعذیب میں شریک ہوں اور قبر و برزخ میں پیش آنے والے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سارے احوال ان پر منکشف ہوں اور یہ واضح ہے کہ حضرت عزیر علیہ السلام والا واقعہ اس سے قطعاً مختلف ہے لہذا اس سے ماخوذ فیہ میں استدلال قطعاً غلط ہے۔

اقول: ذہن قاصر اور طبع فاتر کے نزدیک اس طویل نیند یا غیر معتاد اور خلاف معمول موت کی حکمت یہ ہے کہ عند اللہ بیت المقدس کی آبادی شروع ہونے میں ابھی ستر سال باقی تھے اور پہلی پہل پہل اور چمک دمک اور رونق وزینت میں مزید تیس سال باقی تھے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور نہیں تھا کہ اپنے نبی اور صفی کو اس مدت تک حزن و ملال میں رکھے اور انہیں اتنے عرصہ دراز تک ان کا مسمتی و مطلوب نہ دکھلائے۔ لہذا ان پر نیند یا موت طاری کر دی۔ ستر سال اس طرح گزرے تو بیت المقدس کی آبادی و تعمیر کی طرف لوگوں کو متوجہ فرمایا اور تیس سال کے اندر شہر اپنی سابقہ حالت پر آگیا اور چہل پہل، حسن منظر اور خوبی طلعت میں بے مثل و بے نظیر بن گیا۔ تب حضرت کو بیدار فرمایا، جبکہ ان پر ایک دن بلکہ اس سے بھی کم مدت گزری تھی لیقضى الله امر اكان مفعولا۔ نہ بیت المقدس کی تعمیر و ترقی والی مدت میں کمی فرمائی اور نہ ہی عزیر علیہ السلام کی عمر دنیویہ کو اتنا لمبا فرمایا تاکہ لا یتاخر و لا یسأء ولا یستقدمون کا خلاف لازم آئے اور اس عرصہ میں انہیں حزن و ملال کے پہاڑ برداشت کرنا پڑیں اور ایک ایک لمحہ زندگی کا صدیوں کے برابر بن کر ان کے لئے سوبان رون بنے۔

لہذا انہیں ان کی مقررہ عمر میں ہی منزل مقصود تک اور ساحل مراد تک پہنچایا اور ان کی آرزو کو ثمرندہ تکمیل فرمادیا، جبکہ وہ خود جوان تھے اور ان کی اولاد انتہائی عمر رسیدہ۔ فسبحان من یدعیجزہ عما اراد شیئ و هو علی کل شیئ قدير۔

جواب ششم: ہم نے کتاب و سنت سے ثابت کر دیا ہے کہ میت کے لئے قبر و نہج میں حیوۃ اور علم و ادراک ثابت ہے۔ لہذا اس آیت کریمہ میں تاویل نہ کی جائے تو بات میں مخالفت و تنقیض لازم آجائے گا۔ لہذا یہ تاویل واجب و ضروری ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نیز یہ ایک مخصوص واقعہ ہے جس میں مختلف مقاصد و فوائد اور حکم و مصالح کے تحت بے توجہی و بے التفاتی کا امکان ہے؛ لہذا اس سے عموم سلب اور عموم نفی پر استدلال لغو و باطل ہے۔

علیٰ ہذا القیاس یہ دعویٰ کہ انہیں اپنے گدھے کے مرنے اور اس کے اجزا و اعضاء کے بکھر جانے کا کوئی پتہ نہ چلا بھی باطل ہے اذل تو اس کی قرآن نے نفی نہیں کی۔ دوم یہ کہ کلام اس میں ہے کہ میت کو اپنے زاتین اور سلام دینے والوں کا علم ہوتا ہے یا نہیں نہ کہ ہر شئی کا۔ نیز جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ گدھا آپ کے بالکل قریب تھا۔ اتنے وقت تک بھی محل نزاع میں اس سے استدلال باطل ہوگا حالانکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں جبکہ عموماً ایسے جانوروں کو دور ہی باندھا جاتا ہے؛ لہذا دور ہونے کی صورت میں جیسا کہ ظاہر ہی ہے۔ محل بحث میں یہ شبہ مفید نہیں ہو سکتا۔ علاوہ ازیں کبھی زندہ آدمی خود اپنی ذات کے متعلق نہیں جانتا جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ویدار کرنے والی عورتوں نے نہ خودی میں اپنی انگلیوں کو کاٹ دیا اور خبر تک نہ رہی کہ اپنے ساتھ کیا کر دیا ہے۔ فلما دأینہ اکبرہ وقطعن ایدیہن وقلن ہا شاللہ ما ہذا البشوان ہذا الا ملک کریم۔ جب جمال یوسف علیہ السلام میں محویت و استغراق نے ان کو اپنے آپ سے اس قدر بے خبر کر دیا کہ اپنے ہاتھوں سے اپنے ہاتھوں کو کاٹ دیا، مگر پتہ نہ چلا، ورنہ ہوا تو حضرت عزیز علیہ السلام اگر حسن حقیقی اور کمال مطلق میں خود مستغرق ہو کر اپنی ذات کی طرف دھیان اور توجہ نہ دے سکیں تو کیا بعید اور اس مرتبہ پر فائز آدمی کے لئے گدھے جیسے جانور کی طرف دھیان و التفات کی کہاں گنجائش۔ ہاں یہ مسئلہ اور اس کے اسلاف کا مقام ہے کہ ان کی نماز میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تصور کی تو گنجائش نہیں، مگر گدھے کے کے خیال میں مستغرق ہو جانے میں کوئی ہرج نہیں۔ اسماعیل و ہوی صاحب فرماتے ہیں: صرف بہمت بسوئے شیخ و امثال آل گو جناب رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم باشند

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پچھدیں مرتبہ بدتر از استغراق در خیال گاؤنفر خود است۔ صراط مستقیم۔ للناس فیما
تختون مذاہب۔ اور اس توجیہ و تاویل کی دلیل محدثین کرام کا وہ قول ہے جو
انہوں نے تنام عینای ولادینام قلبی پر وارد اعتراض کے جواب میں ذکر فرمایا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تنام عینای
ولادینام قلبی۔ (میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے) مگر لیلۃ التعریس میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سو گئے اور صبح کی نماز قضا ہو گئی اور سورج طلوع ہونے اور
وقت نماز گزرنے کا پتہ نہ چلا۔ محدثین کرام نے مختلف جواب ذکر فرمائے جن میں شیخ عبدالحق
صاحب محدث دہلوی کا جواب ملاحظہ ہوا شتۃ اللغات جلد اول ص ۳۴۴

جواب دیگر آنست کہ نعم دل بیدار است ولیکن تواند کہ اُورا حالتے و شہودے دست
دہد کہ درال مستغرق گردد از اسوائے مشہود و از جمیع صور روحانی ذاہل و غافل گردد،
چنانکہ در بعض احیان در حالت وحی مثل ایں حالت روئے میداد پس باعث نسیان و
غفلت نوم قلب نباشد بلکہ طریان حالت عظیم کہ جز خدائے رب العزت حقیقت آل را
ندانند فافہم وباللہ التوفیق۔

اور جواب یہ ہے کہ ہاں دل اقدس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیدار تھا، لیکن
ممکن ہے کہ اس پر حالت مخصوصہ اور شہود حق والی کیفیت طاری ہو گئی ہو کہ اس میں مستغرق
ہو کر مشہود حقیقی کے علاوہ ہر شئی اور تمام معانی و صورتوں سے بے توجہی و ذہول طاری ہو گیا
ہو جیسا کہ بعض اوقات حالت وحی میں بیداری کی حالت میں ہو جاتا تھا۔ پس واضح ہو گیا کہ
سبب نسیان و ذہول کا دل اقدس کا سو جانا نہیں تھا بلکہ ایسی عظیم حالت کا طاری ہونا
جس کی حقیقت سوائے رب العزت کے کوئی نہیں جانتا۔

اور یہی کلام شیخ نے نماز کے اندر بہود و ذہول کے طاری ہونے کی وجہ بیان کرتے
ہوئے ذکر فرمائی، باید فہمید کہ وقوع بہود و نسیان از آنحضرت از کدام مقام است لابد از مرتبہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اشتغال و استغراق در مقامے خواہد بود کہ دست عقول از دامن ادراک آل قاصر است۔ جلد اول
ترجمہ : یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سہواور
نسیان کا طاری ہونا کس مقام سے ہے۔ یقیناً آپ کا سہو و نسیان ایسے مقام میں مصروف
و مستغرق ہونے کی وجہ سے ہوگا کہ جس کے دامن علم و ادراک سے عقول انسانہ کے
ہاتھ کوتاہ و قاصر ہیں۔

جواب ہفتم : حضرت عزیر علیہ السلام کو اپنی خبر رہی یا نہ؟ اور اپنی سواری کا علم ہوا
یا نہ ہوا اس بحث کو چھوڑیے ہمیں یہ بتلایئے حضرت عزیر علیہ السلام درخت کے سائے میں
آرام فرما رہے تھے اور تیس سال تک لوگ بیت المقدس میں آکر آباد ہوتے رہے اور ادھر
ادھر گھومتے رہے، مگر اتنی طویل میعاد میں کوئی انہیں دیکھ نہیں سکا، کیا وہ سارے لوگ
قوتِ بینائی سے محروم تھے اور ان کی آنکھیں کام نہیں کرتی تھیں۔ اگر ان کے صاحبِ نظر و
بصر ہونے کے باوجود انہیں کچھ نظر نہیں آیا اور اس میں ان کی نظر و بصر پر اعتراض نہیں
ہو سکتا تو اسی طرح حضرت عزیر علیہ السلام کو مدتِ اقامت اور اپنے گدھے کے بارے میں علم
یقینی حتمی نہ ہونے سے ان کے علم اور قوتِ نظر پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ جو حکمت لوگوں
کو عزیر علیہ السلام سے دُور رکھنے میں اور ان کی نظروں سے پوشیدہ رکھنے میں تھی اسی طرح
کی حکمت ادھر بھی ہو سکتی ہے، بلکہ یقیناً ہے۔ لہذا حضرت عزیر علیہ السلام کی بے توجہی
اور بے التفاتی خاص مصلحت کے تحت ہے اور مخصوص وقت کے لئے نہ کہ علی الاطلاق۔

جواب ہشتم : یہاں ہماری بحث سماعِ اموات میں ہے اور حضرت عزیر علیہ
السلام سے سماع کی نفی تب ہو سکتی ہے، جب یہ ثابت ہو جائے کہ کوئی شخص وہاں گیا۔
انہیں سلام دیا یا خطاب کیا اور انہوں نے بیدار یا زندہ ہونے کے بعد کہا ہو کہ مجھے کسی نے
سلام نہیں دیا یا خطاب نہیں کیا یا میرے پاس کوئی نہیں آیا۔ جب یہ ثابت نہیں اور نہ ہی
اس کا ثابت کرنا ممکن ہے تو استدلال لغو و باطل ہو گیا، کیونکہ یہاں نفی سماع اگر ہے، تو
اس لئے کہ کوئی سلام دینے والا تھا اور نہ خطاب کرنے والا تو سنتے کس طرح اور کس دان کو۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

خلاصۃ الجوابات

منکرین و مانعین نے جتنی آیات پیش کی ہیں، وہ درحقیقت کفار و مشرکین کی صفات ہیں جنہوں نے کفر و شرک پر اصرار کر کے فطرتی صلاحیتوں کو ختم کر دیا، جن کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اور جن کے حواس حق کو دیکھنے سننے اور فائدہ اٹھانے کے قابل نہ رہے یا اصنام و اوثان اور تماثیل و صورتوں کے حق میں وارد ہیں اور ان کی بے بسی، لاعلمی و بے شعوری وغیرہ بیان کرنے کے لئے یا ان میں نیند کی حالت میں حواس و مشاعر پر عارضی تعطل طاری ہونے کی وجہ سے بے توجہی و بے التفاتی کا بیان ہے یا استغراق و انجذاب اور مقام مشاہدہ پر پر و وصول کی وجہ سے ماسوا سے ذہول و نسیان پر مبنی ہیں اور یا پھر ان حضرات نے ان میں پوری بددیانتی کا ثبوت دیتے ہوئے مرنی و نحوی قواعد و ضوابط لغت مرنی اور دیگر دلائل و قرائن کو یکسر نظر انداز کر کے من مانے معنی کئے۔ کوئی ایک ایسی دلیل کتاب اللہ میں موجود نہیں جو اہل قبور اور ارباب برزخ علی الخصوص اولیاء و صلحاء شہداء و اصدقائے اور رسل و انبیاء کے عدم سماع پر نص ہو اور اس میں ان کا اپنے زائرین سے بے خبر ہونا، ان کے سلام و کلام سے غافل ہونا بیان کیا گیا ہو۔

اس کے برعکس سماع اموات کا امکان اور اس کا بالفعل وقوع و تحقق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پرندوں کے بکھرے ہوئے اجزاء کو خطاب کرنے اور ان کے دُور کر حاضر خدمت ہونے سے ظاہر۔ حضرت صالح علیہ السلام اور حضرت شعیب علیہ السلام کے ندائے خطاب سے واضح اور علی الخصوص ان اللہ یسمع من یشاء کا اطلاق اور اموات و احیاء کی تفسیر و تفسید کے بغیر اللہ تعالیٰ کا اپنے عموم قدرت اور احاطہ قدرت کا اظہار اس کی واضح بُرہان و دلیل۔ پھر صحاح ستہ علی الخصوص بخاری شریف و مسلم شریف کی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

روایات اور صحیح کتب احادیث میں احادیث سماع کے ذخائر ان آیات قرآنی کی روشن تفسیر ہیں اور مراد خداوندی و مقصود باری تعالیٰ کی مکمل توضیح و تلویح ہیں۔

نیز یہی جمہور مفسرین و محدثین کا مذہب مختار اور پسندیدہ نظریہ و اعتقاد ہے۔ لہذا اس کا خلاف، خلاف صواب ہے اور ناقابل قبول بلکہ باطل و مردود۔

اہل السنۃ و الجماعت کا ضابطہ و قاعدہ تفسیر قرآن کے متعلق اور مسکین سماع کو چیلنج

قرآن کریم کے وہی معانی معتبر ہیں جو آیات و احادیث اور سنن مصطفیٰ علیہ التہیۃ و الثناء کے موافق و مطابق ہوں۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے عمال و نائبین کو لکھا کہ تم فرائض اور سنت کا علم حاصل کرو اور لغت عربیہ کا اور ساتھ ہی فرمایا:

ان ناسا یجادونکم یعنی: بالقرآن فخذوہم بالسنن فان اصحاب السنن اعلم بکتاب اللہ۔ شفا لقا صنی عیاض جلد دوم ص ۱۰۱

لوگ تمہارے ساتھ قرآن کریم کے معانی و مطالب میں جھگڑا کریں گے اور اپنی مرضی کے مطابق معانی کریں گے، تم ان پر سنن کے ساتھ گرفت کرو، کیونکہ سنن مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ اور ان کے محافظ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو بہتر جانتے ہیں۔

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معلم کتاب اور مبین معانی ہیں۔ قال اللہ تعالیٰ:

وانزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما نزل الیہم۔ لہذا اصل معانی و مطالب

وہی ہیں جو آپ کی زبان حق تر حمان نے واضح فرماتے جو ان احادیث کو رد کر کے بیان

کئے جائیں۔ وہ گمراہی و بے دینی کا موجب ہیں اسی لئے فرمایا یہدی بہ کثیرا و

یضل بہ کثیرا۔ قرآن ایک جماعت کے لئے سرچشمہ ہدایت ہے تو دوسرے گمراہ

کے لئے موجب گمراہی و ضلالت ہے، لہذا محض قرآن ہدایت کے لئے کافی نہیں جب

تک اس کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان شامل نہ ہو۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ملا علی قاری نے فرمایا جمیع ماقال الائمة شرح للسنة وجميع السنن

شرح للقرآن - مرقات جلد اول ص ۲۱

ائمہ دین نے جو کچھ فرمایا وہ احادیث نبویہ کی شرح ہے اور تمام احادیث و سنن قرآن کریم کی شرح و تفسیر ہیں۔

لہذا اقوال اسلاف اور ائمہ دین کو یا احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاف قرآن کہہ کر رد کرنا قطعاً غلط ہے بلکہ دین بین کے ساتھ مذاق ہے۔

ہم منکرین کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ کتب احادیث میں سے صرف ایک حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ بھی صحیح نہیں ضعیف ہے ایسی دکھلا دیں جس میں آپ نے فرمایا ہو کہ اہل قبور نہیں سنتے اور انہیں زائرین کا علم نہیں ہوتا۔ فان لم تفعلو ولن تفعلوا فالتار التي وقودها الناس والحجارة۔ لیکن ثبوت سماع پر سینکڑوں احادیث روایات اور آثار و حکایات پیش کی جاسکتی ہیں۔ معاندین و مخالفین کے مذہب و مسلک کے مطابق محدثین و مفسرین اور ارباب سنن کا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف قرآن ہونا لازم آئے گا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کا خلاف قرآن ہونا اور سب احادیث کا خلاف قرآن ہونا لازم آئے گا۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اس سے بڑھ کر ملحدین و بے دین لوگوں اور اسلام کے معاندین و مخالفین کی خدمت کیا ہو سکتی ہے۔ علی الخصوص منکرین حدیث کی کہ اسلام کا لبادہ اڑھنے والے خود کہہ دیں۔ واقعی احادیث قرآن کے خلاف ہیں اور ہمارے ہی بخاری و مسلم بھی اس عیب سے خالی نہیں اور ان کی روایات بھی مردود و باطل ہیں۔ نعوذ باللہ۔

منکرین کا عذر:

منکرین کو ہمارے اس چیلنج کے جواب میں بڑی دُور کی سوچھی۔ فرمایا اور اصل بات یہ ہے کہ جب اہل قبور کا سُنا اور نہ جاننا اور نہ ان امور کا اہل ہونا واضح تھا تو آنحضرت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

صلی اللہ علیہ وسلم اسے کیوں ذکر فرماتے۔ یہ تو مینح الواضح اور تحصیل الحاصل بن جاتی۔

(شفار الصدور ترجمہ ص ۲۵)

عذر کا رد :

یا رب ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ علماء و فضلاء ہیں یا پرلے درجے کے جہلاء۔ ایک طرف تو اتنی وضاحت کا دعویٰ کہ بیان کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی اور دوسری طرف غیر واضح امر یعنی علم و ادراک اور سماع و فہم پر دلالت کرنے والی احادیث کا شمار بھی متعسر و متعذر۔ اگر آپ نے عدم سماع کے واضح ہونے کی وجہ سے اس کی تصریح نہیں فرمائی تھی تو اثبات میں ایک لفظ بھی آپ سے صادر ہونا ناممکن تھا، پھر اس طرف اتنے ذخائر احادیث صحیحہ کے کیوں ہیں۔ نیز یہ حضرات قرآن کریم سے آیت پر آیت پڑھتے چلے جائیں گے جن میں ان کے زعم کے مطابق سماع کی نفی کی گئی ہے تو کیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ امر اتنا واضح و بدیہی نہیں تھا یا اس کے حق میں تحصیل حاصل اور تو مینح واضح محال نہیں ہے۔ اُس نے واضح امر کی بار بار وضاحت کیوں فرمائی اور اموات و اہل قبور سے بقول منکرین علم و ادراک اور سماع و فہم کی نفی کیوں فرمائی؟ ع۔ جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے۔ منکرین و معاندین کا کتب حدیث میں سے واحد سہارا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول اور ذاتی اجتہاد و استنباط ہے۔ اب ہم اس کی حقیقت حال واضح کرتے ہیں تاکہ ان کے ترکش کا آخری تیر بھی ختم ہو جائے وباللہ التوفیق۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ذیل میں

ام المؤمنین حبیبہ حبیبہ خدا علیہ السلام وازواجہ التحیتہ والثناء نے سماع اموات کا انکار فرمایا ہے اور شرعی مسائل میں ان کی بصیرت اور حسن رائے کا پورا عالم اسلام معترف ہے۔ نیز انہوں نے انکار پر قرآن کریم سے استدلال کیا اور اپنے دعویٰ کو آیات سے ثابت کیا۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے روایت کیا: ان المیت یعذب فی قبرہ ببكاء اہلہ علیہ۔ بیشک میت کو اپنی قبر میں اس کے متعلقین کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے تو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: انما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انه یعذب بخطیئہ وذنبہ وان اہلہ لیبکون علیہ الآن۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو صرف یہ فرمایا ہے کہ یہ میت اپنی خطاؤں اور گناہوں کی وجہ سے عذاب دیا جا رہا ہے اور اس کے رشتہ دار اس پر اب رو رہے ہیں۔

پھر حضرت ام المؤمنین نے فرمایا: وذاک مثل قولہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام علی القلب و فیہ قتلی بدر من الشرکین۔ بقال لہم ما قال انہم لیسمعون ما اقول لہم وانا قال انہم الآن لیسعون ان ما کنت اقول لہم حق ثم قرأت انک لا تسمع الموتی وما انت بسمع من فی القبور۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول مثل اس قول کے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علیہ وسلم قلب بدر پر تشریف لے گئے جس میں مشرکین کے مُردار پھینکے گئے تھے اور آپ نے انہیں فرمایا جو کچھ فرمایا، مگر عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ آپ نے فرمایا میں جو کچھ کہہ رہا ہوں۔ یہ مقتول اس کو سُن رہے ہیں، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ موار اب جانتے ہیں کہ جو کچھ میں انہیں کہا کرتا تھا، وہ حق ہے۔ حضرت صدیق نے یہ دو آیات پڑھیں اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْمَوْتٰی اور وَاَمَّا اَنْتَ بِمَسْمِعٍ مِنَ الْقُبُورِ بخاری شریف جلد دوم ۵۱۷

لہذا ثابت ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سماع اموات کا انکار فرماتی ہیں اور وہ قرآن کریم سے استدلال نہ بھی فرماتیں، تو ان کا قول حجت تھا چہ جائیکہ جب اس کو قرآن کریم کی آیات سے ثابت کر دیا، لہذا سماع موتی کا دعویٰ غلط ہے اور سماع کی نفی و انکار حق ہے۔

نیز یہاں سے یہ قاعدہ بھی پتہ چل گیا کہ جو روایت قرآن کریم کے خلاف ہو، وہ قابل قبول نہیں، اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی تدا کو قرآن کریم کے ساتھ رد فرمایا۔ لہذا ایسی احادیث جو سماع پر دلالت کرتی ہیں خلاف قرآن ہیں اس لئے قابل قبول نہیں۔ سماع موتی کے قائل جتنی روایات پیش کرتے ہیں۔ ان سب کا جواب بھی اس قاعدہ سے آگیا جو حضرت ام المومنین نے وضع فرمایا۔

الجواب بتوفیق الوہاب :

قبل ازیں دونوں آیات کی تحقیق عرض کر چکے ہیں بمالاً من ید علیہ الشاۃ اللہ تعالیٰ لہذا ان سے نفی سماع پر استدلال درست نہیں۔ اب صرف ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول کا جواب اور اس کی حقیقت کا بیان رہ گیا تھا تو ہم یہاں صرف اس کی تحقیق پیش کریں گے تاکہ منکرین و مانعین اور معاندین و مجادلین کے لئے کوئی سند و دلیل باقی نہ رہ جائے، لیکن اس تحقیق پہلے تمہیدی طور پر مذہب صدیقہ رضی اللہ عنہا اور مذہب مانعین و مجادلین میں فرق کی وضاحت ضروری ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اول : منکرین عذاب قبر اور اس کے ثواب اور حیوۃ قبر و برزخ حتیٰ کہ حیات انبیاء علیہم السلام کے منکر ہیں۔ نیز اموات کے لئے سرے سے علم و ادراک ہی تسلیم نہیں کرتے۔ لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا عذاب قبر اور حیوۃ برزخ کی قائل ہیں۔ خود حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا۔ عذاب القبر حق۔ بخاری باب عذاب القبر۔ اسی طرح آپ نے روایت فرمایا کہ میت کی ہڈی توڑنا ایسے ہے جیسا کہ زندہ شخص کی ہڈی توڑنا کسر عظم المیت لکسرہ حیا۔ نیز آپ نے اہل قلیب کے لئے علم تسلیم فرمایا جبکہ فرمایا انہم لیسعلمون۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دفن کے بعد ان سے شرم و حیلہ کی وجہ سے اچھی طرح کپڑے لپیٹ کر اور ستر کے ساتھ حجرہ مبارکہ اور روضہ مقدسہ میں حاضری دیتیں فلما دفن عمرو بنوفل ما دخلتہ الادانا مشدودۃ علی ثیابی حیاء من عمرو۔ لیکن ان کے دفن سے پہلے اس کی ضرورت نہیں سمجھتی تھیں اور خیال فرماتیں انما ہوزوجی و ابی۔ ایک میرے خاوند ہیں اور دوسرے میرے باپ لہذا کسی سے پردہ کی کیا ضرورت۔ اسی طرح آپ کا اپنے بھائی کی قبر پر تشریف لے جانا انہیں خطاب کرنا بھی اس امر کی دلیل ہے کہ آپ کے نزدیک میت کو علم و ادراک ہوتا ہے۔ نیز اگر کوئی شخص روضہ اقدس کے پڑوسیوں میں سے اپنی دیوار میں میخ وغیرہ ٹھونکتا تو آپ اس کو منع کر بھیجتیں اور فرماتیں لا توذ وارسل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبرہ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مزار میں تکلیف نہ پہنچاؤ۔ مواہب لدنیہ مع الزرقانی ص ۳۳۷ جلد پنجم۔ جلد ہشتم ص ۳۰۵

دوم : علامہ عینی اور علامہ ابن حجر کی تحقیق کے مطابق بخاری باب عذاب القبر میں حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی متضاد اور متخالف روایتیں جمع کرنے کی صرف یہی وجہ ہے کہ حضرت عبداللہ کی روایت وقت سوال میں ثبوت سماع پر دلالت کرتی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی اس کے بعد نفی سماع پر لیکن وقت سوال

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

میں سماع میت کے اندر ان کا اختلاف نہیں، بلکہ منکر و نیکر کے سوال و جواب کے دوران سماع میت متفق علیہ ہے اور اس پر اجماع ہے اور مدت سوال بعض کے نزدیک تین دن ہے۔ بعض کے نزدیک سات دن، لیکن معاندین و مخالفین اس وقت میں بھی سماع کو تسلیم نہیں کرتے اور حدیث صحیح اندہ التسمیع قرع لعلہم اذا دلوا عنہ مدبرین کی من گھڑت تاویلات کرتے ہیں۔ اس تمہید کے بعد حضرت صدیقہ کے اس ارشاد کا جواب معروف ہو گا۔

الجواب الاول: ہم نے حیات برزخ کے اثبات اور سماع اہل قبور اور ان کے علم و ادراک کے اثبات میں اور پہلے تمہیدی مقدمہ میں متعدد روایات سے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا میت کے لئے علم و ادراک اور سماع سلام وغیرہ کی قائل ہیں اور اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ علم و ادراک اور سماع کی منکر ہیں، لہذا دونوں طرح کے روایات میں تعارض پیدا ہو گیا اور حکم تعارضیہ ہے کہ دونوں دلیلیں موقوف کر دی جائیں اور ان پر عمل نہ کیا جائے، لہذا حضرت صدیقہ کی نفی علم و سماع والی روایت موقوف ہو جائے گی، جیسا کہ آپ کی دوسری روایت موقوف العمل ہو جائے گی، لیکن وہ آیات جو سماع پر دلالت کرتی ہیں اور وہ روایات جو دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ثابت ہیں۔ وہ معارض سے سالم ہونے کی وجہ سے واجب العلم و العمل ہوں گی اور دعویٰ سماع پر حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے اعتراض نہیں ہو سکے گا۔

لہذا ہمارا دعویٰ باطل نہ ہو سکا اور مخالفین کا دعویٰ ثابت نہ ہو سکا۔

سوال: تعارض حقیقی تب پایا جاتا ہے۔ جب دونوں متقابل دلیلیں قوت میں برابر ہوں، اور یہاں نفی پر قائم کردہ دلیل بخاری شریف اصح الکتاب بعد کتاب اللہ میں موجود ہے اور علم و ادراک یا سماع و فہم پر دلالت کرنے والی روایتیں جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں۔ وہ بخاری شریف میں موجود نہیں، بلکہ حجاب اور شد ثیاب والی روایت مسند امام احمد اور مستدرک حاکم میں ہے اور زائرین کے ساتھ انس حاصل

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کرنا اور انہیں جواب دینا جس روایت سے ثابت ہے، وہ ابن ابی الدنیانے کتاب القبور میں ذکر کی ہے۔ اپنے بھائی کی قبر پر جانا اور انہیں خطاب کرنا ترمذی نے روایت کیا ہے اور میت کی ہڈی توڑنے کا زندہ کی ہڈی توڑنے کی طرح ہونا۔ موطا امام مالک، ابوداؤد اور ابن ماجہ میں منقول ہے اور ان میں سے کوئی کتاب درجہ صحت میں بخاری شریف کے برابر نہیں۔ لہذا یہ روایات بخاری شریف کی روایت کے معارض و مقابل نہیں ہو سکتیں۔ علی الخصوص جبکہ نفی سماع موتی اور اہل قبور کی نص قرآنی سے ثابت ہے۔ لہذا نہ یہاں تعارض ہے نہ ہی دلیل نفی میں توقف بلکہ اس پر اعتقاد رکھنا ضروری اور اس کے مطابق عمل کرنا لازم۔

جواب اول: محض بخاری شریف میں کسی روایت کا موجود ہونا اس کے اقویٰ ہونے کی دلیل نہیں، جب تک کہ یہ ثابت نہ ہو جائے کہ دوسری روایات میں وہ راوی موجود نہیں جو امام بخاری کی شرائط کے مطابق ہیں یا امام بخاری نے جن سے روایات لی ہیں۔ اگر دوسری کتب حدیث میں منقول روایات انہی راویوں سے ہوں یا ان راویوں میں وہی شرائط موجود ہوں جو امام بخاری کے نزدیک معتبر ہیں، تو ان کی قوت اور درجہ بخاری شریف والی روایات سے کم نہیں ہوگا۔ لہذا یہ ثابت کر دو کہ ان روایات میں وہ راوی نہیں یا ان میں وہ شرائط موجود نہیں و دُونَ خراط القناد۔

جواب ثانی: ان روایات میں بذات خود وہ درجہ نہ سہی لیکن بخاری و مسلم کی متنق علیہ روایت انہ لیسع قرع لعالہم اذا دلوا عنہ مدبرین ان کی تائید کرتی ہے نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول سماع اہل قلب کی روایت انکی تائید ہے نیز حضرت عمرؓ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت عبداللہ بن سیدان رضی اللہ عنہم تینوں بدری صحابیوں کی روایت ما انتہم باسع لہما قول منہم ان کی تائید کرتی ہے۔ نیز جمہور کی موافقت ان روایات کی قوت و صحت پر واضح دلیل ہے بلکہ قرآن کریم کی وہ آیات جو ہم اثبات

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سماع میں ذکر چکے ہیں، وہ بھی ان روایات کی قوت پر دلیل صادق اور برہان ناطق ہیں اور
اذک لا تسمع الموقیٰ یا وما انت بمسمع من فی القبور نفی سماع والی روایت کے
لئے مؤید نہیں بن سکتیں، کیونکہ ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ میت اور اہل قبور سنتے نہیں
صرف ظاہر و متبادر کے لحاظ سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نہیں سناتے اور نزاع اس میں تو نہیں کہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سناتے ہیں
یا نہیں بلکہ اس میں ہے کہ وہ سنتے ہیں یا نہیں قطع نظر اس سے کہ انہیں سناتے والا کون
ہے، لہذا ہماری نقل کردہ روایات جو کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہیں اور
علم و ادراک پر دلالت کرتی ہیں، وہ اقویٰ ہیں اور دلیل نفی ان کے معارض نہیں ہو سکتی
اور پہلا جواب تنزل پر مبنی تھا، ورنہ حقیقتہً ان میں قوت زائد ہے، کیونکہ قوت روایت
کی مدار محض سند پر نہیں، بلکہ متن حدیث کے معنی و مفہوم پر بھی ہے، حتیٰ کہ اگر کوئی روایت
صحیح سند کے ثابت ہو، مگر پیغمبر کی عزت و عظمت کے منافی ہو تو اس کو رد کر دیا جائے
گا اور پیغمبر و رسول کی عصمت پر اعتراض کی بجائے راوی کا کذب تسلیم کر لیا جائے گا
کما هو المقرر عند القوم۔ لہذا اگر یہ مان بھی لیں کہ باعتبار سند کے حضرت صدیقہ کی
یہ روایت اقویٰ ہے، لیکن یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ باعتبار معنی کے آپ کی دوسری
روایات زیادہ قویٰ ہیں، کیونکہ قرآن کریم اور بخاری و مسلم کی متفق علیہ روایات اثبات
سماع و ادراک والی روایات کی تائید کرتی ہیں۔

الجواب الثانی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے پہلے اگرچہ سماع کی نفی
فرمائی، لیکن بعد میں آپ نے اس قول سے رجوع فرمایا اور جب خود انہوں نے اپنے
قول سے رجوع فرمایا، تو ہم پر بھی اس قول کو ترک کرنا لازم ہے جس طرح حضرت صدیقہ نے جمہور کی موافقت فرمائی
ہمارے لئے بھی ان کی موافقت لازم ہے۔

ابن شہینہ متفق عبد الحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا،

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بتحقیق ذکر کرده است در مواہب لدنیہ کہ در مغازی محمد بن اسحاق باسناد جید و در
سند امام احمد بن حنبل نیز باسناد حسن از عائشہ رضی اللہ عنہا مثل حدیث عمر رضی اللہ عنہ،
آمد پس گویا عائشہ رجوع کرد از انکار بسبب آنچه ثابت شد نزد وے از روایت ثقات
صحابہ کبار زیرا کہ وے رضی اللہ عنہا حاضر نبود در آل قضیہ و در شرح مسلم نیز مثل این
مذکور شد۔ مدارج النبوت جلد دوم - اشعة اللمعات شرح مشکوٰۃ جلد سوم ص ۴۲۲
۲۔ مولانا شبیر احمد عثمانی دیوبندی نے فتح الملہم میں اسی مضمون کو نقل فرمایا ہے
ان فی المغازی لابن اسحاق دواۃ یونس بن بکیہ باسناد جید عن عائشہ
رضی اللہ عنہا مثل حدیث ابی طلحہ وفیہ ما انتم باسمع لما اقول منهم
واخرجہ احمد باسناد حسن فان کان محفوظاً فکذا دجعت عن الانکار لما
ثبت عنہا من دواۃ هؤلاء الصحابة رضی اللہ عنہم لکونہا لم تشهد القصة
فتح الملہم - جلد دوم ص ۴۷۸ - نقلاً عن فتح الباری جلد صایع ۲۳۶

تحقیق مغازی ابن اسحاق میں یونس بن بکیہ کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ
عنہا سے عمدہ سند کے ساتھ منقول ہے جو کہ حدیث ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کی مثل ہے اور
اس میں ہے کہ اے صحابہ تم ان مردار کفار سے زیادہ سننے والے نہیں اور امام احمد نے
سند حسن کے ساتھ اس روایت کو نقل فرمایا ہے۔ اگر یہ روایت محفوظ ہے اور یقیناً
ہے، کیونکہ ہر دو سند جید اور حسن ہیں، تو گویا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انکار سماع
سے رجوع فرمایا، اس لئے کہ انہیں ان صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایت سے جو کہ بدر میں
موجود تھے۔ اس امر کا یقین ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ما انتم باسمع لما
اقول منهم فرمایا ہے، کیونکہ حضرت ام المومنین رضی اللہ عنہا خود تو اس واقعہ کی
شاہد نہیں تھیں (بلکہ مدینہ شریف میں موجود تھیں)

۳۔ نیز حضرت عہد لیتہ رضی اللہ عنہا کا اہل قبور پر سلام کرنا علی الخصوص حجر اقدس

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

میں ماضی اور اپنے بھائی عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما کی قبر پر تشریف لے جاتا سلام دینا اور انہیں خطاب کرنا یا اپنے انکار سے رجوع پر مبنی ہے اور یا صرف کفار کے حق میں اس انکار کے منحصر و مخصوص ہونے پر مبنی ہے، کیونکہ جو شخص کلام و سلام کو سنتا نہیں ہے اس کو خطاب کرنا فعل عبث ہے اور عقلاً سے بعید۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے فرمایا۔ زیرا کہ خطاب با کسی کہ نشود و نہ فہم معقول نیست و نزدیک است کہ شمار کردہ شود از قبیلہ عبث چنانکہ عمر رضی اللہ عنہ گفت یا رسول اللہ یہ سخن میکنی با جساد کہ نیست در آل ارواح۔

نیز ہم نے مفسرین کرام کی کلام سے واضح کر دیا ہے کہ اگر بالفرض اذک لا تسمع الموتی اور وما انت جسم من فی القبور میں ظاہری معنی مراد ہو تو بھی موتی اور اہل قبور سے مردہ کافر مراد ہیں نہ کہ مسلمان اور اہل ایمان۔ لہذا رجوع کی صورت میں بھی اس قول متروک سے استدلال باطل ہو گیا اور کفار کے ساتھ مخصوص ہونے کی صورت میں بھی اور حضرت صدیقہ کے سلام و خطاب کی روایات مسلم شریف میں موجود ہیں جن کی صحت میں کلام نہیں ہو سکتا۔ نیز علامہ عینی اور ابن حجر کی تحقیق کے مطابق کفار کے سماع کا انکار بھی سوالیہ کی مدت کے بعد ہو گا نہ کہ مطلقاً۔

الجواب الثالث؛ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کے مخالف نہیں، بلکہ ان میں توفیق و تطبیق ممکن ہے لہذا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے روایات سماع کو رد کرنا قطعاً غلط ہے، کیونکہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ تسلیم فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انہم الان لیعلمون انما کنت اقول لہم حق تو ثابت ہو گیا کہ اہل قلب جمادات کی مانند بے علم و بے شعور اور مطلقاً علم و ادراک سے عاری نہیں تھے۔ لہذا جب اس وقت میں ان کے لئے علم ممکن ہے جبکہ بالفعل ثابت ہے تو سماع

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کا امکان بھی ثابت ہو جائے گا۔ صاحب رُوح المعانی علامہ محمود آلوسی نے فرمایا،
۱۔ قال السهيلي ان عائشة رضى الله عنها لم تحضر قول النبي صلى الله
عليه وسلم فغيرها من حضرة حفظ للفظه عليه الصلاة والسلام وقد
قالوا له اتخاطب قوما قد جيفوا فقال ما انتم باسمع لما اقول منهم قالوا
واذا اجازان يكونوا في تلك الحالة عالمين يعني كما تقول عائشة جاز
ان يكونوا سامعين۔ هو كلام قوى دالى، ولا مانع ان يكون النبى صلى الله
عليه وسلم قال اللفظين جميعا فانه كما علم من كلام السهيلي لا تعارض
بينهما۔ روح المعانى۔ جلد ۲ ص ۵ وكذا في فتح الباري جلد ۵ ص ۲۳۷
ترجمہ۔ علامہ سہیلی نے فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم
علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خطاب اور اہل قلب کے ساتھ کلام کے وقت حاضر نہیں
تھیں۔ لہذا ان کے علاوہ وہ صحابہ کرام جو اس وقت وہاں موجود تھے۔ وہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے الفاظ کو زیادہ محفوظ رکھنے والے ہیں لہذا ان کی روایت راجح اور روزنی
ہوگی۔ علامہ ابن حزمین نے فرمایا کہ دونوں روایتوں میں تخالف نہیں، جب اس
حالت میں ان کے لئے علم ممکن ہے تو سماع بھی ممکن ہے۔ صاحب رُوح المعانی فرماتے
ہیں کہ یہ کلام قوی ہے اور اپنی طرف سے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ہو سکتا ہے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں لفظ فرمائے، کیونکہ سہیلی کی کلام سے واضح ہو چکا ہے کہ دونوں
میں کوئی تعارض نہیں۔ لہذا دونوں روایات درست ہیں اور ایک دوسرے کے
خلاف نہیں کوئی روایت دوسری کو رد نہیں کرتی۔

(۲) شبیر احمد صاحب عثمانی نے فتح الملہم میں کہا،

لا مانع ان يكون النبى صلى الله عليه وسلم قال اللفظين معاً فانه لا

تعارض بينهما وقال ابن التين لا معارضة بين حديث بن عمر والاية

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لان الموتى لا يسمعون بلا شك لكن اذا اراد الله السماع ما ليس من شأن
السماع لم يمتنع كقوله تعالى انا عرضنا الامانة على السموات الائمة وقوله
ائتيا طوعا او كرها كذا في الفتح من الجنائز وفي المغازی قال البيهقي لعلم
لا يمتنع من السماع والجواب عن الایة انه لا يسمعون وهم موتى ولكن الله
احياءهم حتى سمعوا كما قال قتادة - فتح الملهم - جلد ثانی - ص ۳۴

ترجمہ: اس میں کوئی اشتقاق و امتحالہ نہیں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں
لفظ فرماتے ہوں، کیونکہ دونوں میں کوئی تعارض نہیں اور علامہ ابن التین نے فرمایا
حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں اور آیت کریمہ میں کوئی تعارض نہیں، کیونکہ مردے یقیناً نہیں
سنتے، لیکن جب اللہ تعالیٰ سنانا چاہے اس شئی کو جس میں سننے کی اہلیت نہیں تو بھی سننا
ممتنع و ناممکن نہیں ہوگا جیسا کہ دونوں آیات انا عرضنا الامانة على السموات
والارض اور ائتيا طوعا او كرها آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کے سماع خطاب
اور جواب پر دلالت کرتی ہیں۔ کذا فی الفتح من الجنائز اور مغازی میں منقول ہے
امام بیہقی نے فرمایا کہ علم سماع سے مانع نہیں (یعنی حضرت صدیقہ کی روایت میں
لیعلمون کا ذکر حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں مذکور ما انتم باسمع لما اقول منهم
کے منافی نہیں)، اور حضرت صدیقہ نے جو آیت پیش کی ہے اس کا جواب یہ ہے کہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں نہیں سناتے۔ درال حالیکہ وہ مردہ ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ
نے انہیں زندہ فرما دیا، حتیٰ کہ انہوں نے آپؐ کی کلام کو سن لیا جیسا کہ حضرت قتادہ نے کہا۔
لہذا ان تصریحات سے واضح ہو گیا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول نہ ان کی
اپنی روایات کے منافی ہے جو کہ اہل قبور کے علم و شعور پر دلالت کرتی ہیں اور نہ ہی دوسری
روایات کے لہذا تعارض و رجوع سے قطع نظر کر لیں تو بھی ام المؤمنین کی روایت سے
ان روایات کا رد اور بطلان لازم نہیں آتا، کیونکہ مخالف ہی نہیں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

۳۔ نیز حضرت صدیقہ اور حضرت ابن عمر کے روایات میں ایک اور وجہ سے بھی تطبیق ممکن ہے، کیونکہ سماع عرف عام میں عاصۂ سمع سے ہوتا ہے اور خرابی بدن سے قوتِ سامعہ بھی خراب ہو جاتی ہے۔ اس لئے یہاں سماع سے عاصۂ سمع کے ساتھ سننا مراد نہیں، بلکہ علمِ مسموعات مراد ہے۔ لہذا حضرت عبداللہ بن عمر کی کلام میں بھی علمِ مسموعات مراد ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی علمِ تسلیم فرمایا ہے۔ لہذا اب بھی ان میں کوئی تخالف نہیں رہے گا۔ شیخ محقق قدس سرہ نے فرمایا،

فرضا اگر از ثبوت سماع تنزل کنیم باعتبار آنکہ سماع بحاصۂ سمع میباشد و سماع بخرابی بدن خراب شد بگوئیم از نفی سمع نفی علم لازم نمی آید و علم بروح بود کہ باقی است پس علم بمبصرات و مسموعات حاصل باشند بروجہ البصار و سماع چنانکہ بمعنی متکلمان سماع و بصیر الہی را بعلم بمسموعات و مبصرات تاویل کردہ اند و بتحقیق وارد شدہ اخبار و آثار در علم مروتی باحوال زیارت کنندگان را و شناختن ایشان را دتا، و نیز شک نیست در حصول علم مروتی را در آخرت و برزخ و بحقیقت دین اسلام چنانکہ عائشہ رضی اللہ عنہا گفتہ و متفق علیہ است در مراد بحديث پس ممکن است علم بدنيا و اہل دنیا الخ۔ اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۱۰۱ و ۱۰۲
اقول: حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کلام میں سماع متعارف کی نفی پر دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقتول کفار کے کنوئیں میں پھینکے جانے کے بعد اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور ان میں سے ہر ایک کا نام لے کر خطاب فرمایا جیسا کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک قنلی بدر ثلاثا ثم اتا ہم فقام علیہم فقال یا ابا جہل بن ہشام یا امیہ بن خلف یا عتبہ بن ربیعہ یا شیبہ بن ربیعۃ! لیس قد وجدتم ما وعدکم ربکم حقا الخ۔ نیز صحابہ کرام نے اس خطاب اور کلام پر تعجب کا اظہار کیا اور عرض کیا اُتدعوا امواتاً۔ اور دوسری روایت میں ہے فسمع عمر قول النبی صلی اللہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ کیف یسمعوا وانی یجیبوا وقد جیفوا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان دونوں امور کا انکار نہیں فرماتیں، بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت جو مانعین کی طرف سے بیش کی گئی ہے اس میں تصریح موجود ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام علی القلب و فیہ قتلی بدر من المشرکین فقال لهم ما قال کہ آپ قلب بدر پر تشریف لے گئے جس میں مشرکین کے مقتول تھے اور آپ نے انہیں فرمایا جو کچھ فرمایا۔

لہذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اختلاف ہے تو صرف اس میں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے استعجاب اور استفسار کا جواب دیتے ہوئے کیا الفاظ فرماتے ما انتم باسمع لما اقول منهم یا انہم الآن لیعلمون ان ما کنت اقول لهم حق فرمایا۔ جب یہ واضح ہو گیا کہ پہلے دو امر میں اختلاف نہیں نہ آپ کے نداء و خطاب میں اور نہ ہی صحابہ کرام کے اظہار تعجب اور استفسار و استفسار میں تو یہ بھی روز روشن سے زیادہ واضح ہو گیا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک وہ مردار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب و نداء کو جانتے تھے اگرچہ عامہ سمع سے نہیں سُن رہے تھے، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب عبث و بے مقصد ہو جائے گا اور صحابہ کرام کا سوال لا جواب بن جائے گا اور جو جواب بقول حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا دیا گیا، وہ صحابہ کرام کے سوال کو نہیں اٹھاتا اور نہ ان کے تعجب کو دور کرتا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک وہ مردار اس قابل نہیں تھے کہ انہیں ندا کی جائے یا ان سے کلام کی جائے، حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نداء و خطاب کیا اور ان سے کلام فرمائی۔ لہذا یہ تسلیم کرنا لازم و واجب ہے کہ اُم المؤمنین حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے نزدیک اموات و اہل قبور کو نازرین کے خطاب و نداء اور سلام و کلام کا علم ہوتا ہے۔ اگرچہ متعارف سماع یعنی جسمانی کانوں کے ساتھ سننا ان میں ثابت نہیں ہوا ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن مسعود کی روایت میں وارد سماع کو اگر علم باصموعات پر حمل کریں اور اسی طرح انکے لایسماع الموتی وغیرہ میں ثواب نہ احادیث و روایات میں باہم تخالف ہوگا اور نہ ہی قرآن کریم کے ساتھ۔

ہماری اس تقریر سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ منکرین و مانعین کا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے قول سے استدلال لغو و باطل ہے اور جمہور اہل اسلام جو کہ سماع کے قائل ہیں، ان کے نزدیک بھی سماع متعارف مراد نہیں، کیونکہ جب بدن ہی میت کا ذرہ ذرہ ہو جاتا ہے اور ہر عضو بکھر جاتا ہے تو کان کا موجود ہونا اور اس کی گہرائی میں عصب مغروش کا متحقق ہونا اور اس میں ہوا کا موجود ہونا اور باہر سے کیفیات صوتیہ کے ساتھ متصف ہو کر ہوا کا کان تک پہنچنا، تب میت کا اس آواز کو سنا قطعاً جمہور کے نزدیک مراد نہیں جیسا کہ آنکھوں سے دیکھنا متعارف مراد نہیں، بلکہ ان کے نزدیک سننے دیکھنے وغیرہ کی مدار بدن اور اس کے اجزاء و اعضاء کے ساتھ روح کے مخصوص تعلق پر ہے جس کی حقیقت اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ خواہ اس کا نام سماع و روئے ہو یا علم مبصرات و سموعات جس طرح روح کا تعلق بالبدن بدن میں حیات متعارف کو مستلزم نہیں، اسی طرح سمع و بصر متعارف کو بھی مستلزم نہیں، لیکن جس طرح مطلق حیات کا انکار باطل ہے، اسی طرح مطلقاً سلام و کلام اور خطاب و علم کا انکار بھی لغو و باطل ہے۔

علامہ آلوسی کی کلام سے اور دیگر محققین کی کلام سے کیفیت سماع کا بیان پہلے آچکا ہے۔ وہاں ملاحظہ فرمائیے :

الجواب الرابع : بالفرن مان لیں کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا مطلقاً علم کی قائل نہیں ہیں، تو ہم کہتے ہیں کہ ان کا قول ان کے اپنے اجتہاد و استنباط پر مبنی ہے،

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اسی لئے ہمارے ہاں اس پر روایت و حدیث سے استدلال نہیں کیا، بلکہ قرآن کریم سے استدلال کیا ہے اور دوسرے صحابہ کرام جن سے وہ روایت ثابت ہے۔ وہ یا تو خود میدان بدر میں موجود تھے اور اپنے کالوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو سنا اور یا ان صحابہ سے سنا جنہوں نے بالشافہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ لہذا ان کا قول راجح و مختار ہے نہ کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا۔

فتح الملہم میں ہے: ولم ینفرد عمر بن الخطاب ولا ابنه رضی اللہ عنہما بحکایۃ ذالک بل وافقهما ابو طلحۃ کما تقدم وللطبرانی من حدیث بن مسعود رضی اللہ عنہ، مثله باسناد صحیح ومن حدیث عبد اللہ بن سیدان نحوه وفيه قالوا يا رسول الله وهل يسمعون قال يسمعون كما تسمعون ولكن لا يجيبون وفي حدیث بن مسعود ولكنهم اليوم لا يجيبون فتح الملہم۔ جلد دوم۔ ص ۲۳۶ نقل من فتح المباری جلد سابع ص ۲۳۶

ترجمہ: حضرت عمر اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ حکایت واقعہ بدر میں منفرد نہیں، بلکہ حضرت ابو طلحہ بھی ان کے موافق ہیں اور طبرانی میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے صحیح سند سے اس کی مثل منقول ہے اور عبداللہ بن سیدان سے بھی اسی طرح منقول ہے اور اس میں ہے کہ صحابہ نے عرض کیا یہ اہل قلب سنتے ہیں، تو آپ نے فرمایا ایسے ہی سنتے ہیں جیسا کہ تم لیکن جواب نہیں دیتے اور حدیث عبداللہ بن مسعود میں ہے لیکن آج کے دن وہ جواب نہیں دیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت اور حضرت ابو طلحہ کی روایت مسلم میں مذکور ہے اور احادیث سماع میں ان کا ذکر کیا جا چکا ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود سے اسناد صحیح کے ساتھ اس روایت کا ثبوت طبرانی میں منقول ہے اور یہ تینوں بدری صحابی ہیں اور موقعہ کے شاہد و گواہ اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن سیدان اگرچہ میدان بدر میں حاضر نہیں تھے لیکن

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ابن کو ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے روایت پہنچی ہے جو موقع پر موجود تھے لہذا انہیں کی روایت معتبر ہے جو موقع کے شاہد ہیں یا جن کی روایت ان کے موافق ہے۔
(۲) نیز حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے خود یہ ضابطہ و قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ جس کو واقعہ کا مشاہدہ ہے اس کا قول راجح و مختار ہے۔ مسلم شریف میں ہے کہ حضرت شریح بن ہانیؓ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مسح خفین کی مدت کے متعلق سوال کیا تو آپ نے فرمایا:

عليك يا ابن ابي طالب فاسأله فانه كان يسافر مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وفي رواية ايت علياً فانه اعلم بذلك متى - مسلم شریف جلد اول ص ۱۳۵
تو حضرت علی بن ابی طالب کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے دریافت کر، کیونکہ وہ سفر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے تھے اور دوسری روایت میں ہے کہ انہیں اس معاملہ میں مجھ سے زیادہ علم ہے۔

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ جس کو واقعہ کا علم زیادہ ہے، اسی کا قول معتبر ہے اور اس کا علم دوسروں سے بہر حال زیادہ ہے جو موقع پر موجود ہے، چونکہ بدی صحابہ موقع کے گواہ ہیں اور خود آنحضرت علیہ السلام کے سامنے تعجب کا اظہار اور حقیقت حال سے استفسار کرنے والے ہیں لہذا انہیں کا قول معتبر ہے۔

نیز وہ صحابہ کرام جنہوں نے خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ان کا علم قطعی یقینی ناقابل شک و تردید ہے اور جن کو راویوں کے واسطے سے وہ حدیث پہنچی ان کا علم اس درجہ قطعی اور یقینی نہیں ہو سکتا۔ ملا علی القاری نے فرمایا:

ان ظنية الخبر الواحد انما هو بالنسبة الى غير راويه فاما بالنسبة الى راويه الذي سمعه من في رسول الله فقطعي حتى ينسخ به الكتاب اذا كان قطعي الدلالة في معناه - مرقات - جلد دوم - ص ۵۷

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

خبر واحد کا ظنی ہونا اصل راوی کے ماسوا میں ہے، لیکن جس راوی نے اس خبر کو خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ مبارک سے سنا یہ اس کے حق میں قطعی ہے حتیٰ کہ اگر وہ حدیث اپنے معنی میں قطعی الدلالت ہو تو اس کے ساتھ کتاب اللہ کو منسوخ کیا جاسکتا ہے۔

(۳) جب ایک طرف صحابہ کرام کی روایت ہو جو اس واقعہ کے شاہد ہیں اور جن کو اتنا قطعی علم ہے کہ ان کے نزدیک کتاب اللہ کا نسخ بھی اس حدیث سے ہو سکتا ہے اور دوسری طرف حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا اپنا اجتہاد و استنباط ہو، حالانکہ المجتہد قد یخطئ وقد یصیب۔ مجتہد کبھی غلطی کر جاتا ہے اور کبھی صواب کو پالیتا ہے، تو لامحالہ اس قیاس و اجتہاد پر ان روایات مرفوعہ کو ترجیح ہوگی اور صرف وہی قابل قبول ہوں گی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے فرمایا: کان هذا شبهة وقعت لعائشة رضي الله عنها انه كيف يصح خطابه صلى الله عليه وسلم للموتى مع ان الله تعالى قال انك لا تسمع الموتى۔ شوح تراجم بخاری۔ منہ۔

ترجمہ: حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ شبہ واقع ہوا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مردوں کو خطاب کرنا اور ان کے سننے کا حکم کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے اور آنحضرت کی طرف۔ اس قول کی نسبت کیسے درست ہو سکتی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے انک لا تسمع الموتى۔ تو ثابت ہو گیا کہ حضرت صدیقہ کا قول مرفوع یا منقطع و مرسل روایت نہیں، بلکہ اپنا اجتہاد و قیاس ہے اور انہیں شبہ واقع ہوا لہذا صحابہ کرام کی شہادت کو اس شبہ پر یقیناً ترجیح حاصل ہے۔ هذا۔

الجواب الخامس: قطع نظر اس سے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی روایت اصح و اقویٰ ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول اپنے اجتہاد پر مبنی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ سماع اہل قبور کا قول و اقرار بظہور کا مذہب ہے اور انکار

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا منفر د ہیں۔ لہذا اب بھی جمہور کی اتباع لازم ہے
ورسما ع اموات کا اعتراف و اقرار ضروری ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
فرمایا ایاکم والشعاب وعلیکم بالجماعة والعامة اور علامہ علی قاری نے فرمایا
علیکم بمتابعة جمہور العلماء من اهل السنة والجماعة۔ (تم اپنے آپ
کو مختلف راستوں پر چلنے سے بچاؤ اور جماعت و جمہور کا دامن تھامو، یعنی جمہور علماء
اہل السنۃ کی اتباع کا التزام کرو، مرقات جلد اول صفحہ ۲۵۵)

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اتبعوا السواد الاعظم (عظیم گروہ اور
بھاری جمعیت کی اتباع کرو) مشکوٰۃ باب الاعتصام بالکتاب والسنة۔
تو ثابت ہوا کہ جمہور علماء کی اتباع واجب و لازم ہے۔

۱۔ علامہ عینی اور علامہ حافظ ابن حجر نے فرمایا: هذا مصدق من عائشة الى
رد رواية ابن عمر رضي الله عنهما المذكور وقد خالفها الجمهور في
ذلك وقبلوا رواية بن عمر لموافقة من رواه غيره عندنا صلى الله
عليه وسلم۔ فتح الباری جلد پنجم ص ۱۷۷ مطبع النصارى۔ فتح المسلمین جلد دوم
ص ۱۷۷۔ عمدة القاری جلد رابع ص ۲۲

ترجمہ، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کقول انہم الان لیسعلمون عبد اللہ
بن عمر رضی اللہ عنہما کی مذکورہ روایت کے رد کی طرف میلان ہے، لیکن جمہور نے اس
قول میں ان کی مخالفت کی ہے اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت کو قبول کیا
ہے، کیونکہ ان کے علاوہ دوسرے صحابہ کرام کی روایت ان کی روایت کے مطابق ہے۔

۳۔ علامہ قسطلانی شارح بخاری نے فرمایا، وقد خالف الجمهور عائشة
رضی اللہ عنہا وقبلوا حدیث بن عمر رضی اللہ عنہما لموافقة من رواه
غيره عليه ولا مانع انه صلى الله عليه وسلم قال اللفظين معاً ولم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تَحْفَظُ عَائِشَةُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهَا الْإِحْدَاهَا وَحَفِظَ خَيْرُهَا سَمَاعُهُمْ بَعْدَ
أَحْيَاءِهِمْ وَإِذَا جَازَانِ يَكُونُ عَالَمِينَ جَازَانِ يَكُونُوا سَامِعِينَ أَمَا بَازَانِ
دُسُّهُمْ كَمَا هُوَ قَوْلُ الْجُمْهُورِ وَإِنْ جَازَانِ الرُّوحُ فَقَطُّ وَالْمَعْتَدُ قَوْلُ الْجُمْهُورِ
لَا نَدَّ لَوْ كَانَ الْعَذَابُ عَلَى الرُّوحِ فَقَطُّ لَمْ يَكُنْ لِلْقَبْرِ بِذَلِكَ اخْتِصَاصٌ -
قَسْطَلَانِي جِلْد دُوم ص ۲۴۸ نو لکھنؤ و کذا فی فتح الباری جلد سابع ص ۳۳۶ مطبوعہ مصر

ترجمہ: جمہور نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی اس قول میں مخالفت کی ہے اور
حدیث عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو قبول کیا ہے، کیونکہ ان کے علاوہ دوسرے حضرات
صحابہ کی روایت ان کے موافق ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
دونوں لفظ فرماتے ہوں اور حضرت صدیقہ نے صرف ایک کو حفظ فرمایا ہو اور
دوسروں نے ان کے زندہ کئے جانے کے بعد ان کے سماع کو بھی حفظ کیا ہو اور جب
اہل قلیب کا اس حال میں صاحب علم ہونا ممکن ہے تو ان کا سماع بھی ممکن ہے (کیونکہ
جب عذاب قبر کے حق میں مانند جہاد نہیں، بلکہ اس کو جان رہے ہیں اور اس کا مزہ چکھ
رہے ہیں تو سماع کے حق میں بھی جہاد کی طرح نہیں) تو سماع ان کا یا تو سر کے کالوں
کے ساتھ ہوگا جیسا کہ جمہور کا مختار ہے (یعنی بدن کے ساتھ تعلق روح قائم ہونے
کے بعد خواہ بدن کی کیفیت کچھ ہی کیوں نہ ہو) یا صرف روح کے کالوں کے ساتھ
(بغیر اس کے کہ روح کا تعلق بدن کے ساتھ ہو) لیکن قابل اعتماد و اعتبار صرف جمہور
کا مذہب ہے، کیونکہ عذاب صرف روح پر ہو تو پھر قبر کے ساتھ عذاب کی کوئی خفقت
نہیں ہو سکتی (حالانکہ احادیث میں قبر کے ساتھ عذاب کا اختصاص صراحت کے
ساتھ مذکور ہے)

(۴)، علامہ ابن حجر نے فرمایا: قَالَ الْبَعْضُ أَنَّ السُّؤَالَ فِي الْقَبْرِ يَقَعُ عَلَى
حَسَدٍ فَقَطُّ وَقَالَ الْبَعْضُ يَقَعُ عَلَى الرُّوحِ فَقَطُّ خَالَفَهُمُ الْجُمْهُورُ فَقَالُوا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تعود الروح الى الجسد كله او بعضه كما ثبت في الحديث ولو كان للمرح فقط لم يكن بذلك اختصاص للبدن الخ فتح الباری جلد پنجم ص ۲۰۴ ترجمہ: بعض نے کہا کہ قبر میں سوال صرف جسم سے ہے نہ کہ رُوح مع البدن سے اور بعض نے کہا صرف رُوح سے ہے نہ کہ رُوح و بدن دونوں سے لیکن جمہور نے ان کی مخالفت کی اور کہا کہ رُوح بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے۔ خواہ سارے بدن کی طرف، خواہ بعض کی طرف جیسا کہ حدیث شریف میں ثابت ہے اگر سوال صرف رُوح سے ہوتا تو بدن کا اس کے ساتھ کوئی اختصاص نہ ہوتا حالانکہ احادیث میں میت کا اٹھایا جانا اور اس کو گرز مارنا اور پھیلیوں کا ایک دوسری میں دھنس جانا وغیرہ وغیرہ، واضح طور پر ثابت ہے لہذا سوال بدن و رُوح دونوں سے ہے،

(۵) علامہ سید محمود آلوسی صاحب روح المعانی فرماتے ہیں: الجمهور علی عود الروح الى الجسد كله او بعضه وقت السؤال علی وجه لا یحس به اهل الدنيا الا ما شاء الله۔

ترجمہ: جمہور کا مختار یہ ہے کہ رُوح وقت سوال میں بدن کی طرف لوٹایا جاتا ہے تمام کی طرف یا بعض کی طرف مگر ایسے طریقہ پر کہ اہل دنیا اس کا احساس اور مشاہدہ نہیں کر سکتے، مگر جن کو اللہ تعالیٰ مشاہدہ کرانا چاہے۔ انتہی بقدر الحاجۃ۔ جلد ۲ ص ۱۵۷ اقول: رُوح کے جسم کی طرف قبر میں لوٹائے جانے پر دلائل احادیث طیبہ سے اور اس پر علمائے اہل سنت کا اجماع و اتفاق قدرے تفصیل کے ساتھ عذاب و ثواب قبر کی بحث میں آچکا ہے۔ یہاں صرف اتنا عرض کرنا ہے کہ جمہور اہل اسلام صحابہ کرام تابعین تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین قبر میں میت کی حیات کے قائل ہیں اور سماع اموات کے بھی قائل ہیں۔ لہذا جمہور کی اتباع لازم ہے اور وہی مذہب قوی اور صواب ہے جس کو سوادِ اعظم اور جماعت عامہ نے اختیار فرمایا ہے۔ لہذا مذہب جمہور کو چھوڑ کر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ایسا مذہب اختیار کرنا جس کے قائل نے خود اس سے رجوع کر لیا ہو یا اس کے اپنے اقوال متناقض و متعارض ہوں یا مذہب جمہور کے مطابق نہ ہوں، قطعاً درست نہیں، بلکہ لغو و باطل ہے اور کسی بھی سنیت کے دعویدار شخص کو ایسے مذہب کا اختیار کرنا روا نہیں ہے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ضابطہ اور قاعدہ

مانعین و منکرین نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کلام سے ایک قاعدہ و ضابطہ اخذ کیا اور وہ یہ ہے کہ جو روایت قرآن کریم کے خلاف ہو، وہ مردود ہے اور اسی بناء پر خود حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت کو رد فرمایا لہذا انہوں نے اس ضابطہ کو دل کھول کر استعمال فرمایا اور بخاری و مسلم اور صحاح ستہ و دیگر کتب کی احادیث کو بیک جنبش قلم مردود اور ناقابل اعتبار قرار دے دیا، کیونکہ ان کے زعم کے مطابق وہ خلاف قرآن مجید و کلام حمید ہیں اور اسی بناء پر منکرین مباحثہ و مناظرہ کے وقت شرط کرتے ہیں کہ صرف آیات کے ساتھ استدلال ہونا چاہیئے۔ اس لئے ضابطہ کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے تاکہ اہل السنۃ بھائی ان کے فریب میں آکر مذہب حق سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔

فاقول و علی توفیقہ اعول دا، سب سے پہلے یہ امر ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کا بیان ہیں اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو اسی لئے نازل فرمایا تاکہ آپ لوگوں کو اس کی تعلیم دیں اور اس کے حقائق و معارف سے آگاہ کریں و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس ما انزل الیہم نیز فرمایا یعلمہم الکتاب والحکمۃ و یرزکیہم۔ اور جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان کلام مجید کے ساتھ شامل نہ ہو، اتنے وقت تک بنیادی ارکان اور ان کی تفصیلات بھی ثابت نہیں ہو سکتیں۔ پانچ نمازوں کے اوقات کی تفصیل۔ ان کی رکعات کا تعین

Click For More Books

اور ارکان کی ترتیب وغیرہ۔ نکتہ ۴ کی تفصیل اور سال میں ایک بار ادائیگی کی فرضیت۔
علیٰ ہذا القیاس حج اور زکوٰۃ کے تفصیلی احکام۔ نیز حلال و حرام کی تفصیلات کیونکہ
کلام مجید میں تو صرف چند اشیاء کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ انما حرم علیکم المیتۃ
والدم ولحم الخنزیر وما اهل بہ لغیر اللہ تو اگر حدیث پاک کا اعتبار نہیں
تو پوری شریعت ناقابل اعتبار ہوگی۔

(۲) احادیث میں ظن و گمان کی گنجائش متن حدیث کی رو سے نہیں بلکہ محض سند اور
راویوں کی وجہ سے اخبار آحاد میں ظن غالب کا درجہ پایا گیا ہے، ورنہ جو حضرات
خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بلا واسطہ سننے والے ہیں ان کے لئے حدیث آیات
قرآنی کا درجہ رکھتی ہے، حتیٰ کہ اگر وہ حدیث اپنے معنی میں قطعی الدلالت ہو تو قرآن
کریم کو اس سے منسوخ کیا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ ملا علی القاری کی کلام میں
اس کی تصریح موجود ہے۔ نیز احادیث متواترہ علم یقینی کا فائدہ دیتی ہیں اور قرآن
کریم کی طرح قطعی ہیں جس طرح کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ نمازیں اور ان
کی ترتیب وغیرہ تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ نیز خبر مشہور مفید جزم و اذعان ہوتی ہے
ہے، اسی لئے اس کے ساتھ قرآن کریم سے ثابت حکم پر اضافہ کیا جاسکتا ہے۔ اگرچہ
نسخ کتاب اللہ کا اس کے ساتھ جائز نہیں۔ خبر مشہور اور خبر واحد کلام اللہ شریف کے
مخالف ہوں تو حتیٰ الامکان تطبیق کی کوشش کی جائے گی اور اگر کوئی وجہ تطبیق نہ ملے
تب خبر واحد پر عمل نہیں کیا جائے گا اور یہی سمجھا جائیگا کہ راوی کو غلط فہمی ہوئی اور
اس نے متن حدیث کو صحیح طریقہ پر نقل نہیں کیا، لیکن پہلے دونوں قسموں کا کلام مجید کے
مخالف ہونا ناممکن ہے تا وقتیکہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس حکم کے منسوخ ہونے
کا اعلان نہ فرمائیں۔ اس تمہید کے بعد مانعین کی تفریعات کا ابطال اور ان کے اس
ضابطہ و قاعدہ کی وضاحت۔ اور اس کے بے محل ہونے کا بیان ملاحظہ ہو:

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وَجہ اول : اسلام میں اہل قبور کی زیارت اور انہیں سلام دینے کی مشروعیت تو اتر کے ساتھ ثابت ہے اور پہلے آپ نے منع فرمایا اور بعد میں زیارت اور سلام کا حکم دیا اور ہر زمانہ میں سب اہل اسلام کا اس پر اتفاق رہا ہے۔ جب اس کا مشروع ہونا قطعی طور پر ثابت ہو گیا تو اب دیکھنا یہ ہے کہ خطاب و نذر بغیر فہم مخاطب کے درست ہے یا نہیں؟ لیکن کوئی محدث اور عالم اس کا قائل نہیں اور نہ ہی عقل اس امر کو جائز رکھتا ہے بلکہ بقول مولانا محمد قاسم نانوتوی اگر اموات نہ سنتے ہوتے تو سلام کا مسنون و مشروع ہونا محمد بن ولے دین لوگوں کے لئے اعتراضات و طعن و تشنیع کا سب سے بڑا موجب و باعث بن جاتا اور جب اہل اسلام پر کسی نے اعتراض نہیں کیا، تو معلوم ہوا کہ سب ملّ نخل اور مذاہب و ادیان میں یہ امر محقق و مسلم ہے کہ اہل قبور میں علم و ادراک اور سماع و شعور ہے۔

۱۔ شیخ محقق کی تصریح اس ضمن میں ملاحظہ فرمائیے:

وہمچنین در زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بقیع را آمدہ کہ سلام کردہ بر ایشان و خطاب کردہ مرایشان را زیرا کہ خطاب با کسی کہ نہ نشود و نہ فہم معقول نیست و نزدیک است کہ شمار کردہ شود از قبیلہ عبث چنانکہ عمر رضی اللہ عنہ گفت چہ خطاب میکنی با جساد کہ نیست در آں ارواح۔

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل بقیع کی زیارت کرنا اور انہیں سلام دینا اور ان کو خطاب فرمانا و سماع اہل قبور کی دلیل ہے، کیونکہ ایسی ذات کو خطاب جس میں سننے سمجھنے کی لیاقت نہیں، عقل کے نزدیک درست نہیں اور عبث و بے فائدہ فعل سمجھا جائے گا جیسے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ ان مرداروں کو کیوں خطاب فرما رہے ہیں جن میں روح نہیں۔

۲۔ ملا علی قاری نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل مقبرہ کو السلام علیکم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دار قوم مومنین الحدیث فرمانا اس امر کی دلیل ہے کہ اہل قبور زائرین کے سلام و خطاب کو سمجھتے ہیں۔ فیہ اشارۃ الی انہم یعرفون الزائر و یدرکون کلامہ و سلاطہ۔

مرقات۔ جلد اول ص ۳۳۲

۳۔ علامہ نووی شارح مسلم نے فرمایا، قال د القاضی العیاض قدس سرہ،
یعمل سماعہم علی ما یحمل علیہ سماع الموقی فی احادیث عذاب القبور
فتنة التي لا مدفع لها وذلك باحیاء ہم اواحیاء جزء منهم یعقلون بہ و
یسمعون فی الوقت الذی یرید اللہ هذا کلام القاضی و هو الظاہ المختار
الذی تقتضیہ احادیث السلام علی القبور۔ واللہ اعلم۔ مسلم شریف جلد ۲ ص ۳۸۴
ترجمہ: قاضی عیاض قدس سرہ نے فرمایا کہ اہل بدر کفار کا آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کے خطاب کو سنا اسی طرح حقیقت پر محمول ہے جیسا کہ مذاب قبر اور سوال
نکیرین وغیرہ میں وارد احادیث کے اندر سماع موتی حقیقت پر محمول ہے، یعنی اس میں
وقتی طور پر شانِ اعجازی کا مظاہرہ تسلیم کرنا اور اسے اپنے مورد میں منحصر ماننا غلط ہے،
بلکہ بالعموم موتی میں جس طرح احادیث نبویہ سے سماع ثابت ہے۔ یہاں بھی اسی طرح
کا سماع مراد ہے۔ علامہ نووی نے فرمایا، قاضی عیاض کا قول قطعی اور مختار ہے اور
اور اہل قبور پر سلام والی احادیث اسی معنی کی متقاضی ہیں، یعنی یہ کہ اہل قبور میں سننے سمجھنے
کی اہلیت موجود ہے۔

۴۔ مولانا شبلیہ احمد نے یخرج من آخر اللیل الی البقیع فیقول السلام
علیکم الحدیث کے تحت فرمایا الصواب ان المیت اهل للمخاطب مطلقا لما
سبق من الحدیث ما من احد یمربقبرا خیم المومن یعوفہ فی الدنیا
فیسلم علیہ الاعرفہ ودد علیہ السلام۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فرما ہوتے تو رات کے آخری حصہ میں جنت البقیع کی طرف نکلتے اور انہیں سلام دیتے اس ضمن میں عثمانی صاحب نے کہا کہ مذہب صواب اور صحیح یہ ہے کہ میت خطاب و ندا کے قابل ہے۔ مطلقاً اور اس کی دلیل وہ حدیث پاک ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص بھی اپنے مسلمان بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے جس کو وہ دنیا میں جانتا تھا اور اس پر سلام دے تو وہ اس کو پہچان بھی لے گا اور اس کے سلام کا جواب بھی دے گا۔

الغرض اسی طرح حوالے اور نقول پیش کرتے جاتیں تو طوالت ہو جائے گی ہمارا مقصد صرف اتنا ہے کہ اہل قبور کو سلام دینا اور خطاب کرنا۔ دین اسلام میں متواتر و متواتر ہے اور ان اکابرین کی تصریحات اور اس کے علاوہ مقتدا یا بان امت کے اقوال کی شہادت سے قطع نظر عقلاً یہ امر بعید اور ناقابل فہم ہے کہ جو لوگ سلام و کلام کو سمجھتے نہیں سنتے نہیں، ان کو سلام دینا اسلام کے شعائر میں سے بنا دیا جائے اور محنوں دیوالوں کی طرح خاک کے تو دوں اور مٹی کے ڈھیروں کو ساری امت خطاب کرتی رہ جائے۔ نیز ایسے متواتر و متواتر امور کا خلاف قرآن ہونا قطعاً باطل ہے، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ساری امت کا خلاف قرآن پر متفق ہونا لازم آئے گا اور خلاف قرآن ضلالت و گمراہی ہے۔ نعوذ باللہ۔ حالانکہ ساری امت اور اس کے بنی امام الانبیاء و رسل سید الخلق جمیع محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ و صحبہ جمیع کے متعلق اس طرح کا وہم بھی کفر ہے۔

نیز کسی روایت میں مانعین و منکرین دکھلا دیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ وہ سلام و ندا سنتے نہیں، ویسے ہی تم ان صیغوں کو استعمال کر لیا کرو جب یہ نہیں فرمایا اور یقیناً نہیں فرمایا، تو گویا خود آپ نے امت کی گمراہی اور غلط فہمی کا دروازہ کھول دیا۔ نعوذ باللہ منہ اور اچھے خاصے اکابر اور ائمہ وقت مقتدا یا بان امت یہ نہ سمجھ سکے کہ یہاں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

انہیں سنانا مقصود نہیں، بلکہ مجنوں جس طرح منزل لیلیٰ اس کی دیواروں اور بنیادوں اور آثاروں کو خطاب کرتا تھا۔ اسی طرح یہاں بھی ہے، لہذا احادیث سماع کو رد کرنا غلط ہے، کیونکہ ان سے قطع نظر احادیث سلام اور اس کی مشروعیت و مسنونیت کا تو اثر و تواتر قطعی دلیل ہے اور اس کے نسخ کا قول بھی باطل اور ان کا خلاف ظاہر پر حمل کرنا بھی باطل و جہا دوم: احادیث عذاب و ثواب: قبر اور سوال نکیرین و سماع اموات تو اثر معنوی کے درجہ تک پہنچی ہوئی ہیں اور اگر یہ صحیح نہیں ہیں، تو دین کے اندر کوئی شئی صحیح نہیں ہے اور عذاب و ثواب کا جواز و امکان بعینہ سماع ندامہ اور فہم خطاب کا جواز و امکان ہے، جیسا کہ تصریح اکابرین کی اس پر شاہد ہے۔ اذا عازان یکوینوعالمین حازان یکوینو سامعین۔ نیز امام بخاری کا حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ما انتم باسمع لہما اقول منہم کو عذاب قبر کی بحث میں ذکر فرمانا بھی اس امر کی واضح دلیل ہے کہ دونوں میں تلازم ہے۔

وجہ سوم: احادیث سماع کا رد اس وقت ممکن ہوگا، جب ان میں اور قرآن کریم میں مخالفت ہو اور جب مخالفت ہی نہیں، تو ان روایات کے مردود و باطل ہونے کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ آیات میں صرف یہ فرمایا گیا ہے کہ اے حبیب ان کو تم نہیں سناتے ہم سناتے ہیں۔ یا یہ مقصد ہے کہ جب تک یہ مردہ ہیں آپ انہیں نہیں سناتے جب ہم انہیں برزخی حیات بخشتے ہیں، تب تم انہیں سنا سکتے ہو وغیرہ اور تصویحات اکابرین پہلے گزر چکی ہیں۔

وجہ چہارم: یہ قاعدہ مسلم ہے کہ حدیث پاک اگر قرآن کریم کے خلاف ہو تو حدیث کو ترک کر دیا جائے گا، لیکن اس وقت جب آیت و حدیث میں کوئی تطبیق نہ ہو سکے اور اگر تطبیق ممکن ہو تو پھر حدیث کو رد کرنا ضلالت و گمراہی ہے۔ مثلاً میت کو اس کے اہل کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ رضی اللہ عنہما

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کی مرفوع روایت ہے۔ قرآن کریم کے ارشاد لا تذروا ذرۃ وذرۃ اخریٰ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا، کے خلاف ہے، کیونکہ یہاں جرم رونے والے کا ہے نہ کہ مرنے والے کا تو عذاب بھی اسی کو ہو گا نہ کہ مرنے والے کو لیکن محدثین نے اس آیت کی بناء پر حدیث پاک کو رد نہیں فرمایا، بلکہ ان میں تطبیق پیدا کی ہے کہ اگر میت رونے کی وصیت کر گیا یا اسے علم ہے کہ مجھ پر نوحہ کیا جائے گا اور میرے منع کرنے پر وہ نوحہ کرنے سے رُک جائیں گے، مگر منع نہیں کیا، تو اس وقت وہ بھی جرم میں شریک ہے لہذا اس کو عذاب ہو گا یا یہ کہ عذاب سے مراد فرشتوں کا استفسار ہے جب وہ نوحہ کرنے والوں کی کلام کو سنتے ہیں واجباً واکذا واکذا تو اس سے پوچھتے ہیں کیا واقعی تو ایسے ہی ہے جیسا کہ تجھے یہ رونے والے لقب دے رہے ہیں علیٰ ہذا القیاس قرآن کریم نے قرأت کے متعلق فرمایا فاقرءوا ما تیسر من القرآن۔ نماز میں جو سُورت بھی پڑھ سکو یا جو آیات تلاوت کر سکو کرو تم پر کوئی پابندی نہیں مگر حدیث پاک میں حکم ہے لا صلواة لمن لم یقرء بام القرآن۔ لا صلواة الا بغامحة الكتاب۔ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر نماز نہیں ہو سکتی، لیکن کسی فقیہ نے یہ نہیں کہا کہ یہ حدیث خلاف قرآن ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہے، بلکہ یہ توجیہ کی ہے کہ نفس قرأت فرض ہے۔ قرآن کریم کی سورتوں میں سے کوئی سورت اور آیات میں سے کوئی سی تین آیتیں یا ایک بڑی آیت پڑھ لی جائے تو فرض قرأت ادا ہو جائے گی، لیکن حدیث پاک کی رو سے سورۃ فاتحہ واجب ہے اور واجب کے ترک سے نماز کامل نہیں ہوگی۔ لہذا آیت کریمہ میں عموم و اطلاق قرآۃ فرضیہ کے لحاظ سے اور حدیث پاک میں فاتحہ کی تخصیص وجوب پر محمول ہے۔ نفس قرأت نہ پائی گئی تو فرض ادا ہی نہیں ہوگا۔ اور اگر فاتحہ کی تلاوت نہیں کی، تو فرض ادا ہو گیا، مگر کامل طور پر نہ ہوا، بلکہ ناقص طور پر یہ ہے اس ضابطہ کی حقیقت لہذا اس کو یوں بے دریغ استعمال کرنا اور تمام تر

Click For More Books

احادیث کو بیک جنبش قلم رد کر دینا کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا اور خاص طور پر ایسے
نظریہ و عقیدہ میں جس کو جمہور اہل اسلام نے اور علی الخصوص تمام اہل سنت نے اختیار کیا
ہو، قطعاً غلط ہے۔ شیخ محقق اور علی القاری کی تصریحات حدیث متفق علیہ کے ناقابل تردید
و بطلان ہونے پر ملاحظہ فرمائیں اور منکرین کی وقاحت و جسارت بھی ملاحظہ فرمائیں،
۱۔ علامہ ملا علی القاری الحنفی نے فرمایا: والحدیث متفق علیہ لا یصح
ان یکون مردوداً لانیہا ولا منافاة بینہ و بین القرآن فان المواد
من الموقی الکفار والنفی منصب علی نفی النفع لا علی مطلق السمع
کقولہ تعالیٰ ہم بکم عسی فہم لا یعقلون اور علی نفی الجواب المترقب
علی السمع۔ قال البیضاوی فی قولہ تعالیٰ انک لا تسمع الموقی او ہم
مثلہم لما صدوا عن الحق مشاعرہم ان اللہ یسمع من یشاء ای ہدایتہ
فیوفقہ لفہم آیاتہ والالتعاظ بعظاہتہ وما انت بمسمع من فی القبور قریش
لتشیل المصرین علی الکفر بالاموات و مبالغۃ فی اقناطہ اعرفا لایۃ
من قبیل انک لا تہدی من احببت ولكن اللہ یہدی من یشاء۔

مراقاة۔ جلد ہشتم ص ۱۱

ترجمہ: اور حدیث (قلیب بدر جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ
کرام کو کفار کے متعلق فرمایا کہ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں، متفق علیہ ہے اس کا مردود
ہونا ممکن نہیں، خاص طور پر جبکہ اس میں قرآن کریم میں مخالفت نہیں، کیونکہ لا تسمع
الموقی میں موقی سے مراد کفار ہیں اور اسماع کی نفی نفع کی نفی کی طرف راجع ہے
نکہ مطلقاً سننے کی نفی مقصود ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ بہرے گونگے اندھے
ہیں پس وہ نہیں سمجھتے دیہاں بھی جو اس کی نفی نہیں، نفع اٹھانے کی نفی ہے، اور یا
اسماع کی نفی سے مقصود جواب کی نفی ہے جو سماع پہ مترتب ہوتا ہے، یعنی جب وہ کفار

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جواب نہیں دیتے، تو گویا سنتے ہی نہیں، قاضی بیضاوی نے انک لا تسمع الموتی کے تحت فرمایا کہ یہ کفار اموات کی مانند ہیں، جبکہ انہوں نے اپنے حواس کو حق کے سننے دیکھنے سے بند کر لیا۔ ان اللہ یسمع من یشاء اللہ تعالیٰ سنا تا ہے۔ اس شخص کو جس کی ہدایت اسے منظور ہوتی ہے، تو اس کو آیات سمجھنے کی اور قرآن کے نصائح پر کاربند ہونے کی توفیق عطا فرماتا ہے اور وما انت بمسمع من القبور فتوح شیع للہما ہے جب ان کفار کو جو کہ کفر پر اڑے ہوئے ہیں، مردوں کے ساتھ تشبیہ دی اور مردے عموماً قبروں میں مدفون ہوتے ہیں؛ لہذا اس تشبیہ اور مجاز کی تقویت کے لئے ان کا اہل قبور ہونا بھی بیان فرمایا۔ لہذا یہ آیت بمنزلہ انک لا تہدی من احببت الآیۃ کے ہے، یعنی اسے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہر اس شخص کو جس کا ہدایت پر آنا آپ کو پسند ہو، ہدایت پر نہیں لاتے اور نہ لاسکتے ہو، لیکن یہ اللہ تعالیٰ ہی کی شان ہے کہ جس کو چاہے حق تک سائی بخشنے اور جس کو چاہے یہ قدرت عطا فرمائے کہ وہ باذن اللہ کفر و شرک کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو ان تاریکیوں سے نکال کر نور اسلام سے منور فرمائے۔

۲۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

بدانکہ این حدیث صحیح متفق علیہ صریح است در ثبوت سماع مر اموات را و حصول علم مرایشان را با آنچہ خطاب کردہ شوند (تا)، و قوی ترین وجہ تاویل ایشان آنست کہ این روایت مردود است از عائشہ رضی اللہ عنہا و بالجملہ عائشہ رضی اللہ عنہا انکار کرد سماع موتی را و استدلال کرد باین دو آیت قرآنی لیکن علماء جواب دلویہ انداز قول عائشہ و استدلال او بقرآن و قبول نہ کردہ اند این قول را از عائشہ و در مواہب اللدنیہ نقل کردہ اند از اسماعیل کہ گفتہ بود نزد عائشہ از ہم و ذکار و کثرت روایت و نحوین در علو معن علوم آنچہ زیادہ برآل متصور نہ باشد لیکن سبیل نیست بسوئے روایت ثقت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مگر بنص کہ مثل او باشد و دلالت کند بر نسخ یا تخصیص یا استحالة آل و مراد بآیت قرآنی انک لا تسمع الموتی، آنست کہ تو نمی شنوای بلکہ خدا تعالیٰ می شنوای و نیز مراد بموتی و بمن فی القبور کافرانند و مراد بسماع (منفی) عدم اجابت است حق را بدلیل آنکہ این روایت نازل شدہ در دعوت کفار بایمان و عدم اجابت ایشان مرحق را و نیز گفتہ اند کہ مراد بموتی موتی القلوب اند و بقبور اجساد ایشان کہ دروے آل دہائے مرده افتادہ است۔
(اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۲۱ و ۲۲)

ترجمہ: یہ امر یقینی ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم کا جس پر اتفاق ہے۔ اموات کے لئے ہر اس کلام کے سماع اور حصول علم میں نص صریح ہے جس کے ساتھ ان کو خطا کیا جاتا ہے (تا) منکرین سماع نے اس حدیث پاک کی جو تاویل کی ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب و کلام کی جو توجہیں کی ہیں، ان میں قوی ترین توجیہ تاویل یہ ہے کہ اس روایت کو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے رد فرما دیا ہے لہذا اس سے استدلال درست نہیں اور حضرت صدیقہ کے انکار بحال روایت پہلے نقل کی جا چکی ہے) اور مختصر یہ کہ حضرت عائشہؓ رضی اللہ عنہا نے سماع موتی کا انکار کیا اور قرآن کریم کی ان دو آیات انک لا تسمع الموتی اور وما انت بمسمع من فی القبور سے استدلال کیا، لیکن علمائے حضرت صدیقہ کے قول اور ان کے استدلال کا جواب دیا ہے اور ان کے قول کو قبول نہیں کیا۔ مواہب لدنیہ میں اسماعیلی سے نقل کیا ہے کہ حضرت ام المومنین کا فہم و ذکا اور کثرت روایت اور غوامض علوم میں دقیق نظر اس درجہ کی ہے کہ اس سے زائد متصور نہیں ہو سکتی، مگر ایک ثقہ کی روایت کو رد کرنا بھی اتنے وقت تک ممکن نہیں، جب تک کہ اس کی مثل نص موجود نہ ہو جو پہلی کے نسخ یا تخصیص یا استحالة و امتناع پر دلالت کرے (اویسی کوئی نص موجود نہیں، یہ حضرت صدیقہ کی محض ذاتی رائے ہے اور قرآن کریم سے استنباط لیکن ان آیات کا معنی و مفہوم حدیث قلیب بدر متفق علیہ کے منافی نہیں، لہذا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس نص سے اس حدیث کو رد کرنا درست نہیں، انٹ لاسمع السمعی کا مطلب یہ ہے کہ تم نہیں سناتے اموات کو بلکہ اللہ تعالیٰ سناتا ہے۔ نیز موتی اور من فی القبور سے مراد کفار ہیں اور عدم سماع سے دعوت کو قبول نہ کرنا اور ایمان نہ لانا مراد ہے، کیونکہ یہ آیت کفار کو دعوت ایمان دینے اور ان کے قبول نہ کرنے کے سلسلہ میں نازل ہوئی ہے۔ نیز علمائے فرمایا ہے کہ یہاں موتی سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے دل مردہ ہیں اور قبور سے مراد وہ اجسام ہیں جن میں وہ مردہ دل موجود ہیں۔

ان دونوں جلیل القدر حنفی محدثین کی تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ حدیث متفق علیہ صحیح کو مردود و باطل کہنا غلط محض ہے اور قرآنی آیات کا سرگزوہ مطلب نہیں جس کی بناء پر اس حدیث کو انھوں نے علاوہ بے شمار احادیث کو منکرین نے مردود و باطل قرار دیا اور ان کے خلاف نصوص قرآنیہ ہونے کا زعم کیا۔ نہ مفسرین نے ان کا یہ معنی و مفہوم بیان کیا اور نہ ہی محدثین نے لہذا ایسے معنی کا ارادہ کرنا جو تہوہر مفسرین و محدثین کے مذہب مسلک کے خلاف ہے اور احادیث صحیحہ متفق علیہا کے خلاف بلکہ خود آیات قرآنیہ کے سیاق و سباق کے خلاف قطعاً غلط ہے۔

تنبیہ، صرف یہ نہیں کہ بخاری و مسلم ہر اس ایک روایت پر متفق ہیں بلکہ انھیں صحیح قرع لعالم اذا ولوعہ مدبرین۔ بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہے، اسے متفق علیہ نہ کہنا صرف اصطلاح پر مبنی ہے، ورنہ معنی و مفہوم دونوں کا ایک ہے۔

نوٹ، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یا اس قول سے رجوع فرمایا اور یا ان کا ارشاد ان محامل پر محمول ہے جو ہم نے پہلے بیان کئے ہیں اور تہوہر کے مذہب اور ان کے قول میں کوئی مناقات نہیں تو اس تقدیر پر منکرین نے آیات کلام مجید کے وہ معانی مراد لئے ہیں جو اجماع کے خلاف ہیں لہذا ان کے معانی قابل قبول نہیں، کیونکہ مخالفت اجماع ضلالت و گمراہی ہے اور جہنمی ہونے کا موجب و باعث قال اللہ تعالیٰ۔ ویتبع غیر سبیل المؤمنین لولہ ما قویٰ و فصلہ جہنم و سمات مصیورہ بلکہ صرف ہی معانی معتبر ہیں جو ہم نے اختیار فرمائے ہیں اور بیان کئے ہیں۔

Click For More Books

دلیل دہم

جب قرآن و حدیث میں منکرین سماع کو کوئی سہارا نہ مل سکا اور انہیں کوئی ایک آیت نہ مل سکی جس میں اموات اور اہل قبور کے سماع و ادراک اور علم و فہم کی نفی صراحتاً مذکور ہو اور نہ ہی کوئی ایسی حدیث صحیح بلکہ ضعیف مل سکی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے زائرین کی معرفت اور ان کے سلام و کلام سننے کی اہل قبور و اموات سے نفی کی ہو اور کتب حدیث میں سے واحد سہارا یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا قول بھی ان کی دلیل و سند نہ بن سکا، بلکہ ان کے دوسرے اقوال و روایات نے ان کے زعم فاسد کا بطلان دن کے اجالے سے بھی زیادہ روشن کر دیا، تو انہوں نے اپنی حنفیت کا سہارا لیتے ہوئے عوام کو یہ مغالطہ دینے کی ناپاک کوشش کی کہ ہم حنفی ہیں اور مقتدہ کے لئے اپنے مجتہد اور امام کا قول حجت و دلیل ہوتا ہے اور بس لہذا ہم اگر سماع موتی کا انکار نہ کریں تو حق تقلید انہیں ہو سکتا۔ اب ہم ان کے چہرہ سے حنفیت کا مصنوعی نقاب اٹھاتے ہیں اور ان کے اصلی روپ یعنی نظریۂ اعتزال کو روزِ روشن کی طرح واضح کرتے ہیں۔ وباللہ التوفیق پہلے ان کا اندازِ استدلال ملاحظہ ہوا:

منکرین و مانعین نے کہا ہے کہ حنفی مذہب یہ ہے کہ اہل قبور کے لئے سماع ثابت نہیں بلکہ احناف نے سماع کا انکار کیا ہے۔ امام ابن الہمام نے فتح القدیر میں فرمایا کہ اکثر مشائخ حنفیہ کا مذہب یہ ہے کہ میت نہیں سنتا اور کتاب الایمان میں تصریح کی گئی ہے

Click For More Books

کہ اگر ایک شخص قسم اٹھاتا ہے کہ میں فلاں شخص کے ساتھ کلام نہیں کروں گا اور موت کے بعد اس کے ساتھ کلام کی تو حانت نہیں ہوگا، نہ اس پر کفارہ لازم آئے گا، کیونکہ قسم صرف اس شخص کے حق میں منعقد ہوگی جو کہ کلام سمجھنے کی اہلیت و لیاقت رکھتا ہو مالا شکہ میت اس طرح نہیں ہے۔ فتح القدیر کتاب الایمان - اشعہ جلد سوم ص ۲۱۴
تو ثابت ہو گیا کہ احناف کے نزدیک اموات میں سماع و فہم کی صلاحیت و استعداد نہیں ہے اور یہی مذہب قوی ہے۔

الجواب وهو الموفق للصواب، اس مغالطہ و شبہ کا جواب دینے سے پہلے چند امور بطور تمہید عرض کرتا ہوں جن کا ذہن نشین کرنا از حد ضروری ہے اور انشاء اللہ اس کے بعد احناف کی طرف منسوب اس قول کی حقیقت روز روشن سے زیادہ ظاہر ہو جائے گی۔

اول: مسئلہ سماع علم کلام اور عقائد سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کا تعلق علم فقہ سے نہیں اور نہ ہی مسائل فقہ میں سے ہے اور عقائد کے حق دہا مل ہونے کی مدار دلائل پر ہے نہ کہ تقلید پر جس طرح کہ عذاب قبر کا مسئلہ عقائد سے ہے نہ کہ فقہ سے اور ان میں باہمی تعلق و تلازم ہم بیان کر چکے ہیں۔ لہذا اس کو تقلید پر موقوف کرنا لغو و باطل ہے، اس میں صرف دلائل کا اعتبار ہوگا جس طرح کہ ایمان کی مدار دلائل پر ہے نہ کہ تقلید پر۔
دوم: عقائد اور مسائل کلامیہ میں آئمہ شیخ ابو منصور ماتریدی اور شیخ ابوالحسن اشعری رحمہما اللہ تعالیٰ ہیں اور فقہ میں امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ۔ نیز ہر چار مذاہب کے مقلدین و ماتریدیہ ہوں یا اشعریہ، عقائد میں ان کے اندر فرق نہیں، بلکہ سب اہل السنۃ و الجماعت ہیں، صرف اعمال میں حنفی، شافعی وغیرہ کا فرق پایا گیا ہے۔
سوم: تقلید کا وجوب صرف مسائل اجتہادیہ میں ہے جن پر کتاب و سنت صراحت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دلائل نہیں کرتے اور نہ ان مسائل میں اجماع کا انعقاد ہوا، بلکہ ائمہ مذاہب محض امارات اور قرائن سے ان مسائل کا استخراج کرتے ہیں اور ظنی وجوہ سے علم یقینی حاصل کرتے ہیں مثلاً نماز و روزہ حج و زکوٰۃ کے وجوب و فرضیت اور زنا و شراب وغیرہ کی حرمت پر اعتقاد رکھنے میں کسی امام کی تقلید فرض و واجب نہیں اور نہ ہی یہاں تقلید کی ضرورت ہے۔ چھارم، تقلید صرف ائمہ مذاہب کی ضروری ہے۔ دوسرے مشائخ وغیرہ کی تقلید لازم نہیں اور حنفیہ کے ائمہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رضی اللہ عنہما ہیں اور مشائخ کا لفظ عرف فقہاء میں ائمہ پر اطلاق نہیں کیا جاتا،

المشہور اطلاق اصحابنا علی ائمتنا الثلاثة ابی حنیفہ وصاحبہ کما ذکرہ فی شرح الوہاب نیۃ دامت المشائخ ففی وقف النہر عن العلامة قاسم ان المراد بهم فی الاصطلاح من لم یدرك الامام۔

رد المختار للعلامہ الشامی جلد ثالث - ص ۶۲۷

ترجمہ مشہور یہ ہے کہ اصحابنا کا ہمارے تینوں ائمہ پر اطلاق کیا جاتا ہے جیسا کہ شرح وہبانیہ میں مذکور ہے باقی رہ گیا۔ مشائخ کا لفظ تو نہر کے باب وقف میں علامہ قاسم سے منقول ہے کہ اصطلاح میں ان سے مراد وہ علماء ہیں جنہوں نے امام مذہب کا زمانہ نہیں پایا۔ نیز تقلیدی مسائل میں مجتہدین فقہاء کے علاوہ کسی کا اعتبار نہیں۔ علامہ شامی نے تکفیر خوارج کے قائلین پر رد کرتے ہوئے فرمایا:

نعم يقع فی کلام اہل مذہب تکفیر کثیر لکن لیس من کلام الفقہاء الذین ہم المجتہدون بل من غیرہم ولا عبرۃ بغیرہم۔ جلد ثالث ص ۶۲۸
کسی بھی مذہب کے مقلدین میں بہت سے لوگوں کو کافر کہنا وقوع پذیر ہو جاتا ہے لیکن یہ فتویٰ تکفیر ان فقہاء کی کلام میں سے نہیں ہو کہ مجتہد ہیں بلکہ دوسرے لوگوں سے منقول ہے اور فقہاء مجتہدین کے علاوہ کسی کے بھی فتویٰ کا اعتبار نہیں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لہذا معلوم ہوا کہ مشائخ کا قول اگر امام مذہب کے قول پر مبنی نہیں، تو تقلید پر اس قول کو ماننا لازم نہیں، بلکہ تقلید صرف فقہی اجتہادی قابل تقلید مسائل میں کی جاتی ہے اور وہ بھی صرف مجتہد مذہب اور امام کی نہ کہ تمام مشائخ اور علماء کی۔

پنجسم: امام اعظم ابوحنیفہ امام الائمہ سراج الائمہ قدس سرہ العزیز سے سماع اموات کے متعلق نفی میں کچھ بھی ثابت نہیں اور جن روایات میں انکارِ سماع امام صاحب کی طرف منسوب کیا گیا ہے، وہ شاذ اور ناقابل اعتبار ہیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہی فتاویٰ رشیدیہ میں رقمطراز ہیں:

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے اس باب میں کچھ منصوص نہیں اور روایات جو کچھ امام صاحب سے آتی ہیں، شاذ ہیں۔ ص ۲۲۷

جب شاذ روایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو تو وہ بھی متعارف روایات اور احادیث نبویہ کے مقابل قابل قبول نہیں، تو امام صاحب کی طرف منسوب شاذ روایت متفق علیہ احادیث کے مقابل کیونکر قابل قبول ہو سکتی ہے؟

ششم: ائمہ مذاہب کا اپنا ارشاد ہے کہ ہمارا مذہب صحیح حدیث کے خلاف ہوا تو تم اس مذہب کو ترک کر کے اس حدیث پر عمل کرو۔ امام شافعی نے فرمایا کہ احادیث صحیحہ سے جو کچھ ثابت ہو وہی میرا مذہب ہے نہ وہ قول جو حدیث صحیح کے خلاف ہو، جیسا کہ علامہ نووی نے شرح مسلم میں اس کی تصریح فرمائی۔ نیز امام الائمہ سراج الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ قدس سرہ العزیز نے فرمایا: اذا صح الحدیث فهو مذہبی۔ جب کسی مسئلہ میں حدیث صحیح (مطابق شرائط معتبرہ عند الفقہاء) دستیاب ہو جائے تو وہی میرا مذہب ہے، لہذا وہ احادیث صحیحہ جن کی صحت میں کسی کو کلام نہیں اور جو بخاری و مسلم میں مروی ہیں، ائمہ مذاہب کو ان کا مخالف ماننا قطعاً درست نہیں، بلکہ حسب ارشاد ائمہ اہل کا مذہب بھی یہی ہے جو ان احادیث سماع سے ثابت ہے۔ نیز جیسا کہ ائمہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مذہب کا حدیث صحیح کے مقابل قول معتبر نہیں تو ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کا خواہ وہ کتنے بڑے علامہ کیوں نہ ہوں، کیا اعتبار ہے۔

ہفتم، بعض معتزلہ فروغاً حنفی ہیں جیسا کہ علامہ زفحشری وغیرہ لہذا کبھی ان کا قول محض حنفی ہونے کی وجہ سے احناف اپنی کتابوں میں درج کر لیتے ہیں۔ اگرچہ وہ اعتقاد اہل سنت والجماعت کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ بادی النظر میں اسے اہل سنت کا قول سمجھا جائے گا حالانکہ وہ خلاف حقیقت ہے۔ الغرض محض کتب احناف میں مذکور اقوال قابل حجت واستناد نہیں۔ جب تک یہ تحقیق نہ ہو جائے کہ یہ قول اہل سنت کا ہے، کیونکہ عقادی مسائل میں معتزلہ اور اہل سنت باہم مخالف ہیں۔ فقہی مسئلہ میں اگرچہ ان کا اتفاق ہوگا، مگر ہر مکتب فکر والے اس کی علت اور دلیل اپنے اپنے مذہب کے مطابق منکر کریں گے۔ لہذا فروعی مسائل میں اتفاق سے ان کی تعلیلات میں اتفاق لازم نہیں آئے گا۔

ہشتم، عقیدہ عذاب قبر اور حیوۃ برزخ رجو کہ سماع موتی والے نظریہ کی بنیاد (اور اصل ہے) سب اہل سنت کے نزدیک متفق علیہ ہے، خواہ حنفی ہوں یا غیر حنفی صرف بعض معتزلہ۔ خوارج اور رافضی اس میں اہل سنت کے مخالف ہیں اور عذاب قبر و حیوۃ برزخ کے منکر ہیں۔ اہل سنت احناف نے عذاب قبر اور حیات برزخ کی تصریح کی ہے :

۱۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں : ومن یعذب فی القبر توضع فیہ الحیوۃ فی قول العامة۔ (جس شخص کو عذاب دیا جاتا ہے جمہور کے مذہب کے مطابق اس میں حیات برزخیہ رکھی جاتی ہے،

۲۔ صاحب فتح القدیر نے فرمایا ہے : البنیۃ لیست بشرط عند اہل السنۃ حتی لو کان متفرق الاجزاء بل ہی مختلطۃ بالتراب فعذاب

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

جعلت الحيوة في تلك الاجزاء التي لا ياخذها البصر وان الله على ذلك لقدير والمخلاف فيه ان كان بناءً على انكار عذاب القبر لممكن والا فلا يتصور من عاقل القول بالعذاب مع عدم الاحساس - ردالمحتار جلد ثالث ص ۱۳۳ بحر الرائق جلد رابع ص ۳۳۳ فتح القدير مع هداية جلد رابع - ص ۳۶
جسمانی ہیت کا محفوظ رہنا اہل سنت کے نزدیک حیاتِ قبر اور عذابِ قبر کے لئے شرط نہیں حتیٰ کہ اگر میت کے اجزاء بکھر جائیں، بلکہ مٹی کے ساتھ مخلوط ہو جائیں، تب بھی اسے عذاب دیا گیا، تو ان میں زندگی پیدا کر دی جائے گی، خواہ وہ اجزاء نظر ہی نہ آسکیں اور بے شک اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے اور اس میں اختلاف اگر ہے تو عذابِ قبر کی صورت میں تو ممکن ہے، ورنہ کسی عاقل سے ممکن نہیں کہ وہ عذابِ قبر کا تو اقرار کرے اور قبر و برزخ میں حاصل ہونے والی زندگی اور احساس کا انکار کرے۔

۳۔ علامہ عینی نے صاحب ہدایہ کے قول (فی قول العامة) کے تحت فرمایا،

احتراز عن قول الكرامة والصالحية وهم قوم ينسبون الى ابي الحسن الصالح فانهم لا يشترطون الحيوة شرطاً للتعذيب - حاشیہ ہدایہ جلد دوم ص ۲۸۲
ترجمہ: قول عامہ کہہ کر کرامیہ اور صالحیہ کے قول سے اجتناب و احتراز کیا ہے اور وہ ایسی قوم ہے جو کہ ابو الحسن صالحی کی طرف منسوب ہیں، وہ عذاب کے لئے حیات کو شرط نہیں کرتے۔

۴۔ تو وضع فیہ الحيوة کے تحت فرمایا، ثم من كل وجه عند البعض وبقدر ماتيا لم عند البعض وقال بعضهم لو من باصل العذاب وليسكت عن الكيفية - كفاية على الهداية -

ترجمہ: قبر میں حیات بعض کے نزدیک تو جمع وجوہ سے ہے اور بعض کے نزدیک

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

صرف اتنا قدر کہ اس سے درد محسوس ہونے کے اور بعض کہتے ہیں کہ اصل عذاب پر ایمان لانا چاہیے اور کیفیت کے متعلق خاموشی اختیار کرنی چاہیے۔

علامہ عینی نے فرمایا ثم اختلفوا فيه ف قيل يوضع فيه الحيوة بقدر مايتالم لا الحياة المطلقة وقيل يوضع فيه الحياة من كل وجه - ص ۲۸۴ ہدایہ شریف - جلد ثانی۔

بہر حال اہل السنّت والجماعت کے نزدیک قبر میں حیات کا پایا جانا مسلم ہے البتہ کیفیت میں اختلاف ہے اور ظاہر ہے وہ اس فیصلہ سے قاصر ہیں، کیونکہ جن میں وہ حیوة پیدا کی جاتی ہے، وہ اس کی حقیقت بتلاتے نہیں اور باہر والوں کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس سے وہ اس کا تعین کر سکیں۔

۵۔ دُرِّ مختار میں ہے ویحسن الکفن لمحدث حسنوا کفان الموتی فانہم

یتزاورون فیما بینہم ویستفاضون بحسن اکفانہم ظہیریہ -

ترجمہ: میت کو اچھا کفن دیا جائے، کیونکہ حدیث پاک میں ہے اموات کو اچھا کفن دو، کیونکہ وہ باہم ایک دوسرے کی زیارت کرتے ہیں اور اپنے کفنوں کی اچھائی پر فخر کرتے ہیں۔ علامہ شامی نے فرمایا:

یتفاضلون المراد به الفرح والسور حيث وافق السنّت -

والزیارة وان كانت للفرح لكن للروح تعلق بالجسد - رد المحتار - جلد اول ص ۶۳

ترجمہ: باہمی فخر کرنے سے مراد فرحت و سرور ہے، جبکہ وہ کفن سنّت کے

مطابق ہو دیہاں وہم یہ پیدا ہو سکتا تھا کہ زیارت کرنا ارواح کا فعل ہے اور کفن بدن

کے لئے ہوتا ہے نہ کہ رُوح اس میں ملفوف ہوتا ہے لہذا اچھے کفنوں کی بنا پر ارواح

میں فخر کا کیا مطلب ہو سکتا ہے تو علامہ نے اس کا ازالہ کرتے ہوئے فرمایا، زیارت

اگرچہ رُوح کا فعل ہے، لیکن رُوح کو جسم کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الغرض جب تعلق روح ثابت ہو گیا، تو حیات ثابت ہو گئی اور کفن و دفن کی اچھائی و خوبی کا علم ثابت ہو گیا، تو اس زندگی کو محض قدرالم و عذاب کے احساس تک محدود رکھنا باطل ہو گیا۔ خلاصہ یہ کہ اہل السنۃ احناف کے نزدیک قبر میں عذاب و ثواب اور حیات و ممیت کو حاصل ہوتی ہے۔ اور معتزلہ اس میں مخالف ہیں اور جب حیات ہی تسلیم نہیں کرتے، تو سماع کیسے تسلیم کر سکتے ہیں۔ لہذا انہوں نے دونوں کا انکار کر دیا بخلاف اہل السنۃ احناف کے وہ حیوۃ قبر و برزخ کے قائل ہیں جو کہ سماع موتی کے لئے اصل بنیاد ہے اور متبوع و ملزوم لہذا انہوں نے سماع موتی و ادراک اہل قبور کو بھی تسلیم کیا۔

خلاصۃ الجواب: اس تمہید کے بعد جواب یہ ہے کہ سماع اموات کا مسئلہ عقائد سے متعلق ہے اس کی مدار دلائل پر ہے نہ کہ تقلید پر۔ علاوہ ازیں واجب التقلید صاحب مذہب کا قول ہوتا ہے نہ کہ ہر حنفی عالم کا خواہ وہ اعتقادی طور پر معتزلہ ہی کیوں نہ ہو۔ امام صاحب کی طرف انکار سماع کی نسبت ناقابل اعتبار ہے اور احادیث صحیحہ کے مقابل امام صاحب کی شاذ روایت کو قابل عمل قرار نہیں دیا جاسکتا، بلکہ جس نے ان کی طرف انکار کی نسبت کی ہے، اس کی تکذیب کرنا واجب ہے نہ یہ کہ امام صاحب کو احادیث کا مخالف ثابت کرنا لغو بذاتہ۔

انکار سماع مشائخ سے ثابت ہے جن کو امام صاحب رضی اللہ عنہ کی زیارت بھی نصیب نہیں ہوتی اور نہ وہ خود درجہ اجتہاد پر فائز ہیں؛ لہذا ان کے قول کا اعتبار نہیں۔ پھر مشائخ بھی اس میں متفق نہیں؛ بلکہ ان کا باہمی اختلاف ہے لہذا صحیح مذہب انہیں مشائخ کا ہے جو نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے مطابق ہے۔ نیز اگر بعض اہل السنۃ احناف سے یہ قول سُرز دہوا ہے تو اس مغالطہ کی بنا پر ہے کہ معتزلہ تنفیض نے ائمہ کے اقوال کی اپنے مذہب کے مطابق توجیہ و تعلیل بیان کی تو انہوں نے ان

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کی نیت بر حسن ظن کرتے ہوئے اسی قول کو نقل کر دیا اور یہ خیال نہ فرمایا کہ یہاں حقیقت کی بجائے اعتزال کا فرما ہے، مثلاً علامہ زحشری نے رحمٰن درہم کی تفسیر میں کہا کہ رحمت کا معنی چونکہ دل کی رقت اور نرمی ہے جو کہ فضل و احسان کی مقتضی ہوتی ہے اور یہاں حقیقی معنی متصور نہیں ہو سکتا۔ لہذا یہاں مجازی معنی فضل و احسان مراد لیا جائے گا۔ ظاہر میں یہ لغوی بحث ہے، مگر درحقیقت یہاں اعتزالی خبث کا فرما ہے، کیونکہ معتزلہ صفات باری تعالیٰ کے منکر ہیں، لہذا حقیقت و مجاز کی آڑ میں اپنے مذہب کو ذکر کر دیا اور بعد میں آنے والے مفسرین حضرات نے ادب و لغت اور معانی و بیان وغیرہ میں اس کے مقتدار و امام ہونے کی وجہ سے اس کے قول کو اختیار فرمالیا اور اس سے لازم آنے والے فساد کی طرف توجہ نہ فرمائی، لیکن علامہ آلوسی صاحب روح المعانی نے اس کے اس مکر کا پردہ چاک کیا اور اس قول پر مترتب فساد یعنی انکار صفات پر متنبہ کیا اور اس قول کو رد کیا۔ اسی طرح یہاں بھی آئمہ سے صرف یہ منقول ہے کہ جس نے قسم اٹھائی کہ میں فلاں کے ساتھ کلام نہیں کروں گا۔ اگر موت کے بعد اس کے ساتھ کلام کو لی تو عانت نہیں ہوگا۔ حقیقی وجہ عانت نہ ہونے کی یہ تھی کہ قسموں کی مدار عرف پر ہوتی ہے اور عرف میں اس قسم کی قسموں سے مقصود صرف دُنیوی زندگی کے ساتھ زندہ افراد پر اپنی ناراضگی کا اظہار ہوتا ہے نہ کہ موت کے بعد بھی لیکن معتزلہ نے یہاں بھی باطنی خبث کا اظہار کیا اور اپنے مذہب کے تحت اس کی علت یہ بیان کر دی کہ مردے سنتے نہیں ہیں اور مقصود کلام سے افہام ہوتا ہے لہذا وہ عانت نہیں ہوگا۔ بعض اہل السنۃ احناف نے دھوکا کھایا اور اسی قول کو ذکر کر دیا اور یہ نہ خیال کیا کہ ان لوگوں نے تو حقیقت کی آڑ میں اپنے مذہب کی تبلیغ و اشاعت کی ہے۔

لہذا اس بحث میں اس تعلیل و توجیہ کا وجود آئمہ احناف کے مذہب پر مبنی نہیں اور نہ ہی ان کی طرف سے سماع کا انکار کسی صحیح روایت سے ثابت ہے، لہذا استدلال لغو و

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

باطل ہے، بلکہ یہ سرے سے استدلال ہی نہیں، محض تبلیغ ہے اور مخالفت و فریب کاری ہے۔

علمائے احناف کی تصریحات سماع اموات میں موجود نہ ہوتیں تو بھی ان کا عذاب قبر اور ثواب کو تسلیم کرنا اور ان میں باہم زیارت اور تفاخر کا ثابت کرنا کافی تھا کیونکہ مسئلہ سماع حیوۃ قبر و برزخ کی فرع ہے اور عذاب و ثواب قبر کے تابع ہے اور تحقق بمشعر تحقق توابع کو مستلزم ہے، حالانکہ ان اکابر کی طرف سے سماع کی تصریحات موجود ہیں اور کتب معتبرہ میں سماع سلام و کلام اور معرفت زائرین و احیاء کی روایات بکثرت موجود ہیں۔ ہم تلقین میت اور زیارت قبر کے متعلق احناف اہل سنت کے اقوال پیش کر کے احناف کا شوافع مالکیہ اور حنابلہ اہل السنۃ کا سمہوا اور ہم مسلک ہونا واضح کرتے ہیں اور منکرین سماع کا خارجی و معتزلہ ہونا۔

تلقین میت میں احناف کا مذہب :

امام ابن ہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں : اما التلقین بعد الموت وهو في القبر فقليل يفعل لمحققة ما روي نادر يعني قوله عليه السلام نحن امواتا کم المم والنسب الى اهل السنۃ والجماعة وخلافه الى المعتزلة وقيل ولا يؤمر به ولا ينهى عنه ويقول يا فلان يا ابن فلان اذكر دينك الذي كنت عليه في دار الہدٰی شہادۃ ان لا اله الا الله وان محمد رسول الله ولا شك ان اللفظ لا يجوز اخراجه عن حقيقة الابدليل فيجب تعيينه وما في الكافي من انه ان كان مات مسلما لم يحتج اليه بعد الموت والا لم يفد يمكن جعله الصادق يعني ان المقصود منه التذكير في وقت تعرض الشيطان وهذا لا يفيد بعد الموت وقد يختار الحق الاول والاحتياج اليه في حق التذكير لتثبيت الجنان للسؤال

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فنفي الفائدة مطلقاً منوع لغم الفائدة الاصلية منتفية -

فتح القدیر جلد ثانی ص ۶۸

ترجمہ، موت کے بعد میت کو تلقین کرنا جبکہ وہ قبر میں رکھا جا چکا ہو، تو بعض کہتے ہیں کہ اس وقت تلقین کرنی چاہیے کیونکہ آنحضرت سلی اللہ علیہ وسلم کی حد ر لقنوا موتاكم لا اله الا الله اپنے اموات کو لا اله الا الله سکھلاؤ، باعتبار اپنے حقیقی معنی کے اسی کی مقتضی ہے یعنی بعد از وفات اموات کو تلقین کی جائے، کیونکہ موتی کا اطلاق ان پر حقیقتہً اسی وقت ہوگا، قریب المرگ کو موتی کہنا مجاز ہے، اور یہ قول اہل سنت کی طرف منسوب ہے اور اس تلقین کا خلاف و انکار معتزلہ کی طرف منسوب ہے اور بعض کہتے ہیں کہ نہ اس کا حکم دیا جائے اور نہ ہی اس سے منع کیا جائے اور تلقین کرنے والا یوں کہے اے فلاں اے فلاں کے بیٹے فلاں کی جگہ میت اور اس کے باپ کا نام لے، اس دین کو یاد کر جس کو تو نے دنیا میں اپنا یا ہوا تھا، یعنی شہادت لا اله الا الله اور اقرار محمد رسول الله کا اور یہ بات یقینی ہے کہ لفظ کو اپنے حقیقی معنی سے مجازی معنی کی طرف نکالنا بغیر دلیل کے جائز نہیں لہذا حقیقت کا تعین واجب ہے اور موتی سے مراد حقیقی معنی یعنی اہل قبور و اہل برزخ مراد لینا واجب ہے اور کافی میں تلقین کے جواز پر جو اعتراض کیا گیا ہے کہ اگر میت ایمان پر فوت ہوا ہے تو موت کے بعد اسے تلقین کرنے کی ضرورت نہیں اور اگر اس کا خلاف ہے تو تلقین کا فائدہ نہیں دیکونکہ قبر میں اسلام لانا متصور نہیں ہو سکتا نہ ہی وہ ایمان قابل قبول ہے، ممکن ہے کہ اس کو قرینہ صارف اور دلیل معنی مجازی کی بنایا جائے، یعنی مقصود تلقین سے یہ ہے کہ جب شیطان آدمی کو پھسلانے کے دپے ہو، اس وقت اس کی یاد دہانی کرادی جائے تاکہ سنبھل جائے اور پھسلنے نہ پائے اور موت علی الکفر کے بعد اس کا فائدہ کوئی نہیں اور موت علی الایمان کی صورت میں ضرورت کوئی نہیں جب دلیل

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

صارف اور قریب مانع موجود ہو گیا تو لقنوا موتاکم کو معنی مجازی پر محمول کرنا واجب ہو گیا تو اس کا جواب دیتے ہوئے امام ابن الہمام نے فرمایا، کہ شق اول کو اختیار کر لیتے ہیں اور ضرورت و حاجت نفس ایمان کے لئے نہیں بلکہ یاد دہانی کا فائدہ یہ ہوگا کہ نکیرین کے سوال و غیرہ کے وقت اس کا دل مطمئن رہے اور سکون قلب سے جواب دے سکے۔ لہذا اس شق پر فائدہ کی نفی مطلقاً درست نہیں۔ ہاں اصلی فائدہ یعنی قبر میں پہنچ کر ایمان لانا معدوم و منتفی ہے۔ کافر کا قبر میں اسلام لانا قابل قبول نہیں، لیکن اس سے بالکل نفع کی نفی کرنا بھی درست نہیں،

یہاں سے معتزلہ اور احناف اہل السنّت کے نظریات کا تفاوت بھی صاف ظاہر ہے۔ تلقین میت کے منکر صرف معتزلہ ہیں نہ کہ اہل السنّت۔

۲۔ صاحب کفایہ فرماتے ہیں: وقیل ہو یجوز علی حقیقتہ وهو قول الشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ لانه، یحییٰ وقد روی ابنہ علیہ السلام امر بتلقین الميت بعد دفنه وذعموا انه، مذهب اهل السنّت والاول مذهب المعتزلة۔ جلد دوم۔ ص ۶۸

ترجمہ: بعض نے کہا کہ لقنوا موتاکم اپنے حقیقی معنی پر ہے اور یہی قول امام شافعی کا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اہل قبور کو زندہ فرماتا ہے لہذا ان کو تلقین کرنے میں کوئی مانع اور وجہ امتناع نہیں، اور تحقیق روایت کیا گیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دفن میت کے بعد تلقین کا حکم فرمایا اور علماء مذہب نے اعتقاد کیا ہے کہ میت کو بعد از دفن تلقین کرنا اہل السنّت کا مذہب ہے اور پہلا قول لفظ موتی کو مجازی معنی پر عمل کرنا، معتزلہ کا ہے۔

۳۔ در مختار میں فرمایا: ولا یلقن بعد تلحیدہ وان فعل لا ینھی و فی الجوہرۃ انتہ مشرور عند اہل السنّت و یکنی قوله یا فلان یا ابن

Click For More Books

فلاں اذکر ما کنت علیہ وقل رضیت باللہ رباً و بالاسلام دیناً و
بمحمد نبیاً قیل یا رسول اللہ ان لم یعرف اسمہ قال ینسبہ الی آدم وحوہ
ترجمہ: میت کو لحد میں رکھنے کے بعد تلقین نہ کی جائے اور اگر کوئی تلقین کرے
تو اسے منع بھی نہ کیا جائے اور جو ہرہ میں ہے کہ بعد از دفن تلقین کرنا اہل سنت کے
نزدیک مشروع و جائز ہے اور اے فلاں اے ابن فلاں اس دین کو یاد کر جس پر تو دنیا
میں قائم تھا اور کہہ کہ میں اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر راضی ہوں اور اسلام کے دین
ہونے پر اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے پر۔ اتنا قدر کہنا کافی ہے زیادہ
کی ضرورت نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا اگر اس شخص کا نام معلوم
نہ ہو تو آپ نے فرمایا اے حضرت آدم اور حضرت حوا علیہما السلام کی طرف منسوب
کر کے نذر اور تلقین کرے۔

۴۔ علامہ شامی در مختار کے حاشیہ میں رقمطراز ہیں :

قوله لا یلقن بعد تلحیدہ ذکر فی المعراج انه ظاہر المراد وایۃ ثم
قال فی الخبازیۃ والکافی من الشیخ الزاہد الصفار ان هذا علی قول
المعتزلۃ لان الاحیاء بعد الموت عندهم مستحیل واما عند اهل
السنت فالحديث ای لقنوا موتاکم لاله الا الله محمول علی حقیقۃ لان
الله یمحی علی ما جاءت به الآثار وقد روی عنه علیہ الصلوٰۃ والسلام
انه امر بالتلقین بعد الدفن فیقول یا فلان بن فلان۔

والی، قال فی شرح المنیۃ ان الجمهور علی ان المراد منه مجازہ
ثم قال انما لا ینہی عن التلقین بعد الدفن لانه لا ضرر فیہ بل فیہ
نفع فان میت یتانس بالذکر علی ما ورد فی الآثار الخ قلت وما فی
طعن الزلیعی لم ارد فیہ وانما الذی فیہ قیل یقن لظاہر ما روینا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وقیل لا وقیل لا یومر بہ ولا ینہی عنہ الخ وظاہر استدلالہ للاد قتل
اختیارہ فافہم۔ رد المختار علی الدر المختار للعلامة بن العابدین

الشامی۔ جلد اول ص ۶۲۹

ترجمہ: صاحب در مختار کے قول لا ییقن بعد تلحید کے متعلق معراج میں
کہا گیا ہے کہ یہی ظاہر روایت ہے۔ پھر صاحب معراج نے کہا کہ خباز یہ اور کافی میں شیخ
زاید صفار سے منقول ہے کہ یہ قول مذہب معتزلہ پر مبنی ہے، کیونکہ ان کے نزدیک
موت کے بعد زندہ کیا جانا محال ہے، لیکن اہل السنن کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کی حدیث لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ اپنے حقیقی معنی پر محمول ہے،
کیونکہ اللہ تعالیٰ اموات کو قبور میں زندگی عطا فرماتا ہے، جیسا کہ آثار و روایات سے
ثابت ہے اور تحقیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ اپنے میت کے دفن کرنے
کے بعد تلقین کا حکم فرمایا۔ لہذا تلقین کرنے والا میت کو کہے اے فلاں ابن فلاں۔

(تا) شرح منیہ میں کہا کہ جمہور کا مختار یہی ہے کہ لفظ موتی سے اس کا مجازی معنی
مراد ہے، یعنی جو قریب المرگ ہوں، لیکن پھر بھی تلقین بعد از دفن سے اس لئے منع نہیں
کیا جائے گا کہ اس میں ضرر نہیں ہے، بلکہ اس میں نفع ہے، کیونکہ میت اللہ تعالیٰ
کے ذکر کے ساتھ انس حاصل کرتا ہے، جیسا کہ آثار و احادیث میں وارد ہے الخ علامہ
شامی فرماتے ہیں طحاوی میں جو کچھ زیلعی سے نقل کیا ہے۔ میں نے اس میں نہیں دیکھا
جو کچھ اس میں مرقوم ہے، وہ یہ ہے کہ میت کو تلقین کی جائے، کیونکہ ظاہر حدیث اسی پر
دلالت کرتا ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ تلقین نہ کی جائے اور تیسرا قول یہ ہے کہ نہ اس
کا حکم دیا جائے اور نہ اس سے منع کیا جائے، لیکن پہلے قول پر دلیل ذکر کرنا اور
دوسرے دو اقوال پر دلیل نہ قائم کرنا پہلے قول کے مختار ہونے کی دلیل ہے۔

شامی جلد اول۔ ص ۶۲۹

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اور جن بعض حنفی علمائے تلقین کی مشروعیت کا انکار کیا ہے تو وہ اس بنا پر نہیں کہ اموات
مُن سمجھ نہیں سکتے، بلکہ اس بنا پر کہ اب تلقین سے کوئی خاص معتد بہا فائدہ متصور نہیں
ہو سکتا۔ علامہ عبد العلی بجز العلوم رسائل ارکان منہا پر فرماتے ہیں،

لأفائدة في تلقينه أصلاً لأنه إن مات مسلماً فهو ثابت على الشهادة
بالتوحيد والرسالة فالتلقين لغو وإن مات كافراً فلا يفيد التلقين
لأنه لا ينفعه الإيمان بعد الموت وما قيل إن التلقين لغو لأن الميت
لا يسمع فهذا باطل لأنه قد ورد في الصحيح أن الميت أسمع لصوت الغال
من الأحياء ورسول الله صلى الله عليه وسلم نادى الكفرة الملقين في قلب
بدر وقال إنهم يسمعون لا يقدر أن على الجواب لما لحقهم من العذاب
الشديد۔

توجہ: تلقین میت میں کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ وہ اسلام پر فوت ہوا ہے تو
توحید و رسالت کی شہادت پر ثابت قدم ہے؛ لہذا تلقین بے فائدہ ہے اور حالت کفر
میں فوت ہوا ہے تو تلقین سے کوئی فائدہ نہیں، کیونکہ ایمان بعد از موت مفید نہیں ہے۔
راقول اس خدشہ کا جواب ابن ہمام اور علی قاری کی کلام سے واضح ہو چکا ہے، یعنی
فائدہ تامہ کاملہ کی نفی سے مطلقاً نفع کی نفی نہیں ہو سکتی، اور لغویت تلقین کی یہ وجہ بیان
کرنا کہ میت نہیں سنتا باطل و لغو ہے کہ حدیث صحیح میں میت کا زندہ اشخاص سے بھی جوق
کے آواز کو زیادہ سننا ثابت ہے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے قلب بدر میں پھینکے
ہوئے کفار کو زندہ ہی اور فرمایا وہ سن رہے ہیں، مگر عذاب شدید میں مبتلا ہونے کی وجہ
سے جواب دینے کی قدرت نہیں رکھتے۔

۱۵، طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے: مما يلحق بذلك إنهم إذا فزعوا
من دفنهم يستجب الجلوس عند قبرة بقدر ما ينخرج من درويهم لحي

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یتلون القرآن ویدعون للمیت فقد ورد انه یستأنس بهم ویفتنح به
وعن عثمان رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا
فرغ من دفن المیت وقف علیہ فقال استغفروالاخیکم وسلوالہ التثیت
فانہ الان یسئل رواہ ابوداؤد وتلقینہ بعد الدفن حسن واستحبہ
الشافعیۃ لما عن ابی امامۃ رضی اللہ عنہ، ثانی،

رواہ الطبرانی فی الکبیر وهو وان کان ضعیف الاسناد کما ذکرہ
المحافظ لکن قال ابن الصلاح وغیرہ اعتضد بعمل اہل الشام قدیمًا
کما فی السراج وابن امیر حاج - الطحطاوی علی مرقا الفلاح - ص ۳۲۳
ترجمہ: اور دفن میت کے لواحق میں سے یہ بھی ہے کہ جب اس کے دفن سے
فارغ ہوں، تو مستحب یہ ہے کہ اس کی قبر کے پاس اتنی دیر بیٹھیں جتنی دیر میں اونٹ
ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاسکتا ہے، قرآن کی تلاوت کرتے رہیں اور میت
کے لئے دُعا کرتے رہیں، کیونکہ روایات میں وارد ہے کہ میت ان لوگوں کی وجہ سے
انس حاصل کرتا ہے اور نفع اٹھاتا ہے۔ حضرت امیر عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی
ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب میت کے دفن سے فارغ ہوتے، تو اس کی
قبر پر پھہر جاتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کی ثابت قدمی
کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرو، کیونکہ وہ ابھی سوال کیا جائے گا۔ میت کو دفن کرنے کے
بعد تلقین کرنا امر مستحسن ہے اور شوافع کے نزدیک مستحب ہے جیسا کہ حضرت ابوامامہ
رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور یہ روایت باعتبار سند کے اگرچہ
ضعیف ہے، جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فرمایا، لیکن ابن الصلاح وغیرہ نے کہا ہے
کہ اہل شام کا قدیم ایام سے اس روایت پر عمل کرنا اس کی تقویت کا موجب بن گیا ہے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یہاں سے ظاہر ہوا کہ تلقین احسان کے نزدیک مستحسن، شوائف کے نزدیک

منعجب ہے۔ صاحب سراج اور اس کی تعریف کی ہے اور اس روایت کی تقویت کا اعتراف کیا ہے۔

(4) شبیر احمد عثمانی نے فتح اللہ شرح المسلم میں فرمایا: قوله عليه السلام

التلقين بعد الدفن وقد استحبه اكثر الشافعية واختاره ابن الصلاح
وقال جاء في حديث من طريق ابي امامة ليس يقوى السند وحديث

ابى امامة انذى اشار اليه ابن الصلاح هو ما رواه عنه سعيد بن
عبد الله الازدي قال شهدت ابا امامة رضى الله عنه وهو فى

المنزع وقال اذا امت فاصنعوا بي كما امرنا النبي صلى الله عليه وسلم
قال اذا مات احدكم فسنو تيم عليه الحديث - قال الاشوم قلت لاحمد

هذا الذي يصنعونه اذا دفن يقف الرجل ويقول يا فلان بن
فلانة قال ما رءيت احدا يفعل له الا اهل الشام عين مات ابو الغيرة

يروى فيه عن ابى بكر بن ابى مریم عن اشيا خهم انهم كانوا يفعلونه
 وكان اسماعيل بن عياش يرويه يشير الى حديث ابى امامة انتهى و

بن منصور فی سنده عن راشد بن سعد و حمزة بن حبيب و حکیم بن عمیر و ذکر له شواهد آخر (والی)

وفي شرح الاحياء قال في المروضة ويستحب ان يلحق الميت
بعد الدفن ورد به الخبر عن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان موسى

[Click For More Books](#)

[s://archive.org/details/@zohaibhasanattar](https://archive.org/details/@zohaibhasanattar)

هذ التلقين استحب جماعات من اصحابنا منهم القاضي حسين وصاحب
التمه والشيخ نصر المقدسي في كتابه التمهذيب وغيرهم ونقله القاضي
حسين عن الاصحاب مطلقا والحديث الوارد فيه ضعيف ولكن احاديث
الفضائل يتساح فيها عند اهل العلم من المحدثين وغيرهم وقد
اعتتمد هذا الحديث بشواهد من الاحاديث الصحيحة كحديث اسئلوا
الله له التثبيت ووصية عمرو بن العاص اقيموا حول قبري قدر
ما ينخرجن وروى يقسم لحي حتى استانس بكم واعلم ماذا اراجع به رسل
ربي رواه مسلم في صحيحه ولم يزل اهل الشام على العمل بهذا التلقين
من العصر الاول وفي زمن من يقندي به قال الاصحاب ويقعد
الملقن هندراس المقبر - فتح الملهم - جلد ثاني ص ۲۶۷

ترجمہ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے اموات کو لا الہ الا اللہ
کی تلقین کرو۔ ابی فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو تلقین بعد از دفن پر محمول کرنا بعید نہیں۔
اس تلقین کو شوافع حضرات نے مستحب قرار دیا ہے اور ابن صلاح نے اس کو اختیار
کیا ہے اور انہوں نے فرمایا کہ یہ تلقین حدیث ابی امامہ میں وارد ہے۔ اگرچہ اس کی
سند قوی نہیں ہے اور حدیث ابی امامہ جس کی طرف ابن الصلاح نے اشارہ فرمایا
ہے اس کو سعید بن عبداللہ از دی نے ان سے روایت کیا ہے۔ سعید کہتے ہیں کہ
میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا، جبکہ وہ حالت نزع میں تھے،
اور انہوں نے فرمایا کہ جب میں فوت ہو جاؤں تو میرے ساتھ وہی کچھ کرنا جس کا
رسول خدا نے ہمیں حکم دیا (تلقین)،

اثر م کہتے ہیں کہ میں نے امام احمد رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ لوگ میت
کے دفن کرنے کے بعد جو کچھ کرتے ہیں یعنی ایک آدمی اس کے سر کی جانب کھڑا ہو جانا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہے اور کہتا ہے یا فلاں بن فلانہ تو انہوں نے فرمایا، میں نے سوائے اہل شام کے اور کسی کو اس طرح کرتے نہیں دیکھا؛ البتہ جب ابوالمغیرہ کا انتقال ہوا تو اس وقت اہل شام کو اس طرح کرتے دیکھا۔ اس تلقین میں ابوبکر بن ابی مریم اپنے مشائخ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اس طرح کیا کرتے تھے اور اسماعیل بن عیاش بھی حدیث تلقین کو روایت کیا کرتے تھے، یعنی حدیث ابی امامۃؓ، تخمیس میں حدیث ابی امامۃ رضی اللہ عنہ پر اس اثر و روایت سے استشہاد اور تائید پیش کی ہے جس کو سعید بن منصور نے اپنے سنن میں راشد بن سعد، صمرہ بن حبیب اور حکیم بن عمیر سے روایت کیا اور اس پر اور شواہد بھی ذکر کئے ہیں۔

شرح الاحیاء میں مذکور ہے کہ روضہ میں فرمایا میت کو دفن کے بعد تلقین کرنا مستحب ہے، اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث وارد ہے۔ علامہ نووی نے فرمایا کہ اس تلقین کو ہمارے مشائخ اور علماء کی کئی جماعتوں نے مستحب قرار دیا ہے جن میں قاضی حسین، صاحب تتمۃ اور شیخ نصر المقدسی وغیرہم شامل ہیں اور قاضی حسین نے اس کا استحباب تمام اصحاب سے نقل کیا ہے۔ اس میں وارد حدیث اگرچہ ضعیف ہے، لیکن احادیث فضائل میں اہل علم محدثین وغیرہم کے نزدیک درگزر کیا جاتا ہے، یعنی ضعیف سند کا لحاظ نہیں کیا جاتا اور یہ حدیث احادیث صحیحہ میں سے مختلف شواہد و دلائل کے ساتھ قوت و تائید حاصل کر چکی ہے جیسا کہ ابوداؤد کی حدیث اسئلواہ التبتیت الحدیث یعنی میت کے لئے اللہ تعالیٰ سے ثابت قدمی کا سوال کرو اور اسی طرح عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی وصیت کہ اے میرے بیٹو! مجھے دفن کرنے کے بعد میری قبر کے آس پاس اتنی دیر کھڑے رہنا جتنی دیر میں اونٹ کو ذبح کر کے اس کا گوشت تقسیم کیا جاسکتا ہے تاکہ میں تمہارے ساتھ انس حاصل کروں اور یقین کے ساتھ اپنے رب کے بھیجے ہوئے فرشتوں کو جواب دے سکوں۔ رواہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مسلم۔ اور اہل شام کا اس پر عصرِ اول سے عمل رہا ہے اور ان اکابر کے وقت میں وہ اس پر عمل پیرا رہے ہیں جو کہ مقتداً اے اہل زمان تھے۔ علماً مذہب نے فرمایا کہ تلقین کرنے والا قبر کے سر والی جانب بیٹھے۔

۱، علامہ ملا علی القاری رحمۃ اللہ تعالیٰ نے قولہ علیہ السلام استغفر وا لا خیکم ثم سلوا له التثبیت فانه الان یسئل کے تحت فرمایا قال الخطابی و لیس فیہ دلالة علی التلقین عند الدفن کما هو العادة ولا نجد فیہ حدیثاً مشهوراً ولا یاس بہ اذ لیس فیہ الا ذکر اللہ و عرض الاعتقاد علی المیت و الحاضریین والدعائے للمسلمین و الارغام لتکری الحشر و کل ذالک حسن و اورد الغزالی فی الاحیاء والطبرانی فی کتاب الادعیۃ حدیثاً فی : تلقین المیت عند الدفن ولم یصحہ بعض المحدثین و اما قولہ علیہ السلام لقنوا موتاکم لا اله الا الله فالمراد عند الموت لا عند الدفن و قال بن حجر فیہ ایماء الی تلقین المیت بعد تمام دفنہ و کیفیتہ مشہورۃ و هو سنة علی المعتمد من مذہبنا خلافاً لمن زعم انه بدعة کیف و فیہ حدیث صریح یعمل بہ فی الفضائل اتفاقاً بل اعتضد بشواہد یرتقی بہا الی درجۃ الحسن۔ مرقاة جلد اول۔ ص ۲۰۸

ترجمہ: علامہ خطابی نے فرمایا کہ اس حدیث میں متعارف و معتاد تلقین بعد الدفن پر کوئی دلیل نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی مشہور حدیث ہمیں دستیاب ہوتی ہے لیکن اس تلقین میں کوئی عرج نہیں کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔ میت اور حاضرین پر اعتقاد کا پیش کرنا ہے اور میت و عوام مومنین کے لئے دعا ہے اور منکرینِ مشرک تذلیل و ترغیم ہے اور ان امور میں سے ہر ایک مستحسن ہے۔ امام غزالی نے احیاء العلوم میں طبرانی نے کتاب الادعیہ میں تلقین بعد الدفن کے متعلق حدیث نقل کی ہے، مگر بعض

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

محدثین نے اس کو صحیح تسلیم نہیں کیا لیکن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد لقنوا موقناکم الحدیث تو اس سے مراد موت کے قریب تلقین کرنا ہے نہ کہ دفن میت کے وقت۔ علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس میں مقصود نہ سہی، مگر اشارہ اس تلقین کی طرف منروہ ہے جو کہ دفن کے وقت کی جاتی ہے۔ اس کی کیفیت مشہور و معروف ہے اور ہمارے مذہب معتمد علیہ کے مطابق وہ سنت ہے نہ کہ بدعت جیسے کہ بعض نے گمان کیا ہے بدعت کا اطلاق اس پر کیونکر درست ہو سکتا ہے، جبکہ اس میں حدیث صریح وارد ہے جس پر فضائل میں بالاتفاق عمل کیا جاتا ہے، بلکہ اس حدیث کو ایسے شواہد کے ساتھ تقویت حاصل ہو گئی ہے جو اس کو درجہ حسن تک پہنچا دیتے ہیں۔

۸۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے فرمایا قول رسول

مقبول صلی اللہ علیہ وسلم استغفر والاخیک ثم سلوالہ بالتثیت فانہ الان یسئل۔ رواۃ ابوداؤد میں اس امر کی دلیل بتیں موجود ہیں کہ دعا میت کو نفع پہنچاتی ہے اور اہل سنت والجماعت کے عقائد میں ہے کہ زندہ افراد کی اموات کے لئے دعا سے ان کو نفع پہنچتا ہے، لیکن یہ تلقین اس تلقین سے الگ ہے جو دفن کے بعد کی جاتی ہے۔ وہ بہت سے شوافع کے نزدیک مستحب ہے اور ہمارے بعض اصحاب سے بھی منقول ہے اور اس میں حضرت ابوامامہ سے حدیث منقول ہے جس کو امام سیوطی نے جمع الجوامع میں طبرانی اور ابن النجار و ابن العساکر اور ویلی سے نقل کیا ہے، عبارت ملاحظہ ہو۔

فیہ دلیل علی ان الدعاء نافع للمیت و فی عقائد اہل السنۃ والجماعت فی دعاء الاحیاء للاموات نفع لہم والتلقین بعد الدفن شیء آخر غیر الدعاء و هو مستحب عند کثیر من الشافعیۃ وقد نقل عن بعض اصحابنا ایضا وقد ورد فیہ حدیث عن ابی امامۃ ذکرہ السیوطی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

فی جمع الجوامع من حدیث الطبرانی و بن النجار و بن العساکر و الدیلمی۔
لمعات۔ جلد اول۔ ص ۲

نیز اشعة اللمعات میں بھی شیخ نے اسی طرح فرمایا اور حدیث ابو امامہ رضی اللہ عنہ کو نقل فرمایا، جیسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

فائدہ، شیخ محقق نے استحباب تلقین بعض اصحاب سے منقول ہونے کی تصریح فرمائی اور اصحاب کا لفظ ائمہ ثلاثہ پر اطلاق کیا جاتا ہے تو ثابت ہوا کہ ہمارے آئمہ کے نزدیک تلقین مستحب ہے۔

الحاصل میت کو دفن کرنے کے بعد تلقین کے مستحسن و مندوب ہونے پر امام ابن الہمام صاحب فتح القدیر، صاحب کفایہ، صاحب جوہرہ، شیخ زاہد صفار، صاحب کافی، صاحب خباز، مصنف شرح منیہ، صاحب سراج، علامہ بن امیر حاج، شیخ عبدالحق محدث قدس سرہ، ملا علی القاری، علامہ خطابی، علامہ شامی، طحاوی وغیرہم نے نص فرمائی۔ اس کے علاوہ امام شافعی اور ان کے متبعین میں سے جمہور علمائے اس کو مستحب قرار دیا۔ اہل شام کا قدیم ایام سے اس پر عمل رہا، حتیٰ کہ عصر اول سے۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اہل شام کے فعل پر انکار نہیں فرمایا۔ امام ابن الہمام، صاحب کفایہ اور شیخ زاہد صفار وغیرہم نے تلقین کو لقنوا موتاکم لا الہ الا اللہ سے موتی کے حقیقی معنی کے لحاظ سے ثابت کیا۔ نیز بڑے مؤخر الذکر دونوں حضرات نے اور اور دیگر اکابر نے قد روی انہ علیہ السلام امر بالتلقین بعد الدفن سے اس کی تائید کی اور بعض نے استغفر والا حکیم واسئلوالہ التبتیت سے اس کو ثابت کیا۔ بعض کو ان احادیث سے استدلال میں اگرچہ کلام ہے، مگر اصل تلقین کا استحسان ان کے نزدیک بھی واجب الاذعان ہے۔ نیز حدیث ابی امامہ اس تلقین میں نص صریح ہے اور اس میں احادیث صحیحہ اور روایات و آثار صریحہ سے قوت و پختگی پیدا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہوگئی ہے اور ضعف کُند متن میں ضعف کا موجب نہیں رہا۔
نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ تمام اہل السنۃ تلقین کے حسن و مندوبیت کے قائل ہیں
یا کم از کم اس پر اعتراض نہیں کرتے۔ صرف معتزلہ کے نزدیک تلقین درست نہیں اور اس
کی وجہ یہ ہے کہ ان کے نزدیک موت کے بعد زندہ کیا جانا محال ہے، مگر اہل السنۃ کے
زودیک قبر میں زندہ کیا جانا نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ سے ثابت ہے؛ لہذا وہ
سماع کا انکار نہیں کر سکتے، صرف معتزلہ اس کا انکار کرتے ہیں اور تلقین کو بے فائدہ
قرار دیتے ہیں۔ بہر حال مسئلہ تلقین سے واضح ہو گیا کہ تمام اہل السنۃ کے نزدیک
بالعموم اور احسان اہل السنۃ کے نزدیک بالخصوص سماع
ثابت ہے، در نہ تلقین میں قباحتِ عبث اور خطابِ معدوم وغیرہ لازم آئیں گے اور
ان کے جواز کا بھی کوئی قائل نہیں ہو سکتا، چہ جائیکہ استحباب بلکہ سنیت کا جیسا کہ علامہ
ابن قیم نے تصریح کی ہے۔

منکرین سماع کی فریب کاری

مانعین و منکرین نے بوجھلاہٹ میں فرمایا کہ تلقین کرنا اہل السنۃ کا مسلک
نہیں، اسی لئے نُسب اور زعمو کے کلمات تضعیف سے اس کو نقل کیا گیا ہے۔ اگر
اہل السنۃ کا مذہب یہ ہوتا تو ایسے کلمات کو استعمال نہ کیا جاتا۔ جواباً گذارش ہے
کہ پہلی دو عبارتوں کے علاوہ کہیں بھی یہ کلمات ضعف مذکور نہیں ہیں، بلکہ اہل السنۃ
کے مذہب مختار ہونے کی تصریح موجود ہے۔ نیز ایسے کلمات ضعف پر اس وقت
دلالت کرتے ہیں، جب مذہب اہل السنۃ میں ان کا استعمال ہوتا، لیکن یہاں تو مذہب
معتزلہ کے مقابل اس کو نقل کیا ہے اور نُسب۔ زعمو وغیرہ کا تعلق دونوں مذہب
سے ہے تو لازم آئے گا کہ انکارِ تلقین اور انکارِ سماع کی نسبت معتزلہ کی طرف درست
نہ ہو، حالانکہ ان کے نزدیک قبر میں نہ حیات ہے اور نہ علم و ادراک اور نہ ہی تلقین

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ان کے نزدیک جائز ہے۔ لہذا یہاں یہ کلمات منعت کو مستلزم نہیں۔ نیز اہل سنت نے تلقین کا جواز اور استحباب مختلف دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اگر یہ قول درست ہی نہیں تھا تو دلائل ذکر کر کے اس کی تائید و تصدیق کا کیا فائدہ۔ اور تلقین کو بے فائدہ قرار دینے والوں کے رد کا کیا مطلب؟ لہذا منکرین کا یہ عذر اپنی بوکھلاہٹ کا اظہار ہے اور کھلا فریب ہے۔

زیارت اہل قبور اور ان پر سلام وغیرہ کے متعلق احناف کے اقوال:

۱۔ علامہ شامی بحث زیارة القبور میں فرماتے ہیں:

وتنار فی کل السبوع کما فی مختار النوازل قال فی شرح لباب المناسک الا ان الا فضل یوم الجمعة والسبت والاثنین والخمیس فقد قال محمد بن الواسع الموقی 'یحلمون بزوارهم یوم الجمعة و یوما قبله و یوما بعده' - جلد اول - ص ۶۵

ترجمہ: قبروں کی ہر ہفتہ میں زیارت کی جائے، جیسا کہ مختار النوازل میں ہے اور شرح لباب المناسک میں ہے کہ زیارت کے لئے افضل ایام جمعہ ہفتہ سوموار اور جمعرات ہیں، کیونکہ محمد بن واسع نے فرمایا کہ اموات اور اہل قبور کو جمعہ کے دن اور اس سے ایک دن پہلے یعنی جمعرات کو ایک دن بعد یعنی ہفتہ کو اپنے زائرین کا علم ہوتا ہے۔

صاحب در مختار کے قول السلام علیکم دار قوم مومنین وانا انشاء اللہ بکم لاحقون وجو کہ در اصل حدیث پاک کا اقتباس ہے، کے تحت فرمایا:

فی شرح اللباب لملا علی القاری ثم من آداب المزیارة ما قالوا من انذ یاتی الزائر من قبل رجلی المتوفی لا من قبل راسه لانه اتعب لبصر المیت بخلاف الاول لانه یکون مقابل بصره۔ الخ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ردالمختار جلد اول - ص ۶۶۵

ترجمہ : ملا علی القاری کی شرح لباب میں ہے کہ آداب زیارت میں سے یہ بھی ایک ادب اور طریقہ ہے جیسا کہ فقہانے فرمایا کہ زائر میت کے پاؤں کی جانب سے حاضر ہونہ کہ سر کی جانب سے کیونکہ دوسری صورت میت کی نگاہ کو تھکا دینے کا موجب بنتی ہے، بخلاف پہلے طریقہ کے، کیونکہ اس وقت زائر میت کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے۔

۲، طحاوی علی مراقی الفلاح میں ہے : اخرج بن ابی الدنیا والبیہقی فی الشعب عن محمد بن الواسع قال بلغنی ان الموتی یعلمون بزوارهم یوم الجمعة ویوما قبله ویوما بعده وقال ابن القیم الاحادیث والآثار قد دل علی ان الزائر متی جاء علم به بالمزور وسمع سلامه وانس به ورد علیه وهذا عام فی حق الشهداء وغیرهم وانه لا توقیت فی ذلک قال وهو اصح من اثر الصحاك الدال علی التوقیت -

طحاوی علی مراقی الفلاح - ص ۳۷۶

ترجمہ : ابن ابی الدنیا نے اور بیہقی نے شعب میں محمد بن الواسع سے روایت کیا ہے کہ مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ اموات کو اپنے زائرین کا جمعہ کے دن اور اس سے ایک دن پہلے اور ایک دن بعد علم ہوتا ہے اور علامہ ابن القیم نے کہا ہے کہ احادیث و آثار اس پر دلالت کرتے ہیں کہ زائر جب بھی آتے تو میت کو اس کا علم ہو جاتا ہے، وہ اس کا سلام سنتا ہے اور اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔ نیز یہ علم عام اور معرفت تمام شہداء اور ماسوا میں برابر پائی گئی ہے اور اس میں وقت کا کوئی تعین نہیں اور یہ قول اثر ضحاک سے جس میں وقت کا تعین پایا گیا ہے، زیادہ صحیح ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

۳۔ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ لئلا علی القاری اور فتح الملہم شرح مسلم میں ما من احد یمر بقبر اخیه الحدیث کے تحت ہے : الصواب ان المیت اهل للخطاب مطلقا لما سبق من الحدیث۔ مرقاۃ جلد رابع ص ۱۱۱ فتح الملہم ص ۵۰۸۔ جلد ثانی۔

ترجمہ صحیح یہ ہے کہ میت مطلقاً قابل خطاب و نذر ہے اور اہل سلام و کلام ہے۔ اس حدیث پاک کی رو سے جو کہ گزر چکی۔

۴۔ علامہ شامی رد المحتار میں فرماتے ہیں : یکوہ ایضا قطع النیات المرطب والحنشیش من المقبرة دون الیابس کما فی البحر والداد و شرح المنیۃ و عللہ فی الامداد بانہ مادام رطبا یسبح اللہ تعالیٰ فیہ نفس المیت وتنزل بذکرہ المرحمة الم ونحوہ فی الخانیہ جلد اول ص ۶۹۸ ترجمہ : قبرستان میں سے سرسبز پودے اور سبزہ کا کاٹنا مکروہ ہے نہ کہ خشک کا جیسا کہ بحر و دریا اور شرح منیہ میں ہے اور امداد میں کراہت کی علت یہ بیان کی ہے جب تک پودے اور گھاس سبز رہیں تسبیح کہتے ہیں اور میت اس سے انس حاصل کرتا ہے اور ذکر باری تعالیٰ سے رحمت کا نزول ہوتا ہے اور اسی طرح خانیہ میں ہے۔ لہذا ان پودوں اور گھاس کو قطع کرنا گویا میت کو انس سے محروم کرنا اور رحمت سے دور کرنا ہے لہذا ان کا کاٹنا مکروہ ہے۔

اقول : اگر میت اس قبر میں نہ ہو یا اس میں علم و ادراک اور قوت سماع نہ ہو تو سرسبز چیزوں کے ذکر سے اسے انس کیونکر حاصل ہوتا ہے لہذا ثابت ہوا کہ اسی قبر میں مدفون میت صاحب علم و ادراک ہے اور وہی قابل نذر و خطاب ہے۔

۵۔ شیخ حسن بن عمار بن علی شرنہالی حنفی مراقی الفلاح میں فرمایا :

کروا وطہا بالافتادام لما فیہ من عدم الاحترام واخبر فی شیخی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

العلامہ محمد بن احمد الحموی الحنفی بانہم یتاذون بخفق الثعال انتہی۔
قال الکمال وجیئذ ما یصنع الناس ممن دفنت اقاربہ ثم دفنت حوالیہ
خلق من وطأ تلك القبور الى ان یصل الى قبر قریبہ مکروہ الخ وقال
قاضی خان ولو وجد طریقا فی المقبرة وهو یظن انه طریق احد ثوة
لا یمشی فی ذالک وان لم یقع فی ضمیرہ لا بأس بان یمشی فیہ۔

مراقی الفلاح علی نور الايضاح ص ۳۷ مع الطحطاوی
ترجمہ: قبور کو پاؤں کے ساتھ روندنا مکروہ ہے، کیونکہ اس میں اہل قبور کی
بے حرمتی ہے اور مجھے میرے شیخ علامہ محمد بن احمد حموی حنفی نے خبر دی کہ اہل قبور
جو توں کے ساتھ قبروں پر چڑھنے سے تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ علامہ کمال نے فرمایا
وہ لوگ جن کے اقارب ایک جگہ مدفون ہوتے ہیں اور ان کے ارد گرد دوسرے لوگ
تو وہ اپنے اقارب تک پہنچنے کے لئے دوسری قبروں کو پائمال کرتے ہیں یہ مکروہ ہے۔
اور قاضی خان نے فرمایا اگر قبرستان میں راستہ موجود ہے اور گمان یہ ہے کہ یہ بعد میں بنایا
گیا ہے۔ اس کے نیچے قبریں ہیں تو اس راستہ پر نہ چلے اور اگر دل میں یہ شبہ نہ ہو تو
گزرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

مراقی کی اس عبارت سے واضح ہو گیا کہ علامہ حموی، علامہ کمال اور قاضی خان
سب کے نزدیک اموات میں علم و شعور ہے اور ان کی قبروں کو پائمال کرنا انہیں تکلیف
دیتا ہے۔

۶۔ ملا علی القاری حنفی آنحضرت صلی اللہ کے اہل بقیع پر سلام یعنی المستلام
علیکم دار قوم مومنین وانا انشاء اللہ بکم لا حقون کے تحت فرماتے ہیں،
فیہ اشارۃ الی انہم یعرفون الزاویہ بدکون کلامہ و سلامہ۔ مرقاة جلد اول ص ۳۳
ترجمہ: سلام کے اس انداز یعنی خطاب و ندا میں اس طرف اشارہ ہے کہ اہل قبور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اپنے زائرین کو پہچانتے دران کے کلام و سلام کو سمجھتے ہیں۔

۷۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

وہمچنین در زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اہل بقیع را آمدہ کہ سلام کرد بر ایشان و خطاب کرد مرایشان را و گفت سلام بر شما اے اہل وار مسلمانان آمد مر شما را آنچہ وعدہ کردہ شدہ بودید و ما نیز انشاء اللہ تعالیٰ می پیوندم بشما زیرا کہ خطاب با کسے کہ نہ شنود و نفہم معقول نیست و نزدیک است کہ شمار کردہ شود از جملہ عبث چنانکہ عمر گفت چہ خطاب میکنی با اجساد کہ نیست در ایشان ارواح۔

مدارج النہوت جلد دوم ص ۱۳۲۔ اشعۃ اللغات جلد سوم ص ۱۲۸

۸۔ علامہ طحاوی نے مضمرات میں سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:

اما الثالث اذا غلب الماء على القبر فقل يجوز تحويله لما روى ان صالح بن عبید اللہ روى في المنام وهو يقول خولوني عن قبري فقد آذاني الماء ثلاثا فنظروا فاذا مشقه الذي يلي الارض قد اصابه الماء فافتي ابن عباس بتحويله۔ ص ۲۴۲

ترجمہ: تیسری صورت میت کو قبر سے منتقل کرنے کے جواز کی یہ ہے کہ قبر پر پانی غالب آجاتے، تو اس وقت اس کا منتقل کرنا جائز ہے، کیونکہ روایت کی گئی ہے کہ صالح بن عبید اللہ کو خواب میں دیکھا گیا کہ وہ کہتے ہیں مجھے میری قبر سے نکالو، کیونکہ مجھے پانی نے تکلیف میں مبتلا کر دیا ہے۔ تین دفعہ اس طرح فرمایا۔ تو لوگوں نے دیکھا کہ ان کا جو پہلو زمین سے متصل تھا اس کو پانی پہنچا ہوا تھی۔ تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فتویٰ دیا کہ اس کو اپنی قبر سے نکال لو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ان کے اجسام پر جو کچھ گزرتی ہے، انہیں اس کا علم ہوتا ہے اور اپنے متعلقین و احباب سے ان کا تعلق قائم رہتا ہے اور ان کو بھی اپنے احوال کی اطلاع

Click For More Books

دیتے ہیں اور حضرت ثابت بن قیس ابن شماس کا واقعہ اس پر شاید عدل ہے اور ہم اس کو پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں ثبوت سماع از امام حدیث۔

۹۔ بلکہ ملا علی قاری کی کلام سے واضح ہوتا ہے کہ اہل قبور کو جس سے تکلیف پہنچے، وہ اس کو بھی ایذا و تکلیف پہنچاتے ہیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

قد روينا ان امرأة من اهل العراق مات لها ولد فوجدت عليه
وجدا شديدا ثم رحلت في بعض مقاصدها الى المغرب فحضر يوم العيد
وعادتها في بلد ها ان تخرج كل يوم عيد الى المقابر لكي على ولدها فلما لم تكن في بلد ها
خرجت الى مقابر تلك البلدة ففعلت كما كانت تفعل واكثر البكاء
والويل ثم نامت فرأت اهل المقبرة قد ها جوا يسأل بعضهم بعضا هل
لهذه المرأة عندنا ولد فقالوا لا فقالوا كيف جاءت عندنا تؤذيها
ببكاء ها ثم ذهبوا وضربوها ضربا شديدا وجميعا فلما استيقظت
وجدت الم ذالك الضرب فلا شك ان ارواح الاموات تتالم من
المؤذيات وتفرح من اللذات في البرزخ كما كانت في الدنيا وقد
ورد ان الموتى يعلمون احوال الاحياء وما يتنزل بهم من شدة وغل
ودرد انهم يفتخرون بالزيارات ويألمون بانقطاعها ولما كان
البكاء والعويل في حال الحيوة تآذي به الارواح وتنقبض كان
كذلك بعد الموت - مرقاة - جلد رابع ص ۹

ترجمہ: ہمیں روایت پہنچی ہے کہ اہل عراق میں سے ایک عورت کا لڑکا فوت ہو گیا جس پر وہ سخت غمگین ہوئی۔ پھر اس نے اپنے بعض مقاصد کے تحت مغرب کی طرف کوچ کیا۔ عید کا دن آگیا اور اس کی عادت اپنے شہر میں تھی کہ ہر عید کو قبرستان کی طرف نکلتی اپنے بچے پر روتی، اب کے وہ اپنے شہر میں عید کے موقع پر نہیں تھی تو اسی

Click For More Books

شہر کے قبرستان کی طرف نکل اور پہلے جس طرح کیا کرتی تھی اسی طرح رونا پینا شروع کیا، پھر سو گئی، تو اس نے اہل مقبرہ کو دیکھا کہ ان میں سخت ہیجان و اضطراب پیدا ہو گیا ہے اور وہ ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ کیا اس عورت کا ہمارے پاس کوئی لڑکا ہے بالآخر وہ اس پر تھق ہوئے کہ اس کا لڑکا یہاں نہیں ہے۔ تب انہوں نے کہا یہ عورت ہمیں تکلیف دینے کے لئے کیسے آگئی تو انہوں نے اس کو سخت دردناک سزا دی اور اس کی پٹائی کی، حتیٰ کہ جب بیدار ہوئی تو پٹائی کا درد اس وقت بھی محسوس کیا۔

لہذا معلوم ہوا کہ اموات و اہل قبور کے ارواح کو تکلیف دہ امور سے تکلیف پہنچتی ہے اور موجبات فرحت و سرور سے ان کو فرحت و راحت حاصل ہوتی ہے اور تحقیق روایات میں وارد ہے کہ اموات کو زندہ افراد کے احوال کا پتہ چل جاتا ہے اور ان پر جو نرمی سختی وارد ہوتی ہے اس کا انہیں علم ہوتا ہے اور یہ بھی وارد ہے کہ وہ اقربا و اعزہ کے زیارت کرنے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور ان کے انقطاع سے دکھ پاتے ہیں اور رنجیدہ خاطر ہوتے ہیں اور آہ و زاری و ادویا جبکہ دنیوی زندگی میں ارواح کے لئے ایذا رساں ہے اور موجب التقباض تو لامحالہ موت کے بعد بھی اسی طرح ہوگا۔
اقول: ان تمام حوالہ جات سے اور اس کے علاوہ بے شمار عبارات سے احناف کا مذہب زیارت اہل قبور کے متعلق بھی واضح ہو گیا کہ قبور کو پائمال کرنا میت کو تکلیف دیتا ہے۔ سرسبز گھاس وغیرہ کے کاٹنے سے۔ ان کو وحشت محسوس ہوتی ہے۔ زیارت سے انس و راحت حاصل ہوتی ہے اور زیارت نہ کرنے سے رنج ہوتا ہے۔ قبرستان میں جا کر آہ و زاری اور ادویا سے ان کو سخت پریشانی ہوتی ہے اور ایسا کرنے والے کو سزا دینے سے بھی باز نہیں رہتے۔

نیز زیارت سر کی جانب سے نہیں بلکہ پاؤں کی طرف سے یا قبلہ کی جانب سے کرنی چاہیئے تاکہ ان کی نگاہوں کو تکلیف نہ ہو۔ وہ سلام و خطاب کے قابل ہیں اور سلام و کلام

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سنتے ہیں، سلام کا جواب بھی دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔
اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ اگر ان کو سلام و خطاب کا علم نہ ہوتا، تو ہرگز شریعت میں ان پر سلام کو مشروع نہ کیا جاتا، کیونکہ ایسی ذات کو سلام اور خطاب جو نہ سنے نہ سمجھے غیر معقول اور عبث فعل ہے۔ لہذا ثابت ہو گیا کہ احناف اہل السنۃ سماع اموات کے قائل ہیں صرف معتزلہ جنہوں نے حنفیت کا لبادہ اوڑھ رکھا تھا۔ وہ اس کے منکر تھے اور جو حنفیت کی آڑ میں اپنے مذہب اعتزال کو رواج دینے کی فکر میں تھے۔ انہوں نے حسب موقع اس قسم کی تاویلات و توجیہات کو اختراع کیا اور ائمہ احناف کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

نیز علامہ نووی شافعی، قاضی عیاض مالکی اور ابن قیم حنبلی اور ان احناف کی سلام کے متعلق تصریحات سے واضح ہو گیا کہ اہل السنۃ والجماعت کے چاروں گروہ اور مذاہب ربوہ اموات کے علم و معرفت اور سماع سلام و کلام پر متفق و مجتمع ہیں۔
نیز یہ بھی واضح ہو گیا کہ مسئلہ سماع اموات میں حنفی اور شافعی یا مالکی اور حنبلی آپس میں مقابل و مخالف نہیں، بلکہ صرف اہل السنۃ اور معتزلہ کا اس میں اختلاف ہے اسی لئے احناف نے مسئلہ تلقین میں انکار کو معتزلہ کی طرف منسوب کیا اور اقرار کو اہل السنۃ کی طرف یہ نہیں فرمایا کہ تلقین پر عمل اور اس کا جواز شوافع کا مذہب ہے اور اس کا انکار احناف کا نیز تلقین پر استدلال کرتے ہوئے قدوسی ائمہ علیہ السلام امر بالتلقین کے الفاظ ذکر کر کے اس روایت کی تحقیق فرمادی اور اس کا ناقابل انکار ہونا واضح کر دیا۔ کیونکہ لفظ قد ماضی کی تحقیق کے لئے ہوتا ہے۔
لہذا باب تلقین اور زیارت قبور میں احناف کی تصریحات بالخصوص اور شوافع مالکیہ و حنابلہ کی تصریحات بالعموم اس دعویٰ پر دلیل ناطق اور شاہد صادق ہیں کہ تمام اہل السنۃ اس مسئلہ میں متفق ہیں اور بالفرض اگر کسی نے اختلاف کیا ہے تو معتزلہ

Click For More Books

کے دھوکہ میں آکر اور ان کے دامِ تلبیس و تدلیس میں پھنس کر۔ العیاذ باللہ۔
الغرض جمہور اہل سنت سماعِ اموات کے قائل ہیں اور منکرین جمہور کے خلاف ہیں۔
جواب دوم، امام ابن الہمام نے اس قول کو نقل فرمایا، مگر یہ قول ان کے
نزدیک ناپسندیدہ اور غیر مختار ہے، بلکہ خود انہوں نے اس کو رد فرمایا۔ مسئلہ یہیں ذکر
کرنے کے بعد فرمایا: اورد انه، صلی اللہ علیہ وسلم قال لاهل القلب قلب
بدرہل وجدتم ما وعدکم ربکم حقا فقال عمر رضی اللہ عنہ اُتکم
اجساد الارواح نیہا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی
بیدہ ما انتم باسمع لما اقول منهم۔ و اُجیب بانه، غیر ثابت یعنی یہ
جہۃ المعنی والا فهو فی الصیح و ذالک ان عائشہ رضی اللہ عنہا روتہ
بقولہ تعالیٰ انک لا تسمع الموتی و ما انت بسمع من فی القبور و بانه
انما قالہ علی وجہ الموعظۃ للاحياء لا لفہام الموتی کما روی عن
علیؑ انه قال السلام علیکم دار قوم موتین اما نساءکم فنکحت و اما
اموالکم فقسمت و اما دورکم فقد سکت فہذا خبرکم عندنا فما خبرنا
عندکم و بانه مخصوص باولئک تضعیفاً للحسرة علیہم لکن بقی انہ روى
عنه صلی اللہ علیہ وسلم ان السمیت یسمع خفق نعالہم اذا انصرفوا لینیظر
فی کتاب الجنائز من ہذا الشرح۔ فتح القدیر۔ جلد دایع ص ۲۶۱

ترجمہ، مشائخ کا یہ قول کہ مقصود کلام سے افہام ہوتا ہے اور منیت قابلِ فہم
نہیں؛ لہذا بعد از مرگ کلام کرنے سے عانت نہیں ہوگا۔ اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلبِ بدر میں پھینکے ہوئے کفار و مشرکین کو خطاب
فرمایا کہ اے فلاں فلاں کیا تم نے اس وعدہ کو حق پایا جو رب تبارک و تعالیٰ نے
تمہارے ساتھ کیا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ آپ ایسے اجسام و ابدان

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کو خطاب فرما رہے ہو جن میں روح نہیں ہیں (اس میں کیا حکمت ہے، تو آپ نے فرمایا مجھے اس ذات اقدس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، تم ان سے زیادہ اس کو نہیں سن رہے ہو میں کہہ رہا ہوں، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ روایت ثابت نہیں، یعنی معنی کے لحاظ سے ورنہ یہ روایت صحیح بخاری میں موجود ہے۔ معنوی لحاظ سے عدم صحت کی دلیل یہ ہے کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس روایت کو قرآن کریم کی آیت اِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْوَقْتُ اور کَاَنْتَ بِمَسْمَعٍ مِّنْ فِي الْقُبُورِ سے رد کر دیا ہے اور دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپ کا یہ ارشاد زندہ افراد کے لئے وعظ و نصیحت کے لئے ہے نہ کہ مردہ لوگوں کو سنانے کے لئے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے اہل مقبرہ کو السلام علیکم دار قوم مومنین کہا اور اس کے بعد فرمایا۔ تمہاری بیویوں نے نکاح کر لیا۔ تمہارے اموال کو تقسیم کر دیا گیا۔ تمہارے گھروں میں تمہارے مخالفوں نے سکونت اختیار کر لی۔ یہ تھی تمہارے متعلق خبر ہمارے پاس تم بتلاؤ ہمارے متعلق تمہارے پاس کیا خبر ہے۔ تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ سماع صرف اہل قلب کے ساتھ مخصوص ہے اور ان کو آپ کی کلام اس لئے سنائی گئی تاکہ ان کی حشر و ارمان میں اضافہ ہو۔

امام فرماتے ہیں کہ یہ جوابات اس حدیث میں تو جاری ہو سکتے ہیں اور اس میں یہ تاویلات صحیح یا غلط کی جا سکتی ہیں، مگر دوسری حدیث جس میں فرمایا کہ میت ان لوگوں کے جوتوں کی رگڑ سے پیدا ہونے والے آواز کو بھی سنا ہے جو اس کو دفن کر کے لوٹتے ہیں۔ اس کا جواب ابھی باقی ہے اور اس کی مزید تحقیق کتاب الجنائز میں دیکھو۔ کتاب الجنائز میں فرمایا،

اللهم الا ان يخلصوا ذالك باول الوضع في القبر مقدمة للسؤال
جمعاً بينه وبين الآيتين فانها يفيدان تحقيق عدم سماعهم فانه تعالى

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

شبه الكفار بالموتى لافادة تعذر سماعهم وهو فرع عدم سماع الموتى
الا انه على هذا ينبغي التلقين بعد الموت لانه يكون حين ادجاع الروح
فيكون لفظ موتاكم في حقيقته وهو قول طائفة من المشايخ وهو مجاز
باعتبار ما كان نظرا الى انه الآن حي اذ ليس معنى الحي الا من كان في
بدنه الروح الخ فتح القدير شرح هداية لابن الهمام جلد ثانی ص ۶۸

ترجمہ: اللہم مگر یہ کہ حدیث پاک سے ثابت ہونے والے سماع کو دفن کے قریب
والے اوقات پر محمول کریں اور یہ سماع سوال نکیرین کے لئے مقدمہ و تمہید ہوتا کہ
حدیث پاک اور آیات میں موافقت پیدا ہو جائے، کیونکہ دونوں آیات اموات میں
عدم سماع کے تحقق کا افادہ کرتی ہیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کو مردوں کے ساتھ
تشبیہ دی ہے تاکہ کفار کا آیات الہیہ کو سننا اور سمجھنا جتنا دشوار ہے اس کا اندازہ ہو سکے
اور یہ اموات کے عدم سماع کی فرع ہے، مگر یہ کہ اس جواب کی بنا پر موت کے بعد
تلقین مناسب و موزوں ہے، کیونکہ تلقین روح کو لوٹاتے جانے کے بعد ہوگی تو
اس وقت آیا موتاکم کا لفظ جو حدیث تلقین لقنوا موتاکم لا اله الا الله میں وارد
ہے، اپنے حقیقی معنی پر ہوگا؟ مشایخ کا ایک گروہ تو اسی کا قائل ہے یا مجازی معنی پر
پر محمول ہوگا اور صاحب قبر کو سابقہ حالت کے لحاظ سے میت کہا جائے گا اس امر
کے پیش نظر اب تو صاحب قبر زندہ ہے، کیونکہ زندہ وہی ہے جس کے بدن میں روح
ہو اور اس کی طرف بھی سوال نکیرین کے لئے روح کو لوٹا دیا گیا ہے اور قوت سماع
بھی عطا کر دی گئی ہے۔ لہذا اس وقت میں وہ زندہ بھی ہے اور تلقین کو سنتا بھی ہے
اسے میت کہنا صرف سابقہ حالت کے لحاظ سے ہے۔

علامہ ابن الہمام کی اس تقریر سے پہلے جوابات کا منفع اس حدیث شریف سے
واضح ہو گیا اور اس حدیث پاک کا جواب جس کو لفظ اللہم سے شروع کیا، اس کا منفع

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بھی ظاہر و باہر ہے اور قطع نظر اس صنف سے میت میں فی الجملہ روح کا اعادہ حیات کا تحقق اور سماع کی اہلیت و قوت کا اعتراف لازم آگیا اور آیات کا مؤول ہونا ثابت ہو گیا۔ جب اول دفن اور وقت سوال نکیرین میں سماع کا تحقق ہو گیا اور آیات کا اس وقت میں سماع کے لئے نافی ہونا ثابت نہ ہوا تو دیگر اوقات کے لحاظ سے بھی تاویل کی گنجائش نکل آئی اور ہم نے مختلف وجوہ سے ان دونوں آیات کی تاویلات ذکر کی ہیں۔ لہذا ابن ہمام کو سماع کا منکر ثابت کرنا قطعاً غلط ہے، بلکہ وہ خود اس کے قائل ہیں اور اسی بنا پر دفن کے بعد تلقین کا حکم کرتے ہیں اور حدیث نبوی لقنوا موتاكم کو بھی بعد از دفن تلقین پر محمول کرتے ہیں۔ نیز جب علامہ کمال بن الہمام اس قول کے باوجود حنفی رہ سکتے ہیں، تو اس مذہب کے اختیار کرنے سے ہمارے حنفی ہونے میں کوئی ٹکراؤ پیدا ہو سکتا ہے یا منکرین اس مذہب حق کو اپنائیں تو کون سی خرابی لازم آجائے گی یا ان کی حنفیت میں کون سا خلل پیدا ہو جائے گا، بلکہ حق یہ ہے کہ ائمہ کی طرف سے قطعاً انکار سماع نہیں پایا گیا۔ انہوں نے تو صرف فقہی مسئلہ بیان فرمایا کہ جس نے زندہ آدمی کے ساتھ کلام نہ کرنے پر قسم کھالی تو وہ صرف اس کی زندگی میں کلام کرنے سے حانت ہوگا اور قسم کا کفارہ اس پر لازم آئے گا۔ اگر موت کے بعد کلام کرے گا تو اس وقت اس پر کفارہ لازم نہیں آئے گا اور اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی۔ اس سے زیادہ ائمہ سے کچھ بھی منقول نہیں، باقی جو کچھ تاویل و توجیہ اور تعلیل و تخریج کی گئی ہے تو یہ دوسرے لوگوں نے کی ہے۔ ائمہ کرام اس سے بری ہیں، بلکہ اصل وجہ حانت نہ ہونے کی اصل وجہ ہے کہ مدار حلف و قسم کی معرفت پر ہوتی ہے اور معرفت عام میں صرف دنیوی زندگی میں ہی اظہار ناراضگی و خفگی کے لئے کلام ترک کی جاتی ہے نہ کہ بعد از مرگ۔ اکابرین حنفیہ کی تصریحات بلا خطہ ہوا۔

۱۔ علامہ کمال بن الہمام نے اپنی طرف سے توجیہ کرتے ہوئے فرمایا:

لانا نقول یمینہ لاتنقدا الاعلیٰ الحی لان المتعارف هو الکلام معہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ولان الغرض من الحلف على ترك الكلام اظهار المقاطعة وذلك لا يتحقق في الميت - فتح جلد رابع ص ۲۱۷ وكذا في فتح الملهم جلد ثانی - ص

ترجمہ: موت کے بعد کلام کرنے سے عانت نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ قسم صرف زندہ پر منعقد ہوتی ہے، کیونکہ متعارف کلام اسی کے ساتھ ہے۔ نیز غرض کلام نہ کرنے کی قسم سے قطع تعلقی کا اظہار ہوتا ہے اور یہ میت میں مستحق نہیں ہوتا، صرف زندہ افراد میں مستحق ہوتا ہے۔

۳۔ علی قاری فرماتے ہیں: هذا مبني على ان معنى الايمان على العرف فلا يلزم منه نفى حقيقة السماع كما قالوا فيمن حلف لا ياكل لحما فاكل السمك مع انه تعالى ساء لحما طريا - مرقاة جلد ۸ ص ۱۱۰

ترجمہ: اکثر مشائخ کے اس قول کی مدار اس امر پر ہے کہ قسمیں عرف پر مبنی ہوتی ہیں، لہذا اس سے میت میں سماع کی نفی ثابت نہیں ہو سکتی جیسا کہ فقہانے اس شخص کے متعلق جس نے کہا میں گوشت نہیں کھاؤں گا اور پھر مچھلی کھالی فتویٰ دیا ہے کہ وہ عاشر نہیں ہوگا، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے مچھلی کے گوشت کو لحماً طریاً فرمایا ہے، یعنی تازہ گوشت لہذا جب نص قرآنی میں ثبوت کے باوجود عرف غالب ہے تو یہاں بطریق اولیٰ عرف غالب ہوگا۔

۴۔ فاضل لکھنوی مولانا عبدالحی صاحب فرماتے ہیں:

والحق في هذا المقام ان هذا كله من تقريرات المشايخ وتوجيهاتهم وتكليفاتهم لا عبارة بها حين مخالفتها للاحاديث الصحيحة والاثار الصريحة واما ائمتنا فهم بريئون عن انكار هذه الامور وانما حكموا في الحلف بالنسب والكلام وغيرها بعدم الحث عند وجود هذه الاشياء بالتيك لكون الايمان مبنية على العرف والعرف قاض على ان هذه

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الامور يرد بها ارتباطها بما دام الحياة لا بعد الموت فالكلام
بالميت وان كان كلاما حقيقة ويوجد فيه الاسماع والافهام لكن
العرف العرف يحكم بان المراد في قوله لا اكلك هو الكلام حالة
حياته وكذلك الايلام وان كان يتحقق في الميت لكن العرف قاض
على ان المراد في قوله لا اضربك هو ضربه حيا لا ضربه ميتا وبالجملة
فالوجه في تقييد هذه الايمان هو حكم العرف لا ما ذكره -

عمدة الرعاية على شرح الوقاية لمولانا عبدالحی جلد ثانی ص ۲۵۴
ترجمہ: حق اس مقام میں یہ ہے کہ مسئلہ یکین میں یہ سب مشائخ کی اپنی طرف سے
تقریریں تو جہیں اور تکلفات ہیں جن کا احادیث صحیحہ اور آثارِ صریحہ کے مقابلہ میں
کوئی اعتبار نہیں، لیکن ہمارے ائمہ ان امور سے بری ہیں اور انہوں نے صرف کسی
کو مارنے یا کسی کے ساتھ کلام نہ کرنے پر قسم کھا لینے کے متعلق حکم بیان فرمایا ہے
کہ اگر میت کے ساتھ کلام کرے یا میت کو مارے تو عانت نہیں ہوگا، کیونکہ قسموں
کی مدار عرف پر ہوتی ہے اور عرف اس امر کا فیصلہ کرنے والا ہے کہ ان امور میں
دنوی زندگی کے ساتھ ربط و تعلق ملحوظ ہے نہ کہ موت کے بعد۔ لہذا میت کے ساتھ
کلام اگرچہ حقیقی کلام ہے اور اس میں سنانا سمجھانا بھی پایا گیا ہے، لیکن عرف اس کا حکم
کرتا ہے کہ لا اکلک د یعنی میں تیرے ساتھ کلام نہیں کروں گا، میں کلام سے
حیاتِ دنیویہ میں کلام کرنا مراد ہے اور اسی طرح کسی کے مارنے پر قسم اٹھانی اور اسے
موت کے بعد مارا تو یہاں ایذا اور درد اگرچہ متحقق ہے، لیکن عرف اس امر کا مقتضی
ہے کہ لا اضربک سے دنیوی زندگی میں مارنا مراد لیا جائے نہ کہ حالتِ موت میں
مارنا۔ خلاصہ یہ کہ ان قسموں کو حالتِ حیات کے ساتھ مقتید کرنے کی وجہ حکم عرف
اور اس کا تقاضا ہے نہ عہ جو مشائخ نے ذکر کیا ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

(۵) علامہ النور شاہ صاحب فیض الباری جلد ثانی صفحہ ۴۶ پر علامہ علی قاری سے نقل کرتے ہیں،
فی رسالة غیر مطبوعة لعلی القاری ان احدا من ائمتنا لم
یذهب الی انکاره وانما استنبطوه من مسئلة فی باب الایمان
رالی، ولادلل فیہا علی ما قالوا فان مبني الایمان علی العرف وهم
لا یسمونه کلاما۔

ہمارے ائمہ میں سے کسی نے انکارِ سماع نہیں کیا۔ لوگوں نے بابِ یمن میں منقول
ایک مسئلہ سے انکار کا استنباط کیا ہے، حالانکہ اس مسئلہ میں انکارِ سماع پر کوئی وجہ دلائل
نہیں ہے، کیونکہ یمن قسم کی مدارِ عرف پر ہوتی ہے اور اہل عرف خطابِ اموات کو کلام نہیں کہتے
لہذا ثابت ہوا کہ مسئلہ یمن سے استدلال باطل ہے خود امام ابن الہمام نے اس
کو رد فرمایا اور قسم نہ ٹوٹنے کی اصل وجہ بیان فرمائی اور دیگر اکابر بھی اسی پر نص فرمایا ہے
ہیں نیز مشائخ میں سے بعض کا قول اگر یہاں تسلیم کریں، تو مسئلہ تلقین میں احناف کے
مسک اور زیارت القبور میں علم و ادراک اور سماع و فہم کی تصریحات کا خلاف لازم
آئے گا اور احادیث صحیحہ کا خلاف بھی لہذا یہ توجیہات و تاویلات اور تعلیلات و تکلفات
لغو و باطل ہیں۔

مولانا عبدالحی لکھنوی نے فرمایا ان ما ذکرہ من ان الایلام لا یتحقق
فی المیت مخالفت للاحادیث الدالۃ علی ان المیت یتأذی بما یتأذی بہ
الحی وان قولہم فی بحث الکلام یمخالفت الاحادیث الصحیحة الدالۃ علی
ان المیت یرفع سلام من یسلم علیہ و یجب السلام ویفہم الکلام وہی
مریدۃ فی الصحیحین وغیرہما۔

ترجمہ: اکثر مشائخ کا یہ کہنا کہ میت میں ضرب سے درد نہیں ہوتا اور وہ کلام کو
نہیں سُن سکتا، احادیث صحیحہ کی رُوس سے باطل ہے جن میں میت کا زندہ افراد کی مانند

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تکلیف محسوس کرنا سلام کا سننا جواب دینا اور کلام کو سمجھنا ثابت ہے اور یہ روایات صحیح بخاری و صحیح مسلم اور دیگر کتب حدیث میں منقول ہیں۔

توجیہات و تاویلات مشائخ کا جواب

اگرچہ سابقہ تحقیق کے بعد منکرین کے لئے فتح القدر کی عبارت میں کوئی وجہ استدلال و استناد کی باقی نہیں رہی، لیکن ہم تکمیل بحث کے لئے مشائخ کی توجیہات و تاویلات کا رد اکابرین امت کی زبانی پیش کرتے ہیں تاکہ یہ تاویلات کسی کے لئے مغالطہ کا موجب نہ بن جائیں۔

توجیہ اول: حدیث قلیب میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ما ائتم باسمع لما اقول منهم روایت کرنا سماع اموات کی دلیل نہیں بن سکتا کیونکہ یہ روایت باعتبار معنی کے ثابت نہیں، کیونکہ حضرت ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کو رد فرما دیا ہے اور قرآن سے استدلال کرتے ہوئے اس کا بطلان واضح فرما دیا ہے،

قال ابن المہمام واجب بانہ غیر ثابت یعنی من جهة المعنی والافہو فی الصحیح وذاک لان عائشۃ رضی اللہ عنہا ردتہ بقولہ تعالیٰ انک لا تسمع الموتی الخ۔

جواب: حدیث پاک صحیح متفق علیہ کو رد کرنا ممکن نہیں، جبکہ اس میں اور قرآن کریم میں مناقات بھی نہیں۔ لہذا حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یا اس قول سے رجوع فرمایا ہے یا ان کے اقوال باہم متعارض ہیں، اس لئے ان میں کسی کے رجحان کا قول باطل ہے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یا انہوں نے سماع متعارف و معتاد کی نفی فرمائی ہے نہ کہ علم سموعات و مبہرات کی اور آپ کے قول کا مکمل جواب ذکر ہو چکا۔ مولانا عبدالحی کی کلام اس مقام پر ملاحظہ ہو۔
امارد عائشہ رضی اللہ عنہا بعض تلك الاحادیث فلم يعتد به
جمهور الصحابة ومن بعدهم واما قوله تعالى انك لا تسمع الموتى
فضیه نفی الاسماع لا السماع علی ان الصحيح ان المراد بالموتى هناك موتى القلوب
وهم الكفار لا الاموات الحرفیة۔ عمدۃ الراجیہ علی شرح الوقایہ جلد ثانی ص ۲۵۴
ترجمہ: ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے احادیث سماع میں سے
بعض کو رد فرمانے کا جمہور صحابہ اور ان کے بعد آنے والے حضرات نے اعتبار نہیں کیا
لیکن ان کا استدلال انك لا تسمع الموتى سے تو یہ بھی مدعی کو ثابت نہیں کرتا کیونکہ
یہاں اسماع کی نفی ہے سماع کی نہیں۔ علاوہ ازیں صحیح یہ ہے کہ یہاں موتی سے مراد
مردہ دل کفار ہیں نہ کہ متعارف مردے جن کا روح قفس منصری سے پرواز کر چکا ہو
نیز خود علامہ ابن الہمام نے اس توجیہ کو رد فرمادیا کہ اس تاویل سے اس حدیث
کا جواب نہیں آیا جس میں آپ نے فرمایا کہ میت جوتوں کی رگڑ کو بھی کستا ہے۔

توجیہ دوم: دوسری توجیہ ان علمائے حدیث قلیب میں یہ کہ یہ
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہے اور آپ کے شانِ اعجازی کا اظہار۔
آپ کی کلام سنانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا تاکہ ان کی حسرت و ندامت
میں اضافہ ہو، جیسا کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے
اہل قلیب کو زندہ فرمایا تاکہ انہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام سنائے اور انہیں
زیادہ حسرت اور توبہ و ندامت حاصل ہو۔ قال قتادہ احياءهم الله حتى
اسمعهم قوله تو بخاد تصغیراً۔ بخاری شریف۔

جواب ۱، ملاحظہ القاری قدس سرہ نے اس توجیہ کو نقل کر کے فرمایا:

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ویردہ ان الاختصاص لا یصح الابد لیل وهو مفقود ہمنابل السوال
والجواب یتافیانہ ۔

اس توجیہ کا رد یہ ہے کہ بلا دلیل خصوصیت کا دعویٰ درست نہیں اور دلیل یہاں
موجود نہیں، بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا سوال اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب
خصوصیت کی نفی کرتے ہیں کیونکہ اگر ان کی خصوصیت ہوتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ
یہ نہ کہتے کہ ان اجسام میں تو ارواح نہیں ہیں، لہذا ان کو آپ خطاب کیسے فرما رہے
ہو۔ یہ سوال اس امر کی دلیل ہے کہ ان میں عام اموات سے مختلف کوئی امر ظاہر نہیں
ہوا تھا۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان سے زیادہ نہیں سُن رہے۔
آپ نے کوئی ایسا لفظ ذکر نہیں فرمایا جس سے صرف ان کا زندہ کیا جانا اور دوسروں
کا زندہ نہ کیا جانا اور صرف انہیں کا سننا دوسروں کا نہ سننا ثابت ہو لہذا سوال و
جواب اس توجیہ کے منافی و مخالف ہیں۔

۲۔ شیخ عبدالحق قدس سرہ العزیز نے اس تاویل کا رد کرتے ہوئے فرمایا:
پوشیدہ نمائند کہ حمل بریں مجرد احتمال است و تاویل۔ حمل نتواں کرد بریں تا قائم
شود دلیل بر استحالت سماع و پروردگار قادر است بر آں و سببیت حواس مراد راک را عادی
است و بجز خلق باری تعالیٰ و بے آں نیز خلق میتواں کرد چنانکہ در کتب مذہب مقرر
است۔ مدارج النبوة ص ۱۳۲

ترجمہ: اس حدیث پاک کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت قرار دینا اور
شانِ اعجازی پر حمل کرنا محض احتمال و تاویل ہے اور اس حدیث پاک کو اس تاویل پر حمل کرنا
ممکن نہیں تا وقتیکہ استحالة سماع پر کوئی دلیل قائم نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ ان اموات کو سنانے پر
پر قادر ہے اور حواس کا سبب ادراک ہونا امر عادی ہے اور سبب ظاہری و حقیقت
مدارِ ادراک خلق باری تعالیٰ پر ہے اور وہ حواس کے بغیر بھی ادراک پیدا فرمانے پر قادر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سے جیسا کہ اہل سنت کی کتابوں میں اس عقیدہ کو ثابت کیا گیا ہے۔

۳۔ علامہ محمود آلوسی صاحب روح المعانی نے فرمایا،

يرد على هذا ان عمر رضي الله عنه قال له ما تكلم من اجساد لا ارواح فيها ولم ينكر عليه ذلك صلى الله عليه وسلم بل قال له ما انتم باسبع لما اقول منهم ولو كان الامر كما تقول ان الله احياء هم لي او نحو ذلك - جلد ۲۱ صفحہ ترجمہ، اس توجیہ پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ آپ ایسے لوگوں کے ساتھ کیسے خطاب فرما رہے ہو جو اجسام بلا ارواح ہیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی بات پر انکار نہ فرمایا بلکہ فرمایا کہ تم ان کی نسبت میری بات کو زیادہ سننے والے نہیں اور اگر حقیقت اس طرح ہوتی ہے جیسے کہ قتادہ نے کہا ہے تو آپ فرماتے اے عمروہ اجسام بلا ارواح نہیں، تمہارا خیال غلط ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے ان کو میری کلام سننے کے لئے زندہ کر دیا ہے اور ایسا ہی کوئی کلمہ آپ فرماتے (حالانکہ آپ نے ایسا کوئی کلمہ نہیں فرمایا جو ان کی خصوصیت پر دلالت کرتا، لہذا ان میں کسی معجزہ کا ظہور یا عام اہل قبور سے مختلف حیوۃ کا دعویٰ قطعاً غلط ہے۔

اقول اولاً، بلکہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول عالم برزخ و قبر میں حاصل ہونے والی حیات پر محمول ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے استبعاد کا جواب جس امر پر مبنی ہے۔ حضرت قتادہ نے اس کی وضاحت کی ہے، یعنی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دنیوی زندگی کے العدم کی وجہ سے ان کو خطاب و ندامہ کا اہل نہ سمجھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لوگ تمہاری طرح سن رہے ہیں تو آپ کا گویا اصل مقصد یہ تھا کہ ان میں دنیوی حیات اگرچہ نہیں مگر برزخی زندگی انہیں حاصل ہے۔ لہذا یہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اسی طرح سن رہے ہیں جس طرح کہ تم سن رہے ہو۔ مختصر یہ کہ حضرت قتادہ کا قول تاویل حدیث نہیں بلکہ تعلیل سماع ہے اور انہوں نے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ان کے زندہ کئے جانے کا دعویٰ نہیں کیا۔ لہذا ان کی کلام کو قرآن و سنت سے ثابت برزخی زندگی کے علاوہ کسی معنی پر حمل کرنا قطعاً درست نہیں اور جب وہاں سماع کی مدار حیات برزخ پر ہے تو یہ علت ہر میت میں موجود ہے، لہذا سماع بھی سب کو حاصل ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا، تمسک کردہ اندجماء کہ اثبات سماع می کنند بقول قتادہ کہ قد اُخبر حدیث مذکور شد کہ حاصل او آنست کہ موتی را در قبور مالتے و قسمی از حیات بخشند کہ حاصل میشود بآں سماع و دریں قول قتادہ تخصیص بآنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نیست کہ بطریق معجزہ واقع شدہ است و نہ تخصیص بآں اموات بلکہ خدا تے تعالیٰ قادر است کہ آل حالت در ہمہ اموات پیدا بکند از ہر شخص کہ باشد در ہر زمان کہ بود قد تبر و بالہ التوفیق۔ اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۲۲۲

ترجمہ: وہ جماعت جو سماع کو ثابت کرتے ہیں، انہوں نے حضرت قتادہؓ کے قول سے استدلال کیا ہے جو کہ حدیث پاک کے آخر میں موجود ہے جس کا حاصل یہ ہے کہ اموات کو قبروں کے اندر ایک طرح کی زندگی بخشی جاتی ہے جس کی وجہ سے انہیں سننے کی قوت حاصل ہو جاتی ہے اور قتادہؓ کے اس قول میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اموات کو بطریق معجزہ اپنی کلام سنالینے کی تخصیص قطعاً نہیں ہے اور نہ ہی صرف ان اموات کے سننے کی کوئی تخصیص ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ وہ حالت سب اموات میں پیدا فرمادے خواہ انہیں نداء و خطاب کرنے والا شخص جو بھی ہو اور جس زمانہ میں بھی پایا جائے۔ اقول و هذا معنی قوله تعالیٰ ان الله یسمع من یشاء۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لہذا حضرت قتاد کا قول عموم سماع کی دلیل ہے اور اہل قلب کے ماسوا میں تحقیق سماع پر بُرہان۔ اس کا وہ معنی ہرگز نہیں نہ ان کا کوئی لفظ اس تاویل پر دلالت کرتا ہے جو کہ مانعین اور منکرین سماع نے اختیار کیا ہے۔

ثانیاً: قبر میں سوال و جواب کے وقت رُوح کا لوٹایا جانا ہر میت مومن و کافر اور منافق کے لئے ثابت ہے جیسا کہ اس پر ابتداً بحث میں دلائل قائم کر دیئے گئے ہیں لہذا ہر میت میں حیات ثابت ہو گئی۔ نیز میت سے سوال و جواب کی مدت سات دن بیان فرمائی گئی ہے اور اہل قلب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرے دن خطاب فرمایا۔ لہذا حیات و سماع کو ان کے ساتھ مخصوص کرنا غلط ہو گیا۔

اخرج الامام احمد في الزهد و ابو نعيم في الحلية عن طاووس قال ان الموتى يلمنون في قبورهم سبعة اكالو يستحبون ان يطعم عنهم تلك الايام . شرح الصدور ص ۵

ترجمہ: امام احمد نے کتاب زہد اور ابو نعیم نے حلیہ میں طاووس سے نقل کیا ہے کہ اموات اپنی قبروں میں سات دن تک فتنہ و آزمائش میں مبتلا رکھے جاتے ہیں لہذا صحابہ کرام اس کو مستحب سمجھتے تھے کہ ان کی طرف سے اتنے دن بطور صدقہ فقراء کو کھانا کھلایا جائے۔

اور بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرے دن اہل قلب کو ندا کرنا بخاری، مسلم ابو داؤد و ترمذی اور نسائی سے ثابت ہے۔ علامہ آلوسی نے فرمایا:

واذا قلنا ان الميت يسئل سبعة ايام في قبره مومنا كان او منافقا او كافرا و انه حين السؤال ترد اليه روحه كان لك ان تقول يجوز ان يكون خطاب اهل القلب حين اعادة ارواحهم الى ابدانهم للسؤال فانه كما في حديث اخرجہ احمد و البخاری و المسلم و الترمذی و النسائی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

والجوداؤد کان فی الیوم الثالث من قتلهم۔ روح المعانی جلد ۲۱ ص ۵
ترجمہ : اور جب ہم یہ قول کریں کہ میت مومن ہو یا منافق و کافر اس سے اپنی قبر میں
سات دن تک باز پرس کی جاتی ہے اور یہ کہ بوقت سوال میت کی طرف اس کے روح کو
لوٹایا جاتا ہے، تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ اہل قلب کو بھی نداء اسی وقت کی گئی تھی جبکہ سوال
کے لئے ان کے ارواح اجسام کی طرف لوٹائے گئے تھے جیسا کہ اس حدیث سے ثابت ہے
جس کو امام احمد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی اور ابوداؤد نے نقل کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا خطاب قتل کے بعد تیسرے دن میں پایا گیا۔

ثالثاً : ابن الہمام قدس سرہ نے اس توجیہ کو بھی لکھن بقی انہ روی عند ان
المیت یسمع خفق نعالہم اذا انصرفو سے رو کر دیا ہے۔ نیز سماع اموات صرف
حدیث قلب سے تو ثابت نہیں، بلکہ بیسیوں روایات اس پر دلالت کرتی ہیں تو صرف
ایک حدیث میں تاویلات و تکلفات کا کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ نیز نصوص قرآن و
حدیث کو حتی الامکان ظاہر پر حمل کرنا واجب ہے تا وقتیکہ دلیل مانع اور قرینہ
صارف موجود نہ ہوتا ویل درست نہیں ہوتی اور ان احادیث میں ظاہر پر حمل کرنے سے
کوئی قرینہ مانع نہیں اور اسی طرح آیات سماع میں لیکن نفی سماع کے آیات میں ظاہر پر
حمل کرنے سے قرآن مانع موجود ہیں، جیسا کہ پہلے ذکر کئے جا چکے ہیں۔ لہذا تاویلات و
توجیہات ناقابل اعتبار ہیں۔ علاوہ ازیں عجیب ترین بات یہ ہے کہ جو مانعین تقلید
کے اس قدر دلدادہ ہیں کہ اس کے مقابل احادیث صحیحہ صریحہ کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں
انہوں نے یہاں اہل قلب کو زندہ کئے جانے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کلام سنائے
جانے میں قتادہ کی تقلید کو کیسے جائز رکھا جن کو حضرت عمر، حضرت عبداللہ بن مسعود،
حضرت ابوطحہ، حضرت عبداللہ بن سیدان اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم کے
ارشادات اور روایات کا اعتبار نہیں آیا ان کو حضرت قتادہ تابعی کی بات قابل وثوق

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

و اعتماد کیسے معلوم ہوئی، جبکہ وہ ان کی تائید و تصدیق بھی نہیں کرتی، بلکہ مذہبِ جمہور کے موافق ہے اور ان کے مخالف جیسا کہ شیخ محقق اور علامہ آلوسی کی کلام سے ظاہر ہے۔

والجاء یہ قول کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب کے وقت ان کا زندہ ہونا اور کلام کو سننا آپ کا معجزہ تھا اور دوسرے مقامات پر یہ معجزہ نہیں پایا جاتا؛ لہذا زندگی اور سماع بھی نہیں پایا جائے گا۔ بہت ہی ناقابل اعتبار و انتفات تو جیہ ہے، کیونکہ اگر یہ فعل معجزہ ہے تو مقتولین کفار کے لئے یا مومنین کے لئے کفار کے لئے معجزہ ظاہر کرنے کا فائدہ کیا وہ تو اثباتِ نبوت کے لئے ہوتا ہے جبکہ کفار کی طرف سے مقابلہ کی دعوت پائی جائے اور دلیلِ صدق کا مطالبہ پایا جائے، مگر یہاں یہ امر مفقود ہے۔ نیز وہ عذابِ خداوندی کو دیکھ رہے ہیں اور انکارِ نبوت و رسالت کا مزہ چکھ رہے ہیں اور اس عذاب کو تیسرا دن پورا ہونے کو ہے، تو اب بطور معجزہ ان کو اپنی نبوت و رسالت کی حقانیت جتلانے کا کیا فائدہ۔ اور فرشتوں کی سرزنش اور گرزوں کے ساتھ ایسی شدید پٹائی کے ہوتے ہوئے محض کلام سننا دینے سے کونسی نئی حسرت و ارمان اور ندامت کا احساس ہوگا۔ وہ کسی کے پکارے بغیر ہی کہہ رہے ہوں گے یا لیتنا اطعنا اللہ و اطعنا الرسول۔ جبکہ منکرین و مانعین کے زعم و گمان کے مطابق آپ کی نداد و خطاب نے لوگوں کو الحاد اور بے دینی میں مبتلا کر دیا۔ لغو ذی اللہ اور جمہور صحابہ تابعین تبع تابعین اسی غلط فہمی میں مبتلا ہو گئے کہ سب اموات سستے ہیں۔ العیاذ باللہ۔ ایسے معجزہ کا اظہار جس پر منفعت مترتب نہ ہو اور نقصانِ عظیم کا موجب بن جائے کس حکمت پر مبنی ہو سکتا ہے۔ اور اگر معجزہ صحابہ کرام کے لئے ہے تو عجیب مضحکہ خیز بات یہ ہے کہ جن کی خاطر معجزہ کا ظہور ہوا، وہ اس نداد و خطاب کو بعید سمجھتے ہوئے اپنے تعجب کا اظہار کرتے ہیں اور استفسار کرتے ہیں کہ اموات کے ساتھ یہ سلوک کیوں۔ اعجاز میں تو نہر ایک پراس امر کار و زور و روشن سے بھی زیادہ عیاں ہونا ضروری ہے۔ فہم و تدبر حق القدر

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نیز جو امر نبی و رسول میں بطور معجزہ ممکن ہے، وہ اولیاء کرام میں بطور کرامت ممکن ہے، لہذا اولیاء کرام کے حق میں بھی اموات کو اپنی کلام سنانا ممکن ہوگا۔ پھر خرق عادت صرف نبی و اولیاء میں ہی منحصر نہیں۔ صلحاء اور عوام مومنین بلکہ کفار و مشرکین میں بھی اس کا تحقق ممکن ہے، لہذا ان کی طرف سے بھی اسماع اہل قبور ممکن ہوگا۔ اسی طرح اہل قبور کے ارواح میں بھی خرق عادت کے طور پر سماع ممکن ہے اور امور آخرت اور عالم برزخ تکم کے تمام خوارق۔ عادات کے قبیلہ سے ہیں جیسا کہ ملا قاری نے تصریح فرمائی تو وہم تخصیص کا شائبہ تک نہ رہا۔

توجہ مبصوم، حدیث قلب و عظم نصیحت پر محمول ہے، یعنی زندہ افراد کے لئے اس میں موغلت ہے اور اہل قلب کو کلام سنانا ہرگز مقصود نہیں تھا جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے اہل مقبرہ کو سلام دیا اور فرمایا تمہاری عورتوں نے نکاح کر لئے۔ تمہارے مال و متاع کو تقسیم کر دیا گیا اور تمہارے گھروں میں تمہارے مخالفین نے سکونت اختیار کر لی۔ یہ ہے وہ خبر تمہاری جو ہمارے پاس تھی۔ اب بتلائیے تمہارے پاس ہمارے متعلق کون سی خبر ہے۔ لہذا یہ کلام بطور ضرب الامثال وغیرہ کے ہے اور اس سے ان زندہ افراد کو نصیحت کرنا مقصود تھا جو کہ آپ کی کلام سن رہے تھے تاکہ وہ دنیوی ساز و سامان سے اپنا تعلق کم کر دیں اور اپنی عاقبت و انجام کو یاد رکھیں۔

جواب: شیخ عبدالحق قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

ایں از جواب اول ضعیف تر و بعید تر است۔

ترجمہ: یہ جواب پہلے کی نسبت زیادہ ضعیف اور بعید ہے۔

اقول: وجہ ضعف ظاہر و باہر ہے۔ اگر اموات کو سنانا مقصود نہ ہوتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال کا وہ جواب نہ ہوتا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یعنی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ما انتم با سمع لما اقول منهم۔ بلکہ یہ فرماتے کہ یہ خطاب دراصل تمہارے لئے تھا۔ محض روئے سخن ان کی طرف تھا۔ اصل مقصود تمہیں وعظ و نصیحت کرنا ہے اور ان کا ذکر درمیان میں یوں ہی ہے جیسے دوران وعظ مثالیں اور نظیریں بیان کر دی جاتی ہیں جن سے مقصود تو صیغ مطلوب ہوتی ہے نہ کہ ان کا فی الواقع متحقق ہونا اسی لئے علامہ قاری نے فرمایا یدفع جوابہ صلی اللہ علیہ وسلم اس توجیہ کو آپ کے جواب نے باطل کر دیا ہے۔

نیز یہ ایسی توجیہ و تاویل ہے جو صحابہ کرام تابعین تبع تابعین میں سے کسی کو نہ سوجھی، حتیٰ کہ جمہور نے بلکہ جمیع نے حتیٰ کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اس کو حقیقتہً سماع اموات پر حمل کیا (اوپھر اسی وجہ سے اس کا انکار کیا) حالانکہ آپ کی اس نذر اور کلام سے قبل وہ اموات میں اہلیت سماع و فہم تسلیم نہیں کرتے تھے، اس لئے بطور تعجب استفسار کیا اور وجہ تعجب اور استبعاد بھی ذکر فرمادی کہ ان میں روح تو ہیں نہیں ان کو خطا کرنے میں کیا حکمت ہے، تو منکرین و مانعین کے مذہب کے مطابق گویا صحابہ کرام راہِ راست اور اعتقاد واقعی پر تھے، مگر نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مواعظ و نصیحت سے وہ صحیح اعتقاد اور سیدھی راہ سے بھٹک گئے۔ العیاذ باللہ ثم العیاذ باللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اس امر کو جائز رکھنا لغو و باطل اور محال و ممتنع ہے۔

لہذا یہ توجیہ صرف بعید ہی نہیں مستلزم محال ہے اور مستبعد ایسے امر کی ہے جس کا بطلان و غذلان ہر عقلمند سلیم القلب صحیح الحواس پر واضح و منکشف ہے۔
باقی رہا حضرت علیؑ کے قول سے استناد و استدلال کا جواب تو وہ بھی اسی روایت کے آخر میں موجود ہے۔

فاجابہ میت تخرقت الاکفان واشتوت الشعور وتقطعت المجلودو

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سالت الاحداق على الحدور و سالت المناخر بالقيح والصدید وما
قد مناه وجدناه وما خلفناه خسرناه نحن من تمنون بالاعمال - شرح الصدور
ص ۸۷ - اخرجها حاکم فی تاریخ فیسا بور والبیہقی وابن العساکر فی تاریخ دمشق -
ترجمہ : حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک میت نے جواب دیا کہ ہمارے کفن پھٹ
چکے ہیں۔ بدن کی کھال ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی ہے، آنکھوں کے ڈھیلے رخساروں پر بہہ
گئے ہیں، ناک کے ننھنے خون اور پیپ سے پڑ ہو کر جاری ہیں۔ جو کچھ آگے بھیجا تھا اس
کو پالیا ہے اور جو پیچھے چھوڑا ہے اس میں خسارہ پایا ہے اور ہم اپنے اعمال کے بدلے
گروہی رکھے ہوئے ہیں۔

لہذا یہ تاویل بھی لغو و باطل ہے اور اس کے بطلان کی علامہ سعد اللہ بن عیسیٰ مفتی
شہیر سعدی چلیپی نے شرح غنایہ اور ہدایہ کے حاشیہ میں بھی یہی وجہ بیان کی ہے۔ نیز علامہ
کمال بن الہمام نے بھی انہ یسمع خلق نعالم کی مخالفت کی وجہ سے اس کے منفع
پر تنبیہ فرمادی۔

توجیہ چہارم : یہ توجیہ دوسری حدیث پاک انہ یسمع خلق نعالم
اذا نصر فوعندہ سے متعلق ہے اور وہ یہ ہے کہ انہ مخصوص بادل الوضع فی
القبر مقدمہ للسوال اس حدیث پاک سے میت کا جوتوں کی آواز کو سننا جو متباد
طور پر سمجھ آ رہا ہے تو یہ ہمیشہ کے لئے نہیں بلکہ محض دفن کے ابتدائی مراحل میں سوال نکیرین
کے لئے بطور تہیہ میت کو اتنا ادراک عطا کر دیا جاتا ہے نہ کہ ہمیشہ کے لئے اس میں کیفیت
ہوتی ہے اور یہ تاویل آیات و حدیث میں موافقت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے۔
جواب : شاہ عبدالحق قدس سرہ نے فرمایا : این تخصیص خلاف ظاہر است
و دلیل نیست بر آن و ظاہر حدیث آنست کہ این حالت حاصل است میت را و قبر
ڈنہ گردانیدن میت در وقت سوال است و پیش ازاں زندہ گردانیدن برائے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مقدمہ سوال چہ معنی دارد۔ مدارج النبوة جلد دوم ص ۱۳۲۔ اشعة اللمعات جلد سوم ص ۴۲۱ ترجمہ ۱۔ یہ تخصیص بھی خلاف ظاہر ہے اور اس پر کوئی دلیل نہیں۔ ظاہر حدیث یہ ہے کہ میت کو ہمیشہ کے لئے قبر میں یہ حالت حاصل ہے۔ نیز میت کو زندہ کرنا وقت سوال میں تو واضح ہے، مگر اس سے پہلے سوال کے لئے بطور مقدمہ زندہ کرنے کا کوئی مطلب نہیں ہو سکتا، جیسا کہ تاویل کرنے والوں نے گمان کیا۔

صاحب مرقاة شارح مشکوٰۃ علی قاری نے فرمایا، وهو كما ترى فيه نوع نقص لا يحصل به جمع مع ان ما ورد من السلام على الموقر يرد على التخصيص بادل احوال المدفن۔ مرقات۔ جلد ہشتم ص ۱۱۰ یہ توجیہ باطل ہے اس میں نقص ہے اور آیات و احادیث میں تطبیق و توفیق اس سے حاصل نہیں ہوتی، باوجودیکہ اہل قبور پر سلام کا ہر وقت مشروع و مسنون ہونا اول وضع اور دفن کے ابتدائی احوال کے ساتھ سماع کو مخصوص کرنے کے منافی ہے یعنی جب سلام ہمیشہ کے لئے مشروع و مسنون ہے تو ان میں سماع بھی ہمیشہ کے لئے ہے۔ اقول اس توجیہ میں وجہ نقص اغلباً یہ ہے کہ آیات میں بظاہر مطلق سماع کی نفی ہے اور تم نے اس حدیث پاک سے ان کو سوال نکیرین کے بعد والے زمانہ کے ساتھ مخصوص کر دیا، حالانکہ قرآن کریم کے اطلاق و عموم سے ہی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما کی روایت کو حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہما نے رد فرمایا اور مانعین نے بھی یہی کہا کہ روایت خلاف قرآن ہے لہذا مردود و باطل ہے اور جب ابتدائے دفن میں سماع بتوفیق الہی آیات کے منافی نہیں تو بعد میں بھی منافی نہیں ان الله يسمع من يشاء متى يشاء الله على ما يشاء اذا يشاء قدیر۔

نیز موافقت و مطابقت کی یہ صورت بھی تو ہو سکتی ہے کہ جب روح بدن سے منفصل ہو اس وقت سے لے کر اس کے بدن کی طرف واپس لوٹائے جانے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تک سماع کی اہلیت واستعداد بدن میں نہیں تھی، جب اس کو لوٹا دیا گیا تو لب
اہلیت واستعداد و سماع و فہم کی متحقق ہو گئی۔ لہذا آیات میں نفی عود روح سے پہلے وقت
پر محمول ہے اور سماع بعد والے زمانہ پر اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں
انہم الآن يعلمون بھی اس کی تائید کرتا ہے کہ پہلے اگرچہ وہ میرے اقوال کو حق
نہیں جانتے تھے، مگر اب انہیں یقین آ گیا ہے۔ الغرض جب آیات میں تاویل مان
لی گئی تو متفق علیہ اور صحیحین کی روایات کو ان سے باطل کرنا ممکن نہ رہے گا۔ نیز مفسرین
و محدثین نے ایسی تاویلات ذکر فرمائی ہیں جن میں سے کوئی بھی احادیث و آیات سماع
کے منافی نہیں۔ لہذا وہی تاویلات درست ہوں گی، نہ وہ جو مترج و صحیح احادیث
کے خلاف ہوں۔ بہر حال احادیث کا ظاہر پر حمل واجب ہے اور یہ تاویلات باطل ہیں
هذا ما عندی فی حل هذا المقام بتحقیق السوام بحیث تزیل الاوهام
والعلم عند اللہ العلم وهذا فی الحقیقة تفصیل لما اجمعه مرکز دائرة
التحقیق۔ شمس فلک المتدقیق عطاء جزیل من عطايا النسبی الکریم محمد اللہ
والخلق اجمعین افاض اللہ علینا من برکاته وفضائلہ فی فتواہ
الغیر المطبوعة۔

آخر میں پھر شیخ محقق اور شاہ عبدالعزیز صاحب کی کلام سے یہ امر واضح کئے دیتا
ہوں کہ سماع اموات تمام اہل السنّت کا عقیدہ ہے اور اس کا منکر منکر دین اور ملحد و بدین
ہے۔ لہذا اس کو حنفی و غیر حنفی کے درمیان متنازعہ فیہ قرار دینا غلط ہے، بلکہ یہ اہل السنّت
اور فرق مبتدعہ کے درمیان متنازعہ فیہ ہے۔

(۱) شیخ محقق نے جذب القلوب میں فرمایا: بدانکہ تمام اہل السنّت والجماعت اعتقاد
دارند بہ ثبوت اوراکات مثل علم وسمع مرسلات اموات را از احادیث بشر خصوصاً انبیاء علیہم
السلام۔ جذب القلوب ص ۲۰۲

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

(۲) پس منکر نشود آں را مگر جاہل باخبار و منکر دین۔ اشعۃ اللمعا بعد سوم ص ۱۱
(۳) شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فتاویٰ عزیزیہ میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے
سماع کی تحقیق رقم فرماتے ہیں کیا انسان کے لئے موت کے بعد ادراک و شعور باقی رہتا
ہے یا نہیں اور وہ اپنے زائرین کو پہچانتا ہے اور ان کے سلام و کلام کو سنتا ہے یا نہیں؟
جواب: النساں را بعد موت ادراک باقی میماند براین معنی شرع شریف و قواعد
فلسفی اجماع دارند۔ اما در شرع شریف پس عذاب قبر و تنعیم القبر بتواتر ثابت است و
تفصیل آن دفتر طویل میخوابد در کتاب شرح الصدور فی احوال الموتی و القبور کہ تصنیف
شیخ جلال الدین سیوطی است و دیگر کتب حدیث باید دید و در کتب کلامیہ اثبات عذاب
قبر پسماند حتی کہ بعض اہل کلام منکر آں را کافر میدانند و عذاب و تنعیم بغیر ادراک و شعور
نمیخوانند شد۔

ترجمہ: انسان کے لئے بعد از موت ادراک و شعور باقی رہتا ہے اور اس امر پر
شرع شریف اور قواعد فلسفیہ کا اجماع و اتفاق ہے، لیکن شرع شریف میں عذاب قبر
اور اس کا ثواب تواتر کے ساتھ ثابت ہے جس کی تفصیل ایک دفتر طویل کی طلبگار ہے۔
شیخ جلال الدین سیوطی کی تصنیف شرح الصدور فی احوال الموتی و القبور اور دیگر کتب
حدیث میں اس کی تفصیل کا مطالعہ کیجئے (شفاء صدور میں شاہ عبدالعزیز کے حوالہ
سے امام سیوطی کو غیر معتبر اور ضعیف ثابت کرنے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے۔ شاہ صاحب
کی اس عبارت سے سیوطی کا مقام واضح ہو جاتا ہے اور شاہ صاحب نے بستان المحدثین
میں ان کو معلومات کے لحاظ سے ابن حجر عسقلانی سے بھی بلند مرتبہ پر فائز قرار دیا ہے،
اور کتب کلامیہ میں علماء کلام عذاب قبر کو ثابت کرتے ہیں، حتیٰ کہ بعض نے اس کے
منکر کو کافر قرار دیا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ قبر کا عذاب و ثواب بغیر ادراک و شعور کے نہیں ہو سکتا۔
اس کے بعد احادیث سلام اور اہل قبور سے بمکلامی یعنی انتہم لنا سلف و نحن

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بالاثر الخ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتولانِ بدر اور کفارِ مُرداروں کے ساتھ خطاب و کلام جو بخاری و مسلم میں منقول ہے، سے ادراک و شعور پر استدلال کرنے کے بعد فرمایا،

و در قرآن مجید ثابت است ولا تقولوا لمن يقتل فی سبیل اللہ اموات بل احياء ولكن لا تشعرون ولا تحسبن الذين قتلوا فی سبیل اللہ امواتا بل احياء عند ربهم يرزقون بما آتاهم اللہ من فضله بلکہ ازحوال پسماندگان ہم خوشی و بشارت ثابت است و لیستبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم الا یہ بالجملة انکار ادراک و شعور اموات اگر کفر نباشد در الحاد بودن او ششہ نیست۔

یعنی کلام مجید میں شہداء کرام کے لئے حیات و زیت اور ان کو مُردہ کہنے سمجھنے کی حرمت ثابت ہے۔ نیز عند اللہ رزق دیا جانا اور پسماندگان کی اخروی گرفت اور باز پر سے آزاد ہونے کی وجہ سے خوشی و مسرت ثابت ہے۔ خلاصہ یہ کہ اموات کے ادراک و شعور کا انکار اگر کفر نہ ہو تو اس کے الحاد و بے دینی ہونے میں کوئی ششہ نہیں ہے۔

اما قواعد فلسفیه پس بقا روح بعد از مفارقت و بقاء شعور و ادراک و لذت و فہانی مجمع علیہ است الا جالینوس لہذا اور ادراک و فلاسفہ نشمرده اند پس ظاہر است کہ بدن و انما در تحلل است و روح در ادراک و شعور و انما در ترقی پس مفارقت بدن در سلب ادراک و شعور چہ قسم تاثیر تو ال کرد۔ فتاویٰ عزیز، جلد اول ص ۹۱ و ۹۲

ترجمہ: لیکن قواعد فلسفیه کی رو سے مفارقت بدن کے بعد روح کی بقا اور ادراک و شعور کی بقا کا اور لذاتِ روحانیہ کا دوام متفق علیہ ہے۔ صرف جالینوس نے اس میں اختلاف کیا، اسی لئے اس کو فلاسفہ میں شمار نہیں کرتے تو ظاہر ہے کہ بدن ہمیشہ افتراق و انتشار کے درپے ہے اور روح ادراک و شعور میں ہمیشہ ترقی پذیر، لہذا بدن سے مفارقت اس کے ادراک و شعور کے سلب و انقضا میں اثر انداز نہیں ہو سکتی۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

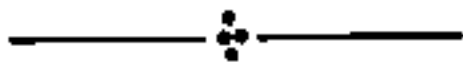
منکرین سماع کے مغالطہ اور ان کے جوابات

بحمد اللہ تعالیٰ یہاں تک منکرین کے تمسکات کا جواب دے دیا گیا۔

اب آج سر میں ان کے چند مغالطوں کا جواب عرض کرتا ہوں۔ اہل علم اور اصحاب دانش پر تو ان مغالطات کا جواب روزِ روشن سے عیاں تر ہے، مگر ہو سکتا ہے کہ عام اہل سنت کے لئے وہ غلط فہمی کا موجب بن جائیں، اس لئے ان کی حقیقت ظاہر کرنا اور منکرین کی فریب کاری کا پردہ چاک کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

لہذا اپنے قارئین سے طوالت کی معذرت کے ساتھ ان مغالطات کا جواب

شروع کرتا ہوں۔ وبالله التوفیق۔



Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مُعْطَا لُطَّةِ اُولٰٓئِ

غیرین کے سوالات کا جب مومن جواب دیتا ہے اور کامیاب ہو جاتا ہے، تو اُسے ملائکہ کہتے ہیں لیٹ جاؤ وہ کہتا ہے ارجع الی اہلی فاخبرہم فیقولان نم کنوفہ العر دس الذی لا یوقظہ الا احب اہلہ الیہ حتی یدبعثہ اللہ من مہجہ ذالک۔ رواۃ الترمذی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ

میں اپنے گھر والوں کی طرف لوٹا ہوں تاکہ انہیں خبر دوں کہ میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا گیا ہے، تو فرشتے کہتے ہیں تو اس نو بیابتا دلہن کی طرح سو جا جس کو سوائے محبوب ترین اہل کے اور کوئی بیدار نہیں کر سکتا رتب وہ قبر میں لیٹ جاتا ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن اپنی خواب گاہ سے اٹھائے گا۔

جب ترمذی شریف کی اس روایت میں مومنین کا اپنی قبروں میں نیند کی حالت میں ہونا سراحۃ ثابت ہے اور نیند دنیا میں سماع و فہم سے مانع ہوتی ہے، لہذا قبر میں بھی مانع ہوگی لان النوم فترۃ طبیعتہ تحدث فی الانسان بلا اختیار منہ و تمنع الحواس الظاہرۃ والباطنۃ عن العمل مع سلامتھا واستعمال العقل مع قیامہ دیکو کہ نیند طبعی فتور اور مہکاں ہے جو انسان کے اندر اس کے ارادۃ و اختیار کے بغیر متحقق ہو کر اس کے ظاہری و باطنی مشاعر و حواس کو سلامتی کے کے باوجود اور عقل کے تحقق و ثبوت کے باوجود ان کے استعمال میں مانع ہو جاتی ہے۔ لہذا جب میت میں بھی یہ حالت موجود ہوتی ہے اور اس کی بقا و استمرار قیام

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قیامت تک ہے، لہذا کسی کے سلام و قیام اور خطاب و نذر کا سننا اس کے لئے ممکن نہیں اس لئے عقیدۂ سماع اموات غلط ہو گیا۔ شفاء الصدور مترجم ص ۱۲

الجواب

عذاب قبر پر دلالت کرنے والی احادیث کے ضمن میں پانچویں حدیث یہی درج کی گئی ہے جس سے منکرین نے عوام کو مغالطہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اس حدیث پاک کے ابتدا میں نکیرین کا مومن سے سوالات کرنا اور اس کا صحیح جواب دینا، فرشتوں کا یہ کہنا کہ تم پہلے سے جانتے تھے کہ تو یہ جواب دے گا۔ پھر اس کی قبر میں ہر طرف ستر ستر ہاتھ وسعت پیدا کر دینا اور نورانیت والو ار پیدا کرنا مذکور ہے اس کے بعد اس کو آرام کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ لہذا اگر مانعین کے نزدیک اس میں نیند کے متعلق وار و حکم صحیح ہے تو ظاہر ہے بقیۂ حدیث بھی صحیح ہوگی اور اگر صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو منکرین خود اپنے دام میں پھنس کر رہ جاتیں گے اور میت کا فرشتوں کی کلام سننا، جواب ماننا پڑے گا اور جس سماع اموات کا انکار کیا تھا، اسی کا اقرار لازم آگیا۔ علاوہ ازیں کئی وجوہ بطلان یہاں موجود ہیں اقل: منکر نے نیند کو فترۃ طبعیہ تسلیم کیا جو حواس کی سلامتی اور عقل کی موجودگی کے باوجود ادراک سے مانع بن جاتی ہے، تو نیند کی حالت میں لامحالہ حواس و عقل موجود ہوں گے اور حواس و عقل کا وجود بغیر محل یعنی حقیقت انسان کے ممکن نہیں تو حقیقت انسانہ کا قیامت تک باقی رہنا ثابت ہو گیا، حالانکہ یہ مشاغب و مغالطہ تو کہتے ہیں کہ میت مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاتا ہے تو وہاں سننے والا کون ہے۔ اب وہ خود بتلائیں کہ قیامت تک نیند کرنے والا کون ہے اور نیند میں حواس و عقل کا تحقق و قیام لازمی ہوتا ہے، تو وہ کیسے متحقق ہوں گے! لہذا ماننا پڑے گا کہ انسان دراصل اس جسم نورانی کا نام ہے جو اس بدن کے اندر اسی طرح سرایت کئے ہوئے ہے جس طرح کہ دودھ کی سفیدی دودھ میں۔ اسی طرح قبر میں بھی سوال اور جواب اور خطاب و

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کلام اس حقیقت سے ہے جس کا بدن یا اس کے اجزاء سے تعلق قائم کر دیا جاتا ہے اور وہ قیامت تک ہے، لہذا ارباب برزخ اور اصحاب قبور کو معدوم محض اور فانی بحث تسلیم کرنا قطعاً غلط ہو گیا۔

دوم: یہاں نہ کنوۃ العروس الخ میں نیند کا حقیقی معنی مراد نہیں بلکہ آرام کرنے کا معنی مقصود ہے اور اس معنی کی دلیل خود اسی عبارت میں موجود ہے کیونکہ میت کو دہن کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور میت پر کامیابی کے بعد دارِ مومن والی حالت کو نوم عروس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے اور یہ ظاہر کہ عروس اپنے دولہا کے گھر جاتے ہی سو تو نہیں جاتی، بلکہ پہلے نیند آتی ہوتی ہو تو بھی کافور ہو جاتی ہے لہذا نومۃ العروس میں اس کا آرام کرنا ایٹنا مراد ہیں اور یہاں بھی یہی مراد ہے۔ جنت کی نعمتیں، راحتیں اور رزق حاصل ہو اور اس سے لذت حاصل کئے بغیر ہی وہ سو جائے اور فرشتے اسے سلا دیں یہ کیسے ممکن ہے۔ لہذا یہ تشبیہ نیند کا حقیقی معنی مراد لینے سے مانع ہے۔ نیز حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی روایت میں ہے:

فیقول المومن دعونی البشراہلی فیقال لہ! اسکن الحدیث دواہ
احمد اسنادہ صحیح علی شرط مسلم ولم یحز جاہ۰ ابن کثیر ص ۵۲۳ جلد سوم۔
ترجمہ: مومن طائفہ سے کہے گا مجھے اجازت دو، میں اپنے گھر والوں کو بشارت دوں، تو اسے کہا جائے گا ٹھہر جا آرام کر۔ اس حدیث کو امام احمد نے روایت کیا ہے اور اس کا اسناد مسلم کی شرط کے مطابق درست ہے، اگرچہ اس کو بخاری و مسلم نے ذکر نہیں کیا۔

امام سیوطی کہتے ہیں: حدیث جابر آخر جہ احمد والطبرانی فی الاوسط والبیہقی وابن ابی الدنیا من طریق ابن الزبیر فیقول المومن دعونی البشراہلی فیقال لہ! اسکن۔ شرح الصدور ص ۲۹ کذا فی ابن داؤد ورواہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

انس بن مالک - جلد ثانی ص ۵۳

احمد و ابن ابی الدنیا طبرانی و بیہقی کی اس روایت سے ترمذی شریف کی روایت کا معنی و مفہوم واضح ہو گیا کہ یہاں آرام و سکون مراد ہے نہ کہ نیند حقیقی لہذا صحیح روایات کے مقابل جو کہ سماع سلام و کلام پر دلالت کرتی ہیں۔ اس روایت کو من گھڑت معنی پر محمول کر کے پیش کرنا عالم کے لئے انتہائی نازیبا ہے۔

سوم، اگر مومن کو قبر میں سلا دیا جاتا ہے، تو پھر قیامت تک اس کی قبر میں حدنگاہ تک یا ہر طرف ستر ستر ہاتھ تک وسعت دینے۔ اس میں سبزہ و ریاحین کو پیدا کرنے اور چودھویں رات کی مانند روشنی وغیرہ پیدا کرنے اور جنت کی طرف سے دروازہ کھولنے کا جس میں سے ٹھنڈی ہوائیں اور خوشبوئیں آتی رہیں، کیا فائدہ ہوگا۔ لہذا نوم کا معنی یہاں صرف آرام و سکون والا ہے نہ کہ حقیقی نیند والا۔

چہارم، جس طرح مومن کے حق میں نعم کا امر موجود ہے، اسی طرح کافر کے حق میں بھی یہ لفظ موجود ہے اور وہاں نیند والا معنی قطعاً مراد نہیں، لہذا یہاں بھی وہ معنی مراد نہیں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب میت اللہ تعالیٰ کا دشمن ہوتا ہے اور فرشتے اس کی قبر میں آتے ہیں تو وہ خود اٹھ کر بیٹھ جاتا ہے یا اس کو بٹھایا جاتا ہے، پھر سوال کیا جاتا ہے،

من ربك فيقول لا ادرى فيقال لا دريت فيقع له باب الى جهنم ثم يضرب ضربة تسمعها كل دابة الا الثقلين ثم يقال له نعم كما نيام المنهوش قلت لا بى هريرة ما المنهوش قال الذى تنهش الدواب والحيات ثم يضيق عليه قبورة رواه البزار من رواية الوليد بن مسلم

تفسیر ابن کثیر جلد سوم - ص ۵۳

ترجمہ: تیرا رب کون ہے، وہ کافر میت کہتا ہے، مجھے علم نہیں۔ ملائکہ کی طرف

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سے کہا جاتا ہے تو نے عقل سے کام نہ لیا، تب اس کے لئے جہنم کی طرف سے دروازہ کھولا جاتا ہے۔ پھر اس کو اس طرح مارا جاتا ہے کہ اس کا آواز ہر جا نثار سنتا ہے سوائے جن اور انسان کے۔ پھر اسے کہا جاتا ہے کہ تو اس طرح سو جا کہ جس طرح منہوش سوتا ہے۔ راوی کہتے ہیں، میں نے حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا منہوش کا کیا مطلب؟ تو انہوں نے فرمایا منہوش وہ شخص ہے جس کو جالور نوچ کھائیں، اور سانپ ڈسیں۔ اور یہ بات واضح ہے کہ جس کو نوچا جا رہا ہو اس کو نیند کیونکر آسکتی ہے۔

الغرض جہاں نم کا لفظ موجود ہے، وہاں نیند حقیقی مراد نہیں۔ بلکہ چونکہ میت قبر میں لیٹا ہوا ہوتا ہے۔ اور وہ حالت نیند والے شخص کے مشابہ ہوتی ہے، لہذا اس کو نوم سے تعبیر کر دیا گیا۔ نیز ملائکہ کی طرف سے نم کا حکم اس وقت ہوگا، جب وہ کہے گا مجھے اجازت دو کہ میں گھر والوں کو بشارت دوں۔ میں گھر جاؤں، تب وہ کہیں گے نم کنومة العر دس الخ گویا صاحب قبر سفر اور اپنے گھر سے نکلنے کی رخصت چاہتا ہے۔ تب وہ کہتے ہیں آرام کر اس تکلیف کی ضرورت نہیں۔ لہذا بندہ مومن کی کلام کے بعد اس کلام کا درود واضح قرینہ ہے کہ یہاں نیند حقیقی مراد نہیں ہے، بلکہ آرام و سکون والا معنی مراد ہے۔

الغرض اس حدیث پاک میں سماع سلام و کلام کی نفی پر تو کوئی دلیل ہے نہیں۔ البتہ اس سے روح کا تعلق جسم اور قبر کے ساتھ اور سوال کا سُنا سمجھنا اور جواب دینا ثواب اور اجر پانا، گھر والوں کو بشارت دینے کے لئے رخصت طلب کرنا وغیرہ ایسے امور ثابت ہو گئے جو کہ حیات اہل قبور اور ان کے علم و شعور پر دلالت کرتے ہیں اور صلاحیت سماع و فہم پر شاہد صادق اور دلیل ناطق ہیں؛ لہذا یہ حدیث تو منکرین پر حجت ہے اور ان کے زعم فاسد کو باطل کرتی ہے اس کے ان کا اپنے مذہب پر استدلال عجیب مغالطہ ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مُخَالَطَةُ دَوْم

منکرین نے احادیث عذاب و ثواب قبر کے متعلق فرمایا کہ ان میں قبر سے مراد یہ قبر نہیں جس میں ہم میت کو دفن کرتے ہیں اور نہ اس میں عذاب ہے نہ ثواب نہ توسیع و تنویر مومن کے حق میں اور نہ تضییق و تنگی کافر و منافق کے حق میں اور نہ جنت کی طرف سے دروازہ اور نہ دوزخ کی طرف سے دروازہ دراصل یہ سب کچھ مومن کے لئے علیین میں ہے اور کافر کے لئے سجدین میں جہاں موت کے بعد ارواح کو رکھا جاتا ہے۔
گویا قبر سے مراد ارواح کا مقام استقرار ہے نہ کہ مدفن بدن۔ لہذا اس قبر میں جہاں بدن کو دفن کیا گیا ہے، نہ زندگی ہے نہ یہاں کوئی شئی سنبھلنے اور سمجھنے کے قابل ہے۔ شفا، الصدور مترجم ص ۳۶

جواب اول

منکرین کا یہ قول احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھیل اور مذاق ہے۔ مذہب و عقیدہ کو کتاب و سنت کے مطابق کرنے کی بجائے انہوں نے کتاب و سنت کو خواہشات نفس کے مطابق ڈھالنا شروع کر دیا ہے۔ قبر کا یہ مفہوم کتاب و سنت اور لغت عربی و عرف عام کے سراسر خلاف ہے اور مردود و باطل ہے۔
۱۔ قرآن کریم میں قبر کا اطلاق اسی مدفن بدن پر ہے :

قَوْلُهُ تَعَالَى: وَلَا تَقْصُصْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ۔

ترجمہ : اے حبیب آپ منافقین میں سے جو بھی مر جائے اس پر ہرگز

نماز جنازہ بھی نہ پڑھیں اور اس کی قبر پر بھی تشریف نہ لے جائیں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

یہ آیت کریمہ نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کی نماز جنازہ پڑھنے اور اس کی قبر پر تشریف لے جانے کے بعد نازل ہوئی اور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو آئندہ کے لئے رحمت فرافت اور جو دو کرم کے ایسے مظاہرین سے روک دیا گیا لہذا یہاں قبر سے مراد یہی مدفن بدن ہے نہ کہ سچتین میں مستقر روح۔

۲۔ قوله تعالى قد ئیسوا من الاخرة کما ئیس الکفار من اصحاب القبور۔

وہ آخرت سے اس طرح ناامید ہیں جس طرح کہ کفار اہل قبور سے۔
اور کفار مدفن بدن کو ہی قبر جانتے اور مانتے ہیں نہ کہ علیتین و سچتین کو وہ تو جنت و دوزخ کے قائل ہی نہیں ہیں۔

۳۔ قوله تعالى وما انت بمسمع من فی القبور۔

آپ ان لوگوں کو سنانے والے نہیں جو کہ قبروں میں ہیں۔

ان تینوں آیات میں قبر کا اطلاق مدفن بدن پر کیا گیا ہے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ منافقین کے مقام سچتین میں کسی قبر پر کھڑے ہونے سے منع کیا گیا اور نہ کفار کی اہل سچتین سے ناامیدی بیان کی گئی، وہ تو علیتین و سچتین اور جنت و دوزخ کو جانتے ہیں نہ مانتے اور نہ ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل علیتین و سچتین کے اسماع کی نفی کی گئی ہے، بلکہ خود منکرین اس آیت کو ان زمینی قبروں اور اہل قبور کے اسماع کی نفی میں پیش کرتے ہیں۔ لہذا قرآن کریم سے قبر کا معنی و مفہوم یہی ثابت ہوا کہ اس سے مراد زمین کا وہ گڑھا ہے جس میں میت کو دفن کیا جاتا ہے۔

ہمقوله تعالى اما فاقبرہ ثم اذا شاء انشرہ۔

انسان کو دنات دی، پس اسے قبر میں جگہ دی (بجلاف دوسرے جانوروں

کے) پھر جب چاہے گا، اسے قبر سے اٹھائے گا۔

حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قبر کا اطلاق مدفن بدن پر ہے :

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

۱۔ قال صلى الله عليه وسلم اللهم لا تجعل قبري وثناً يعبد .

اے اللہ میری قبر کو بتوں کی مانند معبود و سجدہ نہ بنا۔

اور روح نبوی کا مستقر یعنی رفیق اعلیٰ تو اصنام کی مانند معبود نہیں بن سکتا تھا تا کہ اس کے متعلق دُعا فرمانا ضروری ہوتا۔

۲۔ مَنْ زَارَ قَبْرِي وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِي۔

جس نے میری قبر کی زیارت کی، اس کی شفاعت کرنا مجھ پر واجب ہو گیا۔
اگر اعلیٰ علیتین میں مستقر روح کو قبر کہا گیا ہے تو اہل دنیا کے لئے اس کی زیارت ممکن ہی نہیں اس پر انعام شفاعت کا کیا مطلب؟

۳۔ ما بين منبري وقبري روضة من دياض الجنة۔

میری مزار اقدس اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ ہے۔
یہاں روضہ اقدس اور منبر نبوی کے درمیانی حصہ کی فضیلت بیان کرنا مقصود ہے نہ کہ منبر شریف اور اعلیٰ علیتین کے درمیانی حصہ اور فضاء آسمانی کی۔

۴۔ عن عثمان انه كان اذا وقف على القبر بكى حتى يبسل الحية الخ
حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب قبر پر کھڑے ہوتے تو آپ کی داڑھی مبارک آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی اور کسی بھی میت کے مقام روح پر کھڑا ہونا بے معنی ہے

۵۔ روى عن عثمان قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال استغفروا لادخيمكم ثم سلوا له التثبيت فانه الآن يسئل رواه ابو داؤد۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب دفن میت سے فارغ ہوتے تو اس کے مدفن پر قیام فرما رہتے اور فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو، پھر اس کے لئے اللہ تعالیٰ سے ثابت قدمی کی دعا کرو، کیونکہ اس سے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ابھی سوال کیا جائے گا۔

اور یہ ظاہر ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی بن محمد فن پر تشریف فرما تھے اور اسی صاحب قبر کے لئے دُعا مغفرت و ثبات فرماتے۔ اور اسی کے متعلق آپ نے فرمایا کہ اس سے ابھی سوال کیا جائے گا نہ کہ اعلیٰ علیین میں یہ حضرات مدفن روح پر تشریف رکھتے تھے۔

۶۔ عن جابر قال خذنا مع رسول الله عليه وسلم الى سعد بن معاذ حين توفي فلما صلى عليه رسول الله صلى الله عليه وسلم ووضع في قبره وسوى عليه سج رسول الله صلى الله عليه وسلم فسبحنا طويلا ثم كبر فكبونا فقليل يا رسول الله لم سجدت ثم كبرت قال لقد تضايق على هذا العبد الصالح قبره حتى فرجه الله عنه الم۔

حضرت جابر فرماتے ہیں، ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف نکلے جبکہ ان کا وصال ہوا جب آنجناب نے ان پر نماز پڑھی اور ان کو قبر میں رکھا گیا اور ان پر مٹی کو درست کیا گیا، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تسبیح پڑھی اور ہم نے بھی بڑی دیر تک تسبیح پڑھی پھر آپ نے تکبیر کہی اور ہم نے بھی عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے تسبیح اور پھر تکبیر کیوں پڑھی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نیک بندے پر اس کی قبر تنگ ہو گئی تھی۔ حتیٰ کہ تسبیح کی برکت سے، اللہ تعالیٰ نے اس کو ان پر کشادہ کر دیا۔ جس قبر میں صحابہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو رکھا اور مٹی درست فرمائی، وہ زمین میں مدفن بدن ہی ہے نہ کہ مقام علیین اور اسی میں اس عبد صالح پر تنگی پیدا ہوئی جو جناب کی تسبیح اور صحابہ کرام کی تسبیح کی برکت سے کشادہ ہو گئی۔

۷۔ قال النبي عليه السلام ان العبد اذا وضع في قبره وتولى عنه أصحابه انه يسمع قرع نعالهم الحديث۔ مسلم شریف و بخاری شریف۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب بندے کو اس کی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ہمراہی اسے دفن کر کے لوٹتے ہیں تو وہ میت ان کے جو توں کی آواز کو سنتا ہے۔

جس قبر میں رکھ کر ہمراہی دفن لوٹتے ہیں، وہ قبر زمین کا گڑھا ہے نہ کہ اعلیٰ علیین ورنہ میت کو دفن کرنے والوں کا اعلیٰ علیتین میں جو توں سمیت داخل ہونا لازم آئے گا اور بقید حیات جمع بدن منصری جنت میں داخل ہونا لازم آئے گا جس کا بطلان بدیہی ہے اور یائیت کا اتنی دُور سے سن لینا ثابت ہو گا جو مسکین کے لئے ناقابل تسلیم ہے، بلکہ اس علم و ادراک کی نفی کے لئے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگا رکھا ہے۔

ثبوت عذاب قبر از احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ضمن میں درج شد احادیث قبر کے معنی و مفہوم کی توضیح میں نص قاطع ہیں اور منکر کے زعم فاسد اور قول باطل کے بطلان پر دلیل ناطق ہیں۔

۸۔ حدیث ۷۱ میں ہے، اہل قبور کو ایسا عذاب دیا جاتا ہے جس کو چار پائے بھی سنتے ہیں اور یہ امر بدیہی کہ چار پائے سچتے سے تو آواز کو نہیں سنتے۔

۹۔ حدیث ۷۲۔ السرور صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر گزرے اور فرمایا۔ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور یہ ہر ذی عقل و شعور پر واضح کہ آپ کا گذر زمین میں مدفن بدن پر ہوا نہ کہ سچتے میں ان کے ارواح کے مقام پر اور آپ نے شاخ کھجور کے حصوں کو ان قبروں پر گاڑا نہ کہ سچتے والی جگہ پر اور یہ بھی اظہر من الشمس کہ یہاں مٹی کے ڈھیر پر شاخ کھجور رکھ دینے سے تخفیف عذاب سچتے میں ہو جانے کا کوئی معنی و مفہوم نہیں تا وقتیکہ مدفن بدن اور روح میں رابطہ و اتصال نہ ہو۔

۱۰۔ حدیث ۷۳ میں منافق کے متعلق فرمایا، تب زمین کو کہا جاتا ہے کہ اس پر بل جا، تب زمین اس پر اس طرح تنگ ہو جاتی ہے، حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ایک دوسری میں چسب جاتی ہیں اور وہ ہمیشہ اس قبر میں عذاب دیا جاتا رہے گا، یہاں تک کہ قیامت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کو وہیں سے اٹھایا جائے گا۔

اس حدیث پاک سے بھی ظاہر ہوا کہ زمین کے تنگ ہونے اور پہلیوں کے باہم ایک دوسری میں دھنسنے کا تصور سوائے بدن منافق کے نہیں ہو سکتا اور بعثت بعد الموت بھی اسی قبر سے ہے لہذا عذاب بھی اسی میں ہے۔

۱۱۔ حدیث ۸ میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی دراز گوش پر سوار ہو کر بنو النجار کے باغ میں سے گزر رہے تھے کہ ناگاہ آپ کی سواری بدکی اور سامنے پانچ یا چھ قبریں تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ نے فرمایا یہ جماعت اپنی قبروں میں عذاب کے اندر مبتلا کر دی گئی ہے۔ اگر یہ خوف نہ ہوتا کہ تم اپنے مردوں کو دفن کرنا ترک کر دو، تو میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا کہ وہ تمہیں بھی عذاب قبر سنائے جو میں سن رہا ہوں۔

یہاں سے بھی ہر اس شخص پر جس کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے ختم نہیں کر دیا اور کافروں کو بہرایا آنکھوں کو اندھا نہیں کر دیا۔ عیاں بلا بیاں ہے کہ سحبت بنی النجار کا باغ نہیں اور نہ بنی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی دراز گوش اور صحابہ کرام سحبت کی سیر فرما رہے تھے اور نہ سحبت میں ارجح کفار کا مقام دیکھ کر آپ کی سواری بدکی۔ نہ آنجناب نے اہل سحبت کے متعلق دریافت فرمایا کہ وہ کب فوت ہوئے، بلکہ سامنے قبروں میں موجود مدفون لوگوں کے متعلق استفسار فرمایا نہ انہوں نے سحبت میں موجود کفار کے متعلق آپ سے عرض کیا۔ لہذا قبر کا معنی و مفہوم صاحب شرع اور صحابہ کرام کے نزدیک زمین کی وہ جگہ ہے، جہاں میت کو دفن کیا جاتا ہے، ورنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا سحبت سے کفار کے عذاب کو سننا لازم آئے گا اور اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے عذاب کو سننا اور سحبت سب سے نچلا طبقہ زمین کا ہے، حالانکہ یہ منکرین تو کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو دیوار کے پیچھے کا علم نہیں ہوتا کہ کیا ہو رہا ہے یا نہیں۔
(براہین قاطعہ مولوی خلیل احمد انبیٹوی ص ۵۷)

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ آپ کی سواری کے لئے سب سے نچلے طبقہ زمین سے آوازِ عذاب کا سناؤ دینا کیسے تسلیم کر سکتے ہیں، جبکہ قطرِ زمین تقریباً آٹھ ہزار میل ہے۔

(۱۲) عن عبد الله بن عباس رضي الله عنهما قال ضرب بعض اصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم ثعباناً علی قبره و لا يحسب انه قبر فاذا فيه انسان یقر تبارک الذی بید الملك حتی ختمها فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاخبره فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم هی الما نعتہ ہی المنجیۃ تنجیہ من عذاب القبر رواہ الترمذی - مشکوٰۃ - (فضائل قرآن)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بعض صحابہ نے اپنا خیمہ ایک قبر پر گاڑ دیا اور انہیں یہ گمان نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے، تو ناگاہ انہوں نے اس قبر سے ایک انسان کو تبارک الذی بید الملك پڑھتے سنا حتیٰ کہ اس نے سورت کو مکمل کر لیا، تو وہ صحابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورتِ حال عرض کی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ سورت عذابِ قبر کو دور کرنے والی ہے۔ یہ سورت عذابِ قبر سے نجات دینے والی ہے۔

اور یہ امر کس پر مخفی ہو گا کہ صحابی نے خیمہ زمین پر لگایا تھا نہ کہ علیتین میں اور آواز اپنے خیمہ کے نیچے سے سنا تھا نہ کہ جنت کی بلندیوں پر سے۔

الغرض یہ احادیث مبارکہ اور اسی طرح سماعِ اموات کے باب میں درج شدہ احادیث علی الخصوص احادیثِ سلام اور زیارتِ قبور اس قول کے بطلان پر شاہدِ عدل ہیں۔ نہ آنجناب نے اعلیٰ علیتین میں قبور کی زیارت کا حکم دیا نہ ان پر سلام کا بلکہ مدفنِ ابدان پر سلام اور زیارت کا حکم دیا گیا ہے۔ لہذا قبر کا اس کے علاوہ کوئی معنی مراد لینا خلافِ قرآن و سنت ہے اور عرفِ عام اور علی الخصوص عرفِ اہل اسلام کے سراسر خلاف ہے اور لغتِ عربیہ کے بھی بالکل خلاف ہے؛ لہذا یہ قول صرف باطل

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہی نہیں بلکہ اس میں کتاب و سنت کے ساتھ مذاق کیا گیا ہے اور شریعت کو کھیل
تماشا بنا دیا گیا ہے۔

جواب ثانی

منکر بن سماع وغیرہ نے صرف یہ دیکھ کر کہ ایک دفعہ بعد از قبض چونکہ روح کو
علیتین وغیرہ کی طرف لے جایا جاتا ہے، تو شاید ہمیشہ وہیں رہتا ہے اور اس کا مدفن
بدن کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رہتا اور جب بدن سے اس کا تعلق نہیں تو اس کے حق
میں عذاب و ثواب اور سماع وغیرہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے، حالانکہ احادیث صحیحہ سے
روح کا بدن کی طرف لوٹایا جانا ثابت ہے اور سوال نکیرین کے وقت اس میں یقیناً روح
موجود ہوتا ہے۔ حضرت ہریر بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت کو امام احمد و ابوداؤد
نے مکمل طور پر روایت کیا اور نسائی و ابن ماجہ نے اول حصہ کو روایت کیا، اس میں یوں
کافروں کی طرف روح کے لوٹائے جانے کی تصریح موجود ہے اور علامہ ابن قیم نے
کتاب الروح میں اس حدیث کو نقل کر کے فرمایا:

وذهب الى القول بموجب هذا الحديث جميع اهل السنة والحديث
من سائر الطوائف. کتاب الروح ص ۶۷

اس حدیث پاک کا مدلول و مقتضی روح کا بدن کی طرف رجوع تمام اہل سنت اور محدثین کا مذہب
و مسلک ہے، خواہ وہ کسی بھی خطہ اور قبیلہ سے تعلق رکھنے والے کیوں نہ ہوں۔
نیز علامہ ابن تیمیہ کا قول نقل کرتے ہوئے فرمایا:

قال شيخ الاسلام الاحاديث الصحيحة المتواترة تدل على عود
الروح الى البدن وقت السؤال وسؤال البدن بـلا روح فتوال
طائفة من الناس وانكره الجمهور وقابلهم آخرون فقالوا السؤال للروح
بلا بدن وهذا قاله ابن مرة وابن حزم وكلاهما غلط والاحاديث

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الصحيحه ترددہ ولو كان ذالك على الروح فقط لم يكن للقبر بالروح
اختصاص۔ ص ۷۹

ترجمہ: شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے کہا کہ احادیث صحیحہ متواترہ سوال نکیرین کے وقت
روح کے بدن کی طرف رجوع پر دلالت کرتی ہیں اور روح کے بغیر صرف بدن سے
سوال ایک معمولی گروہ کا مذہب ہے اور جمہور نے اس سے انکار کیا ہے۔ ایک اور
گروہ نے اس کے برعکس صرف روح سے سوال کا قول کیا ہے اور بدن سے اس کے
تعلق کا انکار کیا ہے۔ یہ قول ابن مرہ اور ابن حزم کا مختار ہے، لیکن دونوں گروہوں
کا قول غلط ہے اور احادیث صحیحہ ان کا رد کرتی ہیں۔ نیز اگر سوال نکیرین وغیرہ صرف
روح سے ہوتا تو روح کا قبر کے ساتھ اختصاص اور خصوصی ارتباط نہ ہوتا، حالانکہ
احادیث صحیحہ صریحہ سے روح کا اختصاص و ارتباط قبر کے ساتھ ثابت ہے،

منکرین علامہ بن قیم اور اس کے مقتدا و پیشوا علامہ ابن تیمیہ کے بڑے معتقد ہیں
ان دونوں کی تصریحات سے واضح ہو گیا کہ تمام اہل السنۃ والجماعت اور سب محدثین
روح کے بدن کی طرف لوٹنے اور بدن و روح کے درمیان خصوصی ربط و تعلق کے قائل
ہیں اور قبر میں عذاب و ثواب تسلیم کرتے ہیں اور یہی قول ہم نے متعدد محدثین و ائمہ
کی زبانی پہلے ذکر کیا ہے۔ اس قول کے خلاف یا خارجی ہیں یا معتزلی کوئی سنی اس
کا مخالف نہیں۔ لہذا معلوم ہوا کہ منکرین و مجادلین خارجی یا معتزلی ہیں اہل السنۃ
نہیں ہیں۔

نوٹ: سوال نکیرین وغیرہ کے بعد روح کا مقام و محل کون سا ہے اور
بدن کے ساتھ اس کا تعلق ہوتا ہے یا نہیں، اس کی تحقیق پہلے عرض کر چکا ہوں اور
علی الحفصہ شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز کا قول اہل السنۃ کے مسلک کی وجہ
کے لئے کافی ہے۔ فرماتے ہیں:

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تعلق بقبر نیز این ارواح را باشد کہ بحضور زیارت کنندگان واقارب و دیگر دوستان
برقبر مطلع و مستانس میگردند زیرا کہ روح راقرب و بعد مکانی مانع این دریافت نمی شود
ص ۱۸۶ پارہ عم یتسار لون۔

ارواح جہاں کہیں بھی ہوں، ان کا تعلق قبور کے ساتھ ہوتا ہے، حتیٰ کہ وہ زیارت
کرنے والوں اور خوش واقربا اور دوسرے دوست احباب جو بھی ان کی قبروں پر آتے
ہیں، ان پر مطلع ہوتے ہیں اور ان سے انس حاصل کرتے ہیں، کیونکہ روح کے لئے
مکان کے لحاظ سے قریب و بعید ہونا اس علم و ادراک میں مانع نہیں ہو سکتا۔

اگر روح کے مستقر اور مقام و منزل کی تفصیل ملاحظہ کرنی ہو تو کتاب الروح
ص ۱۸۶ کا ملاحظہ کریں۔ ابن قیم مختلف منازل و مقامات بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

فليس للادواح سعيدها وشقيها مستقر واحد بل روح في اعلى
عليتين وروح ارضية سفلية لا تصعد عن الارض وانت اذا تأملت
السنن والآثار في هذا الباب وكان لك بها فضل اعتناء عرفت حجة
ذلك ولا تظن ان بين الآثار الصحيحة في هذا الباب تعارضاً فانها
كلها حق يصدق بعضها بعضاً۔ ص ۱۸۶

ترجمہ: روح نیک بخت ہوں یا بد بخت کسی کا بھی ایک مقام و محل متعین نہیں،
بلکہ اگر بعض روح ایسے ہیں جو اعلیٰ علیتین میں ہیں تو بعض ایسے بھی ہیں جو زمین سے متعلق
ہیں اور مرتبہ میں ناقص ہونے کی وجہ سے زمین سے اوپر جاتے ہی نہیں اور تو جب
آثار و سنن کا اس باب میں گہری نظر سے مطالعہ کرے اور تجھے اس تحقیق سے قلبی
رغبت اور لگاؤ بھی ہو تو اس دعویٰ کی دلیل و حجت تجھے معلوم ہو جائے گی اور یہ
ہرگز گمان نہ کرنا کہ اس بارے میں احمادیہ صحیحہ کے درمیان تعارض ہے، کیونکہ وہ سب
حق ہیں اور ایک دوسرے کی تائید و تصدیق کرتی ہیں۔ جب واضح ہو گیا کہ نہ سب

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مومنین کے روح علیتین میں ہیں اور نہ فساق و کفار کے سبب میں تو یہ تو ہم بھی باطل ہو گیا کہ عذاب و ثواب روح کے مستقر و محل میں ہے اور وہ علیتین یا بختین ہے۔
ہذا یہ قول کتاب و سنت اور اقوال علمائے امت۔ مذہب اہل سنت اور لغت و عرف کے خلاف ہے کہ قبور سے مراد یہ قبریں نہیں جن میں ابدان کو دفن کیا جاتا ہے اور نہ عذاب و ثواب ان قبور میں ہے بلکہ علیتین یا بختین میں۔

فائدہ جلیلہ :

اب آپ اس فرقہ کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غیبی خبر اور اس گروہ کا علامات قیامت میں سے ہونا ملاحظہ فرمائیے :

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما، سیکون ناس یکذبون بالرجال ویکذبون بطلوع الشمس من مغربہا ویکذبون بعذاب القبر ویکذبون بالشفاعة ویکذبون بالحوص ویکذبون بقوم یخرجون بعد ما امتحنوا۔ مسند امام احمد جلد اول ص ۲۳ منتخب کنز العمال علی حاشیة المسند جلد اول ص ۱۱۱۱ ایضاً رواہ عبد الرزاق فی الجامع وابن ابی شیبہ والبیہقی فی السنن۔

ترجمہ : حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا عنقریب ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو کہ رجال کے خروج و ظہور کا انکار کریں گے۔ سورج کے مغرب کی طرف سے طلوع کا انکار کریں گے۔ عذاب قبر کی تکذیب کریں گے۔ عقیدہ شفاعت کو جھٹلائیں گے، قوم کو شرکی لفظی کریں گے۔ اور جو لوگ دوزخ کی آگ میں کوئلے کی طرح سیاہ ہو کر شفاعت کی بدولت باہر نکلیں گے، ان کے عذاب و دوزخ سے نجات پانے کو تسلیم نہیں کریں گے۔ یہ روایت مسند امام احمد میں ہے اور منتخب کنز العمال میں اس کو مسند اور بیہقی، ابن ابی شیبہ اور عبد الرزاق کے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

والہ سے درج کیا گیا ہے۔

اور یہ روایت اگرچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے، مگر چونکہ یہ ان امور سے ہے، جن کا عقل و قیاس سے ادراک نہیں کیا جاسکتا۔ لہذا یہ حکم مرفوع میں ہے اور گویا کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اس روایت نے اس گروہ کے کاذب و مذب ہونے کی تصریح کر دی اور ان کے اعتقادات و نظریات کے بطلان و فساد کی وضاحت کر دی اور انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت کو سچ کر دکھلایا اور نبی امی فداہ ابی وامی نے کئی صدیاں پہلے جو امور غیبیہ بتلائے تھے، وہ بالکل درست نکلے۔ اس گروہ نے شفاعت کا بھی انکار کیا اور عذاب قبر کا بھی۔

لہذا اس روایت کی تصدیق و تصحیح ان کے قول سے ہو گئی اور ان کی تکذیب اور ان کے عقیدہ کا ابطال اس روایت سے ہو گیا۔ والحمد للہ علی ذالک۔

فائدہ : یہ بات اچھی طرح ذہن نشین رہے کہ روحانی عذاب و ثواب کا کوئی فرقہ مخالف نہیں حتیٰ کہ فلاسفہ جو اسلامی تعلیمات سے نا آشنا تھے، وہ بھی اس کے قائل تھے اور معتزلہ وغیرہ نے بھی میت کو جہاد مان کر عذاب کا انکار کیا اور روح کو وہ جمادات میں سے نہیں مانتے۔ لہذا اس حدیث پاک میں قبر سے مراد صرف مدفن بدن کا عذاب ہے نہ کہ مستقر روح والا عذاب۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مغالطہ سوم

عن محمد بن المنکدر قال دخلت على جابر بن عبد الله رضي الله عنه وهو يموت فقلت اقرأ مسني على رسول الله السلام صلى الله عليه وسلم ترجمہ: محمد بن منکدر کہتے ہیں کہ میں حضرت جابر رضی اللہ کی خدمت میں ان کے وصال کے قریب حاضر ہوا اور میں نے عرض کیا، میری طرف سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرنا۔ اس روایت سے منکرین سماع نے اہل سنت عوام کو یہ دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوا اور محمد بن منکدر بھی وہیں موجود تھے۔ اگر ان کے نزدیک رسالتاب صلی اللہ علیہ وسلم خود زائرین اور سلام پیش کرنے والوں کا سلام سنتے تو انہیں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ سے سلام پیش کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ نیز خود سلام پیش کرنے کی قدرت ہونے کے باوجود کسی کی وساطت سے سلام پیش کرنا بے ادبی ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زائرین کا سلام نہیں سنتے۔ جب وہ نہیں سن سکتے تو دوسرے انبیاء و اولیاء وغیرہم بطریق اولیٰ نہیں سن سکیں گے۔

جواب اول

ع جوابات کی خدا کی قسم لا جواب کی ایک طرف قرآن و حدیث کے دلائل دوسری طرف منکر معاند کی ذہنی اختراع اور قیامی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ڈھکوسلا۔ چہ نسبت خاک را با عالم پاک۔

ہم قبل ازیں مانعین و منکرین کے پیرو مرشد مولانا رشید احمد دیوبندی کے فتاویٰ رشیدیہ کی عبارت عرض کر چکے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں مسلمانوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں، بلکہ سب کے نزدیک ان کا زائین کجی سلام کو سننا حاکمین کو پہچانا مسلم ہے۔ گویا منکرین تیرہ صدیوں کے بعد پیدا ہوئے اور تیرہ سو سال کا اسلام اور عقیدہ اہل اسلام کا یہی ہے کہ سب انبیاء کرام علیہم السلام سنتے ہیں۔

نیز حدیث ۱۷۱۱ ما من مسلم یسلم علی الحدیث کے تحت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و ادراک اور سماع سلام و خطاب پر قدرے تفصیل سے دلائل پیش کر چکا ہوں۔ لہذا منکرین کا یہ قول کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہے اور قیاس محض ہے اور قیاس صحیح بھی باب عقائد میں معتبر نہیں، چہ جائیکہ قیاس فاسد و باطل جو کتاب و سنت اور اجماع امت کے خلاف ہو۔

جواب ثانی: جب آیات و احادیث سے عام اہل قبور کے لئے حیات اور علم و ادراک ثابت ہو چکا تو خواص علی الخصوص انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بطریق اولیٰ ثابت ہو جائے گا اور دلالت النص کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام میں اس کا ثبوت علی الوجه الاتم والاكمل پایا جائے گا اور اسی امر کی تصریح علماء ملت اور اکابر امت نے کی ہے۔ امام بیہقی شفاء مستقام میں فرماتے ہیں،

اما الأدوات کا لعمام والسماع فلا شک ان ذالک ثابت و سند ذکر ثبوتہ لساوا لموتی فکیف بالانبیاء۔ ص ۱۵۱

ترجمہ: لیکن ادراکات مثل علم اور سماع تو یہ بلا شک و شبہ ثابت ہیں اور ہم عنقریب تمام اموات کے لئے ان کو ثابت کریں گے، چہ جائیکہ انبیاء کرام علیہم السلام ان کے لئے تو یہ ادراکات بطریق اولیٰ ثابت ہوں گے،

Click For More Books

https://archive.org/details/@zohaibhasanattari

علامہ قسطلانی شارح بخاری مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں :

عود الروح الى الجسد ثابت في الصحيح لسائر الموقی فضلا عن الشهداء

فضلا عن الانبياء . مواہب لدنیہ مع ذرقانی جلد خامس ص ۳۳۲

روح کا جسم کی طرف لوٹنا صحیح روایات میں تمام اموات کے لئے ثابت ہے، چنانچہ

شہداء، چہ جائیکہ انبیاء۔ یعنی جب عوام مومنین میں ثابت ہے تو شہداء میں بطریق اولیٰ اور جب ان میں ثابت ہے تو انبیاء کرام کے لئے بطریق اولیٰ۔

علماء ملت اور اکابر امت کے اقوال ملاحظہ کیجئے اور معاندین و مخالفین کا الٹا

قیاس اور دماغی فتور مشاہدہ کیجئے۔ یہیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا۔

جواب ثالث : محمد بن منکدر تابعی ہیں۔ اگر ان کا صریح قول کتاب و سنت

کے خلاف ہوتا تو اس کی تاویل کرتے یا اسے رد کر دیتے، چہ جائیکہ ان کی کلام سے عبارت

دولت اور اشارت و اقتضائے مفہوم مخالف اور اسلوب کلام کسی وجہ سے بھی نبی اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع سلام کا انکار سمجھ نہیں آتا۔ کسی کے واسطے سے سلام پیش کرنا

معروف و متعارف ہے خواہ درمیان میں معمولی مسافت ہی کیوں نہ ہو۔ علی الخصوص جب

ایک فریق دوسرے پر ظاہر و منکشف نہ ہو، خواہ بعد جسمانی و مکانی کی وجہ سے یا لطافت

نورانیت کی وجہ سے جس طرح کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ کو میری طرف سے سلام پیش فرما دو حالانکہ

وہ اس مجلس میں جلوہ فرما تھیں۔ بخاری شریف میں متعدد مقامات پر یہ روایت موجود ہے :

عن عائشہ رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لها یا عائشہ

هذا جبریل یقرئک السلام فقالت وعلیہ السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ

قرئ ما لا یرئ - بخاری شریف جلد اول ص ۳۵۴

ترجمہ : حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہی روایت ہے کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

والتسلیم نے انہیں فرمایا کہ یہ جبرائیل ہے جو تمہیں سلام پیش کر رہا ہے، تو انہوں نے جواب میں فرمایا اور اس پر سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی برکتیں پھر حضور سے عرض کیا۔ آپ وہ اشیاء دیکھتے ہو جو کہ میں نہیں دیکھتی، یعنی جبرائیل کو آپ تو دیکھ رہے ہو مگر وہ میری نگاہ سے اوجھل ہے۔

دیکھئے حضرت جبرائیل علیہ السلام حضرت صدیقہ پر ظاہر و منکشف نہیں تھے۔ اگرچہ ان کے پاس موجود تھے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے سلام عرض کیا اور حضرت صدیقہ نے ان کے حاضر بارگاہ ہونے کے باوجود لطافت و نورانیت کی وجہ سے غائب ہونے کی بنا پر جواب ایسے دیا جیسا کہ غائب اور بعید کو جواب دیا جاتا ہے۔ یہاں حضرت جبرائیل نے بے ادبی نہیں کی بلکہ کمال حیا اور ادب کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ بشری شکل میں ام المومنین کے سامنے آئے اور نہ ہی نورانی حالت میں ہی سلام دیا تاکہ غیر مانوس اور خلاف معمول آواز موجب وحشت اور پریشانی خاطر نہ ہو۔ نیز جن کو واسطہ وسیلہ بنایا وہ حضرت جبرائیل علیہ السلام سے بھی افضل اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے بھی افضل ہیں۔

لہذا جس طرح یہاں مصلحت کار فرما ہے، اسی طرح محمد بن منکدر نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے جو سلام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کیا اس میں بھی یہ مصلحت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اگرچہ محمد بن منکدر غائب نہیں، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عالم برزخ میں ہونے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے اوجھل ہیں، تو جو ہستی ابھی ابھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں حضوری سے باریاب ہونے کو ہے، ان کی وساطت سے سلام پیش کر دیا۔

نہ حضرت جبرائیل کے سلام بالواسطہ سے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی صلاحیت فہم و سماع پر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے اور نہ ہی محمد بن منکدر کے سلام بالواسطہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سے۔ نہ حضرت جبرائیل کسی بے ادبی کے مرتکب ہوئے اور نہ ہی محمد بن منکدر۔
باقی رہا یہ امر کہ محمد بن منکدر خود کبھی روضۂ اقدس پر سلام عرض کرنے نہیں گئے
اس کا ثبوت منکرین کے ذمہ ہے اور وہ قیامت تک یہ ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہیں۔
نیز مقتدر صحابہ کرام سے بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہونا اور سلام عرض
کرنا ثابت ہے۔ اور فقہہ کی تمام کتابوں میں حاضری کے آداب میں صلوٰۃ و سلام بالفاظ
ندار و خطاب و طلب شفاعت و التجار و عام مغفرت مرقوم و منقول ہے۔ کوئی ایک
کتاب حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی مذہب کی نہیں جس میں بوقت حاضری الصلوٰۃ والسلام
علیک یا رسول اللہ عرض کرنا اور ان کے علم و شعور اور توجہ و التفات کا یقین رکھنا
مذکور نہ ہو۔

بلکہ شیخین کریمین حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے خطاب و نذر کے انداز
میں سلام کا عرض کرنا موجود نہ ہو۔

علامہ یوسف بن اسماعیل بنہانی نے شواہد الحق فی الاستغاثۃ بسید الخلق صلی اللہ علیہ
وسلم میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے اور آنحضرت علیہ السلام سے ابو بکر
صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال کے بعد یا محمد اذ کرنا عند ربک عرض کرنا حضرت
عمر رضی اللہ عنہ کا باجی انت وای یا رسول اللہ کہہ کر پکارنا ورج کیا ہے حضرت
صفیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی کا یا رسول اللہ کنت دجاءنا، حضرت
سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا یا ابتا اجاب دیا دعاء۔ مسیلمہ کذاب کے ساتھ جنگ
کے وقت صحابہ کرام کا و امجداء کہنا۔ حضرت بلال بن عارث کا و امجداء کہنا نیز حضرت
بلال بن عارث کا عرض کرنا یا رسول اللہ استسق لامتك واپنی امت کے لئے
بارش کی دعا کیجئے، حضرت عبداللہ بن عمر کا روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر السلام
علیک یا رسول اللہ، السلام علیک یا ابابکر السلام علیک یا ابتاء کہنا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وغیر ذالک روایات درج کی ہیں اور ائمہ مذاہب اربعہ نے حاضری بارگاہ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت جو طریقہ سلام عرض کرنے کا بیان فرمایا ہے اسے بسط و تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، وہاں اس کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اس رسالہ میں اس تفصیل کی گنجائش نہیں۔

بہر حال محمد بن منکدر کے اس قول سے ذرا بھر شبہ بھی عدم سماع مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیدا نہیں ہوتا پہ جائیکہ اس سے آنجناب کے عدم سماع پر استدلال کیا جاتے۔ یہ صرف منکرین کی محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب پاک میں ناپاک جسارت ہے۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ استدلال باطل ہو گیا تو دوسرے اموات اور اہل قبور کے حق میں بھی باطل ہو گیا۔ فان الشجرة قلبي عن الثمرة۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

منعاً لطفہ چہارم

اخراج احمد عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انی لارجوان طال بی عمران القی عیسیٰ بن مریم فان عجل بی موت فمن لقیہ منکم فلیقرءہ منی السلام۔ درمنثور۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ مجھے امید ہے کہ اگر میری عمر دراز ہو گئی تو میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم سے ملاقات کروں گا، لیکن اگر جلدی موت آگئی تو تم میں سے جو بھی ان کی ملاقات کرے، وہ انہیں میرا سلام پیش کرے۔

اگر رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء خود سنتے سمجھتے اور کلام کر سکتے، تو لوگوں کو سلام پہنچانے میں واسطہ کیوں بناتے۔ جب ان کا یہ حال ہے تو جو ان سے درجہ میں کم ہیں، ان سے بطریق اولیٰ سننے سمجھنے اور کلام کرنے کی نفی ہو جائے گی۔

جواب اول: بحث اس میں ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اور دیگر اہل قبور زائرین کے سلام کو سنتے ہیں یا نہیں؛ اور حاضرین کو پہچانتے ہیں یا نہیں؟ لہذا اس روایت سے محل نزاع میں استشہاد و استناد کا قطعاً کوئی جواز نہیں۔ اگر مایع اور منکر یہ ثابت کرتا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زوضۃ اقدس کی زیارت کریں گے، سلام دیں گے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی پتہ نہیں چلے گا، تب تو کوئی وجہ استدلال و استناد کی تھی، لیکن صرف اکیلا منکر نہیں اس کی ساری جماعت قیامت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تک یہ ثابت نہیں کر سکتے، بلکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
والذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لنن قام علی قبری
فقال یا محمد لا جیتہ۔ رواہ ابو یعلیٰ روح المعانی۔ جلد ۲۲ ص ۳۳۱ الحاوی
للفتاویٰ للامام السیوطی جلد ۲ ص ۱۶۲

ترجمہ : حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں، میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو
فرماتے ہوئے سنا قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے
کہ حضرت عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہوں گے۔ پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر یا محمد
کہیں گے تو میں ضرور انہیں جواب دوں گا۔

مستدرک حاکم اور کنز العمال کے باب نزول عیسیٰ علیہ السلام میں حضرت ابوہریرہ
سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

لیسہیطن عیسیٰ بن مریم حکما واما مقسطا ویسلکن فباحاجا او معتما
ولیاتین قبری حتی یسلم علی ولادین علیہ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور بالضرور حاکم اور امام عادل کی حیثیت سے
نازل ہوں گے اور وہ زمین میں حج یا عمرہ کے لئے راہ فوج پر چلیں گے اور ضرور بالضرور
میری مزار پر حاضری دیں گے تاکہ مجھ پر سلام کریں اور میں ضرور بالضرور ان کے سلام
کا جواب دوں گا۔

یہاں جس تاکید کے ساتھ اور جس صراحت کے ساتھ ان کا نزول اور حج و عمرہ کے
لئے تشریف لانا مزار اقدس پر حاضری دینا سلام پیش کرنا اور آنحضور کا جواب دینا مذکور
ہے۔ اس کے بعد کسی مومن کے لئے یہاں بحث کی حاجت نہیں رہتی، بلکہ آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم کا ہر مسلمان کے سلام کا جواب دینا صریح اور صحیح حدیث کے ساتھ ثابت ہے،
جیسا کہ حدیث ۷۱ کے تحت اس کا مفصل اور مدلل بیان گزر چکا ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شب معراج حضرت موسیٰ کو ان کی مزار میں صلوٰۃ ادا کرتے ہوئے حالت قیام میں مشاہدہ فرماتا۔ نیز بیت المقدس میں سب انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ سلام و کلام اور آسمانوں پر ہر ایک کے ساتھ ان کے منصب و مرتبہ کے لائق ان کے منازل پر تشریف لے جانا اور ان سے سلام و کلام مشہور احادیث و روایات کے ساتھ ثابت ہے اور حدیث پاک کی ہر کتاب میں اس کی تصریح موجود ہے۔

نیز موسیٰ علیہ السلام کی حضرت آدم علیہ السلام سے گفتگو اور دانہ کھا کر زمین پر لانے کی شکایت اور دنیا میں تکالیف و مصائب کے اندر گھرنے کا موجب غنہ کی شکایت اور حضرت آدم علیہ السلام کا فرمان افعلو منی علیٰ امر کتبہ اللہ علی قلبی بخلقنی اربعین سنة قال فج آدم موسیٰ۔ اے موسیٰ تو مجھے ایسے امر پر ملامت کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے میرے پیدا ہونے سے چالیس سال قبل میرے متعلق تحریر کر دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام چپ کر گئے۔ بخاری شریف، مسلم شریف اور مشکوٰۃ شریف میں کتاب القدر کے اندر موجود ہے۔

لہذا اس شبہ کی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں کوئی گنجائش نہیں۔ مفسرین کرام اور محدثین کرام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روحانی حیثیت سے ملاقات اور استفادہ کو اولیاء کرام کے حق میں ممکن و جائز تسلیم کیا ہے، چہ جائیکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو کہ روح اللہ کے امتیازی منصب پر فائز ہیں اور جن میں روحانی ہی روحانیت ہے۔

علامہ آلوسی نے اس سوال کا ذکر جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شریعت مصطفویہ کا علم حاصل نہیں فرمایا، تو اس شریعت کی اشاعت کیسے فرمائیں گے اور اس دین کے ساتھ حکم کیسے کریں گے، جواب دیتے ہوئے فرمایا:

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وجوز ان يكون ذالك بالاجتماع معه عليا الصلواة والسلام روحاً
ولا بدع في ذالك فقد وقعت دويته صلى الله عليه وسلم بعد وفاته
لغير واحد من الكاملين من هذه الامة والاخذ منه يقطر -
توجہ جائز ہے کہ حضرت عیسیٰ علی نبینا وعلیہ السلام آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی
اجتماع و قرب کے لحاظ سے علم حاصل کر لیں اور یہ کوئی انوکھا اور نیا امر نہیں ہے، کیونکہ
آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور آپ سے بیداری میں استفادہ آپ کے وصال
شریف کے بعد اس امت کے بے شمار کاملین کو حاصل کرنے کا موقع ملا ہے۔

نیز فرماتے ہیں: قیل انہ علیہ السلام یاخذ الاحکام من نبینا صلی اللہ
علیہ وسلم شفاھا بعد نزولہ وھو فی قبرہ الشریف واید بحديث ابی یعلی
واتذی نفسی بیدہ لینزلن عیسیٰ بن مریم ثم لئن قام علی قبری وقال
یا محمد لا جینہ ص ۳۲ جلد ۲۲

توجہ: حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہونے کے بعد سید الانبیاء
علیہ التحیۃ والثناء کے مزار اقدس سے براہ راست احکام حاصل کریں گے اور اس قول
کی تائید اس حدیث پاک سے ہوتی ہے جس کو ابو یعلیٰ نے روایت کیا ہے کہ آنحضور
صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے قسم ہے اس ذات اقدس کی جس کے قبضہ قدرت میں
میری جان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور بالضرور آسمان سے نازل ہوں گے، پھر
اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر یا محمد کہیں گے تو میں ضرور بالضرور انہیں جواب دوں گا۔
اقول: اس مضمون کی حدیث ابن عساکر نے بھی حضرت ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے
نقل کی ہے،

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیہبطن اللہ عیسیٰ بن مریم حکما
عدلا واما ما مقسطا فلیسلکن فج الروحاء حاجا او معتمرا ولیقفن

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علیٰ قبریٰ فیلسلمن علیٰ دلادون علیہ لہذا یہ حدیث بھی اس جواب کی مؤید ہے۔
اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے براہ راست روضۂ اقدس سے احکام حاصل
کرنے کی جو تقریر علامہ آلوسی نے ذکر فرمائی ہے، وہی تقریر امام سیوطی نے الحاوی
جلد ثانی ص ۱۲۳ پر بیان فرمائی ہے اور علامہ ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ ص ۱۵۱ پر
یہی تصریح فرمائی اور علامہ سبکی نے بھی یہی تحقیق بیان فرمائی ہے جن سے کہ امام سیوطی
اور علامہ ابن حجر اور علامہ آلوسی نے اس کو نقل فرمایا۔

جواب ثانی: علامہ ابن حجر نے فتاویٰ حدیثیہ میں اس سوال کا ذکر آیا اب
بیداری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ان کی خدمت میں حاضری اور ان سے
ہمکلام ہونا ممکن ہے یا نہیں، جواب دیتے ہوئے فرمایا:

نعم يمكن ذلك فقد صرح بان ذلك من کرامات الاولیاء الغزالی
والبارزی والتاج السبکی والضعیف الیافعی من الشافعیة والقرطبی وابن
ابی جمرة من المالکیة وقد حکى عن بعض الاولیاء انه حضر مجلس
فقیہ فروی ذلك الفقیہ حدیثا فقال له الولی هذا الحدیث باطل
قال ومن این لك هذا قال هذا النبی صلی اللہ علیہ وسلم واقف علی راسک
یقول انی لم اقل هذا الحدیث وكشف للفقیه فرآه۔ فتادی حدیثیہ ص ۲۵۳
ترجمہ: فرماتے ہیں ہاں یہ ممکن ہے اور امام غزالی، بارزی، علامہ تاج سبکی،
ضعیف الیافعی اور قرطبی وابن ابی جمرة مالکی نے اس کے کرامات اولیاء میں سے
ہونے کی تصریح کی ہے اور بعض اولیاء کرام سے منقول ہے کہ وہ ایک فقیہ کی مجلس
میں حاضر ہوئے اس فقیہ نے ایک روایت بیان کی، تو ولی نے اس کو کہا یہ حدیث باطل
ہے۔ فقیہ نے کہا تیرے پاس اس قول پر کیا دلیل اور سند ہے تو اس ولی نے کہا کہ یہ نبی
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تیرے سر پر تشریف فرما ہیں اور فرماتے ہیں کہ میں نے یہ بات

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نہیں کی اور فقیہ کی آنکھوں پر سے حجاب اٹھ گیا اور اس نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا۔

اسی سوال کے جواب میں ص ۲۵۵ پر فرمایا انکو ذالک جماعة وجوزہ آخرہ
وهو الحق فقد اخبر بذلك من لا يقيم من الصالحين بل استدل بحديث البخاري
من راى في المنام فسيروا في البيضة اي بعين داسه وقيل بعين قلبه۔
ترجمہ: بیداری میں بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا ایک جماعت نے
انکار کیا ہے، مگر دوسرے تمام علماء و اکابر نے اس کو جائز رکھا ہے اور یہی حق ہے، کیونکہ
صالحین میں سے اتنے لوگوں نے اس کی شہادت دی ہے جو کذب اور غلط بیانی کے
ساتھ مشہم نہیں ہو سکتے، بلکہ بخاری شریف کی حدیث سے کہ جس نے مجھے خواب میں دیکھا
وہ عنقریب مجھے بیداری میں دیکھے گا، اس پر استدلال کیا گیا ہے، کیونکہ فسیروا فی
فی البيضة کا مطلب یہی ہے کہ وہ شخص سر کی آنکھوں سے یا دل کی آنکھ سے دیکھ لے گا۔
شیخ عبدالحق قدس سرہ نے اس حدیث پاک کے تحت فرمایا،

وتوانذكم اين بشارت باشد بعين مستعداں ومقربان در گاہ وسالکان راہ راہ
کہ گاہ و بیگاہ باین نعمت مشرف شدہ اند حال بجائے رسد کہ در لقطہ نیر بایں سعادت
مشرف شوند۔ مدارج۔ جلد اول ص ۱۲۹

اشعة اللمعات میں فرمایا، و بعين ميگویند کہ این بشارت است برائیان جمال
اور در خواب کہ آخر بعد از ارتفاع کدورات نفسانیہ و قطع علالت جسمانیہ بمرتبہ رسد
کہ بے حجاب کشف و عیاناً در بیداری بایں سعادت فائز باشند چنانکہ اہل خصوص اولیاء
اللہ راسے باشد۔ جلد سوم ص ۶۸۵

شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری
میں دیکھنا اور حضور کا آپ کو فرمانا کہ تم وعظ کیوں نہیں کرتے اور آپ کا عرض کرنا کہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

میں مجھی ہوں، فصحا و بلغا، عرب کو خطاب کیسے کروں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے لعابِ دہن کو ان کے منہ میں سات مرتبہ ڈالنا فتاویٰ میں ص ۲۵۲ پر منقول ہے اور شیخ عبدالحق قدس سرہ نے اخبار الاخیار میں اس کو نقل فرمایا۔ عارفِ کامل شیخ ابوالعباس مرسی کا فرمانِ صافحت بکفی هذه رسول الله صلى الله عليه وسلم میں نے اپنے اس ہاتھ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مصافحہ کیا ہے بھی اسی فتاویٰ میں منقول ہے اور آخر میں فرماتے ہیں،

الحکایات فی ذالک عن اولیاء اللہ تعالیٰ کثیرۃ جدّاً ولا ینکر ذالک

الامعان داود محروم - ص ۲۵۶

اس بارے میں اولیاءِ کرام سے بہت زیادہ حکایات ثابت ہیں اور اس امر کا منکر یا تو محقق عناد کی وجہ سے انکار کرتا ہے اور یا محرومی کی وجہ سے۔

شیخ عبدالحق نے صاحبِ مواہب سے اور انہوں نے شیخ بدرالدین اہرل سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: وقوع رویت شریف در لفظ مراد و امواتر شدہ بدال اخبار و حاصل بآل علم قوی است کہ منتفی است ازال شک و شبہ۔ مدارج جلد اول ص ۱۵۱ علامہ ابن حجر نے ابن عربی کا کلام ذکر کرتے ہوئے فرمایا،

ثم رأيت ابن العربي صرح بما ذكرناه من انه لا يمتنع رؤية ذات النبي صلى الله عليه وسلم بروحه وجسده لانه وما نرا لانبیاء احياء ردت اليهم ارواحهم بعد ما قبضوا واذن لهم في الخروج من قبورهم والتصرف في الملكوت العلوی والسفلی ولا مانع ان يراه كثيرون في وقت واحد لانه كالشمس واذا كان القطب يملأ الكون كما قاله التاج بن عطاء الله فيما بالك بالنبي صلى الله عليه وسلم۔

توجہ: پھر میں نے ابن عربی کو دیکھا کہ انہوں نے اس امر کی تصریح فرمائی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جس کو ہم نے ذکر کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار بمع روح و جسم اصلی ممتنع نہیں ہے، کیونکہ آپ اور تمام انبیاء علیہم السلام زندہ ہیں، ان کے ارواح کو قبض کرنے کے بعد ان کی طرف لوٹا دیا گیا ہے اور انہیں اپنی قبروں سے نکل کر ملکوت علوی و سفلی سلطنت آسمان و زمین میں تصرف کا اذن دیا گیا ہے اور اس امر میں بھی کوئی استحالہ نہیں کہ بہت سے لوگ بیک وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں، کیونکہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم سورج کی مانند ہیں، بلکہ جب بقول تاج بن عطار اللہ قطب زمان تمام عالم کو اپنے وجود سے بھر لیتا ہے اور کوئی گوشہ عالم اس کے وجود سے محروم نہیں رہتا تو پھر بنی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب مرتبہ تو بہت بلند ہے۔ سارا عالم ان کے وجود مسعود اور انوار سے کس طرح مشرف نہ ہوگا۔

علامہ آلوسی نے امام سیوطی سے بھی یہی مضمون یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا جسمانی حیات کے ساتھ زندہ ہونا اور ملک و ملکوت میں تصرف کا مالک ہونا روح المعانی جلد ۲۲ ص ۳۳ پر نقل فرمایا اور آنحضرت علیہ السلام کا کائنات عالم حتیٰ کہ عرش و کرسی اور ملک و ملکوت میں جلوہ فرما ہونا شیخ صفی الدین بن ابی منصور۔ شیخ عبدالغفار اور شیخ ابوالعباس سے ص ۳۵ پر نقل فرمایا۔ الغرض وفات کے بعد اموات کا احیاء سے کلام کرنا، ان کے سلام کا جواب دینا، ان سے ملاقات ناممکن ہی نہیں، بلکہ بالفعل متحقق ہے اور اولیاء اللہ کے لئے بطور کرامت اور انبیاء کرام علیہم السلام کے لئے بطور معجزہ یہ امر ثابت ہے اور اس کا منکر بقول علامہ ابن حجر عسقلانی و بغض کا شکار ہے اور یا ہر خیر سے محروم ہے؛ لہذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ملاقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اور ان کا سلام و کلام کرنا اور سلام و کلام کو سمجھنا قطعاً بعید نہیں، بلکہ دلائل حیوۃ انبیاء اور شواہد سماع

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سے قطعی طور پر ثابت ہے، خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم و ادراک نفوس قرآنیہ سے اور احادیث نبویہ سے قطعی طور پر ثابت ہے جو کہ امت کے تمام احوال و کیفیات اور افعال و نیات کو محیط ہے۔ لہذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر یہ انتہام ازلی بد بخت ہی کا کام ہے اور مومن مخلص سے قطعاً بعید ہے اور علی الخصوص اس عالم سے جس کے سامنے معراج شریف کی تمام احادیث ہوں جن میں آنحضرت علیہ السلام کی تمام پیغمبروں سے ملاقات بیت المقدس میں اور آسمانوں میں صراحۃً مذکور ہے۔

عجیبہ، جب ان منکرین نے اپنی عظمت ثابت کرنی ہوتی ہے اور اپنے مولوی صاحبان کی دکان چمکانی ہوتی ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دیوبند میں آمد اور علماء دیوبند سے اُردو سیکھنے کا چرچا کیا جاتا ہے۔ براہین قاطعہ ص ۱۲ اور کبھی حاجی امداد اللہ صاحب کے مریدوں یعنی مولوی رشید احمد صاحب اور مولانا محمد قاسم نانوتوی کا باورچی بنا دیا جاتا ہے۔ تذکرہ رشیدیہ جلد اول کبھی سید احمد بریلوی کو کھجوریں کھلانے اور کامل بنانے کے لئے دہل پہنچا دیتے ہیں۔ مراۃ المستقیم ص ۱۸ مگر انکار پر آتے ہیں، تو پیغمبروں سے بھی بے علم و بے خبر ثابت کر دکھاتے ہیں۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

امام حجتہ الاسلام غزالی قدس سرہ فرماتے ہیں عوام جو کچھ خواب میں دیکھتے ہیں، خواص اس کو بیداری میں دیکھتے ہیں:

آنچہ عامہ در خواب بینند خواص آل را در بیداری مشاہدہ نمایند و حکایات مشائخ و ریں باب بسیار است۔ در کتاب الروایا بیاید و چوں خواص امت را این حالت و مرتبہ حاصل بود فکیف سید المرسلین را صلی اللہ علیہ وسلم۔ اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۱۸

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ترجمہ شیخ محقق فرماتے ہیں کہ اس باب میں حکایات بے شمار ہیں کتاب الروایہ
ان کا ذکر آئے گا اور خواص امت کو یہ مرتبہ حاصل ہو تو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو
کیونکر حاصل نہیں ہوگا۔

اقول: جو امر خواص امت کو حاصل ہے تو اس کا عیسیٰ بن مریم روح اللہ
کلمۃ اللہ کو حاصل ہونا لازمی ہے جو کہ نبوت و ولایت کے جامع ہیں اور رسول بنی اسرائیل
بھی ہیں اور خلیفہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بھی لہذا یہ شبہ لغو و باطل ہے۔

جواب ثالث: عالم ظاہر اور عالم برزخ کی ملاقات میں یک گونہ تفاوت
ہے، اس لئے آنجناب نے صحابہ کو سلام پہنچانے کے متعلق فرمادیا تو کیا حرج ہوا۔
نیز صحابہ کرام کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد اور عنقریب زمانہ میں آمد کی اطلاع
دینی تھی اور چونکہ ان کی آمد علامات قیامت میں سے ہے۔ لہذا دراصل قیامت
سے خوف دلانا منظور تھا، اس لئے یقین کو شک کے ساتھ بدل دیا، ورنہ آنجناب
صلی اللہ علیہ وسلم کو یقیناً معلوم تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت عرصہ کے بعد تشریف
لائیں گے جیسا کہ احادیث عموم علم اور اخبارات ترتیب علامات قیامت سے ظاہر ہے،
علی الخصوص جبکہ آپ نے فرمایا کہ وہ امت کیسے ہلاک ہوگی جس کا اول میں ہوں اور
جس کے وسط حضرت مہدی اور آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

فائدہ جلیلہ: منکرین کے انکار کا اصل باعث یہ ہے کہ چونکہ ہم اہل قبور
سے ہم کلام نہیں ہو سکتے اور ان کے جواب کو نہیں سن سکتے، لہذا ان میں علم ہے اور نہ
قدرت کلام و جواب، لیکن منکرین سماع کو کم از کم اتنا تو غور کر لینا چاہیے تھا کہ احوال قبر
اور کیفیات برزخ غیب سے تعلق رکھتے ہیں اور ان کا کشف ہر ایک پر نہیں ہو سکتا بلکہ
خواص اور اخص الخواص پر ان کا کشف کیا جاتا ہے۔ لہذا اگر اہل قبور کے احوال، ان کا
کلام، جواب سلام وغیرہ ہم نہ جان سکیں اور نہ سن سمجھ سکیں تو اس میں ہمارا قصور ہے نہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کہ ان کا اور ہمیں بجائے اپنا قصور تسلیم کرنے کے مقربین بارگاہ خداوندی کو بھی اپنے ساتھ ملا کر بے علم و بے خبر ثابت کرنے سے کیا فائدہ اور خود اندھا بہرہ ہونے کی ٹوبہ سے کچھ دیکھ سُن نہ سکیں، تو آنکھوں سے دیکھنے والوں اور کانوں سے سننے والوں کے علم و ادراک کی نفی کیونکر کر سکتے ہیں۔

علامہ قسطلانی مواہب میں فرماتے ہیں: لما كانت احوال القبر من الامور
الآخر وریة لا جرم لا یدرکھا من الاحیاء الا من کشف له الغطاء
من الاولیاء المقربین لان متاع الاخرة باق ومن فی الدنیا فان
والفانی لا یتمتع بالباقی للتضاد۔ مواہب جز ثامن ص ۲۱۵

یہ بنی اسرائیل کا مقام ہے جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو کہا تھا ان نو من لک
حتیٰ نزی اللہ جہرة۔ مسلمانوں کی شان تو ایمان بالغیب ہے یؤمنون بالغیب
اگر چاہو تو بنی اسرائیل کی طرح دیکھ کر مالو، مگر عین ممکن کہ دیکھنے سے قبل صاعقہ عذاب
میں مبتلا ہو جاؤ اور حالت محرومی ہی میں دنیا سے کوچ کر جاؤ فاخذتکم الصاعقة
وانتم تنظرون اور اگر چاہو تو غیب ہی پر ایمان لے آؤ اور کتاب و سنت آثار صحا
اور اقوال علمائے امت سے جو کچھ ثابت ہے، اس کو بلا حیل و حجت تسلیم کر لو اور ہدایت
عظیم اور فلاح تام سے مشرف ہو جاؤ۔ اولئک علیٰ ہدی من ربهم واولئک
هم المفلحون۔

اور اگر خواص یا اخص الخواص کی برابری کرنا چاہو اور جو تمہیں حاصل نہ ہو، وہ
مقربین کے لئے بھی تسلیم نہ کرو، تو یہ منافقین کی نشانی ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو اس
خواہش میں ہمیشہ کے لئے ناامید کر دیا ہے، فرمایا ما کان اللہ لیطلعمکم علی الغیب
ولکن اللہ یحبی من یرسلہ من یشاء۔

تنبیہ: ہماری ان گذارشات سے منکرین کے اس فریب کا پردہ بھی چاک

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال شریف کے بعد صحابہ کرام نے آپ کے غسل دینے میں، کفن دینے میں اور مدفن میں اختلاف کیا اور کسی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ پوچھا اور نہ جناب نے بتلایا لہذا سماع سلام و کلام اور جواب سلام وغیرہ کا اعتقاد باطل ہو گیا، کیونکہ جب اولیاء کرام سے تواتر کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بیداری میں شرف ملاقات حاصل کرنا اور استفادہ و استغناء منقول ہے تو محض صحابہ کرام اور اہل بیت کرام سے اس امر کا منقول نہ ہونا منکرین کی دلیل انکار کیسے بن سکتا ہے؟ علامہ آلوسی حنفی نے اس مسئلہ کو بڑی بھٹ سے بیان فرمایا ہے۔

محفظہ ہو روح المعانی جلد ۲۲ ص ۲۵

شیخ محقق نے فرمایا انعم از بعضی صالحین حکایات دریں باب آمدہ و بصحت رسیدہ و حکایات و روایات مشائخ بسیار است نزدیک بحد تواتر رسیدہ و منکر این حال تصدیق بکرامات اولیاء دارد یا ندارد اگر ندارد بحث باوے ساقط شد زیرا کہ وے منکر است چیزے را کہ اثبات کردہ اند کتاب و سنت و اگر دارد این از جملہ کرامات است باعث انکار نیست۔

علاوہ ازیں حضرات صحابہ کو آپ سے پوچھنے کی یا آنجناب کو علی الاعلان بتلانے کی ضرورت تب پیش آتی جب آپ نے پہلے ہی یارِ غار کو ان اسرار پر مطلع نہ کر دیا ہوتا جب وہی خلیفہ وقت ہیں اور ان کو سب کچھ معلوم ہے تو جھگڑا کہاں رہا اور سوال و جواب کی ضرورت کہاں پیدا ہوئی تاکہ صحابہ کے سوال نہ کرنے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انہیں علانیہ جواب نہ دینے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام و کلام سننے سمجھنے اور جواب دینے کی نفی کی جاسکے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مغالطہ پنجم

زندہ آدمی حالت نیند میں علم و ادراک اور احساس و شعور سے عاری و خالی ہوتا ہے، اسی طرح زندہ بہرہ قوت سماعت و شنوائی سے محروم ہوتا ہے علیٰ ہذا القیاس حالت غشی اور اغماء میں عقل و حواس اور اک و شعور سے محروم ہوتے ہیں۔ جب ننگ ہوتے ہوئے یہ حال ہے تو روح کے بدن سے جدا ہو جانے کے بعد علم و ادراک اور احساس و شعور کا تصور کیسے کیا جاسکتا ہے۔ دیکھئے قرآن کریم نے اصحاب کہف کے حالت نیند میں نیند کی مدت سے بے خبر ہونے کو مراحت و وضاحت کے ساتھ بیان فرمادیا ہے۔ جب اولیاء اللہ اور محبوبانِ خدا کی یہ حالت ہے کہ نیند جیسا خفیف مانع انہیں اپنے اوپر وارد حالت و کیفیت سے باخبر نہیں ہونے دیتا، تو دوسروں میں بطریق اولیٰ علم و ادراک اور سماع سلام و کلام کی نفی ثابت ہو جاتے گی۔

نیز امام الانبیاء سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ التعریس میں سوئے رہے اور سورج طلوع ہونے کا علم نہ ہو سکا اور نماز رہ گئی۔ جب ان کو نیند سوچ جیسی واضح شئی کے علم و ادراک سے مانع ہو سکتی ہے، تو دوسری اشیاء سے بطریق اولیٰ نیز دوسرے انبیاء کرام میں بھی نفی اولویت کے طریقہ پر ثابت ہو جاتے گی۔ جب انبیاء کرام کا یہ حال ہے تو اولیاء اور عوام مومنین کا خود اندازہ کر لیجئے۔

منکر سماع نے اپنی طرف سے ان قطعی حتمی دلائل کو ذکر کر کے ائمہ دین اور علماء ملت اور اکابر امت بلکہ جمہور صحابہ و تابعین پر یوں غصہ نکالا کہ اہل علم کی مت ماری گئی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہے، جب کوئی گمراہی کا راستہ اختیار کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کی عقل سلیم پہلے سلب کر لیتا ہے، شفاء الصدور مترجم ص ۱

الجواب بتوفیق اللہ العہاب

ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ عقیدۂ سماع اموات جمہور صحابہ کرام تابعین تبع تابعین کا مذہب و مسلک ہے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اسی کی طرف رجوع فرمایا؛ لہذا اجماع صحابہ اس پر منعقد ہو گیا۔ نیز احناف اہل سنت اور مالکیہ شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بھی یہی مذہب حق اور مختار ہے اور اس میں دراصل صرف خوارج روافض اور معتزلہ کا خلاف منقول ہے۔

یہ گزارش سماعت فرمانے کے بعد اندازہ کیجئے اس کم بخت بلکہ ازلی بد بخت منکر سماع نے کس کس مقدس ہستی کو گالی نہیں دی اور کون سا صحابی و تابعی اور امام و شیخ اور علامہ وقت اس جاہل کی بد زبانی سے محفوظ رہا اور بقول اس کے امت میں سے کون ہے جو ہدایت پر ہوا بلکہ جب سماع اموات احادیث سے ثابت ہے تو گویا یہ اعتراض رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا اور قرآن کریم سے بھی ہم نے سماع اہل قبور ثابت کیا ہے تو گویا قرآن ہی کتاب ہدایت نہ رہی۔ جب کتاب و سنت اور اجماع امت سے ثابت عقیدہ کا انکار کر دیا جائے تو ایمان و اسلام کہاں رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس امت کی ثناء کرے کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعرفت وتنہون عن المنکر۔ تم بہترین امت ہو جو کہ نیکی اور بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائیوں سے منع کرتے ہو۔ وکذا الذک جعلناکم امة وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویكون الرسول علیکم شہیدا۔ ہم نے تم کو اعتدال پسند اور عادل امت بنایا تاکہ تم قیامت کے دن پہلی امتوں پر شہادت دے کر انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم پر صفائی اور عدالت کے گواہ ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اس امت کے متفق علیہ راستہ کو ہدایت اور اس کے خلاف کو گمراہی و بیدینی فرماتے
و یتبع غیر سبیل المؤمنین نولس علیہم جہنم و ساءت مصیرا۔
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں، میری امت ہرگز گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی۔
لا تجتمع امتی علی الضلالة۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم حکم دیں کہ سوادِ اعظم اور
جمہور کی اتباع کرو، ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے اور جہنم کا ایندھن اتبعوا السواد الاعظم
فانہ من شد شد فی النار۔ انبیاء سابقین اس امت میں سے ہونے کی تائید کریں
اور یہ بد بخت شقی القلب ربقہ اسلام اور قید ایمان سے آزاد ہو کر ان کو گمراہ اور عقل
سلیم سے عاری و خالی بتلائے۔ نعوذ باللہ من هولاء الاشرار اللہم انما نجعلک
فی نحورہم و نعوذ بک من مشورہم۔

ایسے جاہل کے مقابل دلائل قائم کرنے کی ضرورت کیا۔ بندہ نے زمانہ طالب علمی
میں اس کو علم قیامت کی بحث میں لا جواب کر دیا تھا، جبکہ یہ بزمِ خلیش اکابرِ علمائے ملت
خارجیہ میں شمار ہوتا تھا۔ نیز اس نے خود اپنی جہالت و حماقت کا برملا اعتراف کر لیا
کیونکہ کہا اہل علم کی منت ماری گئی اگر یہ بھی اہل علم میں داخل ہے تو اس کی بھی منت
ماري گئی اور عقل سلیم سلب ہو گئی اور گمراہی کے راستہ پر چل نکلا اور اگر اہل علم میں نہیں اور
یقیناً نہیں تو پھر اس کی جہالت کا ثبوت اس کی اپنی زبان سے روزِ روشن سے بھی
زیادہ عیاں اور اس کی حماقت و شقاوت گزشتہ دن سے بھی زیادہ مستغنی از بیان۔
بہر حال جب کتاب و سنت اور اجماع امت سے دفن کے مشعل بعد اموات
اور اہل قبور کے لئے سماع ثابت ہو گیا اور مجنون و معتمی علیہ اور غشی و نشہ والے بہرہ
اور اندھے سبھی اس میں برابر ہیں، تو یہ قیاس خلافِ نصوص قرآن و حدیث اور مخالف
اجماع ہونے کی وجہ سے مردود و باطل ہو گیا اور کفار کے انکار قیامت میں گلی سڑی
ہڈیوں کا سہارا لینے یا معتزلہ کے عذاب قبر کے انکار میں حسم کے افتراق و انتشار کا آسرا لینے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کے مترادف ہو گیا۔ بظاہر کفار کا انکار قیامت بڑی واضح دلیل پر مبنی ہے اور معتزلہ کا مسلک مضبوط مشاہدات پر مبنی ہے، مگر ان کا بطلان اسلام میں روزِ روشن سے بھی زیادہ واضح ہے، اسی طرح یہ شبہات بظاہر بے علم اور جاہل عوام کے لئے ناقابل تردید حقائق ہیں، مگر اہل اسلام اہل السلت اور اہل علم کے نزدیک وہی شبہات اور بیت عنکوت سے زیادہ ضعیف مغالطات ہیں۔

لیکن عوام کے اذہان سے ان ادہام کا دور کرنا بھی ضروری ہے؛ لہذا ہم پہلے اس مغالطہ کا اجمالی جواب عرض کرتے ہیں اور اس کے بعد تفصیل۔

اجمالی جواب :

عالم برزخ اور احوال قبر کے لحاظ سے اور دیگر امور آخرت کے لحاظ سے عالم دنیا کے ساکنین بیدار ہونے کے باوجود سوئے ہوئے ہیں اور سلامتی عقل و حواس کے باوجود مدہوش ہیں اور سمیع و بصیر ہونے کے باوجود بہرے اور اندھے ہیں اِلَّا مَنْ شَاءَ اللہ۔ دراصل بیدار۔ صاحب عقل و فہم، سلیم الخواس اور سمیع و بصیر وہ ہیں، جو تنگنائے عالم و دنیا سے عالم برزخ اور دارِ آخرت کی طرف عازم سفر ہو چکے ہیں، لہذا جو دنیا میں ہی سوئے ہوئے ہیں یا مدہوش و مست اور عقل و فہم سے عاری ہیں یا آنکھوں اور کانوں سے محروم ہیں۔ ان پر عالم برزخ اور دارِ آخرت والوں کا قیاس انتہائی لغو اور بیہودہ ہے اور قیاس کرنے والے کی جہالت و حماقت کی دلیل ہے۔ اللہ رب العزت نے فرمایا فَكشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ۔ آج کے دن ہم نے تیری آنکھوں پر سے حجابات کو اٹھا دیا ہے، تیری آنکھ اب دیکھنے میں بہت تیز ہے۔ مَبْنِعِ وَلَايَتِ مَوْلَى مُشْكِلِ كَثَ عَلَى الْمَرْغَبِ رَضِيَ اللہ عَنْہُ نے فرمایا النَّاسُ نِيَامٌ فَإِذَا مَاتُوا انْتَبَهَوْا۔ دُرُ مَنْشُورُہ للامام السيوطی علی حاشیہ فتاویٰ حدیثیہ ص ۲۳ لوگ سوئے ہوئے ہیں، جب فوت ہوں گے، تب بیدار ہوں گے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

لہذا جب بیدار دار باب نظر و فکر اور اصحاب سمع و لبس پر اہل برزخ کا قیاس باطل ہے تو نیند میں مبتلا اور سمع و لبس یا عقل و فکر سے محروم افراد پر قیاس کیونکر درست ہو سکتا ہے۔ یہ قیاس تو ایسے ہے جس طرح کہا جائے کہ بچہ ماں کے پیٹ میں علم و ادراک اور سماع و فہم سے عاری ہوتا ہے لہذا دار دنیا کی طرف نکلنے اور عاقل و بالغ ہونے کے باوجود اور مختلف تجربات و مشاہدات کے باوجود بھی وہ اسی طرح رہتا ہے جیسے کہ والدہ کے پیٹ میں تھا۔

تفصیلی جواب : اس کی تقریر سے قبل چند مقدمات کا ذکر ضروری ہے،

۱، مقدمہ اولیٰ : نفس انسانی کے چار وطن ہیں جن کے آثار و احکام جدا جدا ہیں اور پہلے کو پچھلے سے کوئی مناسبت نہیں ہے،

امام سیوطی نے بشری الکلیب ص ۱۹۱ پر امام ابن القاسم سے نقل فرمایا:

لِلنَّفْسِ اَرْبَعَةٌ دَوْرٌ كُلُّ دَاوْرٍ اَعْظَمُ مِنَ الَّذِي قَبْلُهَا۔ الْاَوَّلُ بَطْنُ الْاُمِّ وَذَلِكَ مَحَلُّ الضِّيقِ وَالْحَصْرِ وَالْغَمِّ وَالظُّلُمَاتِ الْثَلَاثِ وَالثَّانِيَةُ هِيَ الدَّارُ الَّتِي اَنْشَأَتْهَا وَالْفَتْحُ وَاکْتَسَبَتْ فِيهَا الشُّرَّ وَالْخَيْرَ وَالثَّلَاثَةُ وَهِيَ الدَّارُ الْبَرِزَخِيَّةُ وَهِيَ اَوْسَعُ مِنْ هَذِهِ الدَّارِ وَاعْظَمُ وَنِسْبَةُ هَذِهِ الدَّارِ اِلَيْهَا كَنِسْبَةِ بَطْنِ الْاُمِّ اِلَى هَذِهِ وَالرَّابِعَةُ وَهِيَ الدَّارُ الْقَرَارُ الْمَجْنَةُ وَالنَّارُ وَلَهَا فِي كُلِّ دَاوْرٍ مِنْ الدَّوْرِ حُكْمٌ وَشَانٌ غَيْرُ شَانِ الْاٰخِرَةِ۔

ترجمہ: نفس انسانی کے لئے چار گھر اور وطن ہیں، ہر گھر پہلے سے عظیم ہے پہلے ماں کا پیٹ ہے اور یہ تنگی و بندش کی جگہ اور غم و آلام اور پے درپے تاریکیوں کا مقام۔ دوسرا وہ گھر ہے جس میں نفس نے جنم لیا اور جس سے الفت و محبت قائم کی اور جس میں غیر و شر کو اپنایا۔ تیسرا دار برزخ ہے اور یہ دنیا سے بہت زیادہ وسیع ہے اور دنیا اس کے مقابلہ میں یوں ہے جیسا کہ ماں کا پیٹ دنیا کے مقابلہ میں۔ چوتھا وطن

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دار قرار ہے، یعنی جنت یا دوزخ اور نفس کے لئے ہر وطن کے لئے الگ حکم اور پیمانہ۔
اخرج المحکم الترمذی فی نوادر الاصول عن انس قال قال رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما شہت خروج ابن آدم من الدنیا الا کمثل
خروج الصبی من بطن امه من ذالک الغم والظلمة الی روح الدنیا
بشوی الکلب ص ۱۹

ترجمہ: حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے
روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا علیہ التحیۃ والثناء نے فرمایا، میں انسان کے دنیا سے
دار برزخ کی طرف منتقل ہونے کو یوں سمجھتا ہوں جیسے کہ بچے کا ماں کے پیٹ سے ظلمت
و تاریکی سے چھٹکارا حاصل کر کے دنیا کی نعمتوں اور راحتوں کی طرف منتقل ہونا۔
(۲) مقدمہ ثانیہ: روح باعتبار ذات کے مجرد ہے نہ کہ مادی اور عالم
آب و گل سے اور بدن کے ساتھ اس کا تعلق محض تدبیر و تصرف والا ہے گویا انسان
میں دو چیزیں ہیں۔ روح جو عالم بالا سے تعلق رکھتا ہے اور عالم امر سے ہے قل
الروح من امر ربی اور بدن جو کہ عالم سفلی سے ہے اور اربعہ عناصر سے متولف و
مرکب ہے اور روح کے لئے بمنزلہ آلہ کار کے ہے۔ امام رازی قدس سرہ فرماتے ہیں:
قد بینا ان جوہر الروح لیس من جنس الاجسام الکائنة الفاسدة
المتعرضة للتمزق والتفرق بل هو من جنس الملائكة الخ
یعنی ہم بیان کر چکے ہیں کہ روح ان اجسام میں سے نہیں ہے جو کہ بیولی و صورت
سے مرکب ہوں اور تباہی و بربادی کے درپے ہوں، بلکہ وہ جنس ملائکہ سے ہے۔
امام غزالی فرماتے ہیں: بل البدن الجسمانی فی السقطة ایضا لیس الا
آلة النفس۔ مرقاة۔ جلد ۹ ص ۲۵ باب الرویا۔
بلکہ بدن جسمانی حالت بیداری میں بھی نفس و روح کے لئے محض آلہ کار ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نیز صفات کمال سے حقیقتاً روح متصف ہوتا ہے اور بدن بالعرض وبالواسطہ
منکرین سماع کی تسلی کے لئے انہیں کے پیشوا مولانا محمد قاسم نالوتوی کی عبارت درج
کرتا ہوں :

روح کی حیات اور صفات حیات یعنی وہ صفات جو کہ حیات پر موقوف ہیں۔ مثل
سمع و بصر اصلی و ذاتی ہیں (تا، اور جسم کی صفات مذکورہ عرضی ہیں، یعنی عظام روح ہیں۔
جمال قاسمی ص ۱۸

(۳) مقدمہ ثالثہ: روح کا بدن کے ساتھ پانچ طرح کا تعلق ہے اور
ہر ایک کا حکم جدا جدا ہے۔ پہلا ماں کے پیٹ میں، دوسرا دنیا میں ظہور کے بعد تیسرا
حالتِ بیند میں جو ایک لحاظ سے تعلق ہے اور دوسرے اعتبار سے مفارقت اور جدائی
جو متعلق عالم برزخ میں جہاں کہ روح بدن سے مفارقت کے باوجود بالکل بے تعلق
نہیں ہوتا، بلکہ علوی تعلق کی بجائے مقابلہ و غیرہ کی صورت میں تعلق موجود رہتا ہے، بالکل
بے توجہی و بے التفاتی نہیں ہوتی۔ پانچواں تعلق، حشر کے دن ہوگا جو کہ سب تعلقات
سے کامل تر ہے اور پہلے تعلقات کو اس تعلق سے کوئی نسبت نہیں ہے، کیونکہ یہ ایسا
تعلق ہے جس کے ہوتے ہوئے بدن نہ موت کو قبول کرتا ہے نہ بیند کو اور نہ ہی
فساد و خرابی کو۔

یہ تقریر علامہ ابن القیم کی زبانی نقل ہو چکی اور یہی تقریر ملا علی قاری نے شرح
فقہ اکبر میں ذکر فرمائی۔ ملاحظہ ہو ص ۱۵۴ اور خلاصہ فرق بیان کرتے ہوئے فرمایا،

والحاصل ان احکام الدنيا على الابدان والادواح تبع لها واحكام
الخير ذخ على الادواح والابدان تبع لها واحكام الحشر والنشر على الادواح
ولا اجساد جميعا۔

دنیوی احکام ابدان پر ہیں اور ارواح ان احکام میں ابدان کے تابع ہیں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

برزخی احکام ارواح پر ہیں اور ابدان ان احکام میں ارواح کے تابع ہیں اور تشرو
نشر والے احکام درحقیقت دونوں پر ہیں۔

نیز روح کے بدن کے ساتھ دوسرے تعلق کے لحاظ سے چار مرتبے ہیں عقل
ہیولانی، عقل بالملکۃ، عقل بالفعل، عقل مستفاد۔ عقل ہیولانی، عالم لغولیت کا وہ درجہ
ہے جس میں علم و ادراک کی صرف صلاحیت و استعداد موجود ہوتی ہے۔

عقل بالملکۃ، اس مرتبہ میں ضروری اور بدیہی امور کا علم و ادراک ہوتا ہے۔ عقل بالفعل
اس مرتبہ میں معلومات سے مجہولات کے حاصل کرنے کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔
عقل مستفاد، اس مرتبہ میں تمام معلومات کی صورتیں بیک وقت عقل و روح کے سامنے
حاضر رہتی ہیں۔ یہ مرتبہ نفس انسانی اور روح مجرد کے مراتب کی انتہا ہے اور مدارج
نفس کی معراج۔

مگر اس میں اختلاف ہے کہ تمام معلومات کے اعتبار سے دار دنیا میں
کسی کو یہ مرتبہ حاصل ہو سکتا ہے یا نہیں۔ فاضل مبینی نے فرمایا،

منہم من جوزھا فی ہذا النشأۃ لنفوس کاملۃ لا یشتغلھا شان
عن شان فانہم مع کوفہم فی جلایب الابدان قد انحن طوائف سلك
المجردات التي تشاهد معقولاتھا دائماً۔ ص ۲۳۹

بعض فلاسفہ نے اس دنیا میں اس مرتبہ کا حصول ان کامل نفوس کے
لئے جائز رکھا ہے، جن کو ایک حال دوسرے سے غافل نہیں کرتا، کیونکہ یہ نفوس
اپنے اپنے ابدان کے پردوں میں محجوب و مستور ہونے کے باوجود ان مجردات کے
کے زمرہ میں داخل ہیں جو اپنے معلومات کا ہمیشہ مطالعہ کرتے رہتے ہیں۔

علامہ عبدالعزیز پیر ہاروی نبراس میں فرماتے ہیں :

والصیح انہ لا یبعد فی الانبیاء وکمل اتباعہم۔ ص ۹۲

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

صحیح یہ ہے کہ اس مرتبہ کا تحقق انبیاء کرام اور ان کے کامل متبعین میں بعید نہیں، بلکہ جائز و صحیح ہے۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمۃ نے آیت کریمہ او من کان میتا فاحییناہ وجعلناہ لہ نورا یشی بہ فی الناس کے تحت ان چاروں مرتبوں کو بیان فرمایا اور آفری مرتبہ کے تحقق کی تصریح فرمائی، بلکہ بقول ان کے کلام مجید نے اس کے تحقق کو واضح فرمادیا۔ عبارت ملاحظہ ہوا

اذا عرفت هذا فنقول المرتبة الاولى وهي حصول الاستعداد فقط هي المسماة بالموت والمرتبة الثانية وهي ان تحصل العلوم البدئية الكلية فهي المشار اليه بقوله احييناه والمرتبة الثالثة وهي تركيب البدييات حتى يتوصل بها الى تعرف المجهولات النظرية فهي المراد من قوله وجعلنا له نورا والمرتبة الرابعة وهي قوله يمشي به في الناس اشارة الى كونه مستحضرا لتلك الجلايا القدسية فاطر السعادات وعند هذا تتم درجات سعادات النفس الانسانية۔

تفسیر کبیر جلد رابع ص ۱۳۹ و ۱۴۰

غلامہ مقصود یہ ہے کہ پہلے مرتبہ کو اللہ تعالیٰ نے موت سے تعبیر فرمایا۔ دوسرے کو حیات اور تیسرے کو نور سے اور چوتھے مرتبہ کی طرف جس میں روح کی اپنے معلومات انکشافات پر ہر وقت نظر ہوتی ہے، یمشی بہ فی الناس میں اشارہ فرمایا ہے اور اس مرتبہ پر نفس انسانی کی سعادت و نیک بختی کے درجات کی انتہا ہوتی ہے اور اس کے سب درجات و مراتب مکمل ہو جاتے ہیں۔

(۴) مقدمہ رابعہ روح پر نیند، غفلت، مستی و مدہوشی و جہالت و لاعلمی، ضعف و ناتوانی وغیرہ بدن کے ساتھ تدبیر و تصرف اور تکمیل و تربیت والے تعلق کی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وہ سے طاری ہوتی ہے، ورنہ اصل جوہر کے لحاظ سے وہ جنس ملائکہ میں سے ہے، وہ نیند و غفلت سے محفوظ ہیں یسبحون اللیل والنهار لا یفترون شب وروز اپنے رب کی تسبیح کرتے نہیں تھکتے، لہذا یہ بھی اصل فطرت کے لحاظ سے ان عیوب و عوارض سے محفوظ ہے، مگر بدن کی خدمت و تربیت میں مہمک اور مستغرق ہو کر یہ مدارج کمال اور درجات عالیہ سے محروم ہو جاتا ہے اور اپنی ملکوئی قدرت و توانائی اور نورانیت و لطافت ضائع کر بیٹھتا ہے، لیکن اگر عبادات و ریاضات میں مشغول رہ کر عالم آب و گل کے اثرات اور میل و زنگ سے اپنے آپ کو پاک کر لے تو ملکوئی صفات اور علوم و معارف اور وہی طاقتیں اس میں جلوہ گر ہو جاتی ہیں اور ان عیوب و عوارضات بشریہ و بدنیہ سے بڑی حد تک منزہ ہو جاتا ہے۔

قال المرازی قدس سرہ قد بینا ان جوہر الروح لیس من جنس الاجسام الکائنة الفاسدة المتعرضة للمتزق والمتفرق بل هو من جنس جواهر الملائكة وسكان عالم السموات ونوع المتقدين المتطهرين الا انه لما تعلق بها البدن واستغرق في تدبيرة صار في ذالك الاستغراق الى حيث نسی الوطن الاول والمسکن المتقدم وصار بالکیة متشبها بهذا الجسم الفاسد وضعفت قوته وذهبت مکنته ولم یقدر علی شیئ من الافعال اما اذا استانس بمعرفة الله ومحبة وقل الغماسها في تدبیر هذا البدن واشرقت علیها انوار الارواح السماویة العرشية المقدسة وفاضت علیها من تلك الانوار قویت علی التصرف في اجسام هذا العالم مثل القوة الاذواح الفلکیة علی هذه الاعمال وذاک هو الکرامات۔

ترجمہ: ہم بیان کر چکے ہیں کہ جوہر روح اجسام دنیویہ فاسدہ کی جنس سے نہیں جو کہ ریزہ ریزہ ہونے والے ہیں اور افتراق و انتشار کے ذریعے ہیں بلکہ وہ جوہر ملائکہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کی جنس سے ہے اور عالم سموات کے ساکنین اور مقدس و مطہر نفوس کی جنس سے ہے، مگر جبکہ اس کا تعلق اس بدن خاکی سے ہو گیا اور ان کی تدبیر و تربیت میں مستغرق ہو گیا، تو اس استغراق میں اس حد تک پہنچ گیا کہ اپنے وطن اصلی اور مسکن قدیم کو بھول گیا اور بالکل اس جسم فاسد کے مشابہ ہو گیا، اس کی قوت ختم ہو گئی اور اس کی قدرت خست ہو گئی اور کسی بھی فعل پر اسے قدرت نہ رہی۔

لیکن جب روح معرفت الہی اور محبت خداوندی سے مانوس ہو جائے اور اس بدن کی تدبیر و تکمیل میں اس کا استغراق کم ہو جائے اور اس پر ارواح سماویہ عرشہ مقدس کا پر توڑاوار پڑنے لگے، تو اس کو اس عالم کے اجسام میں اسی طرح تصرف کی قدرت حاصل ہو جاتی ہے جس طرح کہ ارواح فلکیہ کو ان اعمال پر اور یہی کرامات ہیں۔

نیز فرمایا: وفيه دقيقة اخرى وهي ان مذهبنا ان الارواح البشرية مختلفة بالماهية ففيها القوية والضعيفة وفيها النورانية والمكدرة (الى)، فاذا اتفق في نفس من النفوس كونها قوية القوة القدسية مشرقة الجوهر علوية الطبيعة ثم انضاف اليها انواع الرياضات والعبادات التي تزيل عن وجهها غيرة عالم الكون والفساد اشرفت وتلايلات وقويت على التصرف في هيولى عالم الكون والفساد باعانة نور مصرفة الحضرة الصمدية وتقوية اضواء حضرة الجلال والعزة ولنقبض ههنا عنان البيان فان وراءها اسرار دقيقة واحوالا عميقة من لم يصل اليها لم يصدق بها۔ تفسير كبير جلد پنجم۔ ص ۲۶۷ و ۲۶۸

ترجمہ: اور یہاں ایک دوسرا نکتہ بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمارے مذہب میں ارواح بشریہ ماہیت کے لحاظ سے مختلف ہیں، ان میں انتہائی قوی بھی ہیں اور ضعیف و ناتواں بھی اور ان میں نورانی بھی ہیں اور ظلمانی بھی دتا، جب کسی نفس میں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الغائبات قدسية بھی موجود ہو، اس کا جوہر نورانی ہو اور طبیعت علوی اور عالم بالا سے تعلق رکھنے والی ہو اور اس کے ساتھ ہی مختلف عبادات و ریاضات بھی اس کے ساتھ مل جائیں جو کہ اس کے چہرہ جمال و کمال سے عالم کون و فساد کی گرد و غبار کو زائل کر دیں، تو روح میں چمک و دمک پیدا ہو جائے گی اور اسے عالم کون و فساد کے ہیولی حقیقت میں انوار معرفت الہیہ اور بارگاہ جلال و صمدیت کی ضیاء پایشوں کی مدد و اعانت سے تقرن کی قدرت و طاقت حاصل ہو جائے گی اور اب موزوں یہی ہے کہ ہم لگام بیان کو روک لیں، کیونکہ اس کے بعد دقیق اسرار اور مبہق احوال ہیں جو خود ان تک واصل نہ ہو اور یہ اقوال حلال بن کر اس پر وارد نہ ہوں، وہ ان کی تصدیق نہیں کر سکیں گے۔

نیز فرماتے ہیں: لا شک ان المستولی للذوال هو الروح لا البدن ولا شک ان معرفة الله للروح كالروح للبدن على ما قررنا في تفسير قوله تعالى ينزل الملائكة بالروح من امره وقال عليه السلام ابیت عند ربی يطعنی ویسقینی ولہذا المعنی نزی ان کل من کان اکثر علماً باحوال عالم الغیب کان اقوی قلباً و اقل ضعفاً ولہذا قال علی ابن ابی طالب کرم الله وجہہ الکریم۔ واللہ ما قلعت باب خیبر بقوة جسد انبیاء ولكن بقوة ربانیه و ذالک لان علیاً کرم الله وجہہ فی ذالک الوقت اقطع نظره عن عالم الاجساد و انشوقت الملائکة بالانوار عالم الکبریاء فتقوی روحہ وتشہہ بجواهر الارواح المملکة وتلا لآت فیہ انوار عالم القدس والعظمة فلا جرم حصل له من القدرة ما قدر به ما لم یقدر علیہ غیرہ و کذا ذالک العبد اذا واطب علی الطاعات بلغ المقام الذی یقول الله کنت له سمعاً و بصرًا فاذا صار نور جلال الله سمعاً و سمع القریب و البعید واذا صار ذالک النور بصرًا لہ راى القریب

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

والبعید واذا صاد ذلک النور ید اللہ قدر علی التصرف فی الصعب
والسهل والبعید والقریب - تفسیر کبیر جلد پنجم ص ۲۶۷

ترجمہ: اس میں شک نہیں کہ افعال کا متولی اور کفیل و ذمہ دار صرف روح ہے نہ کہ بدن اور اس میں بھی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت روح انسانی کے لئے ایسے ہی ہے جیسا کہ روح انسانی بدن خاکی کے لئے جیسا کہ قول باری تعالیٰ ینزل الملائکہ بالروح من امرہ کی تفسیر میں ذکر کیا ہے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ہر رات اپنے رب قدوس کی بارگاہ میں ہوتا ہوں، وہ مجھے انوار معرفت کی خوراک اور دیدار ذات کے شراب سے نوازتا ہے لہذا مجھے دنیا کی خوراک اور دنیوی مشروبات کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی، اور اسی وجہ سے ہم دیکھتے ہیں کہ جس ذات کو عالم غیب کا علم زیادہ ہو، اس کا دل بہت قوی ہوتا ہے اور اس میں ضعف نام کو بھی نہیں ہوتا اور اسی لئے سرچشمہ ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بخدا میں نے قلعہ خیبر کا دروازہ جسمانی قوت سے نہیں اکھاڑا، بلکہ قوت ربانیہ اور طاقت روحانیہ کے ساتھ اور یہ اس لئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نظر اقدس اس وقت عالم اجساد و اجسام سے منقطع ہو گئی تھی اور ملائکہ انوار عالم کبریاء کے ساتھ ان پر جلوہ گر ہوئے تو ان کا روح قوی و توانا ہو گیا اور ارواح ملکیت کے مشابہ ہو گیا اور جہان قدس و عظمت کی منبائیں ان میں منعکس ہوئیں، تو ان میں لامحالہ اتنی قدرت و ہمت پیدا ہو گئی جس کی بدولت وہ ایسے امر پر قادر ہو گئے جس پر کوئی دوسرا قادر نہ ہو سکا۔

اور ایسے ہی بندہ خدا جب طاعات الہیہ پر ہمیشگی اور دوام اختیار کرے، تو اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں اس بندہ کے کان اور آنکھ بن جاتا ہوں، تو جب اللہ تعالیٰ کا نور جلال اس بندہ کے کان بن جاتا ہے تو دور و نزدیک سے پہنچتا ہے اور جب انوار الہیہ اس کے ہاتھوں میں جلوہ گر ہوتے ہیں، تو

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وہ ہاتھ مشکل و آسان اور بعید و قریب میں تصرف و تدبیر پر قادر ہوتا ہے۔

نیز امام فخر الدین رازی قدس سرہ العزیز و کذا اللہ نوری ابراہیم ملکوت السموات والارض الایہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں :

وہمنا د قیقۃ عقلیتہ و ہما ان نور جلال اللہ لا یخ غیر منقطع ولا زائل البتۃ والارواح البشریۃ لا تصیر محرومۃ عن تلك الانوار الا لاجل الحجاب و ذالك الحجاب لیس الا الاشغال بغیر اللہ تعالیٰ فاذا کان الامر کذاک فبقدر ما یزول ذالک الحجاب یحصل ہذا التجلی (الی) فلما زال ذالک العباب لا جرم تجلی لہ ملکوت السموات بالتمام الخ
تفسیر کبیر جلد چہارم ص ۷۷

ترجمہ : اور یہاں ایک عقلی دقیقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ نور جلال خداوندی ظاہر ہے مستور نہیں اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دنیا کو منور کئے ہوئے ہے، نہ منقطع ہونے والا ہے اور نہ زوال پذیر ہے اور ارواح بشریہ ان الوار سے محروم نہیں ہوتے، مگر ایک حجاب کی وجہ سے اور وہ حجاب صرف غیر اللہ کے ساتھ مشغولیت و مصروفیت ہے۔ جب حقیقت امر یہ ہوتی تو عبادات و ریاضات اور آیات آفاق و انفس میں نظر و فکر کے ساتھ، جتنا قدر یہ حجاب و مانع دور ہوتا جائے گا یہ تجلی حاصل ہوتی جائے گی (تا)، اور جب یہ حجاب و مانع بالکل زائل ہو جائے تو لامحالہ آسمانی سلطنت انسان پر منکشف ہو جاتی ہے (جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر سلطنت ارضی و سماوی کو منکشف فرما دیا گیا،

اقول : بدن سے تعلق کی صورت میں روح کو یا بدن کے اندر مقید ہوتا ہے اور وہ شہباز عالم قدس اس پنجرہ کے اندر محبوس و محجوب ہوتا ہے، اس کے دیکھنے، سننے، سونگھنے پکڑنے اور چلنے پھرنے کے لئے مخصوص ذرائع و وسائل ہوتے ہیں جن کے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

بغیر اس کا دیکھنا، سننا، سونگھنا اور پکڑنا یا چلتا پھرتا متصور نہیں ہو سکتا، مگر جب عبادت و ریاضات کی بدولت اور منصب محبوبیت پر فائز ہونے اور انوار ربانیہ کے ساتھ منور ہونے کی وجہ سے تعلق کے باوجود مجرد ہوتا ہے اور محسوس و محبوب ہونے کے باوجود آزاد ہوتا ہے تو پھر بدن والے آلات و اسباب کا محتاج نہیں رہتا اور بیک وقت ہر چیز اس کے پیش نظر ہوتی ہے، خواہ کسی جہت میں ہو اور اس کے ہاتھ ہر گوشہ عالم میں متصرف ہوتے ہیں۔ اور زمانہ ماضی و مستقبل بمع اپنے زمانیات کے اس بندہ حق کے سامنے بمنزلہ حال کے ہوتا ہے، جیسا کہ شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ نے فرمایا ہے

نظرت الی بلاد اللہ جمعاً کخود لہ علی حکم اتصال

میں ہمیشہ کے لئے اللہ تعالیٰ کی کائنات کا ہر گوشہ اور ربیع مسکون کا ہر شہر یوں دیکھ رہا ہوں جس طرح کہ رائی کا دانہ۔ اور شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

آنکہ غافل نیست از حق یک نفس
ماضی و مستقبلش حال است و نفس

اشعة اللمعات۔

جو شخص ایک لمحہ کے لئے بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں ہوتا، ماضی و مستقبل کا زمانہ اس کے لئے حال کی مانند ہوتا ہے۔

ملا علی قاری قدس سرہ فرماتے ہیں قال لقاضی و ذالک ان النفوس الزکیة القدسیة اذا تجردت عن العلائق البدنیة عرجت و اتصلت بالمدّ الاعلی و لم یبق لها حجاب فتری الكل كالشاهد بنفسها و باخبار الملك لها و فیہ سر یطلع علیہ من تیسرۃ الخ مرقات۔ ص ۳۲۲ جلد دوم

موجہ، قاضی عیاض نے کہا پاکیزہ قدسی نفوس جب بدنی تعلقات اور اس کی آلودگیوں سے الگ ہو جائیں تو وہ بلندی پر فائز ہوتے ہیں اور ملا اعلیٰ یعنی گروہ ملائکہ کے ساتھ مل جاتے ہیں اور ان کے لئے کوئی حجاب نہیں رہتا، وہ ہر چیز کو یوں ہی دیکھتے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہیں جیسا کہ خود ہی ان کا مشاہدہ کر رہے ہوں یا ملائکہ کی اطلاع سے ان کو خبر ہوتی ہے اور اس میں ایک عظیم راز ہے جس پر وہی شخص مطلع ہو سکتا ہے جس کو توفیقِ الہی کا راہبر معیتر ہو جائے۔

نوٹ : امام رازی، قاضی عیاض اور ملا علی قاری کی تصریحات کے علاوہ متعدد اقوال اور تصریحات اس ضمن میں حجاب القبر غید مانع عن الادراک کے تحت درج ہو چکی ہیں۔ نیز ارواح کا علیتین و سجنین میں ہونا ادراک و سماع سے مانع نہیں، وہ باب بھی اس تحقیق میں بہت مفید ہے۔

(حاصل جواب) ان تہیدی مقدمات کے بعد حاصل جواب یہ ہے کہ دار دنیا کو دارِ آخرت اور دارِ برزخ کے ساتھ وہی نسبت ہے جو کہ ماں کے پیٹ کو دنیا کی وسعت و فراخی کے ساتھ اور ماں کے پیٹ میں بے خبری و لاعلمی کو دنیا کے اندر حاصل ہونے والے علوم و فنون اور تجربات و مشاہدات کے ساتھ لہذا دار دنیا میں انسان پر ظاہر ہونے والے عوارضات نیند و سکر اور جنوں و اغما وغیرہ پر عالم برزخ والوں کا قیاس کیسے درست ہو سکتا ہے، جبکہ دار دنیا میں جیتے جاگتے صاحبِ ہوش و عقل علماء کو اہل برزخ کے علوم و معارف کے ساتھ کوئی نسبت نہیں، بلکہ دنیا میں بسنے والے افراد میں سے اربابِ تعلق پر اربابِ تجرد و تفرّد کا قیاس۔ اصحابِ قوۃ قدسیہ پر ان لوگوں کا قیاس جو اس سے محروم ہیں باطل ہے جو نفوسِ قفس بدن میں گرفتار ہیں، ان پر آزاد اور مجرد کا قیاس باطل ہے، بلکہ عقل کے مرتبہ ثانیہ کا اولیٰ پر، ثالثہ کا ثانیہ پر اور رابعہ کا ثالثہ پر قیاس لغو و باطل ہے۔ جب دار دنیا ہی میں مختلف مراتب متحقق ہیں اور ان میں سے اعلیٰ کا ادنیٰ پر قیاس باطل ہے تو عالم برزخ میں اعلیٰ ترین منصب و مرتبہ والوں کا دنیا میں ادنیٰ ترین مراتب یعنی نیند، مدہوشی و بیہوشی اور بہرہ پن وغیرہ پر قیاس کا بطلان دو پہر کے اجالے سے بھی زیادہ واضح ہے اور اس کی مثال یوں ہے جیسے کوئی کہے کہ بچہ کو ماں کے پیٹ میں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

علم و ادراک اور احساس و شعور نہیں تھا۔ لہذا دنیا میں کیسے ہو سکتا ہے، جس طرح یہ اہل عقل و ہوش سے بعید تر ہے اسی طرح یہ قیاس بھی، کیونکہ موت کے بعد روح کو تجرّد حاصل ہوتا ہے اور عوارض و عوائق بدنیہ سے چھٹکارا حاصل کر چکا ہوتا ہے اور ملاّ اعلیٰ اور گروہ مقدسین و مطہرین ملائکہ معصومین کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے اور اس میں ملکوتی صفات و قوی پوری طرح ظاہر ہوتے ہیں اور اس حالت میں ان کا ہر فعل بطور خرق عادت ہوتا ہے جیسا کہ ملاّ اعلیٰ قاری اور علامہ ابن القیم کی تحقیق سے ثابت کر چکے ہیں۔ دیکھتے باب در حجاب القبر غیر مانع عن الادراک والرویت

لہذا جس طرح ارواح عوام کو ارواح خواص کے ساتھ باوجود دار دنیا میں ہونے اور بدن سے متعلق ہونے کے کوئی نسبت نہیں تو جب وہی ارواح خواص قید بدن سے آزاد ہو جائیں اور قفس بدن سے نجات حاصل کر لیں اور قید خانہ عالم آب و گل سے چھٹکارا حاصل کر لیں اور عالم سفلی کے نشیب سے اعلیٰ علیین کی بلندی پر فائز ہو جائیں تو ان کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے، بلکہ جس طرح اہل دنیا جنین پر طاری ہونے والے احوال و عوارض سے بالکلیہ غافل نہیں، ایسے ہی اہل برزخ اور اہل جنت دنیا والوں کے احوال سے بالکلیہ غافل نہیں اور جیسے کہ خواص ارحام اور بطون میں موجود اشیاء کا مشاہدہ کرتے ہیں اور جو خوراک وغیرہ ان کے پیٹ میں ہوتی ہے، اس کی خبر دیتے ہیں، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم گواہی دیتا ہے و انبثکم بما کون وما تدخون فی بیوتکم۔ میں تمہیں ان چیزوں کی خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور ان چیزوں کی جن کو تم گھروں کے اندر ذخیرہ رکھتے ہو۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی فرماتے ہیں اگر نہی بود لکام شریعت بر زبان من ہر آئینہ خبر می کردم شمارا با پنجمی خورید و می نہید در خانہ ہائے خود من میدانم آنچه ظاہر و باطن شماست و شمار در رنگ شیشہ ہاید در نظر من ص ۱۹۔ اخبار الاخبار از شیخ عبدالحق دہلوی قدس سرہ۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اگر شریعت کی لگام میری زبان پر نہ ہوتی، تو یقیناً میں تمہیں اس کی خبر دیتا جو کچھ تم کھاتے ہو، جو کچھ اپنے گھروں میں رکھتے ہو، میں جانتا ہوں، جو کچھ تمہارا ظاہر ہے اور جو کچھ تم نے پوشیدہ کر رکھا ہے اور تم میرے نزدیک شیشوں کی مانند ہو، جن کا اندر باہر سے صاف نظر آتا ہے، حضرت عبدالعزیز دباغ قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

کیف یخفی امر الخمس علیہ صلی اللہ علیہ وسلم والواحد من اهل التصوف من امته الشریفة لا یکنہ التصوف الا بمعرفة هذا الخمس۔

ابریذ شریف، جواہر البحار للنہانی جلد ثانی صفحہ ۲۷

ترجمہ: مغیبات خمس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کس طرح مخفی رہ سکتے ہیں جب کہ آنجناب کی امت کے اہل تصرف اولیاء کے لئے اتنے وقت تک تصرف ممکن نہیں، جب تک کہ وہ ان پانچ مغیبات پر مطلع نہ ہوں۔

بہر حال جس طرح اولیاء کا طین پیٹ اور رحم کے امور پر مطلع ہوتے ہیں اور اطباء و حکماء کو ان امور کا علم ہو جاتا ہے، ایسے ہی خواص و کا طین اہل برزخ تمام جہان اور اس میں پیدا ہونے والے احوال پر مطلع ہوتے ہیں اور تمام اہل برزخ اپنے زائرین پر اور ان کے سلام و کلام پر مطلع ہوتے ہیں۔

بہذا منکرین سماع کا اہل قبور اور ارباب برزخ کو بہر دوں، سوئے ہوئے آدمیوں یا مجنون انسانوں پر قیاس کر کے ان سے علم و ادراک اور احساس و شعور کی نفی کرنا قطعاً غلط ہے، بلکہ دار دنیا میں بیدار اور صاحب عقل و ہوش پر بھی ان کا قیاس درست نہیں ہے تو ان پر کیونکر درست ہوگا۔ منکرین کا یہ قول ان کی جہالت و حماقت میں منہبائے غایت تک واصل ہونے کی دلیل ہے اور شریعتِ مطہرہ سے بالکل نا بلند ہونے کی علامت ہے اور بقول ان کے جب کوئی گمراہی کا رستہ لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی عقل سلیم پہلے سلب کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ نے ان کو عقل سلیم سے محروم فرما دیا ہے۔ لئن شکوتم لازیدکم ولئن کفرتم ان عذابى لشدید۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند و علم و ادراک کے منافی نہیں

رہا یہ شبہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیلتہ التعریس میں سو جانے کی وجہ سے طلوع آفتاب کا علم نہ ہو سکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی نماز فجر قضا ہو گئی، تو یہ منکرین کے مقصد میں تو کوئی نفع نہیں دے سکتا جیسا کہ اجمال اور تفصیلی جواب سے عیاں ہے۔ البتہ اس سے منکرین کی قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی عظمتِ شان سے جہالت یا تجاہل ظاہر ہو گیا۔

جواب اول، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان عینی تنامان ولایتنا قلبی میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا اور آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے اس سوال کا جواب ہے کہ یا رسول اللہ آپ مجھ کو خواب بھٹتے ہو خراٹوں کی آواز بھی سنائی دیتی ہے، مگر جب چشمِ رحمت بیدار ہوتی ہے تو نیا وضو کئے بغیر نماز میں مشغول ہو جاتے ہو تو آپ نے فرمایا میری آنکھیں اگرچہ خواب میں مصروف ہوتی ہیں، مگر دل اقدس بیدار رہتا ہے اور اس کو بدن کے تمام عوارضات پر اطلاع ہوتی ہے اور وضو کے منافی و مناقض عوارضات اس پر مخفی نہیں رہتے۔ لہذا محض نیند کی وجہ سے عوام مومنین کی طرح میرا وضو نہیں ٹوٹتا۔ مسلم شریف جلد اول ص ۲۵۴ بخاری شریف جلد ۱۰ ص ۲۵۴ بخاری شریف میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کہ ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محوِ استراحت تھے اور ملائکہ عین اس وقت میں آپ کی عظمتِ شان کی مثال سناتا چاہتے تھے بعض نے کہا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

آپ تو سوئے ہوئے ہیں۔ ہم آپ کو اس حالت میں یہ مثال کیسے سنا سکتے ہیں تو دوسروں نے کہا ان العین نائمة والقلب يقظان الخ ان کی آنکھ مبارک اگرچہ خوابناک ہے، مگر دل اقدس بیدار ہے، یعنی وہ نیند کی حالت میں بھی تمہاری گفتگو کو سننے رہیں گے۔ لہذا اس مثال کے بیان میں پچکپاہٹ کی کوئی ضرورت نہیں۔ تفصیلی روایت مشکوٰۃ باب الاعتصام بالكتاب والسنة میں ملاحظہ کیجئے۔ اور بخاری شریف میں تمام انبیاء کرام کے متعلق یہ خصوصیت منقول ہے وکذا لك الانبياء مقام اعينهم ولا تمام قلوبهم۔ جداول ص ۵۵ جب آنجناب رسالتاً بعلیہ السلام والصلوة کی نیند بدن پر طاری عوارض سے غفلت کا موجب نہیں بن سکتی اور نہ ملائکہ کی گفتگو سننے سے مانع ہو سکتی ہے تو آپ کی نیند کو دوسروں کی نیند پر قیاس کرنا بالکل غلط ہو گیا۔ نیز جب آپ کی نیند کلام کے سننے سے مانع نہیں تو وصال شریف کو اس پر قیاس کر کے سلام و کلام کے سننے کی نفی کرنا بھی غلط ہو گیا۔ مانعین نے لیلة التعریس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طلوع آفتاب سے بے توجہی اور نماز فجر کے قضا ہونے کو اپنی دلیل بنایا ہے، حالانکہ محدثین کرام نے دونوں طرح کی روایات کو ذکر کیا ہے، تو صرف ایک قسم کا اعتبار کرنا اور جہاں نیند کے باوجود علم و ادراک ثابت ہوتا ہے، ان کا اعتبار نہ کرنا کمال بے انصافی اور نہایت خیانت ہے، اور قدر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تنقیص ہے اور آنجناب کی خصوصیت کا انکار ہے۔

جواب ثانی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذہول طلوع آفتاب سے خواب غفلت کی وجہ سے نہیں تھا، بلکہ جلوة ذات خداوندی میں فنا و استغراق کی وجہ سے اور تمام تر توجہات کے ذات خداوندی میں جذب ہو جانے کی وجہ سے۔ تصریحات محدثین ملاحظہ فرمائیے اور ایمان کو تازگی بخشیے۔

۱۔ شیخ محقق اشعة للمعات میں دل کی بیداری کے باوجود طلوع آفتاب سے

ذہول کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

و جواب دیگر آنست کہ نعم دل بیدار است ولیکن تواند کہ اورا حالتی و شہودے دست
دہد کہ در آن مستغرق گردد و از اسوائے مشہود و از جمیع صور و معانی ذاہل و فاعل گردد و چنانکہ
در بعض احیان در حالت وحی مثل این حالت روئے میداد پس باعث نسیان و غفلت
نوم قلب نباشد بلکہ طریان حالت عظیم کہ بجز خدائے رب العزت حقیقت آزاندا ند
اشعة للمعات ص ۳۷۷ ج ۱ ق ۱۔

اور ایسی ہی وجہ شیخ قدس سرہ نے نماز میں واقع ہونے والے ہونسیان
کی بیان فرمائی ہے جس کی تقریر حضرت عزیر علیہ السلام والے قفقہ کی تحقیق میں گزر چکی ہے۔
۲۔ ملا علی القاری قدس سرہ نے حضرت ابن العربی کا جواب نقل کرتے ہوئے فرمایا
قال ابن العربی ہو صلی اللہ علیہ وسلم کیفما اختلف حالہ من نوم او
یقظۃ فی حق و تحقیق مع الملائکۃ المقربین فی کل طریق و فی عمیق ان نسی
فبا کد من النسی اشتغل وان نام قب قلبہ و نفسہ علی اللہ اقل و لهذا
قال الصحابة رضی اللہ عنہم کان النبی اذا نام لا یوقظہ حتی یتیقظ بنفسہ
لما لا فدری ما ہو فیہ فنومہ عن الصلوۃ او نسیانہ لشیئ منہا لم یکن عن آفة
وانما کان بالتصرف من حالۃ الی حالۃ مثلہا لیکون لنا سنتہ۔ مرقاة جلد ثانی ص ۱۷۱
ترجمہ: حضرت ابن العربی قدس سرہ نے فرمایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت
مبارکہ جیسی بھی ہو، یعنی آپ نیند میں ہوں یا بیداری میں یقینی طور آپ اپنے الطوارق و آداب
کے لحاظ سے ملائکہ مقربین کے زمرہ میں داخل ہیں۔ اگر آپ پر نسیان طاری ہوتا ہے، تو
بھولی ہوئی شئی سے زیادہ اہم امر میں آپ مشغول ہوتے ہیں اور اگر آپ بظاہر بخواب
ہوتے ہیں، تو درحقیقت قلب اقدس اور روح مبارک کے ساتھ ذات باری تعالیٰ
کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اسی لئے حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے فرمایا جب نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم خواب استراحت میں ہوتے تو ہم آپ کو بیدار کرنے کی جرأت نہیں کرتے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

مجھے جتنی کہ آنجناب خود بخود بیدار ہوتے، کیونکہ ہمیں یہ علم نہیں ہوتا تھا کہ آنجناب بظاہر حالت نیند میں ہیں، مگر درحقیقت کسی عظیم حالت میں ہوں جس سے بیدار کرنا آنجناب کے لئے گوارا نہ ہو۔

لہذا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز سے سو جانا یا نماز میں سے کسی شئی کا بھول جانا آفتِ بدنیہ کی وجہ سے نہیں بلکہ ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف انتقال و توجہ کی وجہ سے ہے جو کہ پہلی کی مثل ہے تاکہ اس صورت میں ہمارے لئے نیا مسئلہ اور نیا حکم ظاہر ہو جائے۔

۳۔ علامہ طیبی نے فرمایا، والحديث مؤول بانه نسي ليسن يعني الحكمة في نومه وذموله بالمحضة بالباطنية عن الطاعة الظاهرية ليعرف حكم القضاء بدليل فعلى الخ مرقاة شرح مشكاة جلد ثانی ص ۱۷۸

ترجمہ: حدیث میں تاویل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ التعریس میں اس لئے بھولے تاکہ ہمارے لئے ایک نیا طریقہ متعین فرمائیں، یعنی آنسور صلی اللہ علیہ وسلم کے نیند و ذہول میں منہمک ہو کر بظاہر طاعت سے اعراض اور باطن حضرت الہیہ میں استغراق کی حکمت یہ ہے کہ حکم قضاء دلیل فعلی کے ساتھ معلوم ہو جائے۔

اقول: آنجناب کا زبانِ اقدس سے قضاء نماز کا طریقہ بیان فرمادینا اگرچہ کافی تھا، مگر عملی طور پر اس کی تعلیم زیادہ مؤثر تھی، اس لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کی توجہات قلبیہ کو اپنی ذات میں جذب کر لیا تاکہ نماز قضا ہو جائے اور پھر صحابہ کرام کو آپ خود پڑھائیں اور انہیں قضا و صلوٰۃ کا طریقہ معلوم ہو جائے اور محدثین کرام کا یہ قول محض دعویٰ نہیں، بلکہ اسی حدیث کے اندر اس دعویٰ کی دلیل موجود ہے۔ جیسا کہ

امام مالک رحمۃ اللہ تعالیٰ نے زید بن اسلم سے روایت کیا ہے ثم التفت رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی ابی بکر رضی اللہ عنہ فقال ان الشیطان آتی بلا لا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رضی اللہ عنہ، وهو قائم یصلی فاضجعه ثم لم یزل یحدثہ کما یحدثی الصبی
حتی نام ثم رد عاد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بلالاً رضی اللہ عنہ فاخبر بلال
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مثل الذی اخبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم ابابکر رضی اللہ عنہ فقال ابوبکر اشهد انک رسول اللہ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نماز قضا کرنے کے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف
مستوجبہ ہوئے اور ان کو بلال رضی اللہ عنہ، جن کو آنجناب نے نماز فجر کے لئے بیدار کرنے
کا فریضہ تفویض فرمایا تھا، مگر وہ اس حکم کی تعمیل نہ کر سکے اور سو گئے، ہکے سو جانے اور
تعمیل ارشاد نہ کر سکنے کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ بلال نماز کے اندر مصروف تھے،
جبکہ ہم سوئے ہوئے تھے، اس وقت شیطان ان کے پاس آیا اور انہیں سلا دیا اور
پھر انہیں تھکیاں دیتا رہا جیسے کہ بچے کو سلانے کے لئے تھپکی دی جاتی ہے یہاں تک کہ
وہ گہری نیند سو گئے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال کو بلایا تاکہ وہ اپنی
زبانی اپنا عذر بیان کریں تو حضرت بلال نے حضور سے وہی کچھ عرض کیا جو آپ نے پہلے
حضرت صدیق یار فار محرم اسرار کو بتلا دیا تھا۔ حضرت صدیق اکبر نے اس معجزہ کا مشاہدہ
کرنے کے بعد عرض کیا، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ یقیناً اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

جب قلب بیدار کے مالک ہمارے آقا و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ
عنہ پر بیٹنے والی حالت کا مشاہدہ فرما رہے تھے اور ابلیس کی آمد پر اس کا بلال کو لٹانا اور
تھکیاں دینا ملاحظہ فرما رہے تھے تو وقت فجر کا ملاحظہ و مشاہدہ مشکل رہا ممکن کیسے ہو سکتا تھا لہذا یہاں بے التفاتی
اور بے توجہی کی اور نماز فجر کے قضا ہونے کی صرف یہی وجہ ہے کہ تشریع احکام کے
آنجناب کی تمام تر توجہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف جذب کر لیا، بلکہ استغراق کی وجہ سے بے التفاتی
تو بیداری کی حالت میں بھی طاری ہو جاتی تھی جیسا کہ حالت وحی میں ہذا اس حالت میں
بے علمی و بے خبری اور غفلت و جہالت کا فتویٰ صادر کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جناب پاک میں کمال بصارت اور بہت بڑی جرأت ہے جو مومن مخلص کے لئے قطعاً نرینا نہیں، بلکہ مومن سے ایسے امر کا صادر ہونا ممکن ہی نہیں۔ علاوہ انہی اللہ تعالیٰ آپ کو نیند کی حالت میں بھی نماز فجر کا وقت بتلا سکتا تھا اور طلوع آفتاب سے پہلے بیدار کر سکتا تھا، کیونکہ حالت نیند میں ارواح انسانہ کو وہی قبض فرماتا ہے اور جب چاہتا ہے، انہیں اپنے اپنے ابدان کی طرف بھیجتا ہے، فرمایا ہوا صدی یتوفاکم باللیل۔ اللہ تعالیٰ ہمارا قادر ہے جو رات میں تمہیں فوت کرتا ہے۔ فرمایا اللہ یتوفی الا نفس عین موتھا والحق لم تمت فی منامھا۔ الایہ۔ اللہ تعالیٰ ہی نفوس کو ان کی موت کے وقت میں قبض کرتا ہے اور جن پر موت طاری نہیں ہوئی ہوتی، ان کو نیند کی حالت میں قبض فرماتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے اضطراب اور بے چینی کو دیکھ کر تسلی دیتے ہوئے فرمایا یا ایہا الناس ان اللہ قبض ارواحنا ولو شاء لودھا النیانی حین غیر هذا فاذا قد احدثکم عن الصلواة اولسہا ثم فزع الیہا فلیصلہا کما کان یصلیہا۔ الحدیث۔

اے صحابہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے رحوں کو اپنے قبضے میں لے لیا تھا اور اگر وہ چاہتا تو انہیں طلوع آفتاب سے پہلے ہماری طرف لوٹا دیتا۔ جب تم میں سے کوئی شخص نماز سے سو جائے یا نماز کو بھول جائے، پھر اس کی طرف توجہ ہو تو اسے چاہیئے کہ اسے ویسے ہی ادا کرے، جیسے کہ وقت کے اندر اسے ادا کیا کرتا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ان کے رُوح کو نہ لوٹایا، انہیں بیدار نہ کیا اور نماز کے وقت کی خبر نہ دی تو معلوم ہوا کہ مقصود حکم قضا کی مشروعبیت تھی، ورنہ جن کا دل بیدار بلال کے قلبی کیفیات اور ان پر طاری خیالات کا ملاحظہ فرما سکتا ہے اور وضو توڑنے والے عوارضات کو محسوس کر سکتا ہے ان پر صبح صادق کا طلوع کیونکر مخفی ہو سکتا ہے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الغرض یہ ہے مسک محدثین کرام کا اور حقیقت لیلتہ التعریس والی حدیث پاک کی، مگر کیا کریں چشم بد بین کو ہنر بھی عیب معلوم ہوتے ہیں اور کمالات بھی نقائص معلوم ہوتے ہیں اور ان کا صرف اور صرف یہ مقصد ہے کہ کسی نہ کسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لاعلمی اور بیخبری ثابت کر سکیں اور ان کی خداداد عظمت و رفعت کو گھٹا سکیں نعوذ باللہ منہ۔

جب حدیث پاک میں بیداری کے بعد وحی نازل ہونے پر کوئی قرینہ اور دلیل موجود نہیں اور لاینام قلبی دل اقدس کی بیداری اور احوال و عوارضات کی اطلاع پر شاہد غسل ہے تو اس بے سرو پا خدشہ اور غیر ناشی عن الدلیل شبہ کا کیا اعتبار بلکہ حدیث ملائکہ اور اس روایت سے ثابت ہو گیا کہ مبصرات و سموعات پر اطلاع جس طرح بیداری کی حالت میں ہوتی تھی، اسی طرح بینہ کی حالت میں بھی۔ ان دونوں حالتوں میں ادراک و علم کے لحاظ سے کوئی فرق نہیں تھا۔ فالحمد للہ۔

تو گھٹانے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے	جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ کا ہے سایہ تجھ پر	بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا
ہٹ گئے ملتے ہیں مٹ جائیں گے اعدائے	نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

تنبیہ

اگر منکرین کے تمام تر مغالطات و شبہات اور بے سرو پا خدشات کا جواب نقل کرتا جاؤں، تو یہ رسالہ ایک ضخیم کتاب کی شکل اختیار کر لے گا اور یہ تطویل قارئین کرام کے لئے موجب ملال ہو سکتی ہے، جبکہ پہلے ہی کافی طوالت ہو گئی ہے، اسی لئے اسی قدر پر اکتفا کرتا ہوں اور انشاء اللہ اسی تحقیق سے باقی تمام خدشات کا جواب آجائے گا۔ نیز منکرین سے بعد ادب گزارش ہے کہ ان تاویلات و تسویلات کی ضرورت نہیں۔ صرف ایک حدیث دکھلا دو جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ اہل قبور نہیں سنتے، انہیں زائرین کا علم نہیں ہوتا۔ چلو صحیح حدیث نہ سہی، ضعیف حدیث سے ہی ثابت کر دو کہ آنجناب صلی اللہ علیہ وسلم نے سماع اموات اور ان کے علم و ادراک کا انکار فرمایا ہو اور جب یہ نہ کر سکو اور انشاء اللہ ہرگز نہیں کر سکو گے تو خدا را جمہور صحابہ و تابعین، تبع تابعین اور جمہور اہل سنت کے مذہب پر قرآن و سنت کی مخالفت کرتے ہوئے رد و قدح کرنا اور سماع موتی کے قائلین کو ملحد و بے دین وغیرہ کہنا چھوڑیے، اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مذاق کرنا ترک کیجئے اور دین میں نئے راستے نکالنا بند کیجئے۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اعجوبہ عجیبہ و لطیفہ غریبہ و تہمتہ منجست سماع

منکرین سماع اموات نے اپنے دعویٰ کو برحق ثابت کرنے کے لئے قرآن کریم کی متعدد آیات کو بطور دلیل پیش کیا اور جتنی احادیث سماع اہل قبور پر دلالت کرتی تھیں ان سب کو خلاف قرآن کہہ کر رد کر دیا اور علمائے احناف سے صرف معترضہ کا قول اختیار کرتے ہوئے جمہور اہل سنت کے مذہب و مسلک کو باطل قرار دیا اور سماع موتی کا قول کرنے والوں کو بدعتی، گمراہ، ملحد اور بے دین وغیرہ وغیرہ کے القاب سے نوازا۔ مگر یہ نہیں، ان کے دماغ کو کیا چکڑ آیا کہ پھر سماع کو خود ہی تسلیم کر لیا۔ میرے سامنے منکرین کا ایک رسالہ مسمیٰ بہ شفاۃ الصدور ہے۔ عموماً اسی کے شبہات و خدشات کا بندہ نے جواب ذکر کیا ہے۔ اس کے مؤلف مولوی محمد حسین صاحب نیلوی ہیں اور مترجم مولوی محمد امیر بدایونی ہیں۔ مؤلف صاحب نے اپنے کتابچے میں بزرگم خورشید سماع موتی کی نفی میں وہ کچھ کر دکھلایا جو آج تک کسی منکر سے نہ ہوسکا۔ مگر اسی رسالہ کے حاشیہ پر فرمایا:

وما نقل عن روح المعانی من انه يقول بسماع الموتى مطلقاً فمنوع
اذ قال (الحق ان الموتى يسمعون في الجملة دالاً) وقال والميت يسمع الله بصره
السلام عليه من ذاته في اي وقت كان ويقدره على رد السلام كما صرح به
في بعض الآثار ص ۵۱ و ۵۲ قلت وبہ نقول ۱۲ منہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

خلاصہ: روح المعانی سے یہ جو نقل کیا گیا ہے کہ وہ مطلقاً سماع موتی کے قائل ہیں، درست نہیں۔ وہ صرف یہ فہماتے ہیں کہ حق یہ ہے کہ میت فی الجملہ سنتے ہیں اور اسی قدر سماع تسلیم کیا جائے، جتنا قدر احادیث سے ثابت ہے یعنی سلام وغیرہ اور یہی میرے نزدیک راجح ہے۔ پھر انہوں نے بطور نتیجہ و تفریع اپنا مسلک بیان کر کے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ میت کے روح کو زائرین کا سلام سنانا ہے جس وقت میں بھی وہ زیارت کرے اور سلام دے اور اسے سلام کے جواب پر بھی قدرت بخشتا ہے، جیسا کہ بعض آثار و روایات میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔

اس کلام کو نقل کر کے نیلوی صاحب نے کہا وہ بقول ہم بھی اسی کے قائل ہیں اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ دیکھتے شفاء الصدور ص ۱۱۱ پر حاشیہ کوئی ان بھلے ماسوں سے پوچھے کہ اگر اموات کے ارواح زائرین کا سلام وغیرہ سنتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو جواب دینے کی قدرت بھی عطا فرماتا ہے اور اس میں وقت کی پابندی بھی نہیں، جب بھی کوئی زیارت کرے اور سلام دے وہ سنتے ہیں اور جواب دیتے ہیں، تو اتنی دماغ سوزی اور اوراق سیاہ کرنے کی کیا ضرورت تھی اور احادیث پر رد و قدح اور ان کو خلاف قرآن قرار دینے کا باعث کیا تھا اور سیکڑوں احادیث کو ناقابل اعتبار و استناد بلکہ مردود و باطل کہنے کی حاجت کیا تھی۔ صرف اتنا قدر کہنا کافی تھا کہ آیات میں جہاں سماع کی نفی ہے، تو اس سے موتی کے ابدان و اجسام سے سننے کی نفی کی گئی ہے اور احادیث سے بھی سماع اہل قبور کا ثابت ہوتا ہے تو اس سے ارواح اہل قبور کا سنا برا ہے لہذا نہ آیات کا باہم تخالف و تعارض لازم آتا اور نہ آیات و احادیث میں تقابل و تعارض لازم آتا اور نہ ہی احادیث پر سند کے لحاظ سے بحث کی ضرورت پیش آتی، بلکہ اس طرح آیات و احادیث میں توافق پیدا ہو جاتا۔ نیز حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایتوں میں بھی۔ مگر تعجب ہے کہ مؤلف نے اپنے اس

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عقیدہ کو اصل کتاب میں جگہ ہی نہیں دی، بلکہ صرف حاشیہ پر لکھ دیا اور مترجم نے اس کا ترجمہ کرنے کی بھی تکلیف نہیں فرمائی جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کا مقصود محض تبیس و تخلیط تھا نہ کہ مسئلہ کی تحقیق اور آیات و احادیث کا حقیقی محل بیان کرنا ان کا مطمح نظر صرف فریب کاری اور دھوکہ دہی تھا کہ ظہار حقیقت، ورنہ اس عقیدہ کو اول فرصت میں بیان کرنا از حد ضروری تھا۔

۲۔ نیز مؤلف نے ارواح گسٹنا تسلیم کر لیا ہے، مگر مترجم صاحب فرماتے ہیں کہ بین مٹی کے ساتھ مٹی ہو جاتا ہے اور روح علیین یا سچین میں لاکھوں میلوں کی مسافت پر ہوتا ہے، اس کے سماع کا عقیدہ ندام للغیب ہے۔

ملاحظہ ہو شفاء الصدور مترجم ص ۱۰۶ مبعوثیہ بحث جو فہرست مضامین کے نیچے مندرج ہے۔ گویا مؤلف نے مترجم کا مذہب

دکھ دیا اور مترجم نے مؤلف کا بلکہ اس پر شرک کا فتویٰ بھی لگا دیا، کیونکہ ندام للغیب تو ان کے نزدیک شرک ہے۔ لہذا ارواح کا سماع تسلیم کرنا شرک ٹھہرا اور مؤلف نے اس کو تسلیم کر لیا لہذا بقول مترجم وہ مشرک ٹھہرا۔ اب فرمائیے کس کی مانیں اور کس کی نہ مانیں۔ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ مؤلف و مترجم دونوں ایک ہی مدرسہ میں رہنے والے ایک مہتمم اور دوسرا مدرس، مگر مل کر فیصلہ نہ کر سکے کہ سماع ارواح تسلیم کریں یا اس کا بھی انکار کر دیں۔

۳۔ جن ارواح کے سماع کا اعتراف کیا ہے، ان کا اپنے ابدان و اجسام اور ان کی قبروں سے تعلق ہے یا نہیں؟ اگر تعلق نہیں تو پھر قبروں پر سلام دینے سے علیین یا بچین سے ان کو زائرین کا اہم ان کے سلام دینے کا علم کیسے ہو جاتا ہے۔ نیز جب قبور سے ان کا کوئی خصوصی تعلق نہیں ہے تو پھر ہر مقام ان کے لئے ایک جیسا ہے۔ لہذا صرف زائرین کا علم ہو اور دوسروں کا نہ ہو۔ ان کا سلام و کلام سن سکیں، دوسروں کا نہ سن سکیں اس کی وجہ کیا ہے؟ اور اگر قبور سے تعلق ہے اور ابدان و اجسام سے بھی اور اسی تعلق سے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہی حیات قبر و برزخ ہے تو پھر ارواح کے واسطہ سے اہل قبور اموات کا سنا ثابت ہو گیا جس کا انکار کیا تھا اسی کا اقرار اور جہاں سے فرار اختیار کیا، وہیں پر قرار لازم آگیا۔
۴۔ امام رازی اور امام غزالی وغیرہم اکابر کی تحقیق کے مطابق حقیقتِ انسانیہ صرف روح اور نفس ناطقہ انسانی ہے اور بدن اس کا آلہ ہے، امام رازی کی عبارت گذر چکی ہے۔ امام غزالی کی عبارت اب ملاحظہ فرمائیے۔ شیخ محقق حضرت عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ نے اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۶۸۳ پر فرمایا،

امام حجتہ الاسلام گفۃ حقیقت انسان عبارت است از روح مجرد و نفس ناطقہ و بدن آلت است کہ میرساند دیدن او بادرک آل حقیقت۔

یعنی انسان کی حقیقت اس کا روح مجرد اور نفس ناطقہ ہے اور بدن محض اس کا آلہ ہے جس کا دیکھنا اس کی حقیقت کو معلوم کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔ وکذا فی الشهاب الثاقب نقل عن البراہین قاطعہ ص ۶۹

جب یہ امر واضح ہو گیا کہ انسان درحقیقت وہ جسم نورانی ہے جو اس بدن عنصری میں اس طرح سرایت کئے ہوئے ہے جس طرح دودھ کی سفیدی دودھ کے ہر قطرہ میں اور عالم و مدرک فاعل و متصرف دنیا و برزخ اور عالم آخرت میں صرف وہی ہے تو پھر اس کا سماع تسلیم کر کے محض اس کے آلہ سے ادراک و سماع کی نفی پر زور دینے کا کیا مطلب اور اس سے کیا فائدہ؟ جب کہ بدن کو دنیوی زندگی میں بھی فعل و تصرف حاصل نہیں تھا۔ وہاں بھی حقیقی فاعل و متصرف اور سامع و عالم صرف روح تھا۔

۵۔ چلو اسے چھوڑیئے روح حقیقتِ انسانیہ کا جزو ہی مان لیتے ہیں۔ انسان بدن عنصری اور روح مجرد کا نام ہے، مگر جب اس کا ایک جز عالم و مدرک ہو اور سلام و کلام سن رہا ہو اور دوسرا جز نہ بھی سن رہا ہو، بلکہ اس میں سننے جاسنے کی اہلیت بھی نہ ہو تو بھی انسان کو عالم و سامع کہنا درست ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو دنیا میں اس کے علم و سماع کا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

انکار کر دینا چاہیئے، کیونکہ بدن تو حیاتِ دنیویہ میں بھی علوم و ادراکات کا اہل نہیں بلکہ انحصار ہاتھ، پاؤں، پیٹ، پیٹھ اور اندرونی اجزاء وغیرہ۔ اور اگر درست ہے اور یقیناً درست ہے تو پھر فوت ہونے والے انسانوں کو عالم و مدرک اور سامع و فاعل ماننا درست ہو گیا، کیونکہ ان کے ارواح میں علم و ادراک اور سماع و فہم کا خود منکرین نے اقرار کر لیا ہے اور ارواح یا عین حقیقت ہیں اور یا جز و لہذا ان کا عالم و سامع ہونا خود انسان کا عالم و سامع ہونا ہے، تو فرمائیے انکارِ حادث و آثار میں اس قدر سنیہ زوری اور قائلین سماع پر منہ زوری کا کیا جواز رہ گیا؟

۴۔ مؤلف نے علامہ سید محمود آلوسی صاحب روح المعانی کا صرف سماع والا قول نقل کیا ہے، حالانکہ انہوں نے دو وجہیں اپنی طرف سے ذکر فرمائی ہیں اور تیسری وجہ عارف ابن برجان کی زبانی نقل کی ہے۔ ان میں عارف برجان والی وجہ اور اپنی پہلی وجہ میں بدن کے اندر اہلیتِ سماع کو تسلیم کیا ہے، بلکہ اپنی تحقیق سے صرف تین سطر پہلے انہوں نے فرمایا: *لجسمود علی عود الروح الی الجسد او بعضہ وقت السؤال علی وجہ لا یحس بہ اهل الدنيا الا من شاء الله منهم*۔

جمہور کا مذہب یہ ہے کہ روح کو تمام بدن یا اس کے بعض حصہ کی طرف ٹیکرین کے سوال کے وقت لوٹا یا جاتا ہے، مگر اس طریقہ پر کہ اہل دنیا اس کا احساس نہیں کر سکتے، ہاں جن کو اللہ تعالیٰ اطلاع دینا چاہے۔

الغرض وقت سوال میں روح کا اعادہ مسلم ہے۔ اس کے بعد اختلاف ہے اور علامہ آلوسی نے دونوں طرح کے اقوال ذکر کئے ہیں، مگر مؤلف نے صرف ایک قول نقل کر کے یہ تاثر دینے کی سعیِ ناتمام فرمائی ہے کہ وہ صرف سماع روحانی کے قائل ہیں اور اجسام و ابدان کا سماع تسلیم نہیں کرتے، حالانکہ یہ بدترین خیانت ہے اور یہ خیانت یہاں انہیں قصداً کی گئی ہے، *لہذا انک لا تسمع السموی کی تحقیق میں ان کی طرف*

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

انکارِ سماع کی نسبت کرنے کا کیا جواز تھا، جیسا کہ مؤلف نے اپنے کتابچے میں ان پر افتراء کرتے ہوئے لکھا، جبکہ انہوں نے والحق ان الموقیٰ یسمعون کہہ کر رد کر دیا تھا اور اپنا مسلک و مذہب واضح کر دیا تھا۔

۲۔ مؤلف نے آیات و احادیث سے قائلین سماع پر جتنے اعتراض کئے اور ان کے مسلک کا جو رد کیا ہے، وہ سارے اعتراضات اور وجوہ رد و قدح خود اس پر وارد ہو گئے جو جواب ان کا سماع روح تسلیم کرنے کے باوجود ہو سکتا ہے۔ وہ جواب سماع بدن تسلیم کر کے دیا جاسکتا ہے اور جو فتوے جمہور صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین پر لگایا، اور جمہور اہل سنت کو جو گالیاں دیں، وہ سب لوٹ کر اسی کی طرف آگئیں۔

نعوذ باللہ من سوء الفہم و فساد العقل و اختلال الذہن

قالان حصص الحق و بان و ذہق الما بطل و مان فطلہ الحمد و الاحسان

وصلی اللہ علی حبیبہ و محبوبہ محمد سید العالمین و آلہ و اصحابہ الکاملین
الواصلین و سلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

سَبِيلُ الرِّشَادِ فِي جَوَازِ الاسْتِمْدَادِ

منکرین سماع اموات وادراک اہل قبور نے یہ ساری سعی و کوشش صرف اسی لئے
کی تاکہ مقربانِ بارگاہِ خداوندی سے استمداد و استعانت کو ناجائز قرار دیا جاسکے اور ان
مقدس ہستیوں کو متوسلین سے غافل و بیخبر اور ان کی نصرت و اعانت سے عاجز ثابت
کر کے اہل اسلام کو ان کے فیوض و برکات سے محروم کیا جاسکے۔ بحمد اللہ تعالیٰ یہاں تک
ان کے جملہ تمسکات و توہمات کے جوابات اور اہل السنّت کے متفق علیہ مذہب و
مسلك یعنی سماع اموات پر دلائل معروض خدمت ہو چکے۔ اب اہل قبور اولیاء کاملین
اور انبیاء مرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے استمداد و استعانت کی تحقیق اور اس کی جائز
صورتیں عرض کی جاتی ہیں تاکہ حقیقتِ مال واضح ہو جائے۔ وبالحمد التوفیق۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَا نَعْبُدُ إِلَّا آيَاہِ وَأَيَاہِ نَسْتَعِينُ وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ
عَلَىٰ مَنْ لَا وَسِيلَةَ لِلْخَلْقِ وَلَا سَبَبَ إِلَى اللَّهِ إِلَّا آيَاہِ وَهُوَ رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِينَ وَ
عَلَىٰ آلِهِ وَصَحْبِهِ وَأَوْلِيَآئِهِ أَمَّا الْكَامِلِينَ وَعَلَىٰ سَائِرِ عِبَادِ اللَّهِ الصَّالِحِينَ
خُصُوصًا الْمَدْبُرِينَ لَا مَوَدَّ الْخَلْقِ مِنْ أَهْلِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِينَ أَمَّا بَعْدُ
فَاعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - قَالَ اللَّهُ تَعَالَى
فَالْمَدْبُرَاتِ أَمْرًا -

اس آیت مقدسہ کی تفسیر و تشریح آپ ملاحظہ فرما چکے اور مقبولانِ بارگاہِ خداوندی
کا خواہ وہ حالتِ حیاتِ ظاہرہ میں ہوں، خواہ دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف منتقل ہونے
والے، ہر دو حال میں باذن اللہ خلافت و نیابت باری تعالیٰ کے تحت مدبر و متصرف
فی الکلون ہونا معلوم کر چکے۔ نیز یہ بھی واضح ہے کہ بدن عنصری فعلِ رُوح کے لئے بمنزلہ
آلہ کے ہے اور حقیقی متصرف رُوح ہے اور یہ بھی ثابت ہو چکا کہ رُوح پر فنا نہیں اور
اس کا اپنے بدن سے تعلق رہتا ہے، اگرچہ اس کی کیفیت و نوعیت بدل جاتی ہے پھر
قربِ حق سے شرف ہونے کے بعد اور لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون کا عمل نمونہ
مشاہدہ کر لینے کے بعد دنیا اور اہل دُنیا کی تدبیرات میں کوئی امر مانع نہیں ہو سکتا؛
لہذا ان سے توسل و استمداد کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔

بسم آغاز میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی منکرینِ استعانت و
استمداد کا نظریہ و عقیدہ بیان کر چکے ہیں کہ وہ دارِ فنا سے دارِ بقا کی طرف منتقل ہونے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

والے نفوس قدسیہ سے استعانت کو شرک و بُت پرستی اور متوسلین کو مشرک بخدا اور عابدینِ اصنام سمجھتے ہیں۔ اب ایک برہمن کا اہل اسلام پر اعتراض ملاحظہ ہو جس سے ان منکرین کی ذہنیت اور استعار تخیل کا اندازہ ہو جائے گا اور شاہ عبدالعزیز کا جواب جس سے مذہبِ اہل سنت و اہل اسلام واضح ہو جائے گا۔ برہمن نے کہا:

شما از اہل قبور مدد و شفاعت می طلبید باید کہ بر شما ہم شرک عائد شود الفقہ نہ ہم مقصد و مراد شما از اہل قبور راست بہاں قسم مقصود من از صورت کنہیا و کالکا است و بحسب ظاہر نہ قوت اہل قبور دارند نہ بت و اگر کوئی بقوت باطن اہل قبور کشائش حالات مینماید بسا جا از بتاں ہم روانی حاجات میشود و اگر میگوید کہ با ایشان میگویم کہ از خدا برائے شفاعت بخواید من از بتاں ہمیں استدعا دارم۔

ترجمہ: تم اہل قبور سے مدد و استعانت اور شفاعت طلب کرتے ہو، چاہیے کہ تم پر بھی ہماری طرح شرک عائد ہو، کیونکہ جو مقصد و مطلب تمہارا اہل قبور سے استعانت میں ہے، وہی صورت کنہیا اور کالکا سے، ہمارا مدعا بھی ہے۔ باعتبار ظاہر نہ اہل قبور میں قدرت و طاقت ہے اور نہ اصنام و اوثان میں اور اگر قوت باطن سے اہل قبور مشکل کشائی کر سکتے ہیں تو بسا اوقات ان اصنام سے بھی حاجت روانی ہو جاتی ہے اور اگر تم اہل قبور سے دُعا کے لئے کہتے ہو تاکہ عند اللہ تمہاری شفاعت کریں، تو ہم بھی اپنے معبودات سے یہی استدعا کرتے ہیں۔

خاتم المفسرین والمحدثین نے برہمنی اعتراضات اور اہل قبور مقربین اور اصنام و اوثان کو ایک سطح پر رکھنے کا جواب دیتے ہوئے اور اس کے مکر و فریب دغل و دہل کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا:

۱، مدد خواستن دو طور می باشد، مدد خواستن مخلوقے از مخلوقے مثل آنکہ از امیر و پادشاہ ذکر و گدا در مہمات خود مدد میجویند و عوام الناس از اولیاء دعا میخوانند کہ از

Click For More Books

جناب الہی فلان مطلب مارا درخواست نمایند این نوع استعانت و شرح از زندہ و مردہا نیز است۔
۴۲ دوم آنکہ بالاستقلال چیزیکہ خصوصیت بجناب الہی دارد مثل دادن فرزند
یا بارش باران یا دفع امراض یا طول عمر و ثناء چیز ہا بے آنکہ دعا و سوال از جناب الہی در
نیت منظور باشد از مخلوقے درخواست نمایند این نوع عرام مطلق بلکہ کفرست اگر از مسلمان کسی
اولیاء و عہد مہب خود خواہ زندہ باشد، خواہ مردہ این نوع مدد خواہ از دائرہ مسلماناں خارج
میشود بخلاف بت پرستان کہ ہمیں نوع مدد از معبودان باطل خود میخواہند و آن را جائز می شمارند۔
ترجمہ ۱ مدد و اعانت کی خواست گاری و طرح پر بے اول بمخلوق کا مخلوق سے مدد
مانگنا جس طرح نوکر و گدا امیر اور بادشاہ سے اپنے مہمات میں مدد طلب کرتے ہیں اور
عوام الناس اولیاء کرام سے دعا کی درخواست کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے اپنے مطالب
و مقاصد طلب کرنے کے لئے عرض کرتے ہیں۔ استعانت کا یہ طریقہ شرع شریف میں
جائز ہے خواہ زندہ سے ہو یا فوت شدہ سے۔

دوم : وہ امور جن کا عطا فرمانا اللہ تعالیٰ سے مخصوص ہے، مثلاً فرزند عطا کرنا،
بارش برسانا، امراض کا دور کرنا اور عمر میں طول و درازی بخشنا وغیرہ کسی غیر اللہ سے
طلب کرنا اس طرح پر کہ اس کو عطا میں مستقل سمجھا جائے بغیر اس کے کہ اللہ تعالیٰ سے
دعا و سوال نیت میں ہو ایسی استعانت حرام مطلق بلکہ کفر ہے اور اگر کوئی مسلمان
اولیاء کرام سے خواہ وہ بقید حیات ظاہرہ ہوں یا دار بقا کی طرف منتقل ہونے والے،
ایسی مدد طلب کرتا ہے تو دائرہ مسلمانی سے خارج ہو جائے گا۔ بخلاف بت پرستوں
کے وہ یہی استعانت اپنے معبودات باطلہ سے کرتے ہیں اور اس کو جائز سمجھتے ہیں۔
استعانت و استمداد میں اشتراک و اتحاد کے دعویٰ کو باطل کرنے اور اہل اسلام
اور مشرکین کا اعتقادی تفاوت بیان کرنے کے بعد شفاعت والے فریب سے پردہ
اٹھاتے ہوئے فرمایا۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

آنچه بُت پرست گفت من ہم از بتاں خود شفاعت میخواہم چنانچہ شما از پیغمبرانِ اولیاء
شفاعت میخواہید دریں کلام ہم و غل و تبلیس است زیرا کہ بُت پرستاں ہرگز شفاعت
نمیںخواہند بلکہ معنی شفاعت را نمی دانند و نہ در دل خود تصور میکنند معنی شفاعت سفارش
است و سفارش آنست کہ کسے مطلب کسے را از غیر خود بعرض و معروض ادا سازد و
بُت پرستان در وقت درخواست مطالب خود از بتاں نمی فہمند و نمی گویند کہ سفارش ما
بحضور پروردگار جل و علی نمایند و مطالب ما را از جناب او تعالیٰ برآرید بلکہ از بتاں خود
درخواست مطلب خود میکنند۔

ترجمہ : اور یہ جو بُت پرست نے کہا ہے کہ ہم بھی اپنے بتوں سے شفاعت کی درخواست
کرتے ہیں جس طرح کہ تم پیغمبروں اور اولیاء سے شفاعت کی درخواست کرتے ہو۔ اس
کلام میں دھوکہ و فریب ہے۔ بُت پرست ہرگز اپنے معبودات سے شفاعت طلب
نہیں کرتے، بلکہ شفاعت کے معنی کو بھی نہیں سمجھتے اور نہ اپنے دل میں اس کا تصور تک
رکھتے ہیں۔ شفاعت (جو اہل اسلام کا عقیدہ ہے) اس کا معنی یہ ہے کہ ایک شخص
دوسرے کا مقصد و مدعا کسی تیسری ذات کی خدمت میں عرض و معروض کر کے پورا کر دے
بُت پرست اپنے معبودات سے اپنے مطالب و مقاصد کی درخواست کرتے وقت نہ
اس امر کا تصور کرتے ہیں اور نہ کہتے ہیں کہ ہمارے لئے اللہ تعالیٰ کی جناب میں سفارش
کرو اور ہمارے مطالب اللہ تعالیٰ سے پورے کرادو۔

اقول : شاہ صاحب کی اس کلام سے واضح ہو گیا کہ اس فرقہ کا اہل اسلام کو اس
اعتقاد میں بُت پرست مشرکین کے ساتھ شامل کرتا اور هؤلاء شفعاء فاعند اللہ
وغیرہ آیات اہل اسلام پر منطبق کرنا اسی برہمن کی طرح تبلیس و فریب کاری ہے۔ درحقیقت
مومنین کے عقیدہ شفاعت بالالتجار والذعا اور کفار کے عقیدہ شفاعت بالجبر والقہر
میں کوئی مناسبت ہی نہیں۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

برہمن و بت پرست نے اہل قبور اور اصنام کو ایک سطح پر رکھنے کی جو ناپاک
کوشش کی تھی۔ اس کا رد کرتے ہوئے فرمایا:

دایچہ گفتہ است کہ ہرچہ مقصد شہما از اہل قبور است ہماں قسم مقصود من از صورت
کنیہا و کالکا است۔ نیز خطا در خطا است زیرا کہ روح را تعلق بہ بدن خود کہ در قبر مدفون
است، البتہ می باشد زیرا کہ مدت دعا ز دریں بودہ اند و اینہا قبور معبودان خود را تعظیم
نمی کنند بلکہ از طرف خود صورتہا و سنگہا و درختاں و دریا ہا را قرار میدہند کہ صورت فلانے
است بے آنکہ آل چیز را تعلق باں ارواح باشد۔

ترجمہ: اور یہ جو کہا ہے کہ جو مقصود تمہارا اہل قبور سے ہے، وہی مقصود ہمارا کنیہا
وغیرہ سے ہے خطا در خطا ہے، کیونکہ ارواح انسانہ کو اپنے ان اجساد و ابدان سے
یقیناً تعلق ہوتا ہے جو کہ قبور میں مدفون ہیں، کیونکہ عرصہ دراز تک ان ابدان میں رہے ہیں،
اور مشرکین و بت پرست اپنے معبودات کی قبروں کی تعظیم نہیں کرتے، بلکہ اپنے طور پر
مجسموں، پتھروں، درختوں اور دریاؤں کی تعظیم و تشخص کر کے کہتے ہیں یہ فلاں کی صورت
ہے بغیر اس کے کہ ان اشیاء کا ان ارواح کے ساتھ کوئی تعلق ہو یا ان کے ابدان
اس جگہ بوسیدہ و پراگندہ ہوتے ہوں۔

رہا یہ خدشہ کہ جس طرح قبور انبیاء و اولیاء سے حاجت روائی ہو جاتی ہے، کبھی
اصنام و اوثان سے بھی ہو جاتی ہے، لہذا دونوں میں برابری ثابت ہو گئی تو یہ غلط ہے،
کیونکہ بندوں کی حاجت روائی اللہ تعالیٰ اپنے رحم و کرم سے فرماتا ہے اور یہ سمجھتے
ہیں کہ بتوں سے یہ فائدہ حاصل ہوا ہے۔ استمداد و پستش کا دار و مدار بیان کرتے
ہوئے فرمایا:

استمداد از اہل قبور بطریق دعا است کہ از جناب الہی عرض کردہ مطلب ما برآند
مستش این چیز با بنا بر اعتقاد استقلال و قدرت است کہ کفر محض است۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اہل قبور سے استمداد و دعا کے طریقہ پر ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں ہمارے مطالب
عرض کر کے حاجت روائی فرماویں اور اصنام و اوثان میں یہ متصور نہیں ہو سکتا، بلکہ ان کی
پرستش انکو مستقل صاحب قدرت سمجھ کر کی جاتی ہے جو کہ کفر محض ہے۔
لہذا اہل قبور سے اہل اسلام کی استعانت و استمداد کو مشرکین کی اصنام و اوثان کی
کی پرستش پر قیاس لغو اور باطل ہے۔

منکرین استمداد کون ہیں؟

شاہ عبدالعزیز فتاویٰ عزیز یہ جلد دوم ص ۱ پر منکرین استعانت کی نشاندہی کرتے ہوئے
فرماتے ہیں: ظاہر آنست کہ از فقہا آنا کہ قائل بسمع و ادراک میت اند قائل بجواز اند و
آنا کہ منکر اند آل را نیز انکار میکند۔

ترجمہ: ظاہر یہ ہے کہ جو فقہا اہل قبور کے سماع و ادراک کے قائل ہیں، وہ استمداد
کے بھی قائل ہیں اور جو ان کے ادراک و شعور کے منکر ہیں، وہ استمداد کے بھی منکر ہیں، اور
شیخ اجل محدث دہلوی کی زبانی معلوم ہو چکا کہ تمام اہل السنۃ سماع اموات اور ان کے
ادراک و شعور کے قائل ہیں، لہذا منکرین استمداد اہل السنۃ نہیں، بلکہ خارجی معتزلی وغیرہ ہیں
کیفیت استفاضہ و افاضہ

شاہ عبدالعزیز نے امام راہبی اور علامہ تفتازانی سے نقل کرتے ہوئے فرمایا:
۱، امام راہبی گفتہ چوں می اید زائر نزد قبر حاصل میشود نفس اورا تعلقے خاص بقبر
چنانکہ نفس صاحب قبر را بسبب این ہر دو تعلق حاصل میشود۔ میان ہر دو نفس مقابلہ
معنوی و علاقہ مخصوصہ پس اگر نفس مزور قوی تر باشد نفس زائر مستفیض شود و اگر بالعکس
بود برعکس شود۔

ترجمہ: امام راہبی نے فرمایا جب زیارت کرنے والا قبر کے قریب حاضر ہوتا ہے،

Click For More Books

تو اس کے نفس و روح کو قبر کے ساتھ ایک خاص تعلق حاصل ہو جاتا ہے، جس طرح کہ صاحب قبر کے روح اور نفس کو اور ان دو طرفہ تعلقات کی وجہ سے ہر دو نفوس میں معنوی تعابلی اور علاقہ مخصوصہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر صاحب قبر کا روح و نفس قوی تر ہے تو زائر کو فیض حاصل ہوگا اور اگر زائر روحانی قوت میں فائق ہے، تو صاحب قبر کو فیضان ہوگا۔

(۲) در شرح مقاصد ذکر کردہ نفع یافتہ میشود بزیارت قبور و استعانت بنفوس اخیار از اموات بدرستی کہ نفس مفارقتہ را تعلقے بست بدن و تربتے کہ دفن کردہ شود در اں پس چون زیارت میکند زندہ آل تربت را و متوجہ میشود بسوئے نفس میت حاصل میشود میان ہر دو نفس ملاقات و فائزات۔ فتاویٰ عزیزیہ جلد دوم ص ۱۸۱

حاصل معنی و مفہوم وہی ہے جو امام راہبی کی عبارت میں نظر نواز ہو چکا۔ یہی مفہوم ارباب کشف و کمال کی زبانی شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے تکمیل الایمان ص ۳۱ پر ذکر فرمایا: نزد ارباب کشف و تحقیق مقابلہ روح زائر با روح مزار موجب انعکاس اشعۃ لمعات النوار و اسرار شود در رنگ مقابلہ سمرات بمرآت۔

یعنی جس طرح آیتہ دوسرے آیتہ کے مقابلہ میں رکھا جائے تو ایک آیتہ میں قسم صور و اشکال دوسرے میں منتقش ہو جاتی ہیں ایسے ہی روح زائر اور روح اہل قبر میں جب آمنا سامنا ہوتا ہے، تو ایک روح میں قسم صور النوار کمال و اسرار کی شعائیں دوسرے میں منعکس ہو جاتی ہیں۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات جلد اول ص ۶۳ پر فرمایا: امام شافعی گفتہ بر قبر امام موسی کاظم تریاق مجرب است مراجابت دُعا را و حجت اللہ امام مزال گفتہ بر کہ استمداد کردہ شود از دوسے در حیوۃ استمداد کردہ شود از دوسے بعد از وفات و یکے از مشائخ عظام گفتہ است دیدم چہار کس را از مشائخ کہ تصرف میکنند در قبور خود مانند تعترف بسے ایشان در حیات خود یا بیشتر ازاں و شیخ معروف کرخی و شیخ عبد القادر جیلانی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

و دو کس دیگر ائمہ و مقصود حضرت است آنچه خود دیدہ و یافتہ است گفتہ سیدی احمد بن زروق کہ از اعظم فقہاء و علماء و مشائخ دیار مغرب است گفت روزے حضرت شیخ ابوالعباس حضرمی از من پرسید کہ امداد حی قوی است یا امداد میت من گفتم تو نے میگویند کہ امداد حی قوی تر است و من میگویم کہ امداد میت قوی تر است پس شیخ گفت نعم زیرا کہ در بساط حق است و در حضرت اوست۔ و کذا در فتاویٰ عزیزہ جلد دوم ص ۱۱۱

ترجمہ : امام شافعی فرماتے ہیں کہ حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ کی مزار اقدس قبولیت دُعا کے لئے مجرب تریاق کا درجہ رکھتی ہے۔ حجت الاسلام امام محمد خزاہی نے فرمایا ہر وہ شخص کہ جس سے دنیوی زندگی میں مدد و اعانت طلب کی جاسکتی ہے۔ اس سے وفا کے بعد بھی توسل و استعانت جائز ہے۔ مشائخ عظام میں سے ایک نے فرمایا کہ میں نے چار حضرات کو دیکھا کہ اپنی قبروں میں اسی طرح تصرف کر رہے ہیں جس طرح کہ حالت حیات ظاہرہ میں بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ سیدی احمد بن زروق جو کہ دیار مغرب کے بہت بڑے فقہاء و علماء اور مشائخ میں سے انہوں نے فرمایا کہ حضرت شیخ ابوالعباس حضرمی قدس سرہ نے ایک دن مجھ سے دریافت فرمایا کہ زندہ دل کی امداد زیادہ موثر ہے یا اس کی جو اس جہان سے رحلت کر جائے، تو میں نے کہا کہ لوگوں میں سے کچھ تو زندہ کی امداد کو قوی سمجھتے ہیں، مگر میرے نزدیک فوت ہونے والے کی امداد قوی تر ہے تو انہوں نے تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں کیونکہ فوت ہونے کے بعد وہ بارگاہ خداوندی اور اس کے قرب میں جاگزیں ہوتا ہے۔

جواز استمداد کے متعلق شیخ نے فرمایا :

اثبات کردہ انداں را مشائخ صوفیہ قدس اللہ سرار ہم و بعض فقہاء و این امرے است محقق و مقرر نزد اہل کشف و کمال از ایشان تا آنکہ بسیارے را فیوض و فتوح از ارواح ایشان رسیدہ این طائفہ را دعا و اصطلاح ایشان ادیسی خوانند۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

استمداد واستعانت کو شائع صوفیہ قدس اسرار ہم اور بعض فقہانے ثابت کیا ہے اور یہ توسل واستعانت ان کے نزدیک محقق ولیقینی امر ہے جو کہ صوفیاء کرام میں سے اہل کشف و کمال ہیں، حتیٰ کہ بہت سے لوگوں کو ارواح اولیاء سے فیوض و فوائد حاصل ہوئے اور اس گروہ کو ان کی اصطلاح میں ایسی کہتے ہیں۔

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز نے فرمایا:

و بعضی از خواص اولیاء اللہ را کہ جارجہ تکمیل و ارشاد بنی نوع خود گرانیدہ اند دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ اند و استغراق آل ہا بجمہت کمال و سعت مدارک آن ہا مانع توجہ باین سمت نینگردد و اویسیاں تحصیل کمالات باطنی از آنہا مینماید و ارباب حاجات و مشکلات حل مشکلات خود ازاں ہامی طلبند و فی یابند و زبان حال آنہا در آن وقت ہم مترنم باین مقالات است ع من آیم بجاں گر تو آئی بتن - تفسیر عزیزی پارہ عم ص ۱۱۳

ترجمہ: بعض خواص اولیاء اللہ جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تکمیل اور ہدایت و ارشاد کے لئے وسیلہ و ذریعہ بنایا ہے، ان کو قبر میں مدفون ہونے کے باوجود دنیا کے اندر تصرف و اختیار بخشا ہے اور ان کا استغراق و انجذاب ذات باری تعالیٰ کی طرف ان کے ذرائع اور آگ کی وسعت کا بلکہ کی وجہ سے دنیا کی جانب توجہ سے مانع نہیں ہوتا اور صوفیاء کرام میں سے ایسی حضرات ان اولیاء کرام سے کمالات باطنی حاصل کرتے ہیں۔ حاجت مند اور مشکلات میں گھرے ہوئے لوگ ان اولیاء اللہ سے اپنی مشکلات کا حل طلب کرتے ہیں اور منہ مانگی پاتے ہیں اور ان مقدس اولیاء اللہ کی زبان ان مقالات کے ساتھ مجو ترنم ہوتی ہے ع من آیم بجاں گر تو آئی بتن - اسے زائر اور مصائب و مشکلات میں مبتلا اگر تو ہمارے پاس جسد خاکی اور جسم منصری کے ساتھ آئے گا، تو ہم تیرے پاس اپنی جان اور ارواح کے ساتھ آئیں گے۔ (اور شاہ صاحب کا یہ ارشاد بھی پہلے درج ہو چکا ہے)

ماہرین و زائرین کو اہل قبور اولیاء اللہ جانتے ہیں

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

نہی بلکہ ذوق راقرب و بعد مکانی مانع این دریافت نمی شود۔ نیز فرطین
کہ بسبب تعین مکان بدن گویا مکان روح ہم متعین است (تا) بنا بریں است کہ استفاد
از اولیاء مدفونین جاری ایست و آل ہارا افادہ و اعانت نیز متصور، مکان بدن
متعین ہونے سے گویا روح کا مکان معین ہو گیا اور اسی وجہ سے اولیاء کرام جو مدفون ہیں
ان سے فیض جاری ہے اور ان کو دُعا و صدقات کے ذریعے فائدہ و امداد پہنچانا بھی
متصور و ممکن ہے ہر دیکھئے مخالفین کے عقلی خبیات،

گویا تبع تابعین کے دور سے لے کر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے زمانہ یعنی
تیرھویں صدی تک ائمہ مذاہب علماء و فقہاء اور صوفیاء و مشائخ کے نزدیک اہل قبور
سے استمداد و استعانت اور حصول فیض باطنی و کمالات روحانی جائز ہے۔ ہندوستان میں
ہجرت کا سب سے بڑا پرچارک مولوی محمد اسماعیل دہلوی صاحب "مراط المستقیم"
میں اپنے پیرو مرشد سید احمد بریلوی کا خواجہ خواجگان قطب الدین و الملت بختیار کاکی قدس
سرہ العزیز کے مزار اقدس پر حاضری دینا اور سلسلہ چشتیہ کا فیضان حاصل کرنا خود تسلیم
کرتا ہے، عبارت ملاحظہ ہو:

اما نسبت چشتیہ پس بیانش آنکہ روزے حضرت ایشاں بسوئے مرقدہ منور حضرت
خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس سرہ العزیز تشریف فرما شدند و بر
مرقدہ ایشاں مراقب نشستند۔ دریں اثنا بروح پُرفتوح ایشاں ملاقات مستحق شد و آل
جناب بر حضرت ایشاں تہجے بس قوی فرمودند کہ بسبب آل توجہ ابتداء سے حصول نسبت
چشتیہ مستحق شد۔ مراط المستقیم ص ۱۶۶

ترجمہ: سید احمد بریلوی صاحب کو سلسلہ چشتیہ کی نسبت حاصل ہونے کا بیان
یہ ہے کہ ایک دن آپ حضرت خواجہ خواجگان خواجہ قطب الاقطاب بختیار کاکی قدس
سرہ العزیز کے مزار منور پر حاضر ہوئے اور مراقبہ کر کے بیٹھ گئے۔ اس اشار میں حضرت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

خواجہ کے روح پُر فیوض و فتوح سے ملاقات ہوئی اور آنجناب نے سید صاحب پر بہت
قوی توجہ فرمائی کہ اس توجہ کی وجہ سے نسبتِ چشتیہ کے حصول کی ابتداء نصیب ہو گئی۔
فرایہ بھی ملاحظہ فرمائیے کہ انہیں نسبتِ قادریہ اور نقشبندیہ کیسے نصیب ہوئی،
روح مقدس جناب حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ، جناب حضرت خواجہ
بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ، توجہ حال حضرت ایشاں گرویدہ و تائیکماہ فی الجملہ تازے
درمابین روحین مقدسین در حق حضرت ایشاں ماندہ نہرا کہ ہر واد ازیں ہر واد اہل تقاضا
جذب حضرت ایشاں بتمامہ ہوئے خودی فرمود تا اینکہ بعد انقراض زمانہ تنازعہ و وقوع
مصالحت بر شرکت روز سے ہر دو روح مقدس بر حضرت ایشاں جلوہ گر شدند و تا قریب
یکپاس ہر دو امام بنفس نفیس ایشاں توجہ قوی و تاثیر زور آوردی فرمودند تا اینکہ در جہاں یکپاس
حضور نسبت ہر دو طریقہ نصیب حضرت ایشاں گردید۔ ص ۱۶۶

ترجمہ: جناب غوث الثقلین حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ اور حضرت
خواجہ بہاؤ الدین نقشبند قدس سرہ کے روح مقدس سید احمد بریلوی صاحب کے حال
پر توجہ ہوئے اور دونوں حضرات کے درمیان تقریباً ایک ماہ تک اختلاف و نزاع رہا
کیونکہ دونوں اماموں میں سے ہر ایک سید صاحب کو مکمل طور پر اپنی طرف جذب کرنے
اور اپنے رنگ میں رنگنے کا ارادہ رکھتا تھا، حتیٰ کہ اختلاف و نزاع کے اختتام اور صلح و آشتی
پیدا ہونے کے بعد دونوں حضرات مشترکہ طور پر فیض دینے پر رضامند ہو گئے اور ایک دن
دونوں کی مقدس روحیں ان پر جلوہ گر ہوئیں اور تقریباً ایک پہر تک قوی توجہ اور زور دار
تاثیر فرمائی، حتیٰ کہ اسی وقت میں ہر دو طریقہ قادریہ و نقشبندیہ کی نسبت کا حصول سید صاحب
کو نصیب ہو گیا۔

حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کی امداد و اعانت
اور افادہ و اعفانہ کے بعد سرور کائنات سید السادات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وامداد اور فیض کرم اور علیٰ ہذا القیاس حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدۃ النساء العالمین حضرت سیدہ زہرا رضی اللہ عنہا کا العام واکرام ملاحظہ ہو۔

حضرت ایشاں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم راور مقام دیدند و آنجناب سے خرامدست مبارک خود حضرت ایشاں را خورائیدند و تا، و بعد ازاں کہ بیدار شدند و نفس خود اثر سے ازاں رویائے حقہ ظاہر و باطنیاً فتنہ و تا، بعد ازاں روز سے جناب ولایت مآب حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، و جناب سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا را بخواب دیدند پس جناب علی المرتضیٰ حضرت ایشاں را بدست مبارک خود غسل داد و تا، و جناب فاطمہ زہرا لباس بس فاخرہ بدست مبارک خود ایشاں را پوشانیدند ص ۱۶۴

سید محمد ربی نے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یقین و مجوریں ایک ایک کر کے سید صاحب کسے سے میں ڈالیں اور جب بیدار ہوئے تو اس پنے خواب کا اثر ظاہر و باہر پایا۔ ایک دن اس کے بعد جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، اور جناب فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی زیارت ہوئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو اچھی طرح غسل دیا اور خوب صاف کیا جیسے کہ ماں باپ اپنے بچوں کے ساتھ کرتے ہیں اور حضرت سیدہ فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے بہت ہی عمدہ لباس اپنے ہاتھ مبارک سے انہیں پہنایا۔

تنبیہ ۱ اگر یہ مقدس ہستیاں والذین تدعون من دونہ میں داخل ہیں تو وہ کھجور کی گٹھلی پر موجود باریک سی بھٹی کے بھی مالک نہیں مایملکون من قطیر اور کچھ منٹے جاستے نہیں اور جو حاجت ہو اس کو پورا نہیں کر سکتے لا یسمعون عادم ولو سمعوا ما استجابوا لکم تو فرمائیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین مکمل کھجوروں کے مالک کیسے بن گئے اور کھلانے پر قادر کیسے ہو گئے، انہیں سید صاحب کا مکان کیسے معلوم ہو گیا، اس تک پہنچ کیسے گئے اور کمالات نبوت کے حصول کی استعداد ان میں کیونکر پیدا کر دی حضرت علی کو پانی کا مالک کس نے بنادیا۔ حضرت زہرا کو لباس فاخرہ بیش قیمت کی ملکیت کی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

حاصل ہو گئی اور پہننے کی قدرت کیسے آگئی۔ حضور غوث اعظم اور خواجہ نقشبند کو ان کا علم کیسے ہو گیا اور قوی ملتا تھا کہاں ہے آگئی۔ معبوداتِ باطلہ تو کلمی کو اپنے سے دور نہیں کر سکتے اور نہ کلمی اپنی کوئی شیء واپس لینے پر قادر ہیں ان یسلبہم الذباب شیئا لا یستفتذ وہ۔ پھر خواجہ قطب الاقطاب کی مزار پر کیوں گئے۔ مراقبہ میں ان سے فیضان کا مطالبہ کیوں کیا اور اور انہوں نے انتہائی قوی توجہ سے سلسلہ پشتمیہ کا فیض کیسے پہنچا لیا۔ کیا معبوداتِ باطلہ اور اصنام و اجماد الیٰہیہ قادر ہیں اور ان کے حق میں یہ قدرتیں ثابت ہیں جب نہیں اور یقیناً نہیں تو ان مقدس ہستیوں کو بتوں اور پتھروں کے ساتھ ملانا کیونکر جائز ہو سکتا ہے۔

الغرض امام الوہابؒ اور خلیفہ کامل و اکمل جناب شیخ نجدی محمد بن عبدالوہابؒ کی زبانی اولیاء کرام سے استعانت کا جواز اور ان کی امداد و اعانت کا حق ہونا واضح ہو گیا اور اصنام و انصاب اور صور و شائیل کی طرح ان کو جہاد اور بے جان اور بے چارہ و بے بس ماننے کا بطلان واضح ہو گیا اور ان کے لئے علم و ادراک محقق ہو گیا۔

مدار امداد و اعانت :

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے فرمایا:

ونقل دریں معنی ازین طائفہ بیشتر است از ان کہ حضور و احصاء کردہ شود و یافتہ نمی شود در کتاب و سنت و اقوال صلف کہ منافی و مخالف این باشد و رد کنند این را و تحقیق ثابت شدہ است بآیات و احادیث کہ روح باقی است و اورا علم و شعور بآئین و احوال ایشان ثابت است و اورا ان کا ملان راقربے و مکانتے در جناب حق ثابت است چنانکہ در حیات یا بیشتر از ان و اولیاء اکرامات و تصرف و را کو ان حاصل است و آن نیست مگر ارواح ایشان و اورا روح باقی اند و نیست متصرف حقیقی مگر خدا عز و شانہ و ہمہ بقدرت اوست و ایشان فانی اند در جلال حق و در حیات و بعد از ممات پس اگر دادہ شود مراد سے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

را چیز سے بوساطت یکے از دوستان حق و مکانتے کہ نزد خدا دارد و دور نباشد، چنانکہ در حالت
حیات بود و نیست فعل و تصرف در ہر دو حالت مگر حق را بجل جلالہ و عظم لوالہ و نیست چیزے
کہ فرق کند میان ہر دو حالت و یافتہ تشدد دلیلے برآں۔ اشعرۃ اللغات جلد اول ص ۶۲
ترجمہ: امداد و اعانت اور توسل و استمداد کے متعلق اقوال گروہ اصفیاء سے اس
کثرت سے ثابت ہیں کہ ان کا شمار نہیں کیا جاسکتا اور کتاب و سنت اور اقوال سلف میں کوئی
امر امداد و اعانت اولیاء کے منافی و مخالف نہیں اور نہ اس کا رد کرتا ہے اور تحقیق آیات اہادیث
سے ثابت ہے کہ روح باقی ہے اور اس کو اپنے زائرین اور ان کے احوال پر اطلاع ثابت
ہے اور کاملین اولیاء و صلحاء کے روحوں کو بارگاہ خداوندی میں قرب و منزلت و فات
کے بعد اسی طرح حاصل ہوتی ہے جس طرح کہ حالت حیات میں بلکہ اس سے بھی زیادہ او
اولیاء اللہ کو کرامات اور کائنات میں تصرف و اقتدار حاصل ہے اور کرامت و تصرف مرن
روح کے لئے ہے اور ارواح باقی ہیں ہاں حقیقی مستصرف و مختار اور صاحب اختیار
صرف اللہ تعالیٰ ہے اور سب کچھ اسی کی قدرت سے ہوتا ہے اور مقربان بارگاہ الہی جلال
حق میں فانی ہوتے ہیں، حالت حیات ظاہرہ میں بھی اور بعد از وفات بھی لہذا اگر کسی کو
کوئی شئی ان محبوبان حق اور ان کے درجہ قرب اور منزلت محبوبیت کی وجہ سے عطا
ہو جائے تو بعید نہیں جیسے کہ حالت حیات میں تھا۔

اور حقیقتہ فعل و تصرف حیات و ممات دونوں حالتوں میں صرف اللہ تعالیٰ کے
لئے ہے اور کوئی دلیل ایسی نہیں جو ان دونوں حالتوں میں جواز استمداد اور عدم جواز کے لحاظ
سے فرق کرے اور نہ ہی کوئی دلیل اس پر شاہد ہے اور نہ آج تک مل سکی ہے
منکرین استعانت و استمداد کا رد بھی شیخ محقق کی زبانی سماعت فرمائیے،
گفتم من بتو یقین خدا و اما استمداد باہل قبور مسکون شدہ اند آں را بعض نقباء اگر انکار
از جہت آں است کہ سماع و علم نیست ایشان را بذاتراں و احوال ایشان پس بطلان او

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ثابت شد و اگر سبب آنست کہ قدرت و تصرف نیست مرایشان را در آن موطن تابد و
کنند بلکہ محبوس و ممنوع اند و مشغول اند و در آن چہ عارض شدہ است ایشان را از محنت و
شدت آنچہ بازداشتہ است از دیگران۔ گوئیم این کلیہ نباشد خصوصاً در ثمان متقین کہ دوستان
خدا اند شاید کہ حاصل شود ارواح ایشان را از قرب در برزخ و منزلت و قدرت بر شفا
و دعا و طلب حاجات مرز ایران را کہ متوسل اند بایشان چنانکہ در روز قیامت خواہد بود و
چہیست دلیل بر نفی آن۔ و تفسیر کردہ است بیضاوی آیت کریمہ والناذغات عنرقا الایۃ
والصفات نفوس فاضلہ در حالت مفارقت از بدن کہ کشمیدہ می شوند از ابدان و نشاط
میکند بسوئے عالم ملکوت و سیاحت میکند در آن پس سبقت میکنند بخطا ترقدس پس
میکردند بشرف و قوت از مدبرات امر۔ اشعۃ اللمعات جلد سوم ص ۱۱۱ و کذا فی
روح المعانی و روح البیان و التفسیر الکبیر ذیل قولہ فالمدبرات امر۔

ترجمہ: اہل قبور سے استمداد کے بعض فقہا منکر ہیں اگر ان کا انکار اس بنا پر ہے کہ اہل
قبور کو اپنے زائرین اور ان کے حال کا علم نہیں اور نشان کی کلام کو سنتے ہیں، تو اس مبتنی و مدار کا فساد و
بطلان ظاہر ہو چکا ہے اور اگر ان کے انکار کا سبب یہ ہے کہ اہل قبور کو عالم برزخ میں
قدرت و تصرف نہیں تاکہ دوسروں کی مدد کر سکیں، بلکہ وہ پابند کر دیئے جاتے ہیں اور انہیں
تصرفات سے روک دیا جاتا ہے اور وہ اس محنت و شدت میں مشغول و مصروف ہوتے ہیں
جو بعد از وفات انہیں حاصل ہوتی ہے اور دوسروں کی طرف توجہ اور التفات سے
روک دیتی ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے کہ ہر اہل قبر مومن محبوس و پابند
ہو جائے اور محنت و شدت میں پایا جائے، بلکہ امتحان میں کامیاب مومنین کے لئے قبر میں
ثواب و اجر اور انعام عطا کیا جاتا ہے جیسا کہ ہم ثابت کر چکے ہیں (خاص طور پر متقی اور
پرہیزگار لوگوں کے حق میں) (جو الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا هم یحزنون
کی بشاوت پاتے ہیں اور جن کو ان الذین قالو ربنا اللہ شہر استقاموا تنزل

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

عليهم الملائكة الا تخافوا ولا تحزنوا بالبشر والجن تالتي كنتم قودن نحن
اولياءكم في الحياة الدنيا وفي الآخرة ولكم فيها ما تشتهي أنفسكم ولكم
فيها ما تعدعون فلا من غصود. رحيم کے مزدے سنائے جاتے ہیں، عین ممکن ہے
کہ ان اولیاء کرام اور محبوبانِ خدا کے ارواح کو عالمِ برزخ میں قرب و منزلت بارگاہِ صمدیت
میں حاصل ہو جائے اور اپنے زائرین کے لئے جو ان سے وسیلہ پکڑنے والے ہیں شفاعت
اور دُعا و طلبِ حاجات کی قدرت حاصل ہو جائے جس طرح کہ قیامت کے دن ہوگا حالانکہ
ہولناکیوں اور شدائد و مصائب کے لحاظ سے اس دن سے سخت کوئی دن اور اس مقام سے
ہیبت ناک کوئی مقام نہیں جب وہاں یہ منزلت اور درجہ حاصل ہوگا، جیسا کہ آیات و
احادیث سے ثابت ہے تو دابرِ برزخ میں بطریقِ اولیٰ، اور

برزخ میں اس قدرت کی نفی و انکار پر کوئی دلیل موجود نہیں، بلکہ قاضی بیضاوی قدس
سرو نے والنازعات غرقا والناشطات نشطا والسامحات سبھا فالسبقات
سبقا فالمدبرات امدا کی تفسیر میں فرمایا کہ یہ صفات نفوسِ انسانیہ اور ارواحِ کا ملین کی
ہیں جو کہ وقت وصال میں اپنے ابدان سے کھینچے جاتے ہیں اور خوشی و راحت کے ساتھ
عالمِ ملکوت کی طرف چلتے ہیں اور اس میں سیر و سیاحت کرتے ہیں پس مقدس مقامات کی
طرف سبقت لے جاتے ہیں اور اپنے فضل و شرف اور قوت و قدرت کی وجہ سے مدبر
امر میں سے ہو جاتے ہیں (جن کو اللہ تعالیٰ نے نظامِ کائنات کے مختلف شعبے تفویض
فرماتے ہوئے ہیں، جیسا کہ ملک الموت کے لئے قبضِ ارواح)

استعانت و استمداد کی جائز صورتیں اور ان کو شرک و کفر اور عبادتِ اسنام
کہنے والوں کا جواب بھی اسی محدث کی زبانی سنئے،

لیت شعری چہ میخوابند ایشان با ستمداد و امداد کہ این فرقہ منکر اند آئنا۔ آنچه مانی
فہیم ازاں این است کہ داعی محتاج الی اللہ دعا میکند خدا را و طلب میکند حاجت خود را

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

از جناب عزت و غنائے وے و توسل میکند بروحانیت این بندہ مقرب و مکرم در درگاه عزت وے و میگوید خداوند ابرہ برکت این بندہ تو کہ رحمت کردہ بروے و اکرام کردہ او را بلطف و کریمے کہ بے داری بر آوردہ گرداں حاجت مرا کہ تو معطی و کریمی یا ندا میکنند این بندہ مقرب و مکرم را کہ اے بندہ خدا اے ولی وے شفاعت کن مرا و بخواہ از خدا کہ دید مستول مرا و قضا کند حاجت مرا پس معطی و مستول و مامول پروردگار است تعالیٰ و تقدس و نیست این بندہ در میان مگر وسیلہ و نیست قادر و فاعل و متصرف در وجود مگر حق سبحانہ تعالیٰ و اولیاء خدا فانی و ہالک اند در فعل الہی و قدرت و سطوت وے و نیست ایشان را فعل و قدرت و تصرف نہ اکنون کہ در قبور اند نہ در آل ہنگام کہ زندہ بودند در دنیا۔

و اگر این معنی کہ ذکر کردیم موجب شرک و توجہ بہا سوائے حق باشد چنانکہ منکر زعم کنند پس باید کہ منع کردہ شود توسل و طلب دعا از صالحاں و دوستان خدا در حالت حیات نیز و این ممنوع نیست، بلکہ مستحب و مستحسن است بالفاق و شائع است در دین۔
اشعة اللمعات جلد سوم ص ۱۸۱ و کذا در فتاویٰ عزیزیہ نقلا عن الشیخ قدس سرہ جلد دوم ص ۱۸۱ ترجمہ، کاش اللہ تعالیٰ میری بصیرت و فراست منکرین کو عطا کرتا۔ ہم ان منکروں سے دریافت کرتے ہیں کہ جس استمداد و امداد کا وہ انکار کرتے ہیں، اس سے ان کی مراد کیا ہے جو کچھ ہم اس استعانت و استمداد سے سمجھتے ہیں، وہ یہ ہے؛

۱۔ کہ دعا کرنے والا محتاج و فقیر الی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہے اور اپنی حاجت کو اس کی بارگاہ عزت و صمدیت سے طلب کرتا ہے۔

اور اس کی بارگاہ میں مقرب و مکرم بندہ کی روحانیت سے وسیلہ اختیار کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عرض کرتا ہے اے خداوند! اپنے اس بندہ کی برکت سے جس پر تو نے رحمت کی ہے اور جسے عزت و کرامت بخشی ہے اور اس لطف و کرم کا صدقہ جو تو نے اس بندہ خاص پر فرمایا ہے، میری حاجت کو پورا فرما، کیونکہ تو ہی عطا کرنے والا اور کریم

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

وجود ہے ۔

۲۲۔ یا سائل و حاجت مند اس بندہ مقرب و مکرم کو پکارتا ہے کہ اللہ کے بندے اور اس کے ولی میری شفاعت کرو اور اللہ تعالیٰ سے سوال کرو کہ میری حاجت و مطلب کو پورا فرمائے ۔

ان دونوں صورتوں میں عطا اور قضا حاجت اور عطا مطلوب صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور وہی امید و آرزو کا مرکز ہے اور یہ بندہ مقرب درمیان میں صرف وسیلہ ہے اور حقیقی قادر و فاعل اور متصرف اشیا و مطلوبہ کے موجود کرنے میں صرف اللہ تعالیٰ ہے ، کیونکہ ہر شے کا خالق صرف وہ ہے و اللہ خلقکم و ما تعملون بندے صرف کامیاب ہیں ، اور اولیاء خدا فعل الہی اور اس کی قدرت و سطوت میں فانی و بالک ہیں ، ان میں حقیقتہً فعل و قدرت اور تصرف نہ اب ہے جبکہ وہ قبور میں ہیں اور نہ اس وقت تھا جبکہ وہ دنیا میں زندہ تھے ۔

اگر امداد و استمداد کا یہ معنی جو ہم نے ذکر کیا ہے ، شرک کا موجب و سبب ہے اور غیر اللہ کی طرف توجہ و غیرہ کا باعث جیسے کہ مسکرو گمان کرتا ہے ، تو چاہیے کہ صلیحاً اور اولیاء خدا سے حالت حیات ظاہرہ میں بھی توسل اور دعا کی درخواست منوع ہو حالانکہ یہ منوع نہیں بلکہ مستحب اور مستحبی بالاتفاق اور دین کے اندر مشہور و معروف ہے ۔

انبیاء کرام سے استعانت کا حکم ؛
ہم قبل ازیں مولانا رشید احمد صاحب کی عبارت درج کر چکے ہیں کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں اختلاف نہیں اور ان سے استعانت بالاتفاق جائز ہے اور یہی عقیدہ شیخ نے بیان فرمایا ہے ؛

باید دانست کہ خلاف در غیر انبیاء است صلوٰۃ اللہ وسلم علیہم اجمعین کہ ایشان احیاء اند بحیات حقیقی دنیاوی بالاتفاق و اولیاء بحیات اخروی معنوی ۔ اشعۃ اللمعات

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

جلد سوم و گذار فتاویٰ عزیز جلد دوم صفحہ ۱۰۷
ترجمہ: ماننا چاہیے کہ اختلاف انبیاء کرام علیہم السلام کے ماسوا میں ہے کیونکہ یہ
مقدس ہستیاں حیات حقیقی دنیاوی کے ساتھ زندہ ہیں اور ان کے اس نوع حیات میں سب
اہل اسلام کا اتفاق ہے اور اولیاء کرام میں حیات اخروی معنوی اور روحانی ہے۔

ممنوع استعانت واستمداد:

شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے استعانت کی جائز صورتیں اور محل خلاف و ذراع استعانت کا
مقتضیٰ فرمانے اور اس کے جواز کی دلیل بیان فرمانے کے بعد ممنوع اور ناجائز صورت کو بیان

کرتے ہوئے بیان فرمایا:

نعم اگر زائران اعتقاد کنند کہ اہل قبور متصرف و مستہد و قادر اند بے توجہ بحضرت
حق و التجا بجانب دے چونکہ عوام جاہل و غافل اعتقاد دارند چنانکہ میکند آنچه
حرام و منہی عنہ است از تقبیل قبر و سجدہ آن و نماز بموئے دے و جز آن آنچه نہیں و تعزیر
واقع شدہ است این اعتقاد و این افعال ممنوع و حرام خواهد بود و فعل عوام اعتبار سے مذکور
و خارج بحث است و مآشا کہ عالم بشریت و عارف با حکام دین کہ اعتقاد بکند این اعتقاد
را و این فعل را بکند۔

ترجمہ: ہاں اگر زائرین یہ اعتقاد رکھیں کہ اہل قبور خود مستقل طور پر تصرفات کرتے
ہیں اور رفع حاجات اور حل مشکلات میں مستقل طور قادر مطلق ہیں۔ بغیر جناب الہی کی
طرف توجہ اور التجا و دعا کے جیسے کہ عوام، جاہل اور غافل لوگوں کا اعتقاد ہوتا ہے اور وہ
لوگ قبروں پر ایسے افعال کرتے ہیں جو کہ ممنوع اور حرام ہیں مثلاً مزار بوسی، ان کو سجدہ
کرنا اور ان کی طرف نماز پڑھنا وغیرہ جن سے شریعت میں منع کیا گیا ہے اور ان امور کو
قابل مذاکرہ و مذاکرہ ہے۔ یہ اعتقاد اور یہ افعال بے شک ممنوع اور حرام ہوں گے،
لیکن یہ فعل عوام کا کیا اعتبار وہ خارج از بحث ہے اور پناہ بخدا کہ عالم شریعت اور عارف

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

احکام دین ایسے اعتقاد رکھیں یا ایسے افعال کا ارتکاب کریں، وہ ہرگز نہ یہ عقیدہ رکھتے ہیں اور نہ ہی ایسے افعال کرتے ہیں لہذا ان کو مشرک کہنا یا حرام امر کا مرتکب کہنا قطعاً جائز نہیں، بلکہ عوام کو جائز اور ناجائز صورتیں تفصیل سے بتلانی چاہئیں نہ یہ کہ قبروں پر جانا ہی شرک بنا دیا جائے اور ان کے لئے حیات و زیست اور علم و ادراک اور اہمیت سماع و فہم کا ہی انکار کر دیا جائے جو کہ آیات و احادیث سے ثابت ہے اور دین و شریعت میں غلطی عظیم پیدا کر دیا جائے۔

منکرین استعانت اور متوسلین باولیار اللہ کو مشرک کہنے والوں کا ناشروع و ظہر

شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی نے اہل قلیب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خطاب فرمانے اور حضرت مہر رضی اللہ عنہ کے استفسار کے جواب میں ما انتم باسمع لما قولہم فرمانے اور حضرت صدیقہ کے اختلاف میں طویل تحقیق فرمائی۔ سماع موتی کو ثابت کیا اور منکرین کے توہمات کا جواب دیا۔ ان کی تحقیق علمائے اخاف کے مذہب کی تحقیق میں ذکر کی جا چکی ہے اور حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مذہب کی تحقیق میں بھی، اور اسی ضمن میں استعانت کا مسئلہ بھی بیان فرمایا اور منکرین استمداد و استعانت کے توہمات کا ابطال فرمایا اور کلام انتہائی طویل ہو گیا، تو اس کا عذر بیان کرتے ہوئے اور استعانت و سماع کی تحقیق کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

کلام دریں مقام بجدالہناب کشید بر رعم منکران کہ در قرب این زمان فرقه پیدا شدہ اند کہ منکر اند استمداد و استعانت را از اولیاء خدا کہ نقل کردہ شدہ اند ازین دایرہ فانی بدار بقا و زندہ اند نزد پروردگار خود و مرزوق اند و خوش مال و مردم را ازال شعور نیست و متوجہا بجناب ایشان را مشرک بخدا و عبدة اصنام می دانند و میگویند آنچه میگویند۔

اشعة اللمعات۔ جلد سوم ص ۲۰۱ و ۲۰۲

ترجمہ کلام اس مقام میں بہت طویل ہو گئی، ان منکرین کی تذلیل و رد کی خاطر جو اس زمانہ

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہیں ایک فرقہ پیدا ہو گیا ہے جو ان اولیاء اللہ کی استمداد و استعانت کے منکر ہیں جو کہ دارِ فانی سے دارِ آخرت کی طرف منتقل ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں اور خوشحال ہیں، لیکن لوگوں کو ان کی اس زندگی اور نعمت و خوشحالی کا شعور نہیں ہے اور ان اولیاء اللہ کی طرف متوجہ ہونے والوں اور توسل اختیار کرنے والوں کو مشرک اور بت پرست جانتے ہیں اور طرح طرح کے خرافات و لغویات کہتے ہیں جو کہ بیان اور تحریر کے قابل نہیں۔ اس عبارت سے معلوم ہوا کہ حضرت شیخ کے زمانہ میں یہ لوگ پیدا ہوئے جو اولیاء اللہ سے توسل و استمداد کے قائلین کو مشرک اور بت پرست سمجھتے ہیں اور ان کا وصال کیا رھویں صدی کے ابتدا میں ہے۔ اس سے ظاہر ہو گیا کہ ہزار سال تک ملائکہ میں تدعون من دونہ ما یملکون من قطعید (الایۃ)، اور اس قسم کی آیات کو کسی نے انبیاء و اولیاء پر منطبق نہیں کیا اور ان کو اصنام و آجڑا اور صور و تماثل کے ساتھ ملحق کر کے بے جان اور بے علم و شعور اور سماع و فہم اور قوت جواب سے عاری اور ہر قسم کے اختیارات سے محروم کسی نے نہیں کیا۔ ایسے بزرگان اور بد باطن لوگ ہزار سال کے بعد پیدا ہوئے اور ہزار سال تک کے اتفاقی اور اجتماعی مسلک و مذہب کی مخالفت کرتے ہوئے نئی جماعت و فرقہ اور نیا مذہب و عقیدہ اختراع کیا اور پہلی امت اور اس کے اولیاء و شہداء کی توہین کی اور مشرکین و کفار والی آیتوں کو اس امت پر اور اصنام و آجڑا والی آیتوں کو انبیاء و اولیاء پر منطبق کیا۔ لہذا استعانت و استمداد کی آڑ میں اولیاء و انبیاء کو یہاں داخل کرنا غلط ہے اور لغو و باطل اور ہزار سالہ اجتماعی مسلک کے خلاف۔

شاہ عبدالعزیز قدس سرہ العزیز نے حضرت نوح علیہ السلام اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم میں مشابہت و مناسبت کے وجوہ بیان کرتے ہوئے فرمایا:

دوم آنکہ مدت دعوت ایشان برابر مدت دعوت پیغمبر ماست فرق این است کہ

نوح علیہ السلام خود تا این مدت در قید حیات ماندہ دعوت را بخلق رسانیدند و پیغمبر مابرائے

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دعوتِ نائبان گزاشۃ بعالمِ قدس تشریف بردند کہ تا ہزار سال این امر را برپا داشتند و بعد از گذشتن ہزار سال داعیانِ ادیانِ باطلہ مثل ناکیاں و داد و پنتہاں و خفشاں نمودی در ملک ہندوستان پیدا شدند و بسوئے خود دعوت آغاز نہادند ازاں وقت توحد دعوت این دین بر ہم شد و من بعد در عالم دعوت ہائے گوناگون ظاہر گشت تا آنکہ در عہد سعادت مہد حضرت امام مہدی بازلفرد این دعوت بہ تجدید از سر تازہ شود۔

تفسیر عزیزی پ ۲۹ ص ۱۱۶

ترجمہ: دوسری مناسبت و مشابہت یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی مثل دعوت و ارشاد ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل دعوت کے برابر ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام خود اتنا عرصہ قیامت میں رہے اور لوگوں تک دعوتِ توحید و نبوت کو پہنچایا اور ہمارے نبی و رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت و ارشاد کے لئے اپنے نائب اور خلفاء پیچھے چھوڑے اور عالمِ قدس کی طرف تشریف لے گئے جنہوں نے ہزار سال تک امر و دعوت کو قائم رکھا۔ جو فتنہ پیدا ہوا فوراً اسے ختم کر دیا مثلاً سیلہ، اسود غسی وغیرہ، مگر ہزار سال ختم ہونے کے بعد باطل مذاہب کے پرچارک اور مبلغین مثلاً ناکیاں داد و پنتھکی اور خفشی نمودی وغیرہ ہندوستان میں پیدا ہوئے اور لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت سے دینِ مبین کی دعوت میں اتفاق و اتحاد ختم ہو گیا اور اس کے بعد سارے جہاں میں قسم قسم کی دعوتیں اور مسلک و مذہب ظاہر ہونے لگے، حتیٰ کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام کے زمانِ سعادت نشان میں پھر دعوتِ اسلام کے اندر وحدت و اتحاد کی دوبارہ تجدید ہوگی۔

جب یہ لوگ ایسے دور میں پیدا ہوئے تو اس مذہب و مسلک کو جو کہ امام شافعی اور دیگر ائمہ تبع تابعین کے دور سے لے کر ہزار سال تک اجماع و اتفاق کے ساتھ مستحب و مستحسن سمجھا جاتا رہا اور دعوتِ دین کے توحید و اتفاق کے دور میں جاری و ساری رہا، ان کے ہر بیانات اور لغویات سے باطل کیسے کیا جاسکتا ہے۔ اور امت کے اجماعی اور متفق

Click For More Books

علیہ مسلک و مذہب کے برہمن عقیدہ کیسے اختیار کیا جاسکتا ہے۔ جب یہ فرقہ ہی بدعت و محدث ہے تو اس کے نظریات بھی بدعت و محدث ہیں اور مردود و باطل؛ لہذا ان کی ذہنی اختراعات کے مطابق قرآن عظیم کو نہیں ڈھالا جاسکتا۔ قرآن کریم کے وہی معانی معتبر ہوں گے جو تمہو کے نزدیک درست اور صحیح ہوں گے۔

تنبیہ نبیہ: خیال رہے کہ اس عقیدہ کے لوگوں کو علمائے کرام نے خارجی فرمایا ہے اور اس گروہ کو ترقی و تقویت محمد بن عبدالوہاب نجدی کے سبب سے ہوئی۔ علامہ شامی نے ردالمحتار حاشیہ در المختار میں فرمایا،

قوله يكفرون اصحاب نبينا صلى الله عليه وسلم علمت ان هذا غير شرط في سبي الخوارج بل هو بيان لمن خرجوا على علي المرتضى كرمه الله وجهه و الا فيكفيهم اعتقاد كفر من خرجوا عليه كما وقع في زماننا في اتباع ابن عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد وتغلبوا على الحرمين وكانوا ينتحلون مذهب الحنابلة لكنهم اعتقدوا انهم هم المسلمون وان من خالف اعتقادهم مشركون و استباحوا بذلك قتل اهل السنة و قتل علماءهم حتى كسر الله شوكتهم و غروب بلادهم و ظفر بهم عساكر المسلمين عام ثلاث و ثلاثين و مائتين و الف۔ رد المحتار۔ جلد سوم ص ۴۲۷ و ۴۲۸

ترجمہ: در مختار میں فرمایا کہ خارجی فرقہ وہ ہے جو کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کافر سمجھتے ہیں۔ علامہ شامی نے فرمایا ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ محض خارجی ہونے کے لئے یہ شرط نہیں ہے؛ بلکہ یہ ان خارجیوں کا بیان ہے جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ اقدس میں نکلے رانہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کہا کہ تم نے امیر معاویہ کے ساتھ اپنا جھگڑا طے کرنے کے لئے ثالثی فیصلہ منظور کر لیا اور غیر خدا کو حاکم مان لیا، حالانکہ حکم صرف اللہ کا مانا جاسکتا ہے، قرآن کہتا ہے ان الحكم الا الله تم نعوذ باللہ کافر ہو گئے لہذا

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

پہلے اپنے کفر کا اقرار کرو پھر اس سے توبہ کرو، تب ہم تمہاری اتباع کریں گے، ورنہ خارجی ہونے کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ جس کے خلاف ہوں اس کو کافر اعتقاد کریں جیسا کہ ابن عبدالوہاب کے اتباع میں ہمارے زمانہ میں ہوا، وہ نجد سے نکلے اور حرمین شریفین پر غالب آگئے، بظاہر اپنے آپ کو مذہب عنبلی کی طرف منسوب کرتے تھے، مگر ان کا اصل اعتقاد یہ تھا کہ صرف ہم مسلمان ہیں اور جو ہمارے عقیدہ کے خلاف ہیں، وہ سب مشرک ہیں اور اپنے اسی فاسد عقیدہ کی بناء پر انہوں نے اہل سنت اور ان کے علماء کے قتل کو جائز سمجھا (اور حرمین میں قتل ناحق سے خون کی ندیاں بہاتیں، حتیٰ کہ ۱۲۳۳ھ میں ان کی شوکت و غلبہ کو اللہ تعالیٰ نے تباہ و برباد فرمایا اور ان کے شہروں کو خراب فرمایا اور ان پر مسلمانوں کے لشکر غالب اور فتح مند ہوئے دساکر مسلمین کا لفظ پیش نظر رہے اور علامہ شامی کا نجدوں کے متعلق عقیدہ و نظریہ سامنے رہے۔

اسی ابن عبدالوہاب کی کتاب التوحید کو مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے اردو زبان میں "تقویت الایمان" کے نام سے جاری کر کے ہندوستان میں خارجیت کو پروان چڑھایا اور فتنہ و فساد کی بنیاد یہاں رکھی۔ اگر اس کے نظریات کی تبدیلی ملاحظہ کرنی ہے اور مسلک اہل سنت سے عدول و انحراف تو صراطِ مستقیم اور تقویت الایمان کے تضاد و تخالف اور اپنے پیرو مشرک کے بیان کردہ نظریات پر تقویت الایمان میں کفر و شرک کے فتویٰ ملاحظہ کر لو۔

نجد اور نجدیت کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان :

بخاری شریف میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے :

عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اللهم بارک لنا فی شامنا اللهم بارک لنا فی یمنا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا

قال اللهم بارک لنا فی شامنا اللهم بارک لنا فی یمنا قالوا یا رسول اللہ وفی نجدنا فاکتہ

قال فی الثالثة ھذاک المزلزل والغسق وبھا یطلع قرن الشیطان۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

رواہ البخاری۔ مشکوٰۃ شریف کتاب المغنی باب الیمن والشم
ترجمہ، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا کی اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام میں برکت عطا
فرما اے اللہ ہمارے لئے ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ صحابہ نے عرض کیا کہ ہمارے نجد
میں بھی برکت کی دعا فرمائیے۔ آپ نے دوبارہ عرض کیا اے اللہ ہمارے شام میں برکت
عطا فرما، ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ صحابہ کرام نے پھر نجد کے متعلق توجہ دلائے
ہوتے عرض کیا کہ ہمارے نجد میں بھی برکت کی دعا فرمائیے۔ حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں
کہ میرا ظن غالب یہ ہے کہ تیسری بار صحابہ کے عرض کرنے پر آپ نے فرمایا اس خطہ کے متعلق
مجھ سے کیوں دعا کراتے ہو، وہاں تو زلزلے ہوں گے اور فتنے پیدا ہوں گے اور شیطان گروہ پیدا ہوگا۔

دبارض نجد طلوع کند قرن شیطان یعنی حزب او و اعداؤں او۔ اشعة اللغات جلد چہارم
نماہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اتنی صدیاں پہلے اس فتنہ و فساد کی اور شیطان گروہ
اور اس کے حزب و انصار کو مشاہدہ فرمایا اور اپنے یارانِ باونا کو جو نجد کی خیر خواہی کے
لئے بار بار برکت کی دعا کا مطالبہ کر رہے تھے بتلایا کہ وہ خطہ اس قابل نہیں ہے لہذا تین
بار عرض کرنے کے باوجود دعا خیر و برکت نہ فرمائی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ہی اس گروہ کا نظریہ و عقیدہ بھی سن لو اور ان
کے قرن شیطان ہونے کی دہ بھی۔

وکان ابن عمر یراہم شرار خلق اللہ وقال انہم اطلقوا الی آیات نزلت
فی الکفار فجعلوہا علی المؤمنین۔ بخاری شریف جلد دوم باب قتال الخوارج^{۱۰۲۴}
حضرت عبداللہ بن عمر گروہ خوارج کو خدا کی ساری مخلوق سے بُرا جانتے تھے اور فرمایا
کہ ان لوگوں نے اپنا طریقہ یہ بنا لیا ہے کہ جو آیات کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان
کو مسلمانوں اور یومنین پر چسپاں کر دیتے ہیں۔

نجدیوں کا خارجی ہونا علامہ شامی کی تحقیق سے ظاہر جن کے زمانہ میں یہ تحریک اٹھی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اور پھر اسے دبا دیا گیا اور خار جیوں کی علامت و نشانی حضرت عبداللہ بن عمر کے اس ارشاد سے ظاہر کہ وہ بتوں اور مشرکوں والی آیتیں انبیاء و اولیاء اور مومنین و مسلمین پر منطبق کرتے ہیں لہذا ان منکرین کا خارجی ہونا بھی ظاہر اور واضح ہو گیا۔

علماء دیوبند کا ابن عبد الوہاب کو خارجی ماننا

رسالہ مہند جس کو علماء دیوبند نے بڑی محنت و کوشش سے صلاح و مشورہ کر کے تحریر فرمایا اور علماء حرمین طیبین کے فتویٰ کفر کو دور کرنے کے لئے اپنی صفائی بیان کی اور اس رسالہ کو علماء حرمین کی خدمت میں بھیجا، اس میں بارہواں سوال جس کا تعلق ابن عبد الوہاب سے ہے، درج کر کے جو جواب دیا گیا ہے، ملاحظہ فرمائیے :

سوال: قد کان محمد بن عبد الوہاب النجدی يستعمل دعاء المسلمين واموالهم واعراضهم وكان ينسب الناس كلهم الى الشوك ويسب السلف فكيف ترون ذلك

جواب: الحكم عندنا فيهم ما قال صاحب الدر المختار وخارج وهم قوم لهم منعة خرجوا عليه بتاويل يرون انه على باطل كفروا معصية توجب قتاله بتاويلهم يستحلون دماءنا واموالنا ويسبون نساءنا الى ان قال حكمهم حكم البغاة ثم قال وانما لم نكفرهم لكونه من تاويل وان كان باطلا و قال الشامي في حاشيته كما وقع في زماننا في اتباع عبد الوهاب الذين خرجوا من نجد الخ

ترجمہ سوال: محمد بن عبد الوہاب نجدی مسلمانوں کے خون کو حلال سمجھتا تھا اور ان کا قتل مباح مانتا تھا اور ان کے اموال کو غصب کرنا، ان کی عزتوں کو ہر باد کرنا جائز سمجھتا تھا اور سب مسلمانوں کو مشرک کہتا تھا اور سلف صالحین کو گالیاں دیتا تھا، تمہارا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

توجہ جواب ۱ ہمارے نزدیک ان میں وہی حکم ہے جو کہ صاحب درمختار نے
خوارج کے متعلق فرمایا اور خوارج وہ قوم ہے جن کے پاس لشکر و سپاہ تھے اور انہوں نے
حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف بغاوت کی اس تاویل و زعم کی بنا پر کہ حضرت علی رضی
اللہ عنہ، لغو ذبا للباطل یعنی کھریا ایسی معصیت و گنہ گاری میں مبتلا ہوتے ہیں جس کی بنا
پر ان کے ساتھ لڑائی لازم ہے، وہ لوگ مسلمانوں کے قتل کو حلال سمجھتے تھے، اور اموال کو
بھی اور ان کی عورتوں کو قیدی بنالیتے تھے۔ ان کا حکم وہی ہے جو باغیوں کا ہے (یعنی
افہام و تفہیم سے کام نہ چلے تو ان کو قتل کر کے اس فتنہ کو ختم کر دیا جائے اور یہی طریقہ حضرت
علی رضی اللہ عنہ نے اختیار فرمایا۔ ہم انہیں کافر نہیں کہتے، کیونکہ انہوں نے اپنے افعال شنیعہ
اور نظریات فاسدہ کی بنیاد تاویل آیات پر رکھی تھی، اگرچہ باطل ہی سہی اور علامہ شامی نے
فرمایا کہ خوارج اس طرح کے لوگ ہیں جیسے کہ ہمارے زمانہ میں اتباع عبدالوہاب نجدی جو کہ نجد
سے نکلے اور حرمین شریفین پر غالب آگئے الخ یہ عبارت پہلے درج ہو چکی ہے،
علمائے دیوبند کے رسالہ ہند نے واضح کر دیا کہ نجدی خارجی ہیں اور ان کے وہی
خیالات و نظریات ہیں جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں خوارج کے تھے اور ان کا حکم
باغیوں والا ہے اگر اپنی منہ بٹ دھری کو ترک نہ کریں، تو انہیں قتل کرنا ضروری ہے اور انہوں
نے تاویلات فاسدہ اور آیات قرآنیہ کے من گھڑت معانی کی بنا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ
کو کافر کہا اور بعد والوں نے عوام مومنین کو کافر کہا۔ اہل السنّت کو اور ان کے علماء کو قتل
کیا اور حرمین شریفین میں خون کی ندیاں بہائیں۔

نوٹ: اگر نجدی کی چالاکیاں اور مسلمانوں کو شرک بنانے کے لئے آیات کی غلط
تاویلیں اور گنبد خضرا علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
اور شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ و دیگر اولیاء کرام کی وہ سواع یغوث و یعوق وغیرہ
اصنام و اعباد کے ساتھ تشبیہ و تمثیل کو ملاحظہ کرنا ہو تو حضرت علامہ دعلان السید

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

احمد مفتی الشافعی فی مکتہ الشرفہ کی کتاب خلاصۃ الکلام، فی بیان امرار البلد الحرام کا مطالعہ کیجئے اور شواہد الحق للعلامہ البہانی ص ۱۵۱

دیوبند کی آخری بڑی شخصیت مولانا حسین احمد صاحب نے بھی شہاب ثاقب ص ۱۵۱ پر اس کے خیالات فاسدہ عقائد باطلہ اور اہل حریم پر ظلم و ستم کو تسلیم کیا ہے۔

صاحبو! محمد بن عبدالوہاب نجدی ابتداء تیرھویں صدی میں نجد عرب سے ظاہر ہوا اور چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا، اس لئے اس نے اہل اہلسنت والجماعت سے قتل و قتال کیا۔ ان کو بالجبر اپنے خیالات کی تکلیف دیتا رہا۔ ان کے اموال کو غنیمت کا مال سمجھا گیا۔ ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حریم کو خصوصاً اور اہل حجاز کو عموماً تکالیف شاقہ پہنچاتے۔ سلف صالحین اور ان کے اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے۔ بہت سے لوگوں کو بسبب اس کی تکالیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار و فاسق شخص تھا اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصاً اس کچھ اور اس کے اتباع کے ساتھ دلی بغض تھا اور ہے اور اس قدر ہے کہ نہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔ الخ شہاب ثاقب ص ۱۵۱ و ۱۵۲

الحاصل یہاں تک بحمد اللہ تعالیٰ بخوبی واضح ہو گیا کہ استغانت و استمداد کے بہانے اولیاء کرام اور انبیاء کرام و رسل عظام کو اصنام و انصاب والی آیات میں داخل کرنا ہزار سال تک جو مذہب و مسلک اہل سنت اور اہل اسلام کا رہا ہے۔ اس کے خلاف ہے اور گیارھویں صدی میں ایک قلیل گروہ نے اس عقیدہ کو اپنایا اور تیرھویں صدی کے آغاز میں نجدی تحریک نے اس نظریہ کو ترقی و ترویج دی جو ایک شخص عساکر مسلمین نے ختم کر دی، لیکن ہمیشہ کے لئے اس کا استیصال نہ ہو سکا اور دین اسلام میں فتنہ و فساد کی

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

اُگ کو اس تحریک نے اب تک بھڑکایا ہوا ہے اور بقول صادق مصدوق باعلام اللہ
علم ما کان وما یكون ان کی زبانوں پر قرآن ہے مگر خلق سے نیچے نہیں اترتا نماز و روزہ میں
انہماک کی انتہاء مگر دین سے یوں نکلے ہوئے جیسے کہ تیر تیزی کے ساتھ شکار سے پار نکل جاتا
ہے۔ عن علی رضی اللہ عنہ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
سیخرج قوم فی آخر الزمان حداث الاسنان سفھا و الاحلام یقولون من
خیر قول البریۃ لا یجادوا ما نهم حنا جرم یمرقون من الدین کما یمرق النجم
من الرمیۃ فاینما لقیتموهم فاقتلوهم فان فی قتلهم اجر لکم و یوم القیامۃ و کذا من
ابی سعید الخدری و فیہ قوم تعقرون صلاحکم مع صلاحهم الحدیث :-
(بغاری شریف جلد دوم - ص ۱۰۲۴ باب قتال الخوارج)
یہ لوگ بجائے کفار و مشرکین اور بت پرست ہندوؤں کو اسلام کی تلقین کرنے کے صرف
مسلمانوں کو مشرک اور بت پرست بنانے کے درپے ہیں اور فہمین و صدیقین اور شہداء
وصالحین سے سستی و مستفیض ہونے کی بجائے انہیں لات و عزئی اور یغوث و یعوق
کہنے کے درپے ہیں۔ نعوذ باللہ۔

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

دعا اور عبادت کی تحقیق

مسکین سماع نے انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام علیہم الرضوان کو معبودات باطلہ میں شمار کرنے کی ایک وجہ تو یہ بیان کی کہ لوگ ان کو عبادتِ رداً مشکل کشا وغیرہ سمجھتے ہیں اور قبور کو سجدہ گاہ بناتے ہیں۔ اس کا جواب اور مذہب مختار حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ دہلوی قدس سرہ العزیز کی عبارت سے پیش کر دیا گیا۔

دوسری وجہ متوسلین یہ اولیاء اللہ اور استعانت کو ہائز ملنے والوں کے کفر و شرک کی ان حضرات کے نزدیک یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کو پکارتے ہیں، انہیں نداء کرتے ہیں، یا رسول اللہ یا حبیب اللہ اور یا شیخ عبد القادر جیلانی وغیرہ کہتے ہیں اور پکارنا عبادت ہے جیسا کہ حدیث پاک میں ہے الدعاء هو العبادۃ و دعا و پکار ہی عبادت ہے۔ نیز فرمایا الدعاء مح العبادۃ دعا عبادت کا مغز ہے۔ لہذا اہل السنۃ مشرک و کافر ہوئے اور رسل و انبیاء اور صدیقین و اولیاء معبودات باطلہ اس لئے فالذین تدعون

من دونہ اور من اضل من یدعون دون اللہ میں ان کا داخل ہونا یقینی امر ہے۔
الجواب، اقول وباللہ التوفیق۔ محض نداء اور پکار عبادت نہیں، بلکہ نداء اور پکار اس وقت عبادت بنتی ہے، جبکہ نداوی میں صفات الوہیت تسلیم کی جائیں، مثلاً یا اللہ یا اللہ عبادت ہے۔ یا رب العالمین یا رحمن یا رحیم اور یا مالک یوم الدین کہنا عبادت ہے لیکن یا زید یا عمر و کہنا جبکہ ان میں صفات الوہیت تسلیم کئے بغیر محض ان کی توجہ اپنی طرف مبذول

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

کرنے کے لئے ندا کی جائے تو عبادت نہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جب بھی کوئی گزارش کرنی ہوتی تھی تو یا رسول اللہ یا نبی اللہ پکارتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی انہیں اس سے منع نہیں فرمایا بلکہ خود اللہ تبارک تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یا ایہا البنی یا ایہا الرسول کہہ کر پکارا ہے تو کیا اس سے اللہ تعالیٰ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرنا لازم آگیا؟ نعوذ باللہ منہ لهذا الدعاء هو العبادۃ یا ادعاء مخ العبادۃ میں خاص دعا و نداء مراد ہے، یعنی کسی میں صفات الوہیت مثلاً وجوب الوجود۔ ربوبیت عالم رحمن و رحیم ہونا اور مالک یوم الدین ہونا تسلیم کر کے پکارتے تو یہ پکار عبادت ہے اور کفر و شرک یا یہاں دعا سے شرعی معنی مراد ہے جس طرح اللہ تعالیٰ سے مغفرت و بخشش کی طلب اور مطالب و مقاصد عطا کرنے کی تمنا و آرزو و رتہ والرسول یدعوکم فی احکم ادعویہم لا تأہم شئادعمن یا یتنک سعیاد غیر ذالک میں بھی دعا موجود ہے، حالانکہ یہاں عبادت متحقق نہیں، بلکہ اس کا ارادہ محال و باطل ہے اور دعا شرعی میں غایۃ تذلل اور انتہائی عجز و انکسار پایا جاتا ہے اور یہی حقیقی عبادت ہے، اس لئے فرمایا الدعاء هو العبادۃ۔ الدعاء مخ العبادۃ۔

الغرض محض نداء و پکار کو عبادت کہنا لغو اور باطل ہے اور صفات الوہیت کسی غیر اللہ میں تسلیم کر لیں تو نداء و پکار نہ بھی پائی جائے شرک لازم آجائے گا۔

سنی لوگ دور سے یا نبی اللہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی پکارتے ہیں اور ان کو اپنی نداء و پکار پر مطلع سمجھتے ہیں حالانکہ علم غیب الہی صفات مخصوصہ میں سے ہے لہذا یہ نداء شرک و کفر بن گئی اور ان کا معبود ہونا لازم آگیا۔

جواب اول: اس تاویل سے اتنا تو ثابت ہو گیا کہ قریب سے ندا و پکار شرک و کفر نہیں اور مبحث سماع میں ہمارا مقصود صرف اتنا ہے۔ دور سے سننا نہ سننا خارج از بحث

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

ہے۔ یہی تحقیق منکرین و مانعین کے مقتدار و پیشوا مولوی رشید احمد نے ذکر کی ہے۔ فرمایا تیسرا معنی استعانت کا یہ ہے کہ قبر کے پاس جا کر کہے کہ اے فلاں تم میرے واسطے دعا کرو کہ حق تعالیٰ میرا کام کر دیوے اس میں اختلاف علماء کا ہے۔ مجوز سماع موتی اس کے جواز کا اقرار کرتے ہیں اور مانعین سماع منع کرتے ہیں سو اس کا فیصلہ اب کرنا محال ہے، مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں۔ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲

جب آیات و احادیث سے سماع ثابت ہو چکا ہے اور جمہور علماء کا یہی مذہب ہے تو قریب سے نڈار اور عرض مطلب، التجار دُعا کا جواز واضح ہو گیا۔

جواب ثانی: دُور سے کسی کو نڈار کرنا اس عقیدہ کی بنا پر کہ وہ خود بخود اپنی ذاتِ کُتبت و طاقت سے بغیر اللہ تعالیٰ کی اطلاع اور توفیق کے اور خدا دادِ حواسِ قویہ لطیفہ کے جان لیتے ہیں، تو بے شک شرک و کفر ہے، مگر کوئی سنی مسلمان یہ عقیدہ نہیں رکھتا اور اگر اطلاع باری تعالیٰ اور اس کی توفیق سے یا اس کے عطا کئے ہوئے حواسِ قویہ اور قواسیہ لطیفہ کی بنا پر علم و سماع کا اعتقاد رکھے تو اس میں شرک و کفر بلکہ حرمت و معصیت کی کوئی وجہ نہیں۔ اس مسئلہ میں سب سے اول حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ ہی سماعت فرمایا لیجئے جن کو دیوبند کے ارکانِ ثلاثہ اور ارواحِ ثلاثہ یعنی مولانا رشید احمد صاحب۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی صاحب اور مولانا اشرف علی تھانوی صاحب اپنا پیر و مرشد، شیخ طریقت اور ہادی خدائما یقین کرتے ہیں۔ فیصلہ ہفت مسئلہ ص ۹ چوتھا مسئلہ نڈائے غیر اللہ کا۔

اس میں تحقیق یہ ہے کہ نڈائے مقاصد مختلف ہوتے ہیں کبھی محض اظہارِ شوق کبھی تضرع و نالہ کبھی سنا کر سنانا کبھی اس کو پیغام پوہنچانا سو مخلوق غائب کو پکارنا۔ اگر محض واسطے تذکرہ اور شوق وصال و حسرتِ فراق کے ہے جیسے عاشق اپنے محبوب کا نام لیتے ہیں، اور اپنے دل کو تسلی دیا کرتے ہیں تو کوئی گناہ نہیں۔ مجنوں کا قصہ مثنوی میں مذکور ہے۔

Click For More Books

nnabi.bl

For More B
g/details/@z